

# تجلیاتِ صفدر

جلد اول

سافر اسلام ترجمانِ اہلسنت وکیلِ امان  
حضرت محمد شہزاد بن صفدر اکاؤنٹی

ترقیہ کشمیل و تصحیح

مولانا نعیم احمد  
مدرس: جامعہ فیر الہیہ سوات شہر

مکتبہ المدادیہ

مسلکات - پاکستان - قباکستان - قریہ - ۱۹۸۰ء



# تجلیاتِ صفدر

جلد اول

تالیف

مناظر اسلام وکیل اہل سنت والجماعت

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

عنوانات و ترتیب و تصحیح

مولانا نعیم احمد

استاذ جامعہ خیر المدارس ملتان

ناشر

مکتبہ امدادیہ، ماتان پاکستان



# جملہ حقوق بحق ناشر مکتبہ امدادیہ محفوظ ہیں

نام کتاب: تجلیات صفدر (جلد اول)

مصنف: مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

مرتب: مولانا نعیم احمد صاحب

مدرسہ معہ خیر المدارس ملتان

کمپوزر: حافظ محمد نعمان حامد

ناشر: مکتبہ امدادیہ، ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان، پاکستان

FREEDOM  
FOR GAZA



## ملنے کے پتے

مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور

مکتبہ العلم، اردو بازار لاہور

اسلامی کتب خانہ، اردو بازار لاہور

کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی

۲۹	مؤلف کی طرف سے اشاعت کا اجازت نامہ	۱
۳۰	درد بھری کہانی..... خود مؤلف کی زبانی	۲
۳۳	مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب گرامی کا عکس	۳
۳۴	مکتوب گرامی	
۳۵	ابتدائیہ	۴
۳۷	حالات مؤلف (برادر مؤلف پروفیسر افضل کے قلم سے)	۵
۳۷	☆ پیدائش	
۳۹	☆ خاندانی حالات	
۴۳	☆ مولانا مرحوم کے تعلیمی مراحل	
۴۹	☆ مولانا محمود تھے	
۵۲	☆ اصلاحی تعلق	
۶۱	☆ حضرت لاہوریؒ کے بعد	
۶۲	☆ تعلیمی و تبلیغی خدمات	
۶۳	☆ وفات	
۶۶	☆ اخلاق و عادات	
۷۰	☆ تصنیفات	
۷۱	☆ پس ماندگان	
۷۲	حالات مؤلف (خود مؤلف کے قلم سے)	۶
۷۳	☆ میری تعلیم	
۷۴	☆ ایک عجیب واقعہ	

۷	میں حنفی کیسے بناؤ؟	۷۹
☆	طریقہ تعلیم	۷۹
☆	اختلاف کیا ہے؟	۸۰
☆	علم حدیث	۸۱
☆	سوشلزم کا ثواب	۸۲
☆	ہدیۃ اللہ	۸۲
☆	طریق کار	۸۲
☆	چونبر	۸۳
☆	نقل مکانی	۸۵
☆	تحریک ختم نبوت	۸۶
☆	مناظرہ کا شوق	۸۶
☆	عید گاہ میں	۸۷
☆	نیت	۸۷
☆	دلیل کس کے ذمہ	۸۸
☆	دلیل خاص کا مطالبہ	۹۰
☆	ایمان نئی پر یا شرط پر	۹۱
☆	ایک سوال	۹۱
☆	واپسی	۹۲
☆	ایک اور سوال	۹۳
☆	دوبارہ جانا	۹۳
☆	تیسری بار	۹۴
☆	لطیفہ	۹۵

صفحہ	فہرست مضامین	نمبر شمار
۹۷	<u>اہل سنت والجماعت حنفی</u>	۸
۹۸	☆ وضاحت	
۹۸	☆ والجماعت	
۹۹	☆ تحمیل دین	
۹۹	☆ حکمین دین	
۱۰۰	☆ تمدن دین	
۱۰۳	☆ اختلاف اور امتیاز	
۱۰۶	<u>تحقیق اور حق تحقیق</u>	۹
۱۰۶	☆ تحقیق کا حکم	
۱۰۷	☆ تحقیق کا حق	
۱۰۸	☆ اہل استنباط	
۱۰۹	☆ خلاصہ	
۱۱۰	☆ آدم برسر مطلب	
۱۱۰	☆ رسول اللہ ﷺ کا مقام	
۱۱۲	☆ مجتہد کا مقام	
۱۱۳	☆ نا اہل کا مقام	
۱۱۵	☆ تحقیق یا منازعت	
۱۱۵	☆ ثواب یا گناہ	
۱۱۶	☆ نجات یا ہلاکت	
۱۱۷	☆ اندھی تقلید	
۱۱۸	<u>یاک وہند میں اسلام کون لائے؟</u>	۱۰
۱۱۹	☆ دور نبوت	

صفحہ	فہرست مضامین	نمبر شمار
۱۲۰	☆ دور صحابہ	
۱۲۰	☆ عالمگیری	
۱۲۵	ایک غیر مسلم سے اصول حدیث اور قرآنہ خلف الامام پر گفتگو	۱۱
۱۲۶	☆ امام بعد	
۱۲۶	☆ اہل حدیث	
۱۳۰	☆ مرفوع	
۱۳۰	☆ مقوف	
۱۳۰	☆ مقطوع	
۱۳۱	☆ ایک مسئلہ	
۱۳۱	☆ ایک اور بہانہ	
۱۳۲	☆ مولانا	
۱۳۲	☆ منسوخ احادیث	
۱۳۵	☆ ضد	
۱۳۶	☆ فقہ کی مخالفت	
۱۳۷	☆ نبی کی مخالفت	
۱۳۹	☆ مقتدی	
۱۴۰	☆ مکہ مدینہ والا دین	
۱۴۱	☆ اہل مدینہ سے مخالفت	
۱۴۵	☆ کتاب و مدینہ	
۱۴۶	☆ ولایت ثناء اللہ کا اعتراف حق	
۱۴۷	☆ ملاطین اسلام	
۱۵۰	☆ قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ	
۱۵۳	☆ فرضی مناظرہ	

صفحہ	فہرست مضامین	نمبر شمار
۱۵۵	پیر مجنڈا سے تقلید، قرآن خلف الامام اور آئین پر مناظرہ کا خلاصہ	۱۲
۱۶۰	☆ شرائط	
۱۶۲	☆ انتخاب موضوع	
۱۶۲	☆ ان کا عمل	
۱۶۲	☆ قرأت خلف الامام	
۱۶۳	☆ مسئلہ آئین	
۱۶۵	☆ مسئلہ رفع یدین	
۱۶۷	☆ کیا فقہ کے منکر کو حضور ﷺ نے اہل حدیث فرمایا	۱۳
۱۷۴	☆ قرآن اور حدیث	
۱۷۴	☆ اقسام حدیث	
۱۷۵	☆ دوبارہ آمد، حدیث سے ثبوت	
۱۷۷	☆ دوسری حدیث	
۱۷۸	☆ تیسری حدیث	
۱۷۸	☆ قول صحابیؓ	
۱۷۸	☆ ایک خواب	
۱۷۹	☆ خواب کس کا ہے؟	
۱۷۹	☆ خواب کیا تھا؟	
۱۸۰	☆ آخری بات	
۱۸۲	☆ عظمت قرآن اور غیر مقلدین	۱۴
۱۸۳	☆ اتفاق	
۱۸۳	☆ فقہ پر عمل	

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ
	☆ قرآن اور مذہبِ خفی	۱۸۵
	☆ حالتِ اضطراب کا بیان	۱۸۷
	☆ دوا اور اضطراب	۱۸۸
	☆ دم اور عملیات	۱۸۹
۱۵	☆ مصافحہ کا بیان	۱۹۲
	☆ تمہید	۱۹۲
	☆ مثال	۱۹۲
	☆ ایک ہاتھ سے مصافحہ کی ابتداء	۱۹۵
	☆ ایک ہاتھ سے مصافحہ کے دلائل	۱۹۶
	☆ دلیلِ مل گئی	۱۹۷
	☆ دو ہاتھ سے مصافحہ	۱۹۹
۱۶	☆ حضرت پیرانِ پیرؒ اور غیر مقلدین	۲۰۳
	☆ غنیۃ الطالبین پر تبصرہ	۲۰۴
	☆ بخاری شریف پر تبصرہ	۲۰۵
	☆ شیخ جیلانیؒ اور مسئلہ وحدۃ الوجود	۲۰۵
	☆ صوفیائے کرام کے بارے میں نواب صدیق حسن کی نصیحت	۲۰۶
	☆ وحدۃ الوجود	۲۰۷
	☆ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اور سماعِ موتی	۲۰۷
	☆ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اور حیات النبی ﷺ	۲۰۸

۲۰۸	☆ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی نماز	
۲۰۹	☆ تین طلاق	
۲۰۹	☆ ذریت الہیہ	
۲۱۱	امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ غیروں کی نظر میں	۱۷
۲۱۸	نماز میں قرأت کا بیان	۱۸
	☆ اکیلے نمازی کا طریقہ	
۲۲۳	نماز باجماعت کا طریقہ	
۲۲۳	☆ مثال	
۲۲۹	انگلینڈ سے آمدہ سوالوں کے جوابات	۱۹
۲۲۹	☆ مسائل اجتہادیہ	
	☆ مقلد	
۲۳۲	☆ غیر مقلد	
	☆ سوال نمبر ۱، جو لوگ نہ جہتد ہوں نہ مقلد وہ	
۲۳۲	اپنی تحقیق پر عمل کریں یا کسی عالم سے پوچھیں؟	
۲۳۲	☆ الجواب	
	☆ سوال نمبر ۲، ناقص تحقیق پر قیامت کے دن کیا معاملہ ہوگا؟	
۲۳۲	اپنی تحقیق کے بھروسہ پر عقیدہ بنانا کیسا ہے؟	
۲۳۳	☆ الجواب	
۲۳۳	☆ سوال نمبر ۳، عالم دلیل دے اور عافی بغیر تحقیق کے عمل کرے کیا پتہ ہے؟	
۲۳۵	☆ الجواب	



☆	سوال نمبر ۴، غیر مقلدین کا حدیث کی پڑتال میں اپنے	
۲۳۵	مولوی پر اعتماد اور دعویٰ خود تحقیق کا ہو، یہ کیسا ہے؟	
☆	الجواب	۲۳۶
☆	سوال نمبر ۵، موجودہ دور کے مولویوں کی پیروی کرنی چاہئے یا سلف صالحین کی؟	۲۳۶
☆	الجواب	۲۳۶
☆	سوال نمبر ۶، کیا قرونِ طلحہ میں غیر مقلدین کا وجود تھا؟	۲۳۷
☆	الجواب	۲۳۷
☆	سوال نمبر ۷، موجودہ دور سے غیر مقلدین سے اختلافِ اصولی ہے یا فروعی؟	۲۳۸
☆	الجواب	۲۳۸
☆	سوال نمبر ۸، جو صحابہ ہمیشہ رفع یدین کرتے تھے کیا	
	وہ دوسروں کو محرومِ الثواب سمجھتے تھے؟	۲۳۹
☆	الجواب	۲۳۹
☆	سوال نمبر ۹، فاتحہ پڑھنے والے کا نہ پڑھنے والے کو گمراہ کہنا کیسا ہے؟	۲۴۰
☆	الجواب	۲۴۰
☆	سوال نمبر ۱۰، کیا اجتہادی خطا پر ثواب ملے گا یا سزا کا مستحق ہوگا؟	۲۴۱
☆	الجواب	۲۴۱
☆	سوال نمبر ۱۱، صحابہ کے اجماع کے خلاف عمل کرنا اور	
	اس اجماع کا انکار کرنا کیسا ہے؟	۲۴۱
☆	الجواب	۲۴۱
☆	سوال نمبر ۱۲، سعودیہ والے کس کی پیروی کرتے ہیں؟	۲۴۲
☆	الجواب	۲۴۲
☆	سوال نمبر ۱۳، خانہ کعبہ اور روضہ رسول پر عین تراویح کب سے پڑھی جا رہی ہیں؟	۲۴۳

۲۳۳	☆ الجواب	
	☆ سوال نمبر ۱۳، کیا بخاری اور ترمذی میں صرف احادیث	
۲۳۴	☆ ہیں یا اقوال صحابہؓ وغیرہ بھی؟	
۲۳۵	☆ الجواب	
	☆ سوال نمبر ۱۵، صحاح ستہ میں کوئی ایسی کتاب ہے جس میں	
۲۳۵	☆ صرف احادیث ہوں؟	
۲۳۵	☆ الجواب	
۲۳۵	☆ سوال نمبر ۱۶، ضعیف اور موضوع احادیث میں کیا فرق ہے؟	
۲۳۵	☆ صحاح ستہ میں ان کو کیوں شامل کیا گیا ہے؟	
۲۳۵	☆ الجواب	
۲۳۶	☆ سوال نمبر ۱۷، تاریخ اسلام میں علم فقہ پہلے مرتب ہوا یا علم حدیث؟	
۲۳۶	☆ الجواب	
	☆ سوال نمبر ۱۸، صرف محدثین کے بھروسہ پر راویوں کے	
۲۳۷	☆ حالات پر کھنا کیسا ہے؟	
۲۳۷	☆ الجواب	
۲۳۸	☆ سوال نمبر ۱۹، فردی مسائل پر جماعت بندی کرنی جائز ہے یا نہیں؟	
۲۳۸	☆ الجواب	
	☆ سوال نمبر ۲۰، اہل حدیث تنظیم کی طرح خفی یا شافعی وغیرہ	
۲۳۸	☆ کی بھی کوئی تنظیم ہے؟	
۲۳۸	☆ الجواب	

۲۳۹	غیر مقلدیت کا نیا روپ..... مسودی فرقہ	۲۰
۲۵۰	☆ حکومت برطانیہ	
۲۵۰	☆ زرخ پلٹ گیا	
۲۵۱	☆ جماعت غرباء اہل حدیث	
۲۵۲	☆ فرقہ مسودی نام نہاد جماعت المسلمین	
۲۵۲	☆ مسلم کا نیا معنی	
۲۵۳	☆ مسودی فرقہ کی دعوت	
۲۵۴	☆ نئے دین کے نئے مسائل	
۲۵۷	☆ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی کرامت	
۲۵۷	☆ شریعت ساز	
۲۵۸	☆ نسبی نام	
۲۶۰	☆ مسودی فرقہ اور قرآن	
۲۶۰	☆ چند سوالات	
۲۶۳	☆ سطحی مطالعہ	
۲۶۳	☆ قرآن پر نظر عنایت	
۲۶۶	☆ بانی فرقہ اور سنت	
۲۶۶	☆ تحقیق حدیث	
۲۶۸	☆ مثال سے وضاحت	
۲۶۹	☆ احادیث کا پوسٹ مارٹم	
۲۷۰	☆ امام اعظم ابوحنیفہؒ	

۲۷۲	فرقہ جماعت المسلمین..... تحقیق کے آئینہ میں	۲۱
۲۷۷	☆ مسلم کا معنی	
۲۷۹	☆ جھوٹ پر جھوٹ	
۲۸۰	☆ دعوت المسلمین	
۲۸۰	☆ کلمہ جماعت المسلمین	
۲۸۲	☆ ایک لیلیٰ	
۲۸۳	☆ مسعودی فرقہ اور قرآن	
۲۸۵	☆ مسعودی فرقہ اور حدیث	
۲۸۶	☆ اجماع امت	
۲۸۷	☆ اجتہاد و قیاس	
۲۸۸	☆ جادو و جوسر پر چڑھ کر بولے	
۲۸۹	☆ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ	
۲۹۰	☆ فرقہ بندی	
۲۹۲	☆ اختلاف امت	
۲۹۳	☆ مسعود صاحب کی عادت	
۲۹۵	☆ آخری بات	
۲۹۹	کراچی کا عثمانی فرقہ	۲۲
۳۰۱	☆ فرقہ پرستی	
۳۰۲	☆ توحید	
۳۰۲	☆ دین داری	
۳۰۳	☆ زبان کی مشکل	
۳۰۵	☆ عثمانی اور قرآن	

۳۰۶	☆ رسولوں کا انکار	
۳۰۷	☆ احادیث اور عثمانی	
۳۰۸	☆ دم اور تعویذ دنیاوی طریق علاج ہیں	
۳۱۱	☆ عیسائی ذہنیت	
۳۱۲	☆ خاتمہ	
۳۱۳	☆ مسعودی فرقہ کے وسوسوں کے جوابات	۲۳
۳۱۵	☆ سوالات کا حق کس کو ہے.....؟	
۳۱۶	☆ علمی پرواز	
۳۱۷	☆ فرقے	
۳۱۸	☆ مذاہب اربعہ	
۳۱۸	☆ اولہ شریعہ	
۳۱۹	☆ اللہ کی اتباع	
۳۱۹	☆ رسول کی اتباع	
۳۱۹	☆ اجماع کی اتباع	
۳۲۰	☆ مجتہد کی اتباع	
۳۲۰	☆ دوسرے نمبراً، رسول اللہ ﷺ خفی تھے یا شافعی یا اہل حدیث وغیرہ؟	
۳۲۰	☆ الجواب	
۳۲۲	☆ چور پکڑا گیا	
۳۲۳	☆ دوسرے نمبراً، کیا اللہ تعالیٰ نے ان مذاہب کی پیروی کا حکم دیا ہے؟	
۳۲۳	☆ الجواب	
۳۲۳	☆ دوسرے نمبراً، یعنی علیہ السلام اللہ کے دین کی پیروی کریں گے یا ان مذاہب کی؟	
۳۲۳	☆ الجواب	
۳۲۳	☆ دوسرے نمبراً، یعنی علیہ السلام مسلم کہلائیں گے یا خفی، شافعی، مالکی وغیرہ؟	

۳۲۴	☆ الجواب	
	☆ دوسرے نمبر ۵، اللہ کی طرف سے مسلم نام کی عطا کے بعد	
۳۲۵	☆ کوئی اور نام رکھنا شریعت سازی نہیں ہے؟	
۳۲۵	☆ الجواب	
۳۲۶	☆ دوسرے نمبر ۹، ایک نبی ﷺ کی امت میں مختلف نام پر مذاہب ہو سکتے ہیں؟	
۳۲۶	☆ الجواب	
۳۲۷	☆ دوسرے نمبر ۷، کیا یہ مذاہب حضور ﷺ پر نازل کئے گئے تھے؟	
۳۲۷	☆ الجواب	
۳۲۷	☆ دوسرے نمبر ۸، کیا ہر مذہب کی اسلام ہے یا ان سب کا مجموعہ؟	
۳۲۷	☆ الجواب	
	☆ دوسرے نمبر ۹، اگر تمام مذاہب کا مجموعہ اسلام ہے تو صرف	
۳۲۷	☆ ایک کی تقلید یوں کی جاتی ہے؟	
۳۲۸	☆ الجواب	
	☆ دوسرے نمبر ۱۰، اگر یہ تمام مذاہب اسلام ہیں تو کیا	
۳۲۸	☆ یہ سب حضور ﷺ پر نازل ہوئے تھے یا ایک؟	
۳۲۸	☆ الجواب	
۳۲۸	☆ دوسرے نمبر ۱۱، غیر مسلم مسلمان ہو کر کونسا مذہب قبول کرے؟	
۳۲۹	☆ الجواب	
۳۲۹	☆ دوسرے نمبر ۱۲، جو شخص ان مذاہب کو تسلیم نہ کرے کیا وہ کافر ہے؟	
۳۲۹	☆ الجواب	
۳۲۹	☆ دوسرے نمبر ۱۳، جہتر فرقوں میں سے نجات پانے والا کون ہے؟	
۳۳۰	☆ الجواب	
۳۳۰	☆ دوسرے نمبر ۱۴، کیا یہ سب فرقے حضور ﷺ کے دور میں تھے؟	

۳۳۱	☆ الجواب	
۳۳۱	☆ دوسرے نمبر ۱۵، حضور ﷺ کا تعلق کس فرقے سے تھا؟	
۳۳۱	☆ الجواب	
۳۳۲	☆ اختلاف کی مثال	
	☆ دوسرے نمبر ۱۶، کیا حضور ﷺ ے جماعت المسلمین ے	
۳۳۳	چمٹے اور باقی سے الگ رہنے کا علم دیا تھا؟	
۳۳۳	☆ الجواب	
۳۳۴	☆ دوسرے نمبر ۱۷، کون سا فرقہ جماعت المسلمین ے جس سے پنا جانے؟	
۳۳۴	☆ الجواب	
۳۳۵	☆ دوسرے نمبر ۱۸، جو لوگ جماعت المسلمین میں شامل نہیں کیا وہ سون ہیں؟	
۳۳۵	☆ الجواب	
	☆ دوسرے نمبر ۱۹، جو لوگ تمام فرقوں سے علیحدہ ہوئے، کیا وہ	
۳۳۶	حضور ﷺ کے بافرمان ہیں؟	
۳۳۶	☆ الجواب	
۳۳۷	☆ نام نہاد جماعت المسلمین یعنی مسعودی فرقہ کے سوالات و جوابات	۳۳
۳۳۱	☆ دین میں نیا کام نکالنا کیسا ہے؟	
۳۳۳	☆ کیا ایب و رہم سے کم نجاست ملیطہ معاف ہے؟	
۳۳۶	☆ کیا اگر بن کا سب پشت کف سے کرنا حضور ﷺ ے ثابت ہے؟	
۳۳۸	☆ کیا رافعہ یدین حضور ﷺ نے منسوخ فرمادیا تھا؟	
۳۵۱	☆ کیا حضور ﷺ زبان سے نماز کی نیت کرتے تھے؟	
۳۵۳	☆ مرد و عورت کی نماز میں فرق؟	
۳۵۷	☆ کیا ائمہ اربعہ کی تقلید کا حکم حضور ﷺ نے دیا ہے؟	
۳۵۹	☆ امام اعظم سے قبل کے مسلمان کس کی تقلید کرتے تھے؟	

۳۶۹	مسعودی فرق کے چند اعتراضات کے جوابات	۲۵
۳۶۹	☆ ابتدائیہ	
۳۷۰	☆ مثال	
۳۷۱	☆ طیب اور پنساری	
۳۷۱	☆ تقلید کا مطلب	
۳۷۲	☆ مسلمین	
۳۷۵	☆ نتیجہ	
۳۷۸	☆ اختلافی احادیث	
۳۸۰	☆ دعوتِ المسلمین	
۳۸۱	☆ امام المسلمین	
۳۸۱	☆ امامت	
۳۸۲	☆ درختار	
۳۸۳	☆ چھوٹے میاں	
۳۸۳	☆ رد الحار	
۳۸۶	☆ اِنْ يَأْتِ	
۳۸۶	☆ امام طحاوی رحمہ اللہ	
۳۸۶	☆ علامہ طحاوی رحمہ اللہ	
۳۸۷	☆ مسئلہ رفع یدین	
۳۸۸	☆ ترتیب	
۳۸۸	☆ حضرت وائلؓ	
۳۸۹	☆ مسند احمد	
۳۸۹	☆ خطبہ عمر در مسجد نبوی ﷺ	
۳۹۰	☆ دار قطنی یا تطلق الغنی	
۳۹۰	☆ حضرت ابو بکر صدیقؓ	



۳۹۱	☆ گزلبھال	
۳۹۱	☆ حدیث علیؑ	
۳۹۲	☆ سجدتین یا رکعتین	
۳۹۲	☆ ابوقلابہؓ	
۳۹۳	☆ محمد بن قجادہ	
۳۹۳	☆ فریب بن فریب	
۳۹۳	☆ ابن جریج	
۳۹۴	☆ محمود بن اسحاق خزاعی	
۳۹۵	☆ گیارہ صحابہؓ	
۳۹۵	☆ پچاس صحابہؓ	
۳۹۵	☆ سترہ صحابہؓ	
۳۹۶	☆ داکل کی آمد طانی	
۳۹۶	☆ قرأت خلف الامام	
۳۹۸	☆ مسئلہ آئین	
۴۰۱	☆ مرجعہ	
۴۰۲	☆ اقوال الرجال	
۴۰۵	☆ مسعودی فرقہ کی کتاب صلوٰۃ المسلمین پر مختصر تبصرہ	۲۶
۴۰۵	☆ تعارف	
۴۰۶	☆ صلوٰۃ المسلمین	
۴۰۷	☆ حواضر نماز	
۴۰۸	☆ حکایت	
۴۱۰	☆ دوسرا سوال	
۴۱۱	☆ تیسرا سوال	
۴۱۲	☆ چوتھا سوال	

۴۱۲	☆ رسول پاک ﷺ سے بناوت	
۴۱۳	☆ معیار اول	
۴۱۳	☆ معیار دوم	
۴۱۳	☆ معیار سوم	
۴۱۳	☆ زور علم	
۴۱۴	☆ جموٹ ہی جموٹ	
۴۱۵	☆ دس یا سترہ	
۴۱۵	☆ فرضی کانفرنس	
۴۱۶	☆ مقررات	
۴۱۸	☆ انکار حدیث کا نیا روپ	۲۷
۴۱۸	☆ اہل قرآن	
۴۱۹	☆ اہل حدیث	
۴۲۰	☆ اختلاف نسخہ	
۴۲۱	☆ صحیح بخاری	
۴۲۲	☆ ایک تازہ تحریف	
۴۲۳	☆ مسند الحمیدی	
۴۲۶	☆ صحیح مسلم	
۴۲۷	☆ تازہ تحریف	
۴۲۸	☆ ایک اور انجوبہ	
۴۲۹	☆ ایک اور دھاندلی	
۴۳۰	☆ سنن ابی داؤد	
۴۳۱	☆ حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	
۴۳۲	☆ تازہ تحریف	
۴۳۲	☆ ایک اور انکار	

۴۳۴	عید کے مسائل	۲۸
۴۳۴	☆ بدتمیہ	
۴۳۵	☆ نماز عید کا حکم	
۴۳۵	☆ صدقہ فطر	
۴۳۶	☆ مسئلہ	
۴۳۷	☆ نماز للیل	
۴۳۷	☆ وقت	
۴۳۷	☆ طریقہ نماز عید	
۴۴۰	☆ نتیجہ	
۴۴۱	☆ خطبہ	
۴۴۱	☆ قرأت	
۴۴۲	☆ حنبلیہ	
۴۴۶	نماز عیدین کی تکبیریں	۲۹
۴۵۰	☆ نیا انکشاف	
۴۵۱	☆ رسول پاک ﷺ کا حکم	
۴۵۲	☆ مثال	
۴۵۵	☆ خلاصہ	
۴۵۷	نماز قبال کی حقیقت	۳۰
۴۷۸	سنت و فقہ میں تعلق	۳۱
۴۷۸	☆ سنت کسے کہتے ہیں؟	
۴۷۹	☆ سنت کی بنیاد	
۴۸۱	☆ ایک سکھ کا واقعہ	
۴۸۲	☆ فقہ حدیث کے خلاف نہیں ہے	

۲۸۴	☆ چاروں ائمہ اور چاروں مسلک برحق ہیں	
۲۸۷	☆ <u>الحاد و بدعت</u>	۳۲
۲۸۷	☆ بنیادی اصول	
۲۸۸	☆ الحاد	
۲۸۸	☆ استنباط	
۲۸۹	☆ مثال	
۲۹۱	☆ اجماع	
۲۹۱	☆ گمراہی کی دوسری بنیاد..... بدعت	
۲۹۲	☆ نقطہ اعتدال	
۲۹۳	☆ خطرناک گناہ	
۲۹۳	☆ محاکمہ	
۲۹۴	☆ ایک مثال	
۲۹۵	☆ مبارک مہینہ	
۲۹۷	☆ رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ پر تبصرہ	۳۳
۲۹۷	☆ دیوبندی بریلویوں کی نظر میں	
۲۹۸	☆ اہل سنت والجماعت و بریلوی اختلاف کی حدود	
۲۹۸	☆ تکفیری مہم	
۲۹۹	☆ لطیفہ	
۵۰۰	☆ علماء حق کی کرامت	
۵۰۲	☆ مزید اختلافات	
۵۰۳	☆ حنفی شافعی اختلافات	
۵۰۳	☆ رد عمل	
۵۰۴	☆ ثمرات	
۵۰۵	☆ کیا کھویا اور کیا پایا	

صفحہ	فہرست مضامین	نمبر شمار
۵۰۶	☆ مسلک و شرب	
۵۰۷	☆ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب قدس اللہ سرہ	
۵۰۸	☆ محمد شفیع اوکاڑوی	
۵۰۹	☆ قصہ ہفت مسئلہ کا	
۵۱۰	☆ کچھ مکاشفات کے بارے میں	
	ایک یادگار ملاقات (فضائل اعمال پر ہونے والے اعتراضات)	۳۳
۵۱۲	☆ اور دیگر اعتراضات کے جوابات	
۵۱۲	☆ زندگی میں تبدیلی	
۵۱۳	☆ نیا موڑ	
۵۱۳	☆ پہلا فرق	
۵۱۵	☆ غلط حوالے	
۵۱۶	☆ ضعیف احادیث	
۵۱۷	☆ دوسرا رخ	
۵۱۸	☆ شرک ہی شرک	
۵۱۹	☆ کرامات	
۵۲۰	☆ یہ ہو ہی نہیں سکتا؟	
۵۲۱	☆ جھوٹ ہی جھوٹ	
۵۲۱	☆ عقل نہیں مانتی	
۵۲۲	☆ نماز	
۵۲۳	☆ دوسری مجلس	
۵۲۳	☆ سورۃ فاتحہ فرض ہے	
۵۲۵	☆ رفع یدین سنت ہے	
۵۲۵	☆ نماز نہیں ہوتی	
۵۲۷	☆ خدا جھوٹ سے بچائے	

۵۲۸	☆ ضدی ضد	
۵۳۰	☆ حدیث کے خلاف	
۵۳۱	☆ ایک تضاد	
۵۳۲	☆ خون پینا	
۵۳۳	☆ فضلات	
۵۳۶	☆ سیدنا حسین <small>ؑ</small>	۳۵
۵۳۶	☆ نسب مبارک	
۵۳۷	☆ پیدائش	
۵۳۸	☆ صحابیت	
۵۳۹	☆ علیہ مبارک	
۵۳۹	☆ حضرت حسین <small>ؑ</small> آنحضرت <small>ؐ</small> کی نظر میں	
۵۴۰	☆ جنت کی سرداری	
۵۴۰	☆ صحابہ کرام کی نظر میں	
۵۴۱	☆ اُمت کی نظر میں	
۵۴۲	☆ حالات زندگی	
۵۴۳	☆ شہادت	
۵۴۶	☆ حالات و واقعات	
۵۴۹	☆ کھلا خط بنام مولوی ضیاء الرحمن صدیقی ہزاروی (دربارۃ یزید)	۳۶
۵۵۳	☆ یزید کے ہاتھ میں ہاتھ	
۵۵۵	☆ ایک انجوبہ	
۵۵۶	☆ یزید کا پہلا حکم	
۵۵۶	☆ دوسرا حکم	
۵۵۶	☆ دارالامارت میں	

صفحہ	فہرست مضامین	نمبر شمار
۵۵۷	☆ مکہ مکرمہ میں	
۵۵۸	☆ یزید کا خط	
۵۵۸	☆ یزید کا اشارہ	
۵۵۸	☆ یزید کا رونا	
۵۵۹	☆ امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ سے گفتگو	
۵۵۹	☆ حضرت فاطمہؓ و سکنہؓ	
۵۶۰	☆ دوسری روایت	
۵۶۳	☆ کھلا خط بنام ابوریحان عبدالغفور (دربارہ یزید)	۳۷
۵۶۸	☆ یزید	
۵۷۰	☆ ایک مسئلہ	
۵۷۲	☆ یزید کی وکالت	
۵۷۳	☆ قادیانی تقلید	
۵۷۳	☆ یزید کی تخت نشینی کی بلا اسلام پر	
۵۷۴	☆ خلاصۃ الفتاویٰ	
۵۷۴	☆ فتاویٰ بزازیہ	
۵۷۴	☆ لامع الدراری	
۵۷۴	☆ معارف شیخؒ	
۵۷۵	☆ باجمعی مجلس	
۵۷۵	☆ بنقض علیؑ	
۵۷۶	☆ حق بات	
۵۷۶	☆ فسق یزید اور صحابہ کرامؓ	
۵۷۶	☆ دید اور شنید	
۵۷۷	☆ موضوع سے فرار	
۵۷۷	☆ صحابی زادہ	

صفحہ	فہرست مضامین	نمبر شمار
۵۷۸	☆ اکابر دینی	
۵۷۹	☆ کھلا خط بنام مہتمم جامعہ یوسفیہ (در بارہٴ یزید)	۳۸
۵۸۰	☆ مولانا محمد امین صاحب اور کڑی	
۵۸۰	☆ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری	
۵۸۱	☆ حضرت مجدد الف ثانی	
۵۸۱	☆ شاہ ولی اللہ	
۵۸۱	☆ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی	
۵۸۲	☆ حجۃ الاسلام بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاسم نانوتوی	
۵۸۲	☆ قلب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	
۵۸۲	☆ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	
۵۸۲	☆ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی	
۵۸۳	☆ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی	
۵۸۳	☆ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب	
۵۸۳	☆ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب	
۵۸۵	☆ ابن زیاد کی شہادت	
۵۸۵	☆ صحابی زادہ	
۵۸۷	☆ تابعیت کا مرتبہ پانے والا	
۵۸۸	☆ احتمال ہی کسی مغفوریت موعودہ کا شرف رکھنے والا	
۵۹۰	☆ توقف کا راستہ	
۵۹۰	☆ امام محمد بن الحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ	
۵۹۲	☆ وفد اہل مدینہ	
۵۹۳	☆ آخری بات	



صفحہ	فہرست مضامین	نمبر شمار
۵۹۵	فقہ کی اہمیت قرآن و حدیث کی روشنی میں	۳۹
۵۹۵	☆ فقہ کی تعریف	
۵۹۵	☆ موضوع فقہ	
۵۹۶	☆ بنیاد فقہ	
۵۹۶	☆ غرض و عاقبت	
۵۹۶	☆ فقہ کی سند	
۵۹۶	☆ فقہ کی کتابیں	
۵۹۷	☆ فقہ کے مسائل	
۵۹۷	☆ نقل مسائل	
۵۹۷	☆ مذہب حنفی	
۵۹۸	☆ غلطی لگنا اور غلطی چلنا	
۵۹۹	☆ آدم برسر مطلب	
۵۹۹	☆ آیات قرآنی	
۶۰۰	☆ فرمان خداوندی	
۶۰۲	☆ فرمان رسول ﷺ	
۶۰۳	☆ فرمان باری تعالیٰ	
۶۰۵	☆ فقہ کی مثال	
۶۰۷	☆ فقہ کی فضیلت	
۶۰۸	☆ دو مجلسیں	
۶۰۸	☆ اہمیت فقہ	
۶۱۰	☆ معتبر اجتہاد کی تقلید کا حکم	۴۰
۶۱۰	☆ اجتہاد کا لغوی معنی	
۶۱۱	☆ اجتہاد کا اصطلاحی معنی	

صفحہ	فہرست مضامین	نمبر شمار
۶۱۱	☆ دلیل قیصلی	
۶۱۱	☆ ضرورت اجتہاد	
۶۱۲	☆ نقلی دلیل	
۶۱۳	☆ دوسری دلیل	
۶۱۵	☆ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا فرمان	
۶۱۵	☆ قلند ہرچہ گوید دیدہ گوید	
۶۱۵	☆ پہلی شہادت	
۶۱۶	☆ دوسری شہادت	
۶۱۶	☆ تیسری شہادت	
۶۱۷	☆ عبرت	
۶۱۷	☆ تیسری آیت	
۶۱۸	☆ مثال	
۶۱۸	☆ حدیث معاذ رضی اللہ عنہ	
۶۱۹	☆ فائدہ	
۶۲۱	☆ دور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	
۶۲۲	☆ دور تابعین رحمہم اللہ	
۶۲۲	☆ ایک واقعہ	
۶۲۲	☆ شرائط اجتہاد	
۶۲۵	☆ پانچ لاکھ احادیث	
۶۲۶	☆ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ	
۶۲۷	☆ اجتہاد ہر کس و ناکس کا کام نہیں	
۶۲۸	☆ تدوین فقہ	
۶۲۹	☆ اجتہاد اور تقلید کا دائرہ	
۶۳۱	☆ تقلید	

۶۳۴	<u>فقہ حنفی کے کرم فرما</u>	۴۱
۶۳۶	☆ صیم بن حماد	
۶۳۷	☆ امام ابو بکر بن ابی شیبہ	
۶۶۰	☆ خلیف بغدادی	
۶۴۳	<u>فقہ حنفی سے غیر مقلدین کی ناراضگی کے اسباب</u>	۴۲
۶۴۷	☆ نئی فقہ کی تدوین	
۶۴۸	☆ فقہ حنفی پر حملوں کی ابتداء	
۶۴۸	☆ ایک فلا اعزاز	
۶۴۹	☆ طریق فیصلہ	
۶۵۰	☆ آسان طریقہ	
۶۵۰	☆ نوٹ	
۶۵۱	<u>استثناء نمبر ۱</u>	۴۳
۶۵۳	<u>استثناء نمبر ۲</u>	۴۴



## تجلیاتِ صفدرؒ پر ایک نظر

از قلم: مولانا محمد ازہر صاحب (مدیر ماہنامہ ”الخیر“ ملتان)

تالیف: مناظر اسلام، وکیل احناف حضرت مولانا محمد امین صفدر اذکار ذوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: مکتبہ امدادیہ، ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان

حدیث شریف میں پیشینگوئی کے طور پر ارشاد فرمایا گیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اس امت کے ہر دور میں ایسی شخصیات کو پیدا فرماتے رہیں گے جو دین کی تجدید کا گر انقدر مقدس فریضہ انجام دیں گی۔ حضرت الامام مجدد الف ثانیؒ، حضرت الامام شاہ ولی اللہؒ، حضرت سید احمد شہیدؒ، حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے اپنے وقت دین کے مختلف شعبوں میں بلاشبہ تجدیدی خدمات انجام دیں اور اپنے ادوار میں پیدا ہونے والے باطل فتنوں کا بڑی استقامت سے استیصال فرمایا۔ آج جہاں کہیں بھی سنت کی اتباع اور بدعت سے نفرت کے جذبات پائے جاتے ہیں اس کے پیچھے ان اکابر و اسلاف کی محنتیں کار فرما ہیں ہمارے اس دور میں حق تعالیٰ شانہ نے فخر احناف مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر رحمۃ اللہ علیہ کو فکری کج روی، آزاد خیالی، لاندھمیت اور اسلام کے مقابل فرقوں کے استیصال و تعاقب کی خاص صلاحیتوں سے نوازا تھا اور مولانا کی خدمات بھی اپنے شعبے میں تجدیدی رنگ رکھتی ہیں۔ مولانا مرحوم شوال ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۳ء میں جامعہ خیر المدارس ملتان میں شعبہ تخصص فی الذمۃ والا رشاد کے ریکی کے طور پر تشریف لائے اور شعبان ۱۴۲۱ھ یعنی اپنی رحلت تک مسلسل آٹھ سال جامعہ میں مذہبی خدمات کے علاوہ جامعہ کے ترجمان ماہنامہ ”الخیر“ کو اپنی خصوصی نگارشات سے نوازتے رہے۔ ملک کے تمام دینی جرائد میں ”الخیر“ کو یہ امتیاز و اعزاز حاصل ہے کہ اس میں مولانا مرحوم کی باطل شکن اور جرائد مندانه تحریریں کسی ترمیم و تغیر کے بغیر چھپتی رہیں۔ مولانا صفدرؒ کی تمام تحریریں اخلاص، دلسوزی، خیر خواہی اور

مسلمانوں کی دینی ہمدردی سے بھرپور ہوتی تھیں یہی وجہ ہے کہ بشرط عدم عصیت آپؐ کے مقالات کا مطالعہ کرنے والا راہ حق و اعتدال پر آ جاتا تھا۔ آپؐ کی عصری تعلیم کچھ زیادہ نہ تھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپؐ ایک صاحب طرز انشاء پرداز اور اچھوتے انداز تحریر کے مالک تھے۔ تقریر کی طرح آپؐ کی تحریر بھی ادبی چاشنی و چسپ دلائل، نادر استدلالات اور بر محل لطائف کا مرقع ہوتی تھی خالص علمی موضوعات پر آپؐ کے طویل مقالات کے مطالعہ کے دوران بھی خوشگوار دلچسپی برقرار رہتی ہے۔

”الخیر“ میں شائع شدہ حضرت مرحوم کے مضامین کی مقبولیت اور قدرو قیمت کا تقاضا تھا کہ یہ تمام مقالات مستقل کتابی شکل میں جلوہ افروز ہوں۔ آخر حضرت مصنفؒ کی خواہش پر ہی یہ ضرورت ملک کے معروف علمی اشاعتی ادارے ”مکتبہ امدادیہ لمٹان“ نے چھ جلدوں پر مشتمل ”تجلیات صفدر“ شائع کر کے باحسن وجہ پوری کر دی ہے۔ ہر جلد ۶۰۰ سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ مولاناؒ کے یہ مضامین اگرچہ متفرق طور پر بعض دیگر ناشرین نے بھی شائع کر دیئے ہیں مگر انہیں غنی ترتیب اور حتی الامکان کامل تصحیح کے ساتھ شائع کرنے کا سہرا مکتبہ امدادیہ کے سر ہے۔ نئی ترتیب میں ایک ہی موضوع سے متعلق مضامین کو ایک ہی جلد میں یکجا کیا گیا ہے۔ جس سے قارئین کو استفادہ میں سہولت ہوگئی ہے۔ تجلیات صفدر کے مرتب مولانا نعیم احمد صاحب (مدرس جامعہ خیر المدارس لمٹان) مولانا مرحوم کے تلمیذ رشید اور مزاج شناس ہیں حضرتؒ نے انہیں اپنی زندگی میں نہ صرف اپنے مقالات و مضامین کی اشاعت کی اجازت دی تھی بلکہ ہر طرح سے اعانت و رہنمائی بھی فرمائی تھی اس لئے تجلیات صفدر کی اشاعت حضرت مولانا محمد امین صفدرؒ ہی کی تمناؤں کی تکمیل ہے۔ ہماری ناقص رائے میں ہر صاحب علم کے پاس ”تجلیات صفدر“ کے مجموعہ کا ہونا ضروری ہے۔ جو ان شاء اللہ العزیز بے شمار کتابوں کی ورق گردانی سے بے نیاز کر دے گا۔ مکتبہ امدادیہ نے اپنی روایات کے مطابق اس مجموعہ کو بھی قابل قدر طباعت سے مزین کیا ہے۔



مکرم و محترم جناب مولانا محمد امین صاحب اذکار ذی زید مجددہ  
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آنجناب کی کتاب ”تجلیات صفدر“ جلد اول کافی دنوں سے آئی رکھی تھی  
لیکن یہ بے توفیق اس کی رسید بھی نہ بھیج سکا۔ اس کتاب کے کچھ مضامین تو میں  
رسائل میں پڑھ چکا ہوں۔ اب جو کتاب آئی تو اس کو قریباً بالاستیعاب پڑھا۔  
سوائے ان مضامین کے جو مجھے پہلے سے مُسْتَحْضَر تھے۔

حق تعالیٰ شانہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس خدمت کو خالص اپنی  
رضا کے لئے بنائے۔ مضامین سارے لائق قدر ہیں لیکن بعض مضامین بالکل  
اچھوتے ہیں۔ ان میں سے غیر مقلدین کا مسعودی فرقہ، ان کے وساوس کے  
جوابات اور صلوة المسلمین پر تبصرہ بہت ضروری مضامین ہیں۔ اسی طرح تین  
طلاقیں اور حلالہ اور دوسرے بعض خطوط جو مختلف لوگوں کے نام آپ نے لکھے  
ہیں ان سے ان کے عقائد کا لوگوں کو علم ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر  
عطا فرمائے۔

والسلام

محمد یوسف لدھیانوی  
دفتر ختم نبوت، کراچی

۱۸/۲/۲۰

# ابتدائیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد:

اللہ پاک نے نبی کریم ﷺ کے دین کو صحیح شکل میں قیامت تک باقی رکھا ہے۔ اسی لئے ہر دور میں ایک پاکیزہ جماعت دین حق کی خدمت کے لئے سرشار رہتی ہے جو حفاظت دین کے علاوہ دین میں تحریف کرنے والوں کا تعاقب کرتی ہے۔ حق کو باطل سے نکھارتی ہے، باطل کی تلبیسات کو دفع کرتی ہے۔

گزشتہ صدی میں حق جل شانہ نے یہ خدمت حضرات اکابر علمائے دیوبند سے خوب لی جس کے آثار بر صغیر بلکہ پورے عالم اسلام میں روز روشن کی طرح واضح ہیں ہمارے حضرات اکابر نے جہاں انگریزوں کے خلاف جہاد کیا وہاں دین کے نام پر اٹھنے والی ان تحریکوں کا بھی تعاقب کیا جو راہ حق سے ہٹی ہوئی تھیں۔ ہمارے اس آخری دور میں اللہ پاک نے یہ مبارک خدمت جن افراد سے لی ان میں جامعہ خیر المدارس کے شعبہ دعوت والا رشاد کے صدر حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی سرفہرست ہیں۔ اللہ پاک نے آپ کو حکمت و دانش مندی کی نعمت سے خوب خوب نوازا ہے۔ باطل پر کاری ضرب ایسے طور پر لگاتے ہیں کہ عموماً پہلے وار کے بعد دوسرے کی حاجت نہیں رہتی۔ پورے ملک میں آپ کا فیض جاری ہے۔ آپ ایک واسطے سے امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری



رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ عفوان شباب سے امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت اقدس مولانا احمد علی صاحب لاہوری نور اللہ مرقدہ کے منظور نظر بن گئے۔ ان کی روحانی توجہات اور دعاؤں نے آپ کی صلاحیتوں کو جلا بخشا۔ چنانچہ اس کے بعد سے وقت کے تمام اکابر آپ کو اکرام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اطلال اللہ بقاء ء۔ اور آجکل قائد اہل سنت حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم کی روحانیت کے چشمہ جہانی سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دور میں مسلک احناف کی جو خدمت آپ نے سرانجام دی ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ گزشتہ چار برس سے آپ جامعہ خیر المدارس میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں اور اس دوران جامعہ کے ترجمان ”ماہنامہ الخیر“ میں آپ کے مفید تر مضامین کی اشاعت کا ایک سلسلہ شروع ہوا جسے عوام اور خواص نے خوب پسند کیا اور دراصل دور حاضر میں خیر المدارس مسلک حقہ کا صحیح ترجمان ہے اس لئے اس مبارک ادارے میں آپ کی خدمات سے مسلک کو دوچند فائدہ ہو گیا۔ اللہ پاک قبول فرمائے۔ دعا ہے کہ اللہ پاک مولانا کی عمر میں برکت نصیب فرمائے اور ان کے اس تحریری مضامین کو قبول فرمائے۔ امید ہے کہ اہل حق خصوصاً علماء و طلباء اس مجموعہ کی قدر دانی کریں گے۔ فقیر اس مجموعہ کا نام ”تجلیات صفدر“ تجویز کرتا ہے۔

ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم

محمد عابد عفی عنہ

مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان

یکے از خدام حضرت اقدس بھلوی نور اللہ مرقدہ

۱۳ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ

خاموش ہو گیا ہے چمن بولتا ہوا

میرا بھائی میرا رہبر

﴿مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی﴾

از پروفیسر میاں محمد افضل، ساہیوال

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

کچھ دوستوں کا اور چند ایک علمائے کرام کا اصرار ہے کہ میں مولانا محمد امین صفدر رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی پر بھائی ہونے کے ناطے کچھ تحریر کروں تاکہ اس نابھہ روزگاری کی زندگی کے پوشیدہ گوشے عوام کے سامنے بے نقاب ہوں اور وہ ان کے حالات زندگی کو اپنے لئے مشعل راہ بنا کر دنیا و عقبیٰ میں کامرانوں سے ہمتار ہوں۔ لیکن میں اپنی کم علمی اور نالائقی کے پیش نظر اپنے آپ کو اس کام کے قائل نہیں سمجھتا۔ تاہم خطیب بے بدل مولانا عبدالکریم ندیم صاحب خان پوری کے شدید اصرار پر حسب استطاعت اس کام کو کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ اگر اس سے کسی آدمی کو فائدہ پہنچے گا تو اس کا اجر مولانا عبدالکریم ندیم کو بھی ملے گا۔ بصورت دیگر تمام کوتاہیوں کا ذمہ دار یہ بندہ پر تقصیر ہوگا۔

پیدائش:

میرے برادر بزرگ جناب مولانا محمد امین صفدر 4 اپریل 1934ء کو میاں

ولی محمد کے ہاں ریاست بیکانیر ضلع گجگامگر میں پیدا ہوئے۔ ہمارا خاندان جالندھر شہر کی نواحی آبادی بستی خزاں کا رہائشی تھا۔ ہمارا تعلق ارائیں قوم سے ہے۔ اور ہمارا خاندانی پیشہ کئی پشتوں سے باغبانی تھا۔ ہمارے دادا جان میاں پیر محمد کی زرعی اراضی علاول پور دھوگری ضلع جالندھر میں تھی۔ انہوں نے اپنی محنت شاقہ سے تین مرلح زمین ریاست بیکانیر کے ضلع گجگامگر میں خریدی تھی اور اس زمین کو آباد کرنے کے لئے ہمارے والد صاحب کو وہاں بھیجا تھا۔ یہاں سکونت پذیر ہونے کے دوران برادر محترم کی پیدائش ہوئی۔ ہمارے دادا جان اور والد صاحب اُس زمانہ کے پرائمری پاس، صوم و صلوة کے پابند بزرگ تھے۔ بھائی صاحب کی پیدائش سے قبل والد صاحب کے تین بیٹے اور ایک بیٹی مغربی میں ذخیرہ آخرت ہو گئے تھے۔ صرف پلوٹھی کی بہن فاطمہ بی بی زندہ تھیں۔ والد صاحب ریاست بیکانیر جانے سے پہلے موجودہ ضلع فیصل آباد کے گاؤں چک نمبر 62 جھلاراں میں دادا جان کے حکم سے سلسلہ ملازمت باغبانی اقامت گزریں تھے کہ وہاں ایک عالم باعل فاضل دیوبند مولانا سید شمس الحق شاہ صاحب تشریف لائے۔ وہ انگریز حکومت کے باغی تھے اور اس کے شر سے بچنے کے لئے روپوشی کی زندگی گزار رہے تھے۔ والد صاحب چونکہ دین سے محبت رکھنے والے تھے، اس لئے آپ ان کے دست حق پرست پر بیعت ہو گئے اور ان کی خدمت میں شب و روز مصروف ہو گئے۔ والد صاحب نے ایک دن مناسب موقع دیکھ کر حضرت سے التماس کی کہ حضرت جی میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے زینہ اولاد سے نوازے۔ کیونکہ میرے بچے مغربی میں فوت ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے دعا فرمائی اور بشارت دی کہ ولی محمد خدا تعالیٰ تمہیں سات بیٹے دے گا اور وہ سب کے سب صاحب اولاد ہوں گے۔ مزید فرمایا کہ اپنے

پہلے بیٹے کو عالم دین بنانا۔ والد صاحب نے ان سے وعدہ کر لیا۔ جب بھائی صاحب پیدا ہوئے تو انہی بزرگ کے حکم سے ہی بھائی صاحب کا نام محمد امین رکھا گیا۔ اس خدا رسیدہ بزرگ کی پیش گوئی پوری ہوئی اور بھائی صاحب کے بعد والد صاحب کو خدا تعالیٰ نے مزید چھ بیٹے عطا کئے اور وہ سب کے سب صاحبِ اولاد ہوئے۔ اس وقت ہم پانچ بھائی زندہ ہیں۔ بھائی صاحب کی وفات سے ڈیڑھ سال پہلے مجھ سے بڑے ہمارے ایک بھائی میاں محمد اسلم صاحب جو رحیم یار خان میں اقامت پذیر تھے، قضاۃ الہی سے وفات پا گئے تھے۔ دعاء ہے کہ ذات باری تعالیٰ ہمارے ان دونوں مرحوم بھائیوں کو غریقِ رحمت فرمائے۔

### خاندانی حالات:

ہمارے دادا جان میاں میر محمد صاحب اور والد محترم میاں ولی محمد صاحب صوم و صلوٰۃ کے پابند اور دین سے محبت کرنے والے بزرگ تھے۔ پاکستان بننے کے بعد ہمارے چچا جان میاں نور محمد اور میاں عبدالکریم دادا جان کے ہمراہ سابقہ ضلع لائل پور کے مختلف علاقوں میں قیام پذیر ہو گئے۔ آبائی زمین چونکہ دادا جان کے نام تھی، اس لئے انہوں نے اپنی اولاد کی خواہش کے برعکس پاکستان آ کر ہندوستان کی متروکہ زرعی زمین کے بدلے زرعی اراضی لے ضلع ڈیرہ غازیخان میں الاٹ کروالی اور خود چچا نور محمد کے پاس رجانہ کے نزدیک چک نمبر 336 گ.ب میں رہائش پذیر ہو گئے۔

ہمارے والد ماجد پاکستان بننے کے بعد چک نمبر L-55/2 ضلع منٹکری (حال ضلع اوکاڑہ) میں رہائش پذیر ہو گئے اور ذریعہ روزگار اپنے خاندانی پیشہ باغبانی کو بنایا اور اوکاڑہ کے نواح میں چند ایک باغات لگائے۔ بعد میں چک نمبر L-55/2

کے چودھری غلام قادر قادیانی کی ملازمت اختیار کر لی۔ اس کی زمین میں باغ لگایا اور اس کے دیگر زرعی مربعوں کے مختار کار بنے۔

ہمارے والد صاحب کی حمید دینی کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ آپ نے اٹھارہ سال تک ایک قادیانی کی ملازمت کی اور اس دوران اس کے گھر سے پانی کا گھونٹ تک پینا گوارا نہیں کیا۔ والد صاحب کو حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے والہانہ عقیدت تھی۔ اس لئے مجلس احرار اسلام سے تعلق رکھتے تھے۔ چودھری غلام قادر قادیانی کبھی کبھی والد صاحب سے کہا کرتا تھا کہ میاں ولی محمد تم میرے سب سے بڑے دشمن ہو۔ والد صاحب پوچھتے چودھری صاحب کیوں؟ تو وہ کہتا اس لئے کہ تم مجھے کافر کہتے ہو۔ والد صاحب بڑے اطمینان سے جواب دیتے کہ میں آپ کو اس لئے کافر کہتا ہوں کہ آپ واقعی کافر ہیں اور تمام مسلمان آپ لوگوں کو کافر ہی کہتے ہیں۔ اس میں میرا کیا قصور ہے؟ تو وہ لا جواب ہو کر خاموش ہو جاتا۔ بعض اوقات ترمگ میں آ کر کہتا کہ میاں ولی محمد تم میرے بڑے قتلص بحن (دوست) ہو۔ والد صاحب پوچھتے کیوں؟ تو وہ جواب دیتا اس لئے کہ تم میرے کام میں کسی قسم کی کوتاہی اور بددیانتی نہیں کرتے ہو۔ والد صاحب فرماتے چودھری صاحب! یہ تو میرا فرض ہے۔ آپ پر کوئی احسان نہیں۔ ہمارے گاؤں چک نمبر 55/2L میں بڑے زمیندار زیادہ تر قادیانی تھے۔ انہیں والد صاحب اور چودھری غلام قادر کا تعلق ایک آنکھ نہ بھاتا۔ وہ وقتاً فوقتاً چودھری کے کان والد صاحب کے خلاف بھرتے رہتے اور والد صاحب کو ملازمت سے نکالنے کے لئے اس پر زور دیتے رہتے، لیکن وہ ان کی بات ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتا اور ان کی خواہش پوری نہ کرتا۔

دوسری جانب والد صاحب کی خودداری کا یہ عالم تھا کہ جب کبھی چودھری غلام قادر والد صاحب کو بلاتا (وہ ادکاڑہ شہر میں رہائش پذیر تھا) تو آپ حساب کتاب کی کاپی جیب میں ڈالتے اور چودھری سے ملنے چلے جاتے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں ہر مرتبہ یہ فیصلہ کر کے جاتا ہوں کہ اگر چودھری نے کوئی بدتمیزی کی تو حساب کی کاپی اس کے منہ پر دے ماروں گا اور ملازمت ترک کر دوں گا۔ الغرض یہ تعلق اسی طرح چل رہا تھا کہ بھائی صاحب نوجوان عالم بن گئے اور قادیانوں سے مناظرے شروع کر دیئے اور قادیانی ہر مناظرہ میں شکست فاش سے دوچار ہوتے۔ اب قادیانوں نے چودھری غلام قادر کی شکایات مرزا بشیر الدین محمود تک پہنچانی شروع کر دیں کہ چودھری غلام قادر کے مالی کا بیٹا ہم سے مناظرے کرتا ہے اور ہمیں کافر بتاتا ہے۔ اس کے باوجود چودھری اپنے مالی کو ملازمت سے برخاست نہیں کرتا۔ لیکن چودھری غلام قادر ربوے کے دباؤ کو برداشت کرتا رہا اور کہتا کہ میاں ولی محمد میرا مختار کار ملازم ہے، قادیانوں کی مسجد کا امام نہیں کہ اسے برطرف کر دیا جائے۔

مرزا بشیر الدین محمود کی وفات کے بعد ادھر بھائی صاحب کے مناظرے تیز ہو گئے۔ ادھر ربوے والوں کے دباؤ میں اضافہ ہوا تو ایک دن چودھری غلام قادر نے والد صاحب کو بلایا اور کہا کہ میاں ولی محمد اب میری جماعت کا دباؤ میرے لئے حد برداشت سے زیادہ ہو گیا ہے، اس لئے مناسب ہے کہ اپنے بیٹے محمد امین کو مناظروں سے روک دو، بصورت دیگر میں آپ کو ملازمت سے جواب دے دوں گا۔ والد صاحب نے یہ سن کر کہا کہ میں ابھی ملازمت سے استعفیٰ دیتا ہوں۔ لیکن اپنے بیٹے کو نیک کام سے نہیں روکوں گا اور چودھری صاحب کی ملازمت تیاگ کر واپس آ گئے۔ اب چودھری

صاحب نے باغ کی حفاظت کے لئے جو مالی رکاوٹ خوشامدی اور بزدل قسم کا تھا۔ گاؤں والوں نے دو سال کے اندر اندر باغ کو بطور ایندھن استعمال کیا اور اس کا ستیاناس کر دیا۔ جو باغ چار ہزار روپے ٹھیکہ پر اٹھتا تھا، کوئی اس کا ہزار روپیہ دینے پر بھی تیار نہ ہوا۔ اتنا مالی نقصان دیکھ کر چودھری صاحب حواس باختہ ہو کر والد صاحب کے پاس آیا اور منت سماجت کر کے والد صاحب کو دوبارہ ملازمت پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ والد صاحب نے جواب دیا کہ کل پھر تمہاری جماعت تمہیں تنگ کرے گی، کیونکہ میرا بیٹا تو مناظرے کرتا ہی رہے گا، اس لئے میں تمہاری پیش کش کو قبول کرنے سے قاصر ہوں۔ اس پر اس نے کہا میاں ولی محمد! اس سلسلہ میں میں جماعت کی کوئی بات نہیں مانوں گا۔ میں اتنا مالی خسارہ برداشت نہیں کر سکتا۔ مزید برآں والد صاحب کی تنخواہ اور سابقہ مراعات میں کافی اضافہ کر کے والد صاحب کو دوبارہ ملازمت قبول کرنے پر آمادہ کر لیا۔ چودھری غلام قادر کی وفات تک والد صاحب اس ملازمت پر قائم رہے۔ اس کی وفات کے بعد والد صاحب نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ چودھری صاحب کے بیٹے جو بڑی بڑی سرکاری ملازمتوں پر فائز تھے، انہوں نے والد صاحب کو بڑی منت سماجت اور ترغیب و تحریص کے ذریعے استعفیٰ واپس لینے کو کہا۔ لیکن والد صاحب نے فرمایا کہ تمہارے باپ کے ساتھ تو میری بن جاتی تھی، کیونکہ وہ میری تلخ باتوں کو برداشت کر لیتا تھا لیکن تم میں اتنا حوصلہ کہاں۔ اس لئے میں تمہاری ملازمت میں رہنا پسند نہیں کرتا۔ اس کے بعد والد صاحب یہ والی زمین کو آباد کرنے کی نیت سے یہ چلے گئے اور اس بنجر زمین کو چار پانچ سال میں گل و گلزار بنا دیا۔

والد صاحب کافی عرصہ سے دمہ کی مرض میں مبتلا تھے اور بہت کمزور ہو گئے

تھے۔ اس کے باوجود اپنا رزق اپنی محنت سے ہی پیدا کرتے تھے اور کسی بیٹے کا محتاج ہونا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔ ۱۹۷۷ء میں بیماری نے بہت زور پکڑا تو بیٹوں کے اصرار پر بغرض علاج اکاڈہ آگئے اور جون ۱۹۷۷ء کے آغاز میں چک نمبر ۵۵/۲-۱ میں وفات پائی۔ والد صاحب کا جنازہ گاؤں کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا۔ کسی شاعر کا یہ شعر والد صاحب کی زندگی کے حسب حال ہے:

وہ مرد خدا مست نہ دولت تھی نہ لشکر

اس پر بھی یہ طرہ تھا کہ جھکتے تھے جہاندار

مولانا مرحوم کے تعلیمی مراحل:

چونکہ مولانا مرحوم ایک عالمِ دین اور ولی اللہ کی دعاؤں کے طفیل متصہ شہود پر آئے تھے اور ان کا نام بھی اس مردِ قلندر نے ہی رکھا تھا، اس لئے مولانا بچپن سے ہی ذہین و فطین تھے۔ مولانا اپنی کلاس کے ذہین اور محنتی طلباء میں شمار ہوتے تھے۔ مولانا مجھ بندہ ناچیز سے تقریباً ساڑھے نو سال بڑے تھے۔ اس لئے ان کی ابتدائی تعلیم کا کوئی نقشہ میرے ذہن میں نہیں ہے۔ اتنا یاد پڑتا ہے کہ جب میں نے سکول جانا شروع کیا تو مولانا میٹرک کا امتحان پاس کر چکے تھے۔ یہ ۱۹۵۰ء کی بات ہے۔ والد صاحب نے سکول میں بھائی صاحب کو عربی کا مضمون رکھوایا تھا تاکہ دینی علوم کے حصول میں یہ مضمون ان کا مدد و معاون ثابت ہو۔ بھائی صاحب نے ناظرہ قرآن مجید حافظ محمد رمضان صاحب سے پڑھا تھا جو کہ غیر مقلد تھے۔ ان کی صحبت میں بیٹھنے سے غیر مقلدیت کے جراثیم بھائی میں سرایت کر گئے تھے۔ جب نویں جماعت میں ہوئے تو عربی میں دسترس حاصل کرنے کے لئے مولانا عبدالجبار صاحب کنڈیلوی سے عربی کی



ابتدائی کتابیں پڑھنا شروع کر دیں۔ یہ بھی ایک بہت بڑے غیر مقلد عالم تھے۔ ان کی صحبت میں رہ کر مولانا غیر مقلد بن گئے۔ جب والد صاحب سمجھانے کی کوشش کرتے تو اکثر غیر مقلدین کی طرح کوئی بات نہ سنتے۔ پھر والد صاحب نے بھائی صاحب کو راہ راست پر لانے کے لئے اپنے دوست مولانا محمد حسین صاحب کی خدمات حاصل کیں۔ لیکن مولانا محمد حسین صاحب بھی بھائی صاحب کی ذہانت و فطانت کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور انہیں راہ راست پر نہ لاسکے۔ ۱۹۵۳ء میں مولانا ضیاء الدین صاحب اودکڑوی کے مدرسہ جامعہ محمودیہ میں جو عید گاہ میں واقع تھا بطور مدرس حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب فاضل دیوبند اور حضرت مولانا عبدالحنان صاحب فاضل دیوبند کا تقرر ہوا۔ مولانا عبدالقدیر صاحب کی محنت اور والد صاحب کی دعاؤں کے طفیل بھائی صاحب غیر مقلدیت سے تائب ہو کر جادو مستقیم پر گامزن ہو گئے اور پھر اپنی تعلیم کا سلسلہ ان دو حضرات کے ساتھ جوڑ لیا۔ ان دونوں بزرگوں نے جوہر قائل کو پہچانا اور اس کے نکھارنے میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ بھائی صاحب نے بھی ان اساتذہ کو رحب خداوندی خیال کرتے ہوئے تن من دھن سے ان پر فدا ہو گئے۔ ان بزرگوں نے اس جوہر قائل کو چمکانے اور تربیت کرنے میں شب و روز صرف کر دیئے۔

حضرت مولانا عبدالحنان صاحب (دفین جمع) آپ پر اتنے شفیق تھے کہ اپنی بیماری اور پیرانہ سالی کو درخور اعتنا نہ سمجھتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ امین! اگر آدمی رات کے وقت بھی میرے پاس پڑھنے کے لئے آوے گا تو میرا دروازہ تمہارے لئے کھلا ہوگا۔ استاد کی اس حوصلہ افزائی سے بھائی صاحب نے خوب فائدہ اٹھایا اور دو سال کی قلیل مدت میں کتب حدیث تک رسائی حاصل کر لی اور اساتذہ کے لئے باصفیٰ فخر بن گئے۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا عبدالحکیمان صاحب نے فرمایا امین عجیب آدمی ہے، ہم زمین کی باتیں کرتے ہیں تو یہ آسمان کی باتیں سنا رہا ہے اور حضرت مولانا ضیاء الدین سیوہاروی نے ایک مرتبہ اپنے چند دوستوں سے کہا کہ امین اتنا ذہین ہے کہ بعض اوقات مجھے احساس ہوتا ہے کہ یہ انور شاہ ثانی ہے۔

چونکہ بھائی صاحب ہم سب بھائیوں سے بڑے تھے۔ میٹرک کرنے کے بعد والد صاحب کی خواہش کے مطابق علم دین کے حصول میں شب و روز کوشاں رہتے تھے۔ ہم سب بھائی ابھی زیر تعلیم تھے اور گھر میں کمانے والے صرف والد صاحب تھے۔ ہمارے گھریلو اور تعلیمی اخراجات کا بار صرف والد صاحب اٹھاتے تھے۔ ۱۹۵۵ء میں بھائی صاحب نے والد صاحب کا ہاتھ بٹانے کا فیصلہ کیا اور والد صاحب کے مشورہ سے جے۔وی کلاس میں داخلہ لے لیا اور چنیوٹ چلے گئے۔ اس معاملہ کو بھائی صاحب نے حضرت مولانا عبدالحکیمان صاحب سے بھی مخفی رکھا، مبادا حضرت صاحب (مولانا عبدالحکیمان صاحب کو اسی نام سے پکارا جاتا تھا) داخلہ لینے سے منع فرمادیں۔ جب بھائی صاحب چند دن تک غیر حاضر رہے تو حضرت صاحب کو تشویش ہوئی اور والد صاحب کو پیغام بھیج کر بلایا اور پوچھا کہ محمد امین آج کل کہاں رہتا ہے؟ پڑھنے کیوں نہیں آتا؟ والد صاحب نے ڈرتے ڈرتے کہا کہ حضرت جی میں کثیر العیال آدمی ہوں اور اکیلا کمانے والا ہوں۔ اخراجات بڑھتے جا رہے ہیں، اس لئے میں نے امین کو جے۔وی میں داخل کرا دیا ہے۔ جے۔وی کرنے کے بعد واپس آجائے گا تو پھر آپ کے پاس ہی رہے گا۔ آپ ناراض نہ ہوں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ میاں ولی محمد تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ تمہارے سات بیٹے ہیں۔ یہ ایک بیٹا تم مجھے دے دیتے تو دیکھتے

میں اسے کیا بناتا۔ نیز پوچھا کہ جب محمد امین جے وی کر کے آئے گا تو اسے گورنمنٹ کتنی تنخواہ دے گی۔ والد صاحب نے کہا کہ اسے اسی (۸۰) روپے ماہانہ تنخواہ ملے گی۔ حضرت صاحب نے فرمایا ولی محمد تم نے بڑے گھائے کا سودا کیا ہے۔ اگر امین میرے پاس مزید دو سال پڑھ لیتا تو عربی مدارس والے اس کے پیچھے پیچھے پھرتے اور ۵۰۰ روپے سے زیادہ تنخواہ دیتے۔ لیکن والد صاحب نے بھدمنت و زاری حضرت صاحب کو ناراض نہ ہونے دیا۔

ادھر چنیوٹ میں بھائی صاحب ٹریننگ سکول کے تمام ساتھیوں کی دینی تربیت کرنے لگے اور وہاں امامت و خطابت کے فرائض بھی اپنے ذمہ لے لئے۔ ان دنوں مولانا منظور احمد چنیوٹی بھرپور جوان تھے۔ بھائی صاحب فارغ وقت میں ان سے ملتے اور ان سے ہر ممکن استفادہ کی کوشش کرتے اور مولانا منظور احمد صاحب بھی بڑے بھائیوں کی طرح بھائی صاحب سے شفقت کا سلوک کرتے اور یہ تعلق تادم مرگ قائم رہا۔ بھائی صاحب جے وی کرنے کے بعد جب واپس آئے تو سٹیج کاٹن ہائی سکول سے بطور ان ٹرینڈ عربی ٹیچر اپنی ملازمت کا آغاز کیا اور ساتھ ساتھ فرق باطلہ کا تعاقب شروع کر دیا، جن میں قادیانی، عیسائی، بدعتی اور غیر مقلدین خاص طور پر شامل تھے۔ اس دوران مولانا عبدالقدیر اور حضرت صاحب جامعہ محمودیہ عید گاہ چھوڑ کر جامعہ عثمانیہ گول چکر اودھ میں تشریف لے گئے، لیکن بھائی صاحب کا سلسلہ تلمذ ان کے ساتھ قائم رہا۔ ۱۹۵۵ء میں بندہ نے پرائمری کا امتحان پاس کیا تو والد صاحب نے مجھے جامعہ محمودیہ عید گاہ میں داخل کرا دیا۔ ان دنوں حضرت مولانا عبدالحمید سیتاپوری اس مدرسہ میں بطور صدر المدرسین تشریف لائے تھے۔ بھائی صاحب دن کو سٹیج کاٹن ہائی سکول میں

ملازمت کرتے اور عصر کے بعد حضرت مولانا عبدالحمید صاحب سے حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کی کتب پڑھتے، جن میں ”تہذیب الناس“ اور ”آب حیات“ بھی شامل تھیں۔ مغرب کے بعد فارسی اور ابتدائی عربی کے طلباء کو چند ایک اسباق پڑھا دیتے، تاکہ حضرت مولانا عبدالحمید صاحب کے کام میں معاونت ہو جائے اور ان کے کام کا بوجھ کم ہو جائے۔ علی الصبح اٹھتے اور گاؤں چلے جاتے اور نماز فجر گاؤں کی مسجد میں ادا کرتے اور بعد از نماز درس قرآن کریم دیتے، جس کے ذریعے تمام فرق باطلہ کا رد فرماتے۔ خصوصاً قادیانی فتنے کا بڑے مؤثر انداز میں اور بڑی حکمت سے تعاقب کرتے۔

میرے بھائی مرحوم نے اپنے گاؤں میں فی سبیل اللہ بیس سال تک درس قرآن دیا۔ گاؤں میں قادیانیت کو بھٹکنے پھولنے کا موقع نہ دیا۔ ہمارے گاؤں میں بچوں کے ناظرہ قرآن پاک پڑھانے کا بھی کوئی معقول بندوبست نہ تھا۔ گاؤں کے مسلمان بھی صرف دنیا دار تھے۔ دین سے ان کی دلچسپی نہ ہونے کے برابر تھی۔ جو ہماری مسجد کے امام تھے وہ ناپایا حافظ تھے۔ ان کی اہلیہ فوت ہو چکی تھی، اس لئے بچیوں کی تعلیم کا بھی کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں تھا۔ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے والد صاحب نے ہماری والدہ سے کہا کہ گاؤں کے بچوں اور بچیوں کو قرآن پاک پڑھا دیا کرو، ثواب کا کام ہے۔ والد صاحب کی اس خواہش کو والدہ صاحبہ نے باحسن وجوہ پورا کیا اور گاؤں کی تین نسلیں (بجہ اللہ) قرآن پاک پڑھنے کے سلسلہ میں والدہ صاحبہ کی شاگرد ہیں۔ پڑھنے والے بچوں کے ساتھ قادیانیوں کے بچے بھی آ جاتے تھے اور والدہ صاحبہ انہیں بھی قرآن پاک پڑھا دیتی تھیں۔ وہ قادیانی بچے بچیاں ہمارے گھر کے دینی ماحول سے بہت متاثر ہوتے تھے اور ان میں سے بہت سے بچے بچیاں بڑے ہو کر مسلمان ہو گئے۔

اور انہوں نے قادیانیوں کے رشتوں کو ٹھکرا کر مسلمانوں میں شادیاں کیں۔ اس سلسلہ میں ہمارے مرحوم بھائی کی کوششیں باعثِ صدفِ غرقیں۔ ایسے بچے بچیاں جب مسلمان ہو جاتے تو پھر بھائی صاحب ان کی برادری کے مسلمان رشتہ داروں کو پورے پنجاب میں تلاش کر کے بڑی جگہ و دو کے بعد ان کے لئے مناسب رشتے تلاش کر کے ان بچے بچیوں کی شادیوں کا مسئلہ حل فرما دیتے۔

قادیانیوں کے بااثر اور صاحبِ ثروت ہونے کے باوجود ہمارے گاؤں میں آج تک کسی غریب مسلمان کا بچہ بچی بھی قادیانی نہیں ہوا۔ ہاں قادیانیوں کے کچھ بچے بچیاں ضرور مسلمان ہوئے ہیں۔ یہ سب ہمارے مرحوم بھائی کے درسِ قرآن اور والدہ صاحبہ کی خدمتِ قرآن کی بدولت ہوا ہے۔ (ﷺ الحمد) ہماری والدہ صاحبہ رحمہ اللہ تاحال حیات ہیں۔ ان کی عمر سو سال کے قریب ہے۔ اب نظر تقریباً ختم ہو چکی ہے اور بہت کمزور ہیں۔ اس کے باوجود ان کا کوئی روزہ اور کوئی نماز اب تک قضاء نہیں ہوئی۔ (ﷺ الحمد)

الغرض بھائی صاحب صبحِ درسِ قرآن دیتے، دن کو سکول میں پڑھاتے۔ سکول کے بعد حضرت مولانا عبدالقدیر، حضرت مولانا عبدالحسان اور حضرت مولانا عبدالحمد صاحب (حالِ شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور) سے تحصیلِ علم میں معروف رہتے اور رات کے وقت چھوٹی کتابوں والے طلباء کو اسباق پڑھاتے تھے۔

اس زمانہ میں بندہ خاکسار نے مولانا کے غیر مقلدین کے ساتھ مناظرے سنے اور انہیں کتابیں چھوڑ کر بھاگتے ہوئے بھی دیکھا۔ اکاؤنڈ میں بریلوی حضرات نے جب ہمارے اکابر کے خلاف تقاریر شروع کریں تو میں نے وہ وقت بھی دیکھا جب

بھائی کے ساتھ چند ایک نوجوان ہوتے اور آپ بریلویوں کے کذب و افتراء کا جواب ان کے غلوں اور گلیوں میں تقریر کی صورت میں دیتے اور جہاں بریلویوں کے معتقدین کو بھائی صاحب کے ہاتھ پر تائب ہوتے دیکھا وہاں ان کی جانب سے بھائی صاحب اور ان کے ساتھیوں پر سنگ باری کے منظر کا بھی مشاہدہ کیا۔

الغرض مولانا محمد امین مسرور رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے کسی مدرسے میں نہیں پڑھا۔ میں ان کی غلط فہمی دور کرنا چاہتا ہوں کہ میرے بھائی نے اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء سے درس نظامی کی کتابیں سہل سہل پڑھی تھیں اور حدیث میں ان کے استاد حضرت مولانا عبدالکمان صاحب شاگرد رشید مولانا انور شاہ کاشمیری (فاضل دیوبند اور دہلیں) ہیں۔

### مولانا محمود تھے:

یہ ایک عجیب بات کہ بڑے آدمیوں سے ہمیشہ ان کے معاصرین نے حسد کیا ہے اور جتنا بڑا آدمی ہوتا ہے اس کے حاسدین اور ناقدین بھی اتنے ہی زیادہ ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مثال آپ کے سامنے ہے کہ ان کے حاسدین آج تک موجود ہیں۔ میرے بھائی کے حاسدین میں غیر تو شامل ہی ہیں اپنے بھی اس سلسلہ میں کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ (فالی اللہ المشتکی)

اس سلسلہ میں مجھے ایک واقعہ یاد آ رہا ہے کہ ایک مرتبہ ہمارے اداکارہ کے ایک نوجوان عالم جن کے اداکارہ قدم بھانے میں میرے بھائی نے شب و روز صرف کر دیئے تھے، بصورت دیگر وہ اداکارہ چھوڑ کر بھاگنے کو تیار تھے۔ وہ بھائی صاحب کے معتقدین سے کہا کرتے تھے: امین کو کیا آتا ہے، اُسے مرزائیت اور عیسائیت تو میں نے

پڑھائی ہے۔ وہ کوئی عالم تھوڑا ہے۔ تم خواہ مخواہ اس کے پیچھے لگے ہوئے ہو۔ حالانکہ مجھے اب تک یاد ہے کہ ان موصوف نے بھائی صاحب کے حاشیہ والی بائبل لے کر اپنی بائبل پر نشان لگائے تھے۔ جب بھائی صاحب کو ان باتوں کی خبر ہوتی اور کوئی ذکر کرتا کہ فلاں صاحب یوں کہتے ہیں تو آپ حسبِ عادت مسکرا کر خاموش ہو جاتے۔

ایک مرتبہ دو نو جوان علماء جو کہ حضرت مولانا عبدالحمید صاحب کے شاگرد بھی تھے، مولانا سے شکوہ کرنے لگے کہ حضرت ہم آپ کے شاگرد بھی ہیں اور ہم نے دورہ حدیث بھی فلاں مدرسہ سے کیا ہے اور امین نے کسی مدرسہ سے دورہ حدیث نہیں کیا، آپ اسے ہم پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس پر آپ کی شفقت ہمارے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے۔ یہ باتیں سن کر مولانا خاموش رہے۔ جب انہوں نے پھر اپنی حق تلفی کا ذکر کیا اور اصرار کیا کہ آپ امین پر شفقت و محبت ضائع نہ کریں۔ اس کے مستحق تو ہم ہیں، تو مولانا نے جواب دیا: ٹھیک ہے کہ امین نے تمہاری طرح کسی بڑے مدرسے سے دورہ حدیث نہیں کیا لیکن اسے اب حیات (حضرت نانوتویؒ کی کتاب) آتی ہے۔ تم اس کا ایک صفحہ پڑھ کر مجھے سمجھا دو تو میں امین کو چھوڑ دوں گا۔ اس پر دونوں حضرات مبہوت ہو گئے اور مولانا سے ناراض ہو کر چلے گئے۔ یہ بندہ ناچیز آج اس بات کا برملا اعتراف کرتا ہے کہ ابتداء میں مجھے بھی مولانا مرحوم سے حسد ہو گیا تھا۔ لیکن میں اس کا برملا اظہار نہیں کرتا تھا۔ اس بات کو دل ہی میں رکھتا تھا اور مولانا کی مقبولیت عامہ کو بنظر حسد دیکھا کرتا تھا۔

میں نے دورہ حدیث ۱۹۶۴ء میں جامعہ خیر المدارس سے کیا تھا۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب، حضرت مولانا علامہ محمد شریف کشمیری صاحب اور حضرت مولانا

مفتی محمد عبداللہ صاحب مرحوم میرے دورہ حدیث کے اساتذہ میں شامل تھے۔ خاندانی ذہانت کا کچھ حصہ مجھے بھی ذات باری تعالیٰ کی طرف سے ملا تھا۔ دورہ حدیث کے دوران بندہ ان طلباء میں شامل تھا جو عبارت پڑھا کرتے ہیں۔ حضرت علامہ کشمیری صاحب مجھ پر بہت شفقت فرمایا کرتے تھے۔ اس وقت وفاق المدارس کی عمر صرف ایک سال تھی اور طلباء کے لئے وفاق کا امتحان دینا لازم نہ تھا۔ میں ان چند طلباء میں شامل تھا جنہوں نے وفاق المدارس کا امتحان دیا تھا۔ یہ امتحان بندہ نے درجہ علیاء میں پاس کیا اور خیر المدارس کے ساتھیوں میں دوسرے نمبر پر رہا۔ ایک سال تک سید نیاز احمد شہید صاحب کے مدرسہ جامعہ قادریہ تمبہ میں بطور صدر المدرسین کام کیا اور حسامی تک کے اسباق پڑھائے۔ اس وقت حافظہ بھی خاصا قوی تھا۔ شیطان کے بہکاوے میں آ کر میں اپنے آپ کو کچھ سمجھنے لگا تھا۔ میں بعض اوقات سوچتا کہ لوگ خواہ مخواہ بھائی امین صاحب کو اٹھائے پھرتے ہیں، حالانکہ وہ باضابطہ عالم بھی نہیں ہے۔ میں لوگوں کی عقل پر ماتم کرتا کہ انہیں کھرے کھوٹے اور اصلی اور نقلی عالم میں تیز ہی نہیں۔ خواہ مخواہ بھائی صاحب کو آسان پر چڑھایا ہوا ہے۔ چار پانچ سال تک یہ کیفیت رہی۔ لیکن اس کے اظہار کی جرات کبھی نہ ہوئی۔ اس کے بعد میں نے جب علمی زندگی چھوڑ کر سکول و کالج کی ملازمت شروع کر دی اور دیکھا کہ میں تو بھائی صاحب کی طرح کا ہو ہی نہیں سکتا تو پھر اللہ تعالیٰ نے میرے دل سے جذباتِ حسد ختم کر کے وہاں جذباتِ رشک پیدا فرمادیے۔ میں بارگاہِ ایزدی میں دعائیں کرتا کہ خدایا مجھے بھی مولانا محمد امین جیسا بنا دے اور مجھ سے بھی کچھ کام لے لے۔ لیکن اللہ کے ہاں میری یہ دعائیں بھی مستجاب نہ ہوئیں۔ بھرپور جوانی میں جب میری عمر بتیس سال تھی اور میں گورنمنٹ ڈگری کالج



بورے والا میں بطور لیکچر کام کر رہا تھا تو مجھے شوکر جیسی نامراد بیماری نے دبوچ لیا اور آہستہ آہستہ حافظہ اور یادداشت متاثر ہوتی رہی اور مولوی امین جیسا بننے کی خواہش بھی دم توڑ گئی اور منہضل خدا اپنی نالائقی کا احساس بھی ہو گیا۔ پھر میں اپنے بھائی پر فخر کرنے لگا کہ میں مولانا محمد امین جیسا لگانہ روزگار کا برادر عزیز ہوں۔ الغرض بھائی صاحب کے بارہ میں مجھ پر تین دور گزرے ہیں۔ پہلا دور بھائی صاحب سے حسد کرنے کا تھا، دوسرا دور بھائی صاحب پر رشک کرنے کا تھا اور تیسرا دور بھائی پر فخر کرنے کا تھا۔ اور اب بھائی صاحب پر فخر کرنا ہی سرمایہ حیات ہے، اور ان شاء اللہ العزیز ذریعہ نجات بھی ہوگا

### اصلاحی تعلق:

جیسا کہ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ میرے بھائی کچھ دیر غیر مقلد رہے۔ غیر مقلدیت سے تابع ہونے کے بعد بھی میری مریدی اور بیعت مرشد کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ اگر کوئی بیعت ہونے کی ترغیب دیتا تو اس کا مذاق اڑاتے۔ ایک مرتبہ اپنی بیعت ہونے کا واقعہ خود سنایا۔ فرمایا کہ میں ان دنوں عید گاہ میں مولانا مفتی عبدالحمید صاحب کے پاس استفادہ کے لئے جایا کرتا تھا۔ یہ ۱۹۵۶ء کی بات ہے۔ ایک دن ایک بزرگ حضرت مولانا بشیر احمد پسرورٹی وہاں تشریف لائے۔ سب طلباء ان سے مصافحہ کرنے کے لئے اُٹھ آئے۔ میں بھی مصافحہ کرنے والے طلباء میں شامل ہو گیا۔ تمام ساتھی مصافحہ کر کے واپس چلے گئے۔ جب میں نے حضرت سے مصافحہ کیا تو حضرت نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ فرما کر بائیں ہاتھ سے پکڑ کر مجھے اپنے پاس بٹھالیا۔ جب تمام طلباء مصافحہ سے فارغ ہو کر چلے گئے تو میری طرف متوجہ ہوئے، نام پوچھا اور فرمایا یہ (بھائی صاحب) فاضل ایک بہت بڑے علاقے کو سنبھال سکتا ہے اور مجھے بار بار

بیعت ہونے کی ترغیب دی۔ میں جواب میں کہتا کہ بیعت کوئی ضروری چیز ہے، لیکن حضرت کا اصرار بڑھتا رہا کہ تم ضرور حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے بیعت ہو جاؤ۔ مولانا کے شعرِ اصرار پر میں نے بیعت ہونے کا وعدہ تو کر لیا لیکن پھر اسے بھول گیا۔

ایک دن حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کا رسالہ خدام الدین پڑھ رہا تھا۔ وہاں حضرت نے اور یہ میں ظاہری اور باطنی آنکھوں کا تذکرہ فرمایا تھا۔ اور لکھا تھا کہ جب آدمی کی دل کی آنکھ کھل جاتی ہے تو وہ حلال و حرام میں تمیز کر سکتا ہے۔ اور اگر کسی قبر کے پاس سے گزرے تو اس پر صاحبِ قبر کے احوال مشکف ہو جاتے ہیں۔ فرمایا میں ان دنوں کیمٹی کے سکول واقع کبھی باغ اوکاڑہ میں مدرس تھا۔ ابھی میں حضرت لاہوریؒ کے مذکورہ بالا دعویٰ پر غور ہی کر رہا تھا کہ ایک استاد جن کا نام رشید صاحب تھا تشریف لائے۔ ان کے ہاتھ میں پانچ روپے کا نوٹ تھا اور وہ کہہ رہے تھے کہ یہ حرام کے پیسے ہیں، اگر کسی نے لینے ہیں تو لے لے۔ میں نے ان سے کہا کہ یہ نوٹ مجھے دے دو۔ اس نے کہا یہ تو حرام کا مال ہے۔ تم اسے کیا کرو گے۔ میں نے بتایا کہ میں حضرت لاہوریؒ کا امتحان لینا چاہتا ہوں کہ آیا وہ حرام و حلال میں تمیز کرتے ہیں یا صرف ذمہ ہی فرماتے ہیں۔ اس سلسلہ میں تین چار استاد اور بھی میرے ساتھ شامل ہو گئے۔ ہم نے ایک ایک روپیہ اپنی جیب سے نکالا۔ کچھ پھل حلال کے پیسوں کے خریدے اور کچھ حرام کے پیسوں سے اور حلال و حرام والے لفافوں پر نظر رکھی اور ساتھیوں کے ساتھ عازم لاہور ہو گیا۔ جب حضرت سے ملنے کی باری آئی تو ہم نے وہ پھلوں کے لفافے حضرت کے سامنے پیش کئے۔ حضرت نے پوچھا یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا حضرت ہدیہ ہے، اسے قبول فرمائیں۔ آپ نے ناراض ہو کر فرمایا: ہدیہ ہے یا امتحان لینے آئے ہو۔ اور

ان بھلوں میں سے حرام و حلال علیحدہ علیحدہ کر کے رکھ دیا۔ ہم سب ساتھی بہت حیران ہوئے اور حضرت لاہوری سے درخواست کی کہ ہمیں بیعت فرمائیں۔ تو آپ نے فرمایا تم امتحان لینے آئے تھے، وہ ہو گیا۔ جب بیعت کی نیت سے آؤ گے تو بیعت کر لیں گے۔ ہم سب ساتھی انٹیشن پر پہنچے تاکہ بذریعہ ریل اوکاڑہ واپس جائیں۔ لیکن میز نے دل میں الجھل مچی ہوئی تھی۔ باقی ساتھی تو چلے گئے لیکن میں نے ٹکٹ واپس کر دیا اور رات گزارنے کے لئے اپنے ہم زلف کے پاس شاہدرہ چلا گیا۔ تمام رات بے چین رہا۔ علی الصبح اٹھا اور نماز فجر شیر انوالہ آ کر پڑھی۔ بعد از نماز حضرت لاہوری کا درس سنا۔ جب حضرت درس سے فارغ ہوئے تو ان سے بیعت کی درخواست کی تو مسکرائے اور فرمایا اب تم بیعت کی نیت سے آئے ہو، اس لئے بیعت کر لیتا ہوں۔ بیعت کے بعد حضرت نے کچھ اوراد بتائے اور میں واپس اوکاڑہ آ گیا۔

جب میری بیعت کی خبر حضرت مولانا بشیر احمد پسروری رحمۃ اللہ علیہ کو ملی تو بہت خوش ہوئے اور حضرت لاہوری سے میرا تعارف اس معنی میں کرایا کہ محمد امین عیسائیت اور قادیانیت پر بہت گہری نظر رکھتا ہے۔ حضرت لاہوری کو جب اس کا علم ہوا تو بہت خوش ہوئے اور انجیل برنباس پر مقدمہ لکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ حضرت کی تعمیل کرتے ہوئے میں پچاس صفحات پر مشتمل ایک مقدمہ لکھا، جس میں بائبل کے حوالہ جات سے ثابت کیا کہ انجیل برنباس اناجیل اربعہ سے زیادہ صحیح ہے اور برنباس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مخلص حواری تھا۔ اس انجیل میں اب تک حضور اکرمؐ کے ذاتی نام احمد اور محمد موجود ہیں۔ جب حضرت لاہوری نے یہ مقدمہ پڑھا تو بھائی صاحب کی قوت استدلال سے متاثر ہوئے اور بھائی صاحب پر شفتوں اور نوازشوں کی بارش کر دی۔

بھائی صاحب پر حضرت لاہوری کی شفقت و محبت کے ایک دو واقعات نظر قارئین ہیں، جن سے اندازہ ہوگا کہ بھائی صاحب صرف خانہ بدی کرنے والے مرید نہیں تھے بلکہ حضرت لاہوریؒ کی محبت و شفقت اور توجہات خاصہ کے مہبط بھی رہے ہیں:

(۱) بھائی صاحب نے بتایا کہ میں ہر ماہ میں ایک مرتبہ حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں ضرور حاضری دیتا تھا اور حضرت کی محبت و شفقت سے بہرہ اندوز ہوتا تھا۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ میں لاہور گیا تو سوچا کہ اپنے لئے فتح القدر خرید کر لاؤں۔ حضرت لاہوریؒ سے ملاقات ہوئی تو میں نے فتح القدر خریدنے کا ذکر کیا تو حضرت نے فرمایا ابھی فتح القدر نہ خریدو۔ اس کی بجائے احیاء العلوم خرید لو۔ لیکن میرا دل فتح القدر میں اٹکا ہوا تھا۔ میں نے حضرت لاہوریؒ سے کہا جیسا آپ کا حکم ہوگا وہی کروں گا لیکن دل میں سوچا کہ جاتا ہوا فتح القدر ہی خریدوں گا، حضرت کو کونسا پتہ چلے گا۔ ابھی میں یہ بات سوچ ہی رہا تھا کہ حضرت نے فرمایا ابھی جاؤ اور اردو بازار سے احیاء العلوم خرید کر لے آؤ۔ میں نے پھر عذر کیا کہ حضرت واپس جاتا ہوا خرید لوں گا۔ لیکن حضرت نے فرمایا نہیں، ابھی جاؤ اور کتاب خرید کر میرے پاس لاؤ، اتنے روپوں میں آئے گی اور تمہارے پاس اتنے پیسے تو موجود ہی ہیں۔ ہاں ادا کاڑہ کا کرایہ میں اپنے پاس سے تمہیں دیتا ہوں۔ اور زبردستی ادا کاڑہ کا کرایہ جو غالباً دو اڑھائی روپے کے قریب تھا، میرے رومال میں باندھ دیا۔ اب مجھے مجبوراً اردو بازار جانا پڑا۔ حضرت نے احیاء العلوم کی جو قیمت بتائی اتنے میں ہی مل گئی اور میں اس کو لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ کتاب حضرت نے اپنی گود میں رکھی اور مسائل والی جلدیں اٹھا کر ایک طرف رکھ دیں کہ ان کے پڑھنے کی تمہیں ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ ہم خفی ہیں اور مسائل میں ہمارا

امام غزالی سے اختلاف ہو سکتا ہے۔ پھر تیسری چوتھی جلد اٹھائی جو فضائل پر مشتمل ہے۔ فرمایا ان جلدوں کو ضرور پڑھ لینا۔ بھائی صاحب نے فرمایا کہ گھر آ کر میں نے حضرت کے حکم کے مطابق احیاء العلوم کا مطالعہ شروع کر دیا۔ جب بات مہلکات اور نجیات تک پہنچی تو میں انہیں پڑھ کر بہت متاثر ہوا۔ مہلکات کے باب میں مناظرہ کرنے کے نقصانات کا تذکرہ بھی تھا کہ اس سے بندہ میں تکبر و غرور پیدا ہو جاتا ہے اور بعض اوقات صرف جیتنے کی غرض سے مناظر آدی قرآن و سنت کے صحیح مطالب کی جان بوجھ کر غلط تاویلات کرتا ہے۔ اس سے سوائے ایمانی تباہی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

الغرض امام غزالی نے مناظرے کے مفاسد الم نشرح کر دیئے تھے۔ فرمایا میں نے سمجھا کہ حضرت نے غالباً مجھے یہ کتاب اسی لئے پڑھنے کا حکم دیا تھا تاکہ میں مناظرے کرنا چھوڑ دوں۔ چنانچہ میں نے اس دن سے مناظرہ نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا، بلکہ فرق باطلہ سے مناظرہ کرنے کے لئے میں نے اپنے لئے جو نوٹس تیار کئے ہوئے تھے وہ بھی سب کے سب جلا دیئے۔ ان حالات میں ایک دن کشمیر بک ڈپو کے مالک عبد المجید بٹ صاحب تشریف لائے اور ایک قادیانی مربی سے مناظرہ کرنے کو کہا تو میں نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں اب کبھی مناظرہ نہیں کروں گا۔ چونکہ عبد المجید صاحب قادیانی کو چیلنج دے کر آئے تھے کہ ٹھہر ہم تمہاری خبر لیتے ہیں۔ اب بھائی صاحب کے انکار پر ان کی حوصلہ شکنی ہوئی تو انہوں نے حضرت لاہوری کو غصہ سے بھرپور ایک خط لکھا جس میں یہ تک لکھ دیا کہ ادا کاڑہ میں محمد امین بنی ایک آدی تھا جو مرزائیوں اور عیسائیوں کا منہ بند کر سکتا تھا۔ آپ نے اس کو مناظرہ سے منع کر کے ہمیں ذلیل و رسوا کرایا ہے۔ آپ کے مرید بننے سے بہتر تھا کہ وہ بے مرشد ہی رہتا۔ آپ نے اسے بگاڑ دیا ہے وغیرہ

وغیرہ۔ بھائی صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے پروگرام کے مطابق حضرت لاہوری کی زیارت کے لئے حاضر خدمت ہوا تو دورانِ ملاقات حضرت لاہوری نے عبد المجید بٹ صاحب کا خط میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے پڑھنے کے بعد عرض کی کہ حضرت میں تو یہ سمجھا تھا کہ آپ نے مجھے احیاء العلوم کا مطالعہ کرنے کی ترغیب اس لئے دی تھی تاکہ میں مناظرے بازی سے باز آ جاؤں۔ حضرت نے فرمایا اگر تمہیں مناظرہ سے منع کرنا ہوتا تو میں زبانی کہہ دیتا۔ میرے مشورہ کے بغیر ترکِ مناظرہ کا جو فیصلہ تم نے کیا ہے صحیح نہیں ہے۔ تمہیں اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے بنایا ہے۔ اس کے ذریعے اللہ تم سے کام لیتا چاہتا ہے۔ میری دعائیں تیرے شامل حال ہیں۔ ان شاء اللہ مناظروں والی بیماریاں یعنی تکبر وغیرہ سے تم بچ رہو گے۔ پھر فرمایا بہت جلد باز ہو، بغیر مشورہ کے اتنے بڑے فیصلے کر لیتے ہو، آئندہ محتاط رہا کرو۔ میں نے وعدہ کیا تو فرمایا اچھا چلو مناظرہ نہ کرنے والی بات تو ٹھیک ہو سکتی تھی، لیکن تم نے اتنے قیمتی نوٹس کیوں جلا دیئے۔ میں یہ بات سن کر حیران رہ گیا۔ کیونکہ میرے نوٹس جلانے کا علم صرف مجھے ہی تھا اور خط میں بھی اس قسم کا کوئی تذکرہ نہیں تھا۔ بھائی صاحب نے فرمایا کہ اس واقعہ کے بعد مجھے مناظرہ کرتے وقت کبھی بھی ہچکچاہٹ نہیں ہوتی تھی۔ اور میں محسوس کرتا تھا کہ حضرت لاہوری کی توجہ میری پشتی بان ہے۔

(۲) ایک مرتبہ بھائی صاحب نے بتایا کہ حضرت لاہوری سے جب ملنے گیا تو آپ نے خوش ہو کر دس روپے کا نوٹ مجھے عطا کیا۔ جب میں نے لینے سے انکار کیا تو فرمایا کہ بیروں کو تو ہدایا ملتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی مرشد کو بھی اچھے مرید کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنا چاہئے۔ یہ ہدیہ ہے، اس کو قبول کر لو۔ اور یہ بات اتنی لجاجت

سے کہی کہ مجھے قبول کرتے ہی بن پڑی۔

(۳) بھائی صاحب نے بتایا کہ ایک مرتبہ جب میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت مجھے علیحدہ کمرے میں لے گئے اور قیمتی نصائح سے مجھے نوازا۔ کچھ باتیں ایسی کہیں کہ کئی مرتبہ مجھ پر رقت طاری ہوئی اور میں رونے لگا۔ حضرت پھر تسلی دیتے اور مزید نصیحتیں فرمانے لگتے۔ پھر فرمایا محمد امین! شاید اس کے بعد ملاقات نہ ہو، اس لئے میری باتوں کو پلے باندھ لو۔ میں رونے لگا تو حضرت نے فرمایا امین! شاید تم کو میرا جنازہ بھی نصیب نہ ہو، اس لئے اس ملاقات کو آخری سمجھو۔ میں نے عرض کی حضرت! ان شاء اللہ پھر ملاقات ہوگی۔ آپ اتنے زیادہ بیمار تو نہیں ہیں کہ میں مایوس ہو جاؤں، اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور شفاء کاملہ سے نوازیں گے۔ اس پر حضرت مسکرائے اور فرمایا فیصلے اللہ کے ہاں ہوتے ہیں۔ تم اور میں فیصلہ کرنے والے نہیں۔ بھائی صاحب نے فرمایا: اس کے بعد میں حضرت سے اجازت لے کر بادل خواستہ اوکاڑہ آ گیا۔ اپنے پروگرام کے مطابق جس دن مجھے لاہور جانا تھا، محکمہ تعلیم والوں نے کہا کہ اس دن تک تمام اساتذہ اپنے میڈیکل فٹنس کے شیفٹ ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر منٹگمری (سایوال) سے بنا کر دفتر میں جمع کروائیں۔ چنانچہ ان حالات میں لاہور کا پروگرام ملتوی کر کے میں چند رفقاء کے ساتھ عازم منٹگمری ہو گیا۔ وہاں پر مختلف ٹیوشنوں اور دفتری کارروائیوں میں کافی دیر ہو گئی۔ جب سرٹیفکیٹس ہمیں ملے تو ظہر کا وقت ہو گیا تھا۔ میں نے سوچا کہ ظہر کی نماز جامعہ رشیدیہ میں جا کر پڑھتے ہیں، وہاں علمائے کرام سے ملاقات بھی ہو جائے گی۔ فرمایا جب میں جامعہ رشیدیہ پہنچا تو مدرسہ خالی خالی اور ویراں نظر آیا۔ چند چھوٹے چھوٹے طلباء سے ملاقات ہوئی۔ ان سے پوچھا کہ حضرات علماء

کرام کہاں ہیں؟ تو انہوں نے بڑی حیرت سے مجھے دیکھا اور کہا آپ کو اتنا علم بھی نہیں کہ حضرت لاہوری وصال فرما گئے ہیں۔ ظہر کے بعد ان کا جنازہ ہے۔ تمام حضرات علماء کرام اور بڑے طلباء ان کے جنازہ میں شرکت کرنے کے لئے لاہور گئے ہوئے ہیں۔ فرمایا یہ باتیں سن کر مجھے سکتہ ہو گیا اور مجھے حضرت کی آخری ملاقات والی باتیں یاد آئیں اور میں رونے کے سوا کچھ نہ کر سکا۔ اور اس بات پر یقین کامل ہو گیا کہ

”قلند ہرچہ گوید دیدہ گوید“

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد امین صفدر کو یہ مقام و مرتبہ اگر ملا تو یہ ان کے اساتذہ کرام کی دعاؤں اور حضرت مولانا احمد علی لاہوری اور دیگر بزرگانِ دین کی توجہات کا صدقہ تھا۔ بصورت دیگر اگر انہیں کامل اساتذہ اور بزرگانِ دین کی توجہ حاصل نہ ہوتی تو اتنا ذہین آدمی ہمارے لئے ایک مستقل فتنہ کا روپ دھار کر کم از کم پرویز اور مودودی جیسا ضرور بن جاتا۔ لیکن بزرگانِ دین کی توجہات کی وجہ سے تحقیقی ذہن رکھنے کے باوجود آپ نے کبھی اپنی تحقیق کی بیخ نہیں لگائی۔ علمائے دیوبند کے مسلک کی وضاحت ہی فرمائی۔ اپنی تحقیق سے کوئی نئی بات پیدا کرنے کی کوشش نہ کی۔ علمائے کرام اور بزرگانِ دین کی دعاؤں اور توجہات خاصہ کے ایک دو واقعات عرض کرتا ہوں:

(۱) آج سے تقریباً بیس بائیس سال پہلے کی بات ہے، میں ان دنوں گورنمنٹ کالج بورے والا میں پڑھاتا تھا۔ کالج سے واپس آیا اور نماز ظہر پڑھنے کے لئے مدرسہ عربیہ اسلامیہ گیا تو پتہ چلا کہ میرے استاذ محترم حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب رائے پوری شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ تشریف فرما ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت ایک کمرے میں آرام کی غرض سے لیٹے ہوئے تھے۔ میں ان کی



ٹانگیں دبائے لگا۔ باتوں کا سلسلہ چل نکلا تو حضرت نے اچانک پوچھا آپ کے بھائی مولوی محمد امین صاحب کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کی حضرت آپ کی دعاؤں سے بخیریت ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ ہماری دلی دعائیں تو ہر وقت ان کے شامل حال ہیں۔ پھر فرمایا کہ ہم نے بھی ان غیر مقلدین سے بہت مناظرے کئے لیکن یہ ماننے نہیں تھے۔ اب تمہارے بھائی نے ان کو ماننے پر مجبور کر دیا ہے۔ مجھے حضرت کی یہ باتیں سن کر شرم سی آ رہی تھی کہ اتنا بڑا آدمی کس انداز میں اپنے سے چھوٹے کو بڑا بنا رہا ہے۔ یہی ہمارے اکابر کی شان تھی۔

(۲) تقریباً بیس سال پہلے کا ایک اور واقعہ یاد آ رہا ہے۔ بندہ ایک دن مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں گیا تو پتہ چلا کہ مولانا عبد المجید صاحب شیخ الحدیث باب العلوم کھروڑ پکا تشریف فرما ہیں۔ میں دفتر میں ان سے ملنے کی غرض سے حاضر ہوا تو بڑی خندہ پیشانی سے ملے اور بھائی صاحب کا حال احوال پوچھنے لگے۔ پھر اچانک فرمانے لگے کہ تمہارے بھائی کو اللہ تعالیٰ نے اتنا کچھ دیا ہے کہ بعض اوقات ہم حیران رہ جاتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا اس سال میں نے ماہ رمضان کراچی میں گزارا۔ مولانا محمد امین کراچی میں علماء و طلباء کو پڑھا رہے تھے۔ میں نے مولانا کے تمام اسباق بلا استیعا ب سنے ہیں۔ اگر کسی دن کسی ناگزیر وجہ سے میں درس میں شامل نہ ہو سکتا تو میں اپنے کسی شاگرد سے کہہ دیتا کہ مولانا کا سبق نوٹ کر لے۔ واپس آ کر میں اس سبق کو پڑھ لیتا۔ ابھی میں حضرت کی یہ باتیں سن کر کچھ غجالت سی محسوس کر رہا تھا کہ حضرت مولانا نے فرمایا: ”افضل بھائی مجھے حدیث کی کتابیں پڑھاتے بیس سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ بعض اوقات مولانا محمد امین کسی حدیث سے جو نکات و مسائل نکال کر پیش کرتے ہیں تو

میں دنگ رہ جاتا ہوں کہ یہ بات ہماری سمجھ میں کیوں نہیں آئی۔ فرمایا مولانا کی بہت سی باتیں تو الہامی معلوم ہوتی ہیں۔“ الغرض مولانا محمد امین صفدر کو بے استاد دور نہ بے مرشد ا کیہنے والوں کو جان لینا چاہئے کہ اپنے اساتذہ سے اور بزرگانِ دین سے جس طرح کا فیض انہوں نے حاصل کیا وہ ناقدین حضرات کے بس کی بات نہ تھی۔ انہیں بزرگوں کے ادب و احترام اور خدمت نے انہیں وہ بلند مقام عطا کیا جس کی طرف دیکھنے سے حاسدین کی ٹوئیاں گر جاتی تھیں۔ ۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست      تانہ بخشند خدائے بخشندہ

### حضرت لاہوریؒ کے بعد:

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے وصال کے بعد بھائی صاحب کے قلق و اضطراب میں بہت اضافہ ہو گیا۔ تجدیدِ بیعت کی خاطر اپنے مرشد زادے حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب کی خدمت میں کئی مرتبہ حاضر ہوئے۔ لیکن آپ احسن طریقہ سے ٹال دیتے اور فرماتے کہ حضرت آپ کا تعلق ابا جان سے تھا، اسے قائم رکھیں۔ آپ کو تجدیدِ بیعت کی ضرورت نہیں ہے۔ بھائی صاحب نے اپنا اصرار جاری رکھا تو ایک دن مولانا عبید اللہ انورؒ نے فرمایا کہ اگر آپ نے ضرور بیعت ہی کرنی ہے تو میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب چکوال والوں کی بیعت کر لیں، کیونکہ ان کا مقام بہت بلند ہے۔ وہ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے مجاز ہیں اور ابا جان (حضرت لاہوریؒ) کے بھی بڑے خلفاء میں سے ہیں۔ حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب کے اس صائب مشورہ پر آپ نے فوراً عمل کیا اور چکوال جا کر حضرت قاضی صاحب کے ہاتھ پر تجدیدِ بیعت کر لی۔ حضرت قاضی صاحب نے بھائی صاحب کی

اصلاح باطنی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ اور دونوں میں پیار و محبت اور الفت کے گہرے تعلقات قائم ہو گئے جو بھائی صاحب کی وفات تک قائم رہے۔ حضرت قاضی صاحب کے ہر حکم کو بجالانا آپ باعث سعادت سمجھتے تھے۔ سال میں ایک دو مرتبہ تبلیغی جلسوں اور تربیتی اجتماعات میں حضرت قاضی صاحب بھائی صاحب کو بالاتزام بلایا کرتے تھے

**تعلیمی و تبلیغی خدمات:**

بھائی صاحب نے سٹیج کائن ہائی سکول سے بطور انٹریڈ عربی ٹیچر اپنی ملازمت کا آغاز کیا تھا۔ آپ نے او۔ئی کا کورس نہیں کیا تھا بلکہ جے۔وی ٹیچر تھے۔ میونسپل کمیٹی اوکاڑہ میں ایک جگہ خالی ہوئی تو آپ نے بطور جے وی ٹیچر وہاں اپنی خدمات پیش کر دیں اور کمیٹی کے ملازم ہو گئے۔ آپ اپنی اس ملازمت کے دوران دینی و تعلیمی خدمات سے کبھی غافل نہ ہوئے۔ گاؤں میں ہر روز صبح کے وقت درس قرآن دیتے۔ سکول سے چھٹی کے بعد مختلف دینی مدارس میں جا کر وہاں طلباء کو فرق باطلہ کی تردید اور احقاق حق کی ٹریننگ دیتے۔ وقتاً فوقتاً عوامی اجتماعات سے بھی خطاب فرماتے

بزرگوں کی دعاؤں اور شیوخ کی نظر کرم سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو قبولیت عامہ کی نعمت سے نوازا تھا۔ مشکل سے مشکل دینی مسائل آپ عوام کے ذہنوں میں جاگزیں کرنے کا ملکہ رکھتے تھے۔ جہاں علماء کے ساتھ علمی انداز اپناتے وہاں عوام کے ساتھ سادہ طرز گفتگو کا انداز اپناتے۔ آپ کی قبولیت عامہ کا خطہ دن بدن وسیع ہوتا گیا اور پنجاب کی سرحدوں سے نکل کر پورے پاکستان میں پھیل گیا۔ آپ کا رمضان المبارک اکثر کراچی اور سندھ کے دوسرے شہروں میں گزرنے لگا۔ آپ اگر دس دن ایک مدرسہ میں علماء اور منتہی طلباء کو مناظرہ پڑھاتے تو اگلے پندرہ دن کسی اور جگہ یہ علمی

محفلِ جنتی۔ ایک وقت ایسا آیا کہ آپ نے دیگر فرقِ باطلہ کے ساتھ ساتھ غیر مقلدین کا تعاقب کرنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذہن میں یہ بات ڈال دی تھی کہ تمام فتنوں کی بنیاد عدمِ تقلید اور خود رائی ہے۔ اصل دین وہی دین ہے جو صحابہ کی وساطت سے سلا بعد سلا ہم تک پہنچا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ غیر مقلدیت ایک بہت بڑا فتنہ ہے۔ باقی تمام فتنے اسی سے نکلے ہیں۔ آدمی غیر مقلد ہونے کے بعد کسی وقت بھی منکرِ حدیث، قادیانی، چکڑالوی، بھائی اور رافضی ہو سکتا ہے۔ آپ نے اس سلسلہ میں شب و روز محنت کی اور آج یہ بات دیوبندی کہلانے والے علماء و طلباء پر واضح ہو چکی ہے کہ مولانا محمد امین صدر صحیح فرماتے تھے اور تمام فتن حاضرہ کی جڑ بزرگانِ دین اور سلفِ صالحین کو چھوڑ کر اپنی رائے پر اصرار کرنا ہی ہے۔ مولانا کے طرزِ استدلال اور قوتِ گرفت کے سامنے بڑے بڑے مخالفین نہیں ٹھہرتے تھے۔ آپ کی ان خوبیوں کو دیکھ کر اکثر علماء فرماتے کہ امین سکول چھوڑ کر کوئی مدرسہ قائم کرلو، کیوں اپنا وقت سکول میں ضائع کرتے ہو۔ آپ جواب میں فرماتے کہ بھائی مدرسہ تو میں ہالوں کا لیکن چندہ کون مانگے گا۔ چندہ مانگتا میرے بس کا روگ نہیں۔ ایک مرتبہ جامعہ بخوری ٹاؤن کے مہتمم حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن صاحب نے باصرار مطالبہ کیا کہ اب آپ سکول کی نوکری چھوڑ کر میرے مدرسہ میں آجائیں۔ اب میں آپ کا کوئی عذر نہیں سنوں گا۔ مولانا کی آہ میں ایسا اثر تھا کہ بھائی صاحب نے نوکری چھوڑ دی اور عازمِ کراچی ہو گئے۔

وہاں پر بھائی صاحب کو شعبہ تخصص فی الدعوة والاشرار کا مدیر اعلیٰ بنا دیا گیا۔

وہاں آپ نے طلباء، علماء اور عوام میں بہت کام کیا اور نئے نئے فتنوں کا خوب مقابلہ

کیا۔ دارالعلوم بنوری ٹاؤن کی لائبریری سے آپ کو عشق تھا۔ کراچی کی آب و ہوا مزاج کے مطابق نہیں تھی۔ اکثر و بیشتر بیمار رہنے لگے۔ ایک مرتبہ جنوبی افریقہ کے دورہ پر گئے، واپسی پر عمرہ بھی کیا۔ جنوبی افریقہ کے علماء نے آپ سے درخواست کی کہ ہمارے پاس آ جاؤ، چھ ماہ یہاں رہنا، چھ ماہ پاکستان۔ تنخواہ سال کی ملے گی۔ دیگر مراعات بھی دیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک بنوری ٹاؤن کراچی کے مدرسہ کا کتب خانہ کھنگال نہ لوں گا کہیں اور نہیں جاؤں گا۔ اور اس قسم کی تمام پیشکشوں کو مسترد کر دیا۔ اور بیماری کے باوجود دارالعلوم بنوری ٹاؤن کو نہ چھوڑا۔ جب حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن صاحب کا وصال ہو گیا تو آپ کا دل ٹوٹ گیا اور اپنی بیماری کا عذر پیش کر کے وہاں کام کرنے سے معذرت کر لی۔ مگر واپس آئے تو بہت سے مدارس کی جانب سے آپ کو پیشکشیں ہوئیں، لیکن آپ نے حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری مرحوم کے نبیرہ حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری کی دعوت قبول کر کے مدرسہ خیر المدارس ملتان میں شعبہ الدعوة والاشراد کی صدر نشینی قبول فرمائی۔ ماہنامہ ”الخیّر“ کے ہر شمارہ میں بھائی صاحب کا کوئی نہ کوئی مضمون ضرور شائع ہوتا، جس سے علماء کے ساتھ عوام کو بہت فائدہ پہنچا اور ”الخیّر“ کی اشاعت میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ آپ اپنے وصال تک خیر المدارس میں ہی دینی خدمات سرانجام دیتے رہے

### وفات:

علمائے حرمین شریفین کے اصرار پر اس سال رمضان المبارک میں عمرہ پر جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ پاسپورٹ بن گیا اور غالباً ویزہ بھی لگ گیا تھا۔ وفات سے ایک ماہ قبل ہلکے ہلکے بخار میں مبتلا تھے۔ لیکن آپ اس قسم کی بیماریوں کو درخور اعتنا نہ سمجھتے تھے

اور اپنے تعلیمی و تبلیغی اسفار کو ترک نہ فرماتے تھے۔ 24 اکتوبر 2000ء کو مدرسہ عزیزینہ فہلیہ چک L-181/9 ضلع ساہیوال میں حضرت مولانا سید انور حسین نفیس شاہ صاحب لاہور والے تشریف لا رہے تھے، مجھے بھی وہاں پہنچنے کی دعوت تھی۔ بندہ بھی حضرت شاہ صاحب کی زیارت کے لئے وہاں حاضر ہوا۔ وہاں پر برادر عزیز مولانا محمد انور صاحب اوکاڑوی جو کہ آج کل دارالعلوم کبیر والہ میں استاذ حدیث ہیں سے ملاقات ہوئی۔ ان سے بھائی صاحب کے بارہ میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ ہلکا ہلکا بخار رہتا ہے، لیکن آرام نہیں کرتے۔ جامعہ خیر المدارس میں تعطیلات کے بعد گھر آئے تو طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ سرگودھا میں دس دن پڑھانے کا پروگرام تھا، وہاں تشریف لے گئے۔ اور بیماری کی حالت میں بھی آٹھ آٹھ گھنٹے پڑھاتے رہے۔ جب طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو مدرسہ والوں سے کہنے لگے کہ مجھے بس پر بٹھا دیں تاکہ میں گھر پہنچ جاؤں۔ انہوں نے دو ساقی ساتھ بھیجے۔ وہ آپ کو تیس اکتوبر 2000ء کی رات کے وقت گھر پہنچا گئے۔ اکتیس اکتوبر کا دن آپ نے گھر میں گزارا۔ دراصل آپ کو دل کی تکلیف ہو گئی تھی، لیکن آپ کا خیال تھا کہ مجھے سرزدی لگ گئی ہے۔ گھر والوں نے ہسپتال لے جانے کو کہا تو نہ مانے اور فرمایا کہ مجھے بھائی حکیم محمد سلیم صاحب سے دوا لادیں، میں وہ کھالوں گا۔ چنانچہ بھائی محمد سلیم صاحب کی دوا سے کچھ افادہ ہوا۔ عشاء کی نماز گھر پر پڑھی اور نو بجے کے قریب پھر دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ آپ اکتیس اکتوبر بروز منگل مطابق چار شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ کی رات بوقتِ نوبے اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بروز بدھ یکم نومبر 2000ء مطابق چار شعبان المعظم بوقتِ پونے چار بجے قبل العصر آپ کی نماز جنازہ چک نمبر L-55/2 کے سکول کے گراؤنڈ

میں ادا کی گئی۔ نماز جنازہ ان کے مرشد قاضی مظہر حسین صاحب چکوال والوں کے صاحبزادہ مولانا قاضی ظہور الحسن صاحب نے پڑھائی۔ تمام پاکستان سے علماء اور طلباء جنازے میں شریک ہوئے۔ شرکائے جنازہ کی تعداد محتاط اندازے کے مطابق چھ ہزار سے زائد افراد پر مشتمل تھی۔ کراچی سے شیخ الحدیث مولانا زرولی صاحب ساتھیوں کے ہمراہ تشریف لائے تھے۔ سپاہ صحابہ پاکستان کے عظیم رہنما جناب علی شیر حیدری مع احباب تشریف فرما تھے۔ مجاہدین کی کثیر تعداد بھی آپ کے جنازہ میں شریک ہوئی۔ شرکاء کی آنکھیں مولانا کی وفات پر پرہم اور اشک بار تھیں۔ اس دن لوگوں کو اندازہ ہوا کہ اصل رشتہ دین کا رشتہ ہے۔

نماز جنازہ کے بعد چند ایک حضرات نے مختصر اُتھرتیت فرمائی۔ شیخ الحدیث مولانا زرولی صاحب نے فرمایا کہ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آج انور شاہ کشمیری دوبارہ وفات پا گئے ہیں۔ مولانا علی شیر حیدری نے فرمایا کہ میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ اگر مجھے کوئی مسئلہ نہ آئے گا تو پاکستان میں میرے استاذ مولانا کے بعد کوئی ہستی ایسی ہے جو مجھے وہ مسئلہ بتائے گی اور سمجھائے گی۔ اس کے بعد حضرت مولانا کو قبل از مغرب گاؤں کے قبرستان میں والد ماجد میاں ولی محمد کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

## اخلاق و عادات:

میرے برادر بزرگ حضرت مولانا محمد امین صفدر کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ جو بات کہتے تھے اس پر عمل پیرا بھی ہوتے تھے۔ جب ہمارے والد محترم کا وصال ہوا تو ان کی تدفین کے بعد ہم بھائیوں کے درمیان یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ کل لوگ جب افسوس

کے لئے آئیں گے تو کیا ہم اس وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھائیں یا نہ اٹھائیں۔ مولانا اس وقت موجود نہیں تھے۔ ہم نے ان کی عدم موجودگی میں فیصلہ کیا کہ اگر کوئی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے گا تو ہم بھی اٹھالیں گے۔ اگر نہ اٹھائے گا تو ہم بھی نہیں اٹھائیں گے۔ ٹھوڑی دیر بعد بھائی صاحب تشریف لائے تو ہم نے اپنے فیصلہ سے انہیں آگاہ کیا تو فرمایا تمہارا فیصلہ غلط ہے۔ ہمارے گاؤں میں قادیانی بھی رہتے ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ یہاں دیوبندی بریلوی اختلاف پیدا کیا جائے۔ لیکن ہم نے انہیں اس بات کا کبھی موقع نہیں دیا۔ ہم ہمیشہ اپنے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہے۔ گاؤں میں جب کوئی مرگ ہو جاتی تو ہم ان کے اعزہ سے صرف اظہار افسوس کرتے تھے۔ ہاتھ کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ آج اگر ہم نے کمزوری کا اظہار کیا تو قادیانی لوگوں کو اکسائیں گے کہ دیکھ لیا تم نے، جب تمہارے مریض مرتے تھے تو دعا نہیں کرتے تھے۔ آج ان کا اپنا باپ مر گیا تو دعا شروع کر دی ہے۔ لہذا اپنے مسلک پر قائم رہو۔ اگر کوئی ہاتھ اٹھائے تو اسے بھی پیاز سے مسئلہ سمجھا دو کہ بھائی آپ نے ہم سے اظہار افسوس کر کے ہمارا حق ادا کر دیا ہے۔ میت کا حق اس کی قبر پر جا کر یا اپنے گھر میں رہ کر تلاوت کلام پاک سے ادا کرو۔ دونوں چیزوں کو غلط ملط نہ کرو۔ چنانچہ بھائی صاحب کی استقامت کی وجہ سے ہم سب بھائی صراطِ مستقیم کی طرف لوٹ آئے اور موت کی تمام رسومات سے بچ گئے۔

بھائی صاحب کے حراج میں سادگی تھی۔ ریا کاری، مکاری اور شو بازی سے کوسوں دور رہتے تھے۔ کھانے پینے، پہننے اور رہنے سہنے جیسے تمام معاملات میں تکلف کو پسند نہ کرتے تھے۔ ظاہری کردار کے قطعاً قائل نہیں تھے۔ جوں گیا کھالیا، جوں گیا پہن



لیا۔ ان تمام معاملات میں حتی المقدور سنت نبوی ﷺ کی پیروی کرتے تھے۔

ہمارے بھائی انتہائی نرم دل تھے۔ مصیبت زدہ لوگوں کی ننگساری ان کا شیوہ تھا۔ ہمارے والد ماجد کے انتقال کے بعد آپ نے بڑے ہونے کے ناطے تمام بھائیوں اور بھتیجیوں سے حسن سلوک کا معاملہ فرمایا۔ ہر کسی کے دکھ درد میں شرکت کرتے اور ان کی مشکلات کو دور کرنے کی حتی الوسع کوشش کرتے۔

بجاء اللہ میرے بھائی حب جاہ اور حب مال جیسی بیماریوں سے بچے ہوئے تھے۔ یہ ایسی مہلک بیماریاں ہیں جو آدمی کے ایمان کا ستیاناس کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اگر کوئی حسد کا مارا ہوا آدمی ان کے خلاف کوئی سازش کرتا اور آپ کو اس کا علم ہو جاتا تو آپ اس شخص سے کبھی جواب طلب نہ کرتے، بلکہ بڑی سے بڑی بات کو ہنس کر ٹال دیتے تھے۔ آپ جب سکول کی نوکری ترک کر کے بنوری ٹاؤن کراچی تشریف لے گئے تو مولانا مفتی احمد الرحمن صاحبؒ نے آپ کا بہت اکرام کیا اور پرانے اساتذہ کے برابر آپ کی تحفہ مقرر کر دی۔ اس سے کچھ اساتذہ کو تکلیف پہنچی اور انہوں نے بنگالی طلباء کو اپنا آلہ کار بنایا اور ان کے ذہن میں یہ بات بٹھادی کہ مولوی محمد امین کوئی باضابطہ عالم نہیں ہیں، محض ایک سکول ٹیچر ہیں اور انہیں معقولات سے کوئی مس نہیں ہے۔ نیز صرف و نحو بھی انہیں نہیں آتی۔ اس سب کے باوجود مہتمم صاحب نے ان کی تحفہ ہمارے برابر مقرر کر دی ہے۔ وہ طلباء مفتی احمد الرحمن صاحب کے پاس گئے اور اس ناانصافی کا ذکر کیا اور کہا کہ مولوی امین صاحب کو تو کچھ نہیں آتا، آپ نے ایسا کیوں کیا؟ اس پر مفتی صاحب نے ان طلباء سے کہا کہ بھائی آپ خود جا کر مولانا محمد امین صاحب سے مل کر اپنے شبہات دور کرنے کی کوشش کریں۔ اور معلوم کریں کہ آپ

کے اعتراضات بجائیں یا بے جا۔ چنانچہ وہ طلباء بھائی صاحب کے پاس آئے اور اپنے اشکالات پیش کئے۔ آپ نے ان کے جوابات بڑے دلنشین انداز میں دیئے۔ اب وہ طلباء روز مولانا کے پاس آتے اور مختلف علوم کے بارہ میں اپنے سوالات پیش کرتے اور شافی جواب پا کر اطمینان کی نعت حاصل کرتے۔ چند دن بعد مفتی صاحب نے ان طلباء کو بلایا اور پوچھا کہ بھائی آپ نے مولانا محمد امین صاحب کے سامنے اپنے اشکالات وغیرہ پیش کئے یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے ان سے بہت سے سوالات کئے اور شافی جوابات پائے۔ ہمارے جس استاد نے ہمیں ان سے بدگمان کرنے کی کوشش کی تھی ہم نے دوسالوں میں ان سے اتنا علم حاصل نہیں کیا جتنا مولانا محمد امین صاحب سے چند دنوں میں حاصل کر لیا ہے۔ یہ واقعہ بعد میں مفتی صاحب نے بھائی صاحب کے گوش گزار کیا تو بھائی صاحب صرف مسکرا کر رہ گئے اور اس پر کسی قسم کا تبصرہ نہ کیا۔

الغرض بھائی صاحب رواداری، وسیع النظری، چشم پوشی اور درگزر کرنے میں

اپنا ثانی ہیں رکھتے تھے اور مخالفین کے الزامات و اتہامات پر صرف مسکرا دیتے تھے۔ آ کے اس رویہ کی وجہ سے مخالفین اکثر اوقات شرمندگی اور خجالت میں مبتلا ہو کر ایسی حرکات سے باز آ جاتے۔ آپ مجھنے کی بجائے مجھنے کو ترجیح دیتے تھے۔ ابتداء میں جب آپ نے مختلف رسائلِ فرقِ باطلہ کے رد میں تحریر کئے تو بعض علمائے کرام نے ان کو اس شرط پر شائع کیا کہ کتاب پر ان کا نام بطور معنف لکھا جائے۔ آپ نے اس شرط کو قبول کر لیا اور وہ رسائل کسی دوسرے کے نام سے شائع ہو گئے۔ ہمیں (مولانا کے بھائیوں) اس بات سے خاصہ دکھ پہنچا اور مولانا سے عرض کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ اپنے رسائل اپنے نام سے چھپوائیں۔ تو آپ نے جواب میں مسکرا کر فرمایا کہ میرا مقصد یہ

ہے کہ یہ رسائل عوام تک پہنچیں اور لوگ ان سے فائدہ اٹھائیں، نام خواہ کسی کا ہو۔ یہ مقصد پورا ہو رہا ہے۔ ہمیں تو کام سے غرض ہے، نام سے کوئی غرض نہیں ہے۔

آپ مخالف مناظر کا جواب بھی ہمیشہ مسکرا کر دیا کرتے تھے۔ چہرے پر غصہ اور ناگواری کے آثار بہت کم ہویدا ہوتے تھے۔ آپ نے اپنی تمام زندگی مشکلات و مصائب کے باوجود ہنس اور مسکرا کر گزار دی۔ جن حضرات نے جنازہ کے وقت مولانا کا چہرہ دیکھا ہے وہ اس بات کے شاہد عدل ہیں کہ آپ مرنے کے بعد بھی ایسے ہی مسکرا رہے تھے جیسے زندگی میں مسکرایا کرتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ نیند میں مسکرا رہے ہیں اور تھوڑی دیر بعد اٹھ کر تقریر شروع کر دیں گے۔ لیکن۔ ”خاموش ہو گیا ہے چمن بولتا ہوا“ کے مصداق اب ہم ان کی آواز کو قیامت تک ترسیں گے۔ آخر میں تمام قارئین سے گزارش ہے کہ میرے بھائی میرے رہبر کو اپنی دعاؤں اور تلاوتوں میں شریک رکھیں، تاکہ ان کی قبر وسیع، کشادہ اور ٹھنڈی ہو اور ذات باری تعالیٰ ان کے ساتھ رحمت کا معاملہ فرمائیں۔ اے ہمارے پیارے بھائی! تیری وفات پر ہمیں ایسا محسوس ہوا کہ ہمارے والد صاحب دوبارہ وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خطاؤں سے درگزر فرمائے اور آپ کو اعلیٰ علیین میں کشادہ جگہ دے۔

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے      سبز نورستہ تیرے گھر کی نگہبانی کرے

### تصنیفات:

میرے بھائی کی تصنیفات چھوٹے چھوٹے رسائل اور مضامین کی شکل میں بے شمار ہیں، جنہیں اب ان کے شاگردوں نے ”مجموعہ رسائل“ (چار جلد) اور ”تجلیات صغیر“ (چار جلد) کی صورت میں اکٹھا کر دیا ہے۔ بقیہ جلدیں زیر ترتیب ہیں۔

## پس ماندگان:

حضرت مولانا نے اپنے پیچھے ایک بیوہ (ہماری بھانجی) جو انتہائی سلیقہ شعار، سکھڑ اور نیک خاتون ہیں، کو سوگوار چھوڑا ہے۔ ہماری ان بھانجی صاحبہ نے گھر کے تمام معاملات سنبھالے ہوئے تھے اور گھر کو احسن طریقے سے چلاتی تھیں۔ ان کے حسن انتظام کی وجہ سے بھائی صاحب کو گھریلو کاموں میں الجھنے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی، اور تمام خاندانی معاملات ہماری بھانجی ہی سرانجام دیتی تھیں۔ اس وجہ سے بھائی صاحب تعلیمی و تبلیغی سرگرمیوں میں دلجمعی سے حصہ لیتے تھے۔ انہیں امور خانہ کی فکر نہ ہوتی تھی۔ اس لئے بھائی صاحب کی ان تمام دینی خدمات میں بھانجی صاحبہ کا برابر کا حصہ تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے۔ بھائی صاحب کے پانچ بیٹے اور آٹھ بیٹیاں ہیں۔ ایک بیٹا اور چھ بیٹیاں صاحب اولاد ہیں۔ چار بیٹے اور دو بیٹیاں غیر شادی شدہ ہیں۔ دعا ہے کہ ذات باری تعالیٰ مولانا کے بچوں کا حامی و ناصر ہو اور تمام مشکلات میں ان کی مدد فرمائے اور انہیں صبر جمیل عطا فرمائے۔ مولانا کے بیٹوں کے نام محمد صدیق، محمد عمر، محمد عثمان، محمد علی اور محمد معادیہ ہیں۔ تین صاحبزادے حافظ قرآن ہیں۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ مولانا کی کوششوں کے باوجود کوئی بیٹا نہ حال عالم نہیں بن سکا۔

مولانا مرحوم نے اپنے پیچھے پانچ بھائیوں کو سوگوار چھوڑا۔ حکیم محمد سلیم صاحب اکاڑہ، پروفیسر میاں محمد افضل ساہیوال، قاری محمد اشرف فاروقی صاحب لیہ، محمد اکرم ارشد صاحب کراچی، شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب اکاڑوی، دارالعلوم کبیروالہ۔ اس کے علاوہ مولانا نے بڑی تعداد میں نواسے نواسیاں، بھتیجے، بھتیجیاں، ایک عدد پوتا اور مسلک دیوبند کے لاکھوں علماء، طلباء اور عوام کو اپنی جدائی اور فراق کے غم میں مبتلا کر دیا، جس کا اجر خدا تعالیٰ کے پاس ہے۔

(خودنوشت)

# حالاتِ مؤلف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

ہمارا خاندان بستی غزراں شہر جالندھر (بھارت) سے تعلق رکھتا ہے۔ قوم ارامین ہے، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کانام ولی محمد اور دادا جی کانام پیر محمد تھا۔ باپ بیٹے دونوں کا پیشہ باغبانی تھا، دونوں حضرات پابند صوم و صلوٰۃ اور بہت عابد تھے۔ کچھ زمین بیکانیر میں تھی۔ میری پیدائش بیکانیر ضلع کنگاگر کی ہے۔ پھر ضلع فیصل آباد پچیانہ اسٹیشن کے قریب چک نمبر ۶۲۳ جھبلا راں میں آباد رہے۔ یہاں ایک سیلانی بزرگ سید شمس الحق شاہ صاحب قدس سرہ جو فاضل دیوبند تھے تشریف لائے۔ والد صاحب نے ان سے عرض کیا کہ میرے بچے جو پیدا ہوتے ہیں وہ چند دن یا چند ماہ کے بعد فوت ہو جاتے ہیں، زندہ نہیں رہتے، تین لڑکے اور ایک لڑکی یکے بعد دیگر فوت ہو گئے ہیں۔ حضرت سید شمس الحق صاحب رحمہ اللہ نے والد گرامی سے فرمایا ولی محمد! گھبراؤ نہیں، تم اللہ کے فضل و کرم سے سات بیٹوں کا منہ دھوؤ گے۔ ہاں یہ نیت بھی رکھو کہ تجھے اللہ بیٹا عطا کرے تو میں عالم بناؤں گا۔ اس کے بعد میں پیدا ہوا اور میرا نام انہی بزرگوں نے محمد امین رکھا۔ پھر یہ سیلانی بزرگ ہمارے علاقے سے صادق آباد تشریف لے گئے۔ میرے بعد چھ بھائی پیدا ہوئے اور والد صاحب رحمہ اللہ نے واقعی سات بیٹوں کا منہ دھویا۔ حضرت اقدس سید شمس الحق شاہ صاحب رحمہ اللہ کے بھائی سید نور الحق شاہ صاحب لاہور نکسالی دروازہ میں ایک مسجد کے خطیب تھے اور بہترین طبیب تھے۔ حضرت سید شمس الحق

صاحب علاج کے لئے صادق آباد سے لاہور تشریف لائے۔ اس وقت میری عمر ۱۲ یا ۱۳ سال کی تھی۔ والد صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ میں بھی لاہور گیا۔ حضرت رحمہ اللہ کی زیارت ہوئی۔ حضرت نے والد صاحب سے پوچھا یہ محمد امین ہے؟ والد صاحب نے عرض کیا یہ محمد امین ہے، دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ اسے عالم بنائیں۔ حضرت اقدس چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ میں نے سر جھٹکا کر سلام عرض کیا۔ حضرت اقدس رحمہ اللہ نے بڑے پیار سے میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا ولی محمد! یہ لڑکا مولوی بنے گا، مناظر بنے گا۔ میں اب تک سوچا کرتا ہوں کہ حضرت اقدس کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے اس جملے کو اللہ تعالیٰ نے کیسا شرف بخشا۔

### میری تعلیم

والد صاحب رحمہ اللہ نے مجھے غیر مقلدین کے ہاں قرآن پاک ناظرہ پڑھنے کے لئے داخل کرا دیا۔ حافظ محمد رمضان میرے استاذ تھے، ان کی تبلیغ سے میں غیر مقلد بن گیا۔ پھر مولانا عبدالباقی محدث کنڈیلیوی کے پاس کچھ کتابیں پڑھیں۔ میری پیدائش ۴ اپریل ۱۹۳۴ء کی ہے۔ ۱۹۵۳ء میں حضرت اقدس مولانا عبدالقدیر صاحب قدس سرہ شیخ الحدیث تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی جو اس وقت عید گاہ اوکاڑہ میں مدرس تھے کے سمجھانے سے میں حنفی بن گیا اور حضرت مولانا ضیاء الدین سیوہاروی رحمہ اللہ فاضل دیوبند، حضرت مولانا سید محمد عبدالحنان صاحب نور اللہ مرقہ تاجک حضور فاضل دیوبند اور حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب فاضل دیوبند سے تعلیم حاصل کرتا رہا اور حدیث پاک بھی میں نے آپ سے پڑھی۔ آپ امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ اس کے علاوہ مولانا محمد حسین چک نمبر ۴ / ایل-۱ سے کچھ تعلیم حاصل کی اور حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالحمید صاحب بیتا پوری حال مفتی جامعہ مدنیہ لاہور سے بھی بہت استفادہ کیا۔ یہ تمام حضرات اپنے وقت کے جلیل القدر علماء میں سے ہیں۔

## ایک عجیب واقعہ

عید گاہ کے مدرسہ میں جب میں زیر تعلیم تھا تو حضرت مولانا بشیر احمد صاحب دہلوی پسروری خلیفہ اہل حضرت اقدس شیخ التفسیر، سلطان العارفین مولانا احمد علی صاحب لاہوری تشریف لائے۔ طلباء زیارت اور مصافحہ کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت سے میری کوئی سابقہ جان پہچان نہ تھی۔ سب طلباء کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ فرما رہے تھے۔ میں نے مصافحہ کیا تو حضرت نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ فرمانے کے بعد بائیں ہاتھ سے پکڑ کر مجھے اپنے بائیں طرف بٹھالیا اور باقی طلباء سے مصافحہ فرماتے رہے جب طلباء ختم ہو گئے تو میری طرف متوجہ ہوئے، نام پوچھا اور فرمایا کہ یہ (یعنی یہ عاجز) بہت بڑے علاقے کو سنبھال سکتا ہے۔ پھر حضرت نے بڑی محبت سے مجھے بیعت کی ترغیب دی۔ میں چونکہ غیر مقلدیت سے ادھر آیا تھا بیعت کو بدعت اور دنیاوی دکانداری سمجھتا تھا اس لئے میں نے بار بار انکار کیا کہ یہ کون سی ضروری چیز ہے۔ لیکن حضرت نے بڑے پیار سے مجھے سمجھایا اور اس بات پر آمادہ فرمایا کہ بیعت حضرت شیخ التفسیر سلطان العارفین مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس سرہ سے کروں۔ میں نے ہاں تو کر لی مگر مولانا کے تشریف لے جانے کے بعد خیال بھی نہ رہا۔ ایک دن میں رسالہ خدامِ اندین میں حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی مجلس ذکر کی تقریر پڑھ رہا تھا جس میں آپ کافرانِ تھا کہ جسمانی آنکھیں تو اللہ تعالیٰ نے گدھوں اور کتوں کو بھی دی ہیں، آنکھیں تو اصل دل کی ہیں اگر روشن ہو جائیں تو اسے حرام حلال کا امتیاز ہو جاتا ہے اور اگر وہ قبر کے پاس سے گزرے تو اسے پتہ چلتا ہے کہ یہ قبر جنت کا باغ ہے یا دوزخ کا گڑھا، میں یہ پڑھ ہی رہا تھا کہ ایک ماسٹر صاحب جن کا نام رشید احمد تھا وہ ہال کمرہ میں داخل ہوئے ان کے ہاتھ میں پانچ روپے کا نوٹ تھا اور کہتے آرہے تھے کسی نے حرام نوٹ لینا ہے یہ حرام ہے حرام۔ میں نے کہا مجھے دے دو۔ وہ مجھ سے پوچھنے لگے تم کیا کرو گے؟ میں نے وہ مجلس ذکر کی عبارت سنائی کہ لاہور چلتے ہیں اور پتہ لیتے ہیں کہ خود حضرت لاہوری رحمہ

اللہ کو حلال حرام کی تمیز ہے یا نہیں۔ اس پر چار پانچ ٹیچر اور تیار ہو گئے ہم سب نے ایک ایک روپیہ اپنے پاس سے لے لیا، ایک روپے کے سیب اپنے روپے سے اور ایک کے حرام روپے سے۔ اس طرح پانچ پھل ہم نے خرید لئے اور ایک ایک پھل کی کوئی نشانی ہر ایک نے ذہن میں رکھ لی کہ یہ سیب حرام روپے کا ہے وہ حلال روپے کا ہے، یہ کیڑا حرام روپے کا ہے وہ حلال کا، اور ہم لاہور پہنچ گئے۔ ضلع ساہیوال کے احباب کو آواز پڑی، ہم حاضر ہوئے، پھل حضرت رحمہ اللہ کے سامنے رکھ دیئے۔ ہماری طرف دیکھا اور فرمایا، بھئی! یہ کیا لائے ہو؟ میں نے عرض کیا حضرت زیارت کے لئے حاضر ہوئے تھے، یہ کچھ ہدیہ ہے۔ فرمایا ہدیہ لائے ہو یا میرا امتحان لینے آئے ہو اور آپ نے سب پھل الگ الگ کر دیئے کہ یہ حلال ہیں، یہ حرام ہیں۔ اب ہم نے بیعت کی درخواست کی تو حضرت نے سختی سے فرمایا چلے جاؤ، تم بیعت کے لئے تھوڑے آئے تھے، تم تو امتحان کے لئے آئے تھے اور ہمیں اٹھادیا۔ ہم واپس اسٹیشن پر آگئے۔ گاڑی آئی، باقی چاروں ساتھی سوار ہو گئے مگر میرا دل سوار ہونے کو نہ چاہا میں ٹکٹ واپس کر کے شاہدہ (لاہور) اپنے ہم زلف کے ہاں چلا گیا اور اگلے دن فجر کی نماز مسجد شیرانوالہ میں حضرت کی اقتداء میں ادا کی۔ نماز کے بعد درس کی جگہ پر آپ نے درس قرآن ارشاد فرمایا۔ درس کے بعد چند ساتھی بیعت کے لئے بڑھے میں بھی ساتھ بیٹھ گیا۔ دیکھ کر مسکرا کر فرمایا اچھا اب بیعت کے لئے آگئے ہو؟ میں نے عرض کیا حضرت حاضر ہو گیا ہوں۔

حضرت نے بیعت فرمایا اور اسم ذات، استغفار اور ورد شریف کی تسبیحات کی تعلیم فرمائی۔ تقریباً چار سال حضرت اقدس کی خدمت میں حاضری کی توفیق حاصل رہی۔ حضرت نے غایت شفقت سے انجیل برنباس کا مقدمہ تحریر کرنے کا حکم فرمایا۔ عاجز نے مقدمہ لکھ کر پیش کیا۔ حضرت بہت خوش ہوئے اور بہت وعائیں دیں۔ حضرت سے تعلق کی برکات میں سے یہ تھا کہ اگرچہ میں بعض حالات کی وجہ سے مجبوراً پرائمری سکول میں نیچے لگ گیا مگر یہ میرا اصل مشغلہ نہ تھا۔ الحمد للہ سکول کے چند تلمذوں کے



علاوہ باقی وقت عربی دینی کتب کا مطالعہ اور تبلیغ دین میں ہی خرچ ہوتا۔ اپنے گاؤں میں دو دفعہ مکمل قرآن پاک کا درس ختم کیا۔ حضرت رحمہ اللہ کی دعاؤں اور توجہات نے اس عاجز کو دین کا ایک سپاہی بنا دیا۔ 'مرزائی' عیسائی، اہل بدعت (بریلوی) اور شیعہ کے علاوہ عموماً دور حاضر کے بدترین اہل بدعت جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہلاتے ہیں اور غیر مقلدین کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کے ساتھ کراچی سے پشاور تک الحمد للہ ایک محتاط اندازے کے مطابق تقریباً ۱۰۰ مناظرے ہوئے جس میں اللہ پاک نے اپنے اکابر کے اس غلام کو ہر جگہ سرخرو کیا اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں لوگ اہل باطل کے دام فریب سے نکلے۔ اللہ پاک قبول فرمائے۔ اسی ذیل میں متعدد مضامین بھی وقتاً فوقتاً لکھے جن کے چار مجموعے پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ پانچواں اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ پاک قبول فرمائے۔ آمین۔

حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے بعد میرا روحانی تعلق حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے خلیفہ، امام اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم سے ہے۔ ان کی دعائیں اور توجہات میرے لئے بہت بڑا سرمایہ ہیں۔ اللہ پاک آپ کی عمر میں برکت نصیب فرمائے۔ چونکہ میرا گاؤں ۱۵۵/۱۱ میل ۲ ہے جو قادیانیوں کا گاؤں ہے۔ اس لئے ان سے مناظرے ہوتے رہتے۔ بزرگوں کی توجہ کی برکت سے اس موضوع پر بھی الحمد للہ کبھی بھی شکست کا منہ نہیں دیکھنا پڑا۔ پھر میں نے بائبل پر محنت کی اور عیسائیوں سے مناظرے کئے۔ میرے بہت سے دوست کہتے کہ ایف۔ اے کر کے سی۔ ٹی اور بی۔ اے کر کے بی۔ ایڈ کر لو مگر مجھے اس کا کوئی شوق نہ تھا۔ مطالعہ کی عادت تھی لیکن اللہ والوں کی دعاؤں کی برکت تھی کہ مطالعہ میں جہاں ذرا اشکال ہوا اساتذہ کرام سے اس کو حل کرتا اس میں اپنی خود رائی کو کبھی راہ نہ دیتا۔ حضرت اقدس حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی توجہ سے یہ یقین کامل ہو گیا کہ اعتماد علی السلف اور

فکرِ آخرت یہی دو نعمتیں ہیں جن سے اس زمانہ میں دین محفوظ رہ سکتا ہے۔ ان دونوں میں سے کسی ایک میں بھی تھوڑی سی لغزش کے بعد ایمان کا نبھلنا مشکل ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مہتمم قاسم العلوم فقیر والی سے تعارف ہوا تو انہوں نے اور ان کے والد گرامی حضرت مولانا فضل محمد صاحب قدس سرہ بنے دورِ حاضر کے فتنہ غیر مقلدیت کی طرف توجہ مبذول فرمائی۔ حضرت مولانا علم و عمل کے ساتھ ساتھ اخلاص اور انکساری میں ممتاز مقام رکھتے تھے اور ان کے اخلاص کی برکات ہیں کہ دنیا سے الگ تھلگ جگہ جنگل میں آپ نے مدرسہ بنایا اور آج اس مدرسہ کا فیض دنیا کے ہر ملک تک پہنچ چکا ہے۔ اللہم زد فزد۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے ہمراہ کراچی جانا ہوا اس دور کی علم و اخلاص کی جامع شخصیت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن صاحب نور اللہ مرقدہ، مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن سے ملاقات ہوئی۔ حضرت نے فرمایا کہ کیوں سکول میں اپنی زندگی برباد کر رہا ہے جو علم خدا نے تجھے دیا ہے خدا کے سامنے اس کو سکول میں رہ کر ضائع کرنے پر کیا جواب دے گا؟ ابھی استعفیٰ لکھو۔ بس اب کوئی بابت سنی نہیں جائے گی۔ حضرت کے اصرار پر میں نے سکول کی ملازمت ترک کر دی اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں التخصص فی الدعوة والارشاد کی خدمت میرے سپرد فرمائی۔ جامعہ کے ادارہ دعوت و تحقیق کی لائبریری میں ہی میری جماعت بیٹھتی تھی۔ یہ ایک بے مثال لائبریری ہے اور حضرت اقدس حضرت بنوری قدس سرہ کے علمی ذوق کا نشان ہے۔ یہاں مطالعہ میں کئی وسعت پیدا ہوئی۔ مدرسہ کی لائبریری، مدرسہ کا ماحول تو بہت اچھا رہا مگر کراچی کی آب و ہوا مجھے موافق نہ آئی۔ صحت بہت خراب ہو گئی۔ اس لئے مجھے کراچی چھوڑنا پڑا۔ اودکاڑہ واپسی کے بعد اودکاڑہ کے احباب کی خواہش تھی کہ میں اودکاڑہ میں کام کروں، فقیر والی والوں کا اصرار تھا کہ ہماری لائبریری کراچی کی لائبریری کا نعم البدل ہے۔ اور بھی کئی احباب نے اصرار فرمایا، لیکن حضرت مولانا محمد

حنیف صاحب جالندھری زید مجدہم مہتمم جامعہ خیر المدارس و نبیرہ مخدوم العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری قدس اللہ سرہ کا اصرار سب پر غالب رہا اور جامعہ خیر المدارس میں التخصص فی الدعوة والاشراف کی خدمت میرے سپرد فرمائی۔ اس مدرسہ میں حضرت مولانا خیر محمد صاحب نور اللہ مرقدہ کے خلوص کی برکات میں ایک منفرد بات یہ نظر آئی کہ صرف علم نہیں بلکہ ادب کا بھی امتزاج ہے۔ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب زید مجدہم، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا منظور احمد صاحب مدظلہم، حضرت مولانا محمد عابد صاحب زیدت عنایتہم اور دیگر احباب میں علم کے ساتھ ساتھ ادب اور تصوف کی چاشنی بہت گہری ہے اور تعمیر الظاہر والباطن ہی حضرات دیوبند کا امتیاز ہے۔ سچ یہی ہے کہ اپنا دامن تو علم و عمل سے خالی ہے۔ حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ سے جو نام کی نسبت جڑی ہوئی ہے وہ میرا سارا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی برکات سے کوتاہیوں سے درگزر فرمائیں۔ مجھے تو ایسی باتیں لکھنے کی نہ عادت نہ رغبت، عزیز محمد الیاس (بن حضرت مولانا محمد طریف صاحب مدظلہ شیخ الحدیث دارالعلوم فیصل آباد) سلمہ اللہ تعالیٰ کی پشت پر حضرت مولانا محمد عابد صاحب دام ظلہم نے ہاتھ رکھ دیا اور وہ ضد کر کے بیٹھ گیا کہ ضرور تھوڑے سے حالات لکھ دو، اس لئے چند سطریں لکھ دی ہیں ورنہ..... من انعم کہ من وانعم۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سے اپنے فضل و غفر کا معاملہ فرمائیں اور ان احباب کی مخلصانہ دعاؤں سے مجھے مستفید فرماتے رہیں۔ فقط۔

محمد امین صفدر عفی عنہ

# میں حنفی کیسے بناؤں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد  
 دیہات کی زندگی تھی اور میرا بچپن۔ سوال یہ تھا کہ اسے قرآن پاک کی  
 تعلیم دلائی جائے گاؤں میں ایک مسجد تھی جس میں تقریباً ہر جمعہ جھگڑا ہوتا۔  
 بریلوی حضرات چاہتے تھے کہ یہاں ہمارا امام مسجد مقرر ہو اور غیر مقلدین چاہتے  
 تھے کہ ہمارا امام مقرر ہو، اور ہمارا دیوبندی مسلک کا ایک ہی گھر تھا نہ کسی گنتی  
 میں نہ شمار میں۔ کئی دفعہ جھگڑا طول پکڑ جاتا تو چھ چھ ماہ مسجد میں کوئی بھی امام نہ  
 ہوتا اور کبھی دو دو جماعتیں شروع ہو جاتیں۔ والد صاحب اس بارہ میں پریشان  
 تھے۔ آخر انہوں نے یہی فیصلہ فرمایا کہ اہل بدعت کی نسبت غیر مقلد توحید میں  
 اچھے ہیں ان کے پاس ہی قرآن پڑھالیا جائے۔ چنانچہ مجھے تعلیم قرآن کے لئے  
 ایک غیر مقلد حافظ صاحب کے سپرد کر دیا گیا۔

## طریقہ تعلیم

چونکہ سکول میں 'میں پانچویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ اچھ شاس تو تھا ہی'  
 اس لئے شروع سے ہی پہلے پارہ سے سبق شروع ہو گیا۔ استاد صاحب دو تین  
 آیتیں کھلوا دیتے، ہم رٹ لیتے۔ اس کے بعد استاد صاحب ہمیں سناتے کہ میں  
 نے فلاں حنفی مفتی صاحب کو شکست دی، فلاں حنفی عالم کو لاجواب کر دیا۔ دنیا بھر  
 میں کوئی حنفی نہیں، نہ دیوبندی نہ بریلوی جو ہمارا سامنا کر سکے۔ پھر وہ کوئی اشتہار

لے کر بیٹھ جاتے کہ دیکھو یہ اشتہار بیس سال پرانا ہے، اس میں دنیا بھر کے خفیوں کو چیلنج دیا گیا تھا کہ صرف ایک حدیث دکھاؤ کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہو کہ آج کے دن میں نے رفع یدین کو منسوخ کر دیا، ایک حدیث دکھاؤ کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہو کہ ایک صدی کے بعد میرا دین منسوخ ہو جائے گا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید میری امت پر فرض ہو جائے گی۔ یہ اشتہار دیوبند بھیجا گیا مگر کوئی حدیث نہ دکھاسکا، ہزار ہزار روپیہ انعام بھی رکھا گیا، ہمارے سامنے کوئی کھڑا نہ ہو سکا۔ استاد کی تعلیمیں ہی ہم خالی الذہن لوگوں کو مرعوب کرنے کے لئے کافی تھیں لیکن جب کبھی وہ ساتھ یہ بھی فرماتے کہ میں ایک دفعہ دہلی جاتے ہوئے دیوبند اتر گیا، نماز کا وقت تھا تمام اساتذہ کرام اور طلباء مسجد میں جمع تھے، میں نے کھڑے ہو کر اشتہار دکھایا کہ یہ اشتہار بیس سال سے متواتر آپ کے مدرسہ میں بھیجا جا رہا ہے آپ کیوں احادیث نہیں سناتے؟ تو استاد صاحب بتاتے ہیں کہ وہاں کے اساتذہ نے بڑی لجاجت سے یہ بات فرمائی کہ مولانا آپ جانتے ہیں ہم خفی ہیں، ہم تو ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ پڑھتے ہیں، حدیث نہ دیکھی نہ پڑھی۔ آپ ہم سے بار بار احادیث کا مطالبہ کر کے ہمیں شرمندہ کیوں کرتے ہیں۔ استاد صاحب کی ان نوازشات کے بعد ہم پر عالم یاس طاری ہو جاتا کیونکہ ہم نے گھر میں یہی سنا تھا کہ دیوبند کا مدرسہ دنیا بھر میں بہت بڑا مدرسہ ہے۔ جب ہمارے استاد جی دیوبند کے اساتذہ کو بھی لاجواب کر آئے تو اب حدیث کہاں ملے گی۔

### اختلاف کیا ہے؟

اب ظاہر ہے کہ ہم استاد جی سے پوچھتے کہ استاد جی! آپ کا اور اہل سنت والوں کا اختلاف کیا ہے؟ تو استاد جی فرماتے ہیں! کلمہ ہم بھی نبی ﷺ کا پڑھتے ہیں اور وہ بھی کلمہ نبی پاک ﷺ کا ہی پڑھتے ہیں۔ اتنی بات پر ہمارا اور ان کا اتفاق ہے، آگے ہم کہتے ہیں جس کا کلمہ پڑھو بات بھی اسی کی مانو۔ وہ کہتے ہیں کہ نہیں ہم کلمہ نبی پاک ﷺ کا پڑھیں گے اور بات امام ابو حنیفہ کی مانیں گے۔ ہم

پوچھتے استاد جی! امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اگر مسلمان عالم تھے تو یقیناً نبی پاک ﷺ کی ہی باتیں لوگوں کو سمجھاتے ہوں گے کیونکہ خیر القرون کے مسلمان عالم کے بارہ میں یہ سوچا ہی نہیں جاسکتا کہ وہ نبی پاک ﷺ کے خلاف جان بوجھ کر باتیں بتائے۔ استاد جی فرماتے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بہت نیک آدمی تھے مگر ان نے زمانہ میں نبی پاک ﷺ کی احادیثِ نفع نہیں ہوئی تھیں اس لئے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بہت سے مسئلے قیاس سے بیان کر دیئے، لیکن ساتھ ہی یہ بھی تاکید فرمادی تھی کہ میرا جو قول حدیث کے خلاف ہو وہ چھوڑ دینا، لیکن یہ خفی ضد کرتے ہیں۔ اس وقت ہمیں اتنا شعور نہیں تھا کہ استاد جی سے پوچھتے کہ استاد جی کیا وجہ ہے کہ امت کو فقہ کے تبع کرنے کی ضرورت پہلے پڑی اور حدیث کی بعد میں۔ اصحابِ صحاح ستہ یقیناً فقہ کے ائمہ اربعہ سے بعد ہوئے مگر کسی نے بھی اپنی کتاب میں نہ فقہ خفی کے رد کا باب باندھا نہ فقہ شافعی کے رد کا۔

### علمِ حدیث

پھر استاد جی ہمیں بتاتے کہ جس طرح کپڑا کپڑے کی دکان سے ملتا ہے، شکر کی دکان سے، اسی طرح حدیث صرف اور صرف اہل حدیث سے ملتی ہے اور کسی مدرسہ میں حدیث پڑھائی ہی نہیں جاتی۔ اگر ہمارے مدرسہ سے تم چلے گئے تو ساری عمر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرجاؤ گے لیکن تمہارے کان نبی پاک ﷺ کی ایک حدیث کو ترس جائیں گے۔ نبی ﷺ کا کلمہ پڑھنے والو! نبی ﷺ کی احادیث صرف یہاں ہی پڑھائی جاتی ہیں اور بس۔ اس وقت ہمیں بھی سمجھ نہ تھی اور نہ پتہ تھا کہ ان اہل حدیثوں کے بھائی اہل قرآن بھی ہیں لیکن یہ تو استاد کا فرض تھا کہ ہمیں کہتے کہ بیٹا قرآن صرف اہل قرآن سے پڑھنا چاہئے کیونکہ ان کا قرآن سے کیا تعلق۔ بہر حال ہمیں یہ منوالیا گیا کہ ہم دو چار آدمی نبی ﷺ کو مانتے ہیں باقی سب نبی کے منکر ہیں۔

## سوشید کا ثواب

ہمیں اچھی طرح یاد ہے کہ نوافل کا ادا کرنا کیا اس پر تو مذاق اڑایا کرتے تھے، سنتیں بھی خاص ضروری نہیں تھیں کیونکہ خفی نفل اور سنتوں کا پورا اہتمام کرتے تھے، ہاں جو سنتیں مردہ ہو چکی ہیں ان کو زندہ کرنے کی بڑی تاکید کی جاتی تھی مثلاً نماز باجماعت میں ساتھی کے ٹخنے پر نمنہ مارنا سنت ہے جو مردہ ہو چکی ہے اس پر عمل کرنا سوشید کا ثواب ہے، اسی طرح بلند آواز سے آمین کہنا سنت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ لوگ آمین سے چڑا کرین گے وہ میری امت کے یہودی ہیں اس لئے آمین اتنی بلند آواز سے کہو کہ جتنے خفیوں کے کان تک آواز جائے گی اتنے سوشیدوں کا ثواب ملے گا اور یہودیوں کو چڑانے کا ثواب الگ۔

## حقیقۃ الفقہ

اس کے ساتھ استاد جی کے پاس مولوی محمد یوسف جے پوری کی کتاب حقیقۃ الفقہ اور مولوی محمد رفیق پسروری کا رسالہ شمشیر محمدیہ بر عقائد حنفیہ اور شمع محمدی کتابیں تھیں۔ استاد جی ہمیں لے کر بیٹھ جاتے اور اس میں سے کوئی مسئلہ بناتے پھر پانچ منٹ تک ہم اور استاد جی کانوں کو ہاتھ لگا کر توبہ کرتے کہ ہائے ایسا گندہ مسئلہ نہ ہندوؤں کی کتابوں میں ہے نہ سکھوں کی کتابوں میں۔ ہائے اللہ! اگر ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں کو اس مسئلے کا علم ہو گیا تو وہ مسلمانوں کو کتنا ذلیل سمجھیں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمیں یہ بات خوب ذہن نشین کرائی جاتی تھی کہ دنیا میں مذہب خفی اتنا گندہ مذہب ہے کہ ہندو، سکھ، مجوسی، یہودی سب کافر بھی اس سے پناہ مانگتے ہیں۔

## طریق کار :

اب جب ہمارا ذہن پختہ ہو گیا تو استاد جی فرماتے : کسی ایک دو ساذہ خفی نوجوانوں کو اکسایا کرو کہ ہمیں مولوی صاحب کے پاس لے چلو۔ اگر وہ ہمیں

حدیث دکھادیں گے تو ہم خفی ہو جائیں گے۔ وہ بیچارے ہمیں لے جاتے ہم پوچھتے کہ مولانا یہ حدیث دکھائیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ مجھے چھوڑ کر امام ابو حنیفہ کی تقلید کرنا۔ سوال کرنے کے بعد ہم اس کا جواب کبھی غور سے نہیں سنتے تھے۔ ہاں ہر دو منٹ کے بعد ان دونوں حنفیوں کو گواہ بنا کر کہتے کہ دیکھو مولوی صاحب کو ایک حدیث بھی نہیں آتی۔ جب دو چار مرتبہ ہم مولوی صاحب کو کہتے کہ آپ کو تو ایک حدیث بھی نہیں آتی تو فطری بات ہے کہ مولوی صاحب کو غصہ آجاتا تو ہم اب اٹھ کر آجاتے۔ استاد صاحب بہت خوش ہوتے کئی گاؤں میں ہماری نمائش کرائی جاتی کہ دیکھو اس لڑکے نے فلاں خفی مفتی صاحب کو لا جواب کر دیا ہے، وہ ایک سوال کا جواب بھی نہیں دے سکا، ایک بھی حدیث اسے نہیں آتی۔ جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا کے فلک شگاف نعرے لگائے جاتے۔

### چھ نمبر :

استاد جی اس فن کے ماہر تھے، فرماتے تھے کہ حنفیوں کو زوج کرنے کے لئے قرآن، حدیث یا فقہ پڑھنے کی ضرورت نہیں، ہر ان پڑھ ان کو تنگ کر کے سوشلہ کا ٹاؤب لے سکتا ہے۔

(۱) جب کسی خفی کو ملو تو پہلے ہی اس پر سوال کر دو کہ آپ نے جو گھڑی باندھی ہے اس کا ثبوت کس حدیث میں ہے؟ اس قسم کے سوال کے لئے کسی علم کی ضرورت نہیں۔ آپ ایک چھ سالہ بچے کو میڈیکل شعور میں بھیج دیں وہ دوائی پر ہاتھ رکھ کر یہ سوال کر سکتا ہے کہ اس دوا کا نام کس حدیث میں ہے؟ اس سوال کے بعد اگر اپنی مسجد میں بتانا ہے کہ میں نے فلاں خفی مولوی صاحب سے حدیث پوچھی وہ نہیں بتا سکے۔ پھر ہر غیر مقلد بچے اور بوڑھے کا فرض ہوتا ہے کہ وہ ہر ہر گلی میں پروپیگنڈہ کرے کہ فلاں خفی مولوی صاحب کو ایک بھی حدیث نہیں آتی۔



(۲) دوسرا نمبر یہ ہے کہ خدا نخواستہ اگر تم کہیں پھنس جاؤ اور تمہیں کوئی کہے کہ تم نے جو چین جیب میں لگا رکھا ہے اس کا نام حدیث میں دکھاؤ تو گھبراتا نہیں فوراً ان سے پوچھو کہ کس حدیث میں یہ منع ہے؟ اور شور مچا دو کہ منع کی حدیث نہیں دکھا سکے نہ فلاں کام کے کرنے کی حدیث دکھا سکے نہ فلاں کام کے منع کی حدیث دکھا سکے۔ اب سب غیر مقلد یہ پروپیگنڈہ کریں گے جی کہاں سے بچا رہے حدیث لائیں فقہ ہی تو ساری عمر پڑھتے پڑھاتے ہیں۔

(۳) اور اگر کسی جگہ پھنس جاؤ کہ کوئی صاحب کوئی حدیث کی کتاب لے آئیں کہ تم اہل حدیث ہو دیکھو کتنی احادیث ہیں جن پر تمہارا عمل نہیں تو گھبرانے کی ضرورت نہیں فوراً ایک قعبہ لگا کر کہا کرو لوجی 'یہ حدیث کی پتہ نہیں کون سی کتاب لے آئے۔ ہم تو صرف بخاری و مسلم اور زیادہ مجبوری ہو تو صحاح ستہ کو مانتے ہیں' باقی حدیث کی سب کتابوں کا پوری وحثائی سے نہ صرف انکار کر دو بلکہ استنزاء بھی کرو اور اتنا مذاق اڑاؤ کہ پیش کرنے والا ہی بے چارہ شرمندہ ہو کر حدیث کی کتاب چھپالے اور آپ کی جان چھوٹ جائے۔

(۴) اگر بالفرض کوئی ان چھ کتابوں میں سے کوئی حدیث دکھاوے جو تمہارے خلاف ہو تو فوراً کوئی شرط اپنی طرف سے لگا دو کہ فلاں لفظ دکھاؤ تو ایک لاکھ روپیہ انعام۔ جیسے مرزائی کہتے ہیں کہ ان الفاظ میں حدیث دکھاؤ کہ مسیح علیہ السلام اسی جسدِ عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے وہ حدیث صحیح صریح مرفوع غیر مرجوح ہو یا غیر مقلد کہتے ہیں کہ رفع یدین کے ساتھ منسوخ کا لفظ دکھاؤ اور اس اپنے لفظ پر اتنا شور مچاؤ کہ وہ خود ہی خاموش ہو کر رہ جائے۔

(۵) اگر بالفرض وہ لفظ مل ہی جائے اور مخالف دکھاوے کہ دیکھو جس لفظ کا تم نے مطالبہ کیا تھا تو پورے زور سے تین مرتبہ اعلان کر دو کہ ضعیف ہے 'ضعیف ہے' ضعیف ہے۔ اب حدیث بھی نہ ماننی پڑی اور رعب بھی قائم ہو گیا کہ دیکھو مولوی صاحبان کو تحقیق ہی نہیں تھی۔ اس ان پڑھ کو پتہ چل گیا کہ حدیث

ضعیف ہے۔

(۶) استاد جی تاکید فرماتے تھے کہ جو نماز نہیں پڑھتا اس کو نہیں کہنا کہ نماز پڑھا کرو۔ ہاں جو نماز پڑھ رہا ہو اس کو ضرور کہنا ہے کہ تیری نماز نہیں ہوئی۔ بس یہ چھ نمبر ہمارے علم کلام کا محور تھے۔ والد صاحب پابند و صوم و صلوة، تہجد گزار اور عابد آدمی تھے۔ روز ان سے جھگڑا ہوتا کہ نہ تمہاری نماز ہے نہ تمہارا دین ہے اور نہ تمہاری تہجد مقبول ہے اور نہ کوئی اور عبادت۔ والد صاحب فرماتے لڑا نہیں کرتے، تیری نماز بھی ہو جاتی ہے اور ہماری بھی۔ میں کہتا کہ کتنا بڑا دھوکہ ہے، کیا ایک خدا نے دو نمازیں اتاری ہیں، ایک مدینہ میں، ایک کوفہ میں۔ ہماری نماز نبی ﷺ والی نماز ہے جو ہمیں جنت میں لے کر جائے گی۔ تمہاری نماز کوفہ والی نماز ہے یہ تمہیں سیدھا جہنم میں لے جائے گی۔ والد صاحب فرماتے بکواس نہ کیا کرو۔ ہم اس کو اپنی بہت بڑی فتح سمجھتے تھے اور ساتھ یہ بھی رعب کہ میں تو آپ کا بہت احترام کرتا ہوں ورنہ اگر میں فقہ کا گند کھول دوں تو تفتن سے سب کے دماغ پھٹ جائیں گے۔ چند سال اسی صورت میں گزر گئے۔

### نقل مکانی :

ہم وہاں سے دوسری جگہ چلے گئے وہاں نہ کوئی اکسانے والا نہ شاباش دینے والا، البتہ شہر میں میں ایک مدرسہ میں ایک وقت پڑھنے چلا جاتا وہاں میرے اسباق علم النحو، بلوغ المرام اور نسائی شریف تھے۔ مقصد تعلیم کسی کتاب کا پورا پڑھنا نہیں ہوتا تھا بس فاتحہ خلف الامام، رفع یدین، آمین، سینے پر ہاتھ باندھنا، ناکلیں چوڑی کرنا اگر آجائیں تو فرسٹ ڈویژن میں پاس ہو جانا یقینی تھا البتہ اب گاؤں میں وہ گرما گرمی باقی نہ رہی تھی۔

## تحریک ختم نبوت

اسی دوران ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت چلی ہمارے لکھنؤی صاحبانِ تحریک کے مخالف تھے کیونکہ وہ قادیانیوں کو مسلمان کہتے تھے، اس تحریک میں علاقہ چھچھ کے دو بزرگ حضرت مولانا سید محمد عبدالحنان صاحبِ قدس اللہ سرہ تاجک والے اور حضرت مولانا عبدالقدیر صاحبِ قدس اللہ سرہ سابق شیخ الحدیث تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی اپنے علاقہ سے تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں گرفتار ہوئے ان دونوں حضرات کو سایہال جیل منتقل کر دیا گیا۔ اس جیل میں اوکاڑہ کے قائد تحریک ختم نبوت حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب سیوہاروی فاضل دیوبند بھی موجود تھے۔ اول الذکر دونوں بزرگ فاضل دیوبند اور امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری نور اللہ مرقدہ کے اخص تلامذہ میں سے تھے۔ حضرت مولانا سیوہاروی نے دونوں حضرات کو راضی کر لیا کہ وہ رہائی کے بعد اوکاڑہ میں تدریس فرمائیں گے۔ چنانچہ دونوں حضرات اوکاڑہ تشریف لے آئے، احناف نے ”اوکاڑہ میں علم و عرفان کی بارش“ کے بہت اشتہارات شائع کئے اور ان حضرات کا شاندار استقبال کیا۔

## مناظرہ کا شوق

اس وقت میرے غیر مقلد استاد جناب مولانا عبدالباق صاحب مجدد کھنڈیلوی تھے۔ آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ سنا ہے کہ علامہ انور شاہ کے شاگرد آئے ہیں ان سے مناظرہ کرنا ہے، میں نے کہا کہ حضرت وہ کیا کریں گے خود امام ابو حنیفہ بھی قبر سے اٹھ کر آجائیں تو ہمارا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ ہمارے پاس حدیث ہے ان کے پاس قیاس۔ استاد صاحب اس پر بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں اور ایک اشتہار دیا جس کا عنوان تھا ”دنیا بھر کے حنفیوں کو گیارہ ہزار روپے انعام کا کھانا پیش“ فرمایا یہ اشتہار لے جاؤ فتح یقیناً تمہاری ہے۔

## عید گاہ میں

ان حضرات کا قیام عید گاہ کے مدرسہ میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت مولانا عبدالحنان صاحب کے گرد بہت مخلوق ہے اور حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب کے گرد کچھ کم لوگ ہیں۔ میں نے اندازہ لگایا کہ اول الذکر ان دونوں حضرات میں سے بڑے عالم ہیں۔ میں ان کے پیچھے چارپائی پر بیٹھ گیا، حضرت کے کندھے، پھر سر کو سہلانا شروع کر دیا۔ حضرت نے دو تین دفعہ میری طرف دیکھا اور خاموش رہے، چوتھی مرتبہ پوچھا کیا کام کرتے ہو، میں بھی موقع کی تلاش میں تھا بحثِ نبیب سے اشتہار نکال کر حضرت کے سامنے پھیلا دیا اور عرض کیا کہ حضرت اہل حدیث حضرات نے ہمیں بت تک کر رکھا ہے، وہ فی حدیث ہزار روپیہ انعام بھی دیتے ہیں لیکن ہمارے علماء کے پاس کوئی حدیث نہیں ہے، آپ ضرور میری رہنمائی فرمائیں اور یہ حدیث لکھوادیں جن میں ان گیارہ سوالوں کا جواب ہو۔ حضرت نے فرمایا میں نے پنجاب میں تدریس بہت کم کی ہے میری اردو زیادہ صاف نہیں، مولانا عبدالقدیر صاحب نے اکثر تدریس پنجاب میں کی ہے اور ان کی اردو بھی صاف ہے اور ان کو ان مسائل میں دلچسپی بھی ہے ان سے سمجھ لیں۔ میں اٹھا اور مولانا عبدالقدیر صاحب کی طرف چلا۔ ادھر حضرت نے مولانا کو آواز دی کہ مولانا! لڑکا ذہین ہے آپ اس کو سمجھائیں اللہ تعالیٰ سے بڑی امید ہے انشاء اللہ پہلے ہی جلاب سے گند نکل جائے گا۔ حضرت کے فرمانے پر مولانا نے میرے ہاتھ سے اشتہار لیا اور پڑھنے لگے۔ مولانا اشتہار پڑھ رہے تھے میں مولانا کا چہرہ پڑھ رہا تھا، کبھی تھوڑا سا زیر لب مسکرا دیتے اور کبھی پیشانی پر ناراضگی کے شکن ابھر آتے، بہر حال مولانا نے پورا اشتہار پڑھ لیا۔

نیت :

حضرت نے سب سے پہلے یہ ارشاد فرمایا کہ بیٹا اپنی نیت درست کر لو اگر

کوئی شخص اس نیت سے مسئلہ پوچھتا ہے کہ دین کا مسئلہ سمجھ کر عمل کرنا ہے تو مسئلہ پوچھنے کا اجر الگ ملتا ہے اور اس پر عمل کرنے کا الگ۔ اور اگر کسی شخص کی نیت مسئلہ پوچھنے میں شرارت یا فتنے کی ہو تو مسئلہ پوچھنے کا گناہ الگ ہو گا اور شرارت کا الگ۔ فرمایا میں تو اسی نیت سے مسئلہ سمجھاؤں گا کہ خالص اللہ کی رضا مقصود ہے اور بس۔ میں نے کہا کہ میں بھی اللہ ہی کی رضا کے لئے سمجھنا چاہتا ہوں۔

### دلیل کس کے ذمہ ؟

حضرت نے فرمایا کہ اس اشتہار میں بہت سے دھوکے ہیں مگر مولویوں کے دھوکے مولوی ہی سمجھ سکتے ہیں، ہر شخص کے بس کا روگ نہیں۔ فرمایا اگرچہ اشتہار والے نے اپنے آپ کو اہل حدیث لکھا ہے مگر دراصل یہ منکر حدیث ہے کیونکہ مشہور حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ”البینۃ علی المدعی“ کہ گواہ مدعی کے ذمہ ہوتے ہیں اور دنیا کی ہر عدالت بھی ہمیشہ مدعی سے ہی گواہ مانگتی ہے۔ ان گیارہ کے گیارہ مسائل میں مدعی غیر مقلد ہیں۔ دلیل ان کے ذمہ ہے مگر اس نے اپنی کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لئے الٹے ہم سے سوال کر ڈالے ہیں۔ فرمایا اس کو مثال سے سمجھو۔ رافضی اذان میں کچھ کلمات زیادہ کہتے ہیں مثلاً اشہد ان علیاً ولی اللہ الخ اب ہمیں تو حق ہے کہ ان سے سوال کریں کہ آپ کسی آیت یا حدیث سے ثابت کریں کہ نبی اکرم ﷺ یا کم از کم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کلمات کا ثبوت ہو مگر وہ قیامت تک اس کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ وہ اپنے جاہل مریدوں کو دھوکا دینے کے لئے اگر یوں سوال بنائیں جس طرح اس غیر مقلد نے بنایا ہے کہ دنیا بھر کے غیر مقلد اکٹھے ہو کر ایک حدیث صحیح صریح مرفوع غیر مجروح ایسی پیش کریں کہ آنحضرت ﷺ نے یا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اذان میں یہ کلمات کہنے سے منع فرمایا ہو تو منع کا لفظ دکھانے پر مبلغ ایک لاکھ روپیہ نقد انعام دیا جائے گا۔ اب آپ ایسی حدیث اپنے

استاد سے لکھوالاؤ یا شیعہ مذہب کا سچا ہونا اور غیر مقلدوں کے مذہب کا جھوٹا ہونا مان لو کہ ساری دنیا کے غیر مقلد ایک حدیث نہیں دکھاسکے۔ میں نے کہا ہم کیوں حدیث دکھائیں جو یہ کلمات زائد کہتے ہیں وہ اس کا ثبوت پیش کریں۔ ہمیں منع کی حدیث سنانے کی کیا ضرورت ہے، یہ سوال تو محض دھوکا ہے۔ فرمایا پھر رفع یدین تم کرتے ہو اور حدیث ہم سے منع کی مانگتے ہو یہ بھی ایسا ہی دھوکا ہے۔ پھر فرمایا دیکھو قرآن پاک کی پہلی سورۃ فاتحہ ہے، اسی کا نام ام القرآن ہے اور اسی پر زیادہ جھگڑے ہیں۔ کوئی فاتحہ علی الطعام پر لڑتا ہے اور کوئی فاتحہ خلف الامام پر۔ جبکہ سورۃ فاتحہ میں بنیادی طور پر دو ہی مسئلے ہیں۔ مسئلہ توحید اور مسئلہ تقلید۔ فاتحہ علی الطعام والوں کو توحید اچھی نہیں لگتی اور فاتحہ خلف الامام والوں کو تقلید اچھی نہیں لگتی۔ یعنی فاتحہ کے ماننے کو دل کسی کا بھی نہیں چاہتا۔ پھر مجھ سے پوچھا کہ اگر تمہارا مناظرہ فاتحہ علی الطعام والوں سے ہو جائے تو آپ ان سے سوال کریں گے کہ ایصال ثواب کی نیت سے کھانے پر فاتحہ پڑھنے کی حدیث لاؤ یا ان کو بھی سوال کا حق دیں گے کہ ساری دنیا کے غیر مقلدین مل کر صرف ایک حدیث صحیح صریح مرفوع غیر مجروح ایسی پیش کر دیں کہ حضور اکرم ﷺ نے خاص ایصال ثواب کی نیت سے کھانا سامنے رکھ کر اس پر فاتحہ پڑھنے سے منع فرمایا ہو۔ خاص منع کا لفظ دکھانے پر ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔ فرمایا جاؤ ایسی حدیث لے آؤ۔ میں نے کہا جب کھانے پر فاتحہ وہ پڑھتے ہیں تو وہ دلیل لائیں ہم سے منع کی دلیل کیوں مانگتے ہیں۔ فرمایا پھر امام کے پیچھے تم فاتحہ پڑھتے ہو یا ہم۔ میں نے کہا ہم۔ فرمایا پھر ہم سے منع کی حدیث کیوں مانگتے ہو۔ کیا شعیب علیہ السلام کی قوم کی طرح آپ کے لینے کے باٹ اور ہیں اور دینے کے باٹ اور ہیں؟ آپ کو آنحضرت ﷺ کا فرمان یاد نہیں کہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرو جو تمہیں اپنے لئے پسند ہو۔

## دلیل خاص کا مطالبہ

فرمایا مدعی سے بھی دلیل کا مطالبہ تو کیا جاسکتا ہے مگر دلیل خاص کا مطالبہ جائز نہیں ہوتا۔ یہ تو کافروں کا طریقہ تھا کہ وہ ان معجزات کو نہیں مانتے تھے جو نبی پاک ﷺ کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے بلکہ اپنی طرف سے شرطیں لگا لگا کر فرمائشی معجزات کا مطالبہ کرتے تھے۔ پھر اگر فرمائشی معجزہ نہ دکھایا گیا تو ان کو یہ حق تو تھا کہ کہتے کہ ہمارا فرمائشی معجزہ نہیں دکھایا گیا مگر وہ یہ پردہ پیکنڈہ کرتے تھے کہ سرے سے کوئی معجزہ دکھایا ہی نہیں گیا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک آدمی آئے اور کہے کہ میں بہت گنہگار ہوں ساٹھ سال عمر ہو گئی ہے سبھی نماز نہیں پڑھی آن تو بہ کرنے آیا ہوں آپ مجھے مکمل نماز کا طریقہ سکھادیں مگر میری صرف ایک شرط ہے کہ نمازوں کی رکعتیں بھی قرآن سے دکھائیں، ثناء بھی، تشہد بھی، درود شریف کے الفاظ بھی صرف قرآن سے دکھائیں کیونکہ میں خدا کی عبادت صرف خدا کی کتاب کے مطابق کرنا چاہتا ہوں اور کسی کو نہیں مانتا تو کیا آپ اس کو یہ سب چیزیں قرآن سے دکھادیں گے؟ اگر نہ دکھاسکیں اور وہ یہ کہے کہ قرآن سے نماز نہیں سکھاسکے تو ٹھیک ہے مگر یوں کہے کہ ان مسائل کا کوئی ثبوت نہیں دے سکے تو یہ بات غلط ہے۔ اسے کہتے ہیں دلیل کو خاص کرنا۔ اگر کسی عدالت کے ساتھ یہ معاملہ کیا جائے تو وہ عدالت ساری عمر میں ایک مقدمہ کا بھی فیصلہ نہ کر سکے۔ مثلاً عدالت مدعی سے گواہ مانگے گی، مدعی جو گواہ بھی پیش کرے آپ کو اس گواہ پر جرح کا پورا حق دے گی مگر آپ کو گواہ خاص پر ضد کرنے کی اجازت نہیں دے گی کہ مدعی نے زید کو گواہ بنایا۔ عدالت آپ سے کہے کہ اس پر جرح کرو آپ کہیں کہ میں اپنے کو گواہ ہی نہیں مانتا۔ بلکہ کا صدر یا وزیر اعظم کو اسی دے دے میں مانوں گا تو کیا کوئی عدالت اس غلط اصول پر چل سکے گی۔

## ایمان نبی پر یا شرط پر :

حضرت نے فرمایا جیسے کافر ایمان نبی پر نہیں اپنی فرمائش پر رکھتے تھے اسی طرح تم یہ بات دل سے نکال دو کہ تمہارا ایمان نبی ﷺ پر ہے۔ ہرگز نہیں۔ تمہارا ایمان صرف اپنے استلو کی شرط پر ہوتا ہے جس طرح کافر نبی پاک ﷺ سے کہتے تھے کہ جو ہم کہتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے کہلوا دیا اللہ تعالیٰ سے کہو دو تو ہم مان لیں گے ورنہ نہیں۔ اسی طرح آپ کے استلو آپ کو ایک عبارت لکھ دیتے ہیں کہ بعینہ یہ الفاظ اللہ کے نبی ﷺ سے کہلوا دو تو ہم مان لیں گے ورنہ اس سے پہلے جو آپ ﷺ نے از خود فرمایا ہے وہ ہم ہرگز نہیں مانیں گے۔ اب میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ بات تو مولانا بالکل صحیح فرما رہے ہیں ہمیں کوئی سو حدیث بھی سنا دے ہم اس پر توجہ ہی نہیں دیتے بلکہ بیکار سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں کہ ہمارے استلو نے جو لفظ مانگا ہے وہ حضور ﷺ نے کیوں نہیں فرمایا۔ یہ تو گویا رسول پاک ﷺ کو مشورہ دیتا ہے کہ حضرت آپ نے کوئی مسئلہ بتانا ہو تو فقرہ ہم سے بولا لینا اور شرط بھی ہم سے پوچھ لینا کیونکہ اگر آپ نے ہماری شرط کے مطابق ہمارا ہی لکھا ہوا فقرہ بیان نہ فرمایا تو ہم ہرگز آپ کی بات نہیں مانیں گے۔

## ایک سوال :

میں نے عرض کی کہ حضرت آپ بھی کوئی سوال ایسا بنا سکتے ہیں کہ اس میں صرف حدیث کا مطالبہ ہو اور ساتھ انعام کا بھی وعدہ ہو اور ہمارے استاد بھی اس طرح کی حدیث پیش نہ کر سکیں بلکہ اس سوال کو دھوکا کہنے پر مجبور ہوں جیسے آپ ان کے سوالات کو دھوکا فرما رہے ہیں۔ مولانا نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ کیا دھوکا بھی اچھی چیز ہے کہ ہم بھی شروع کر دیں۔ میں نے کہا مجھے سمجھانے کے لئے آپ ضرور کوئی سوال لکھ دیں تو حضرت نے اسی اشتہار کے دوسری طرف سوال لکھا کہ آپ اپنی ہی شرط کے موافق ایک ہی حدیث صحیح صریح مرفوع غیر مجروح



ایسی پیش فرمائیں جس سے ثابت ہو کہ دلیل شرعی صرف حدیث صحیح صریح مرفوع غیر مجروح میں ہی منحصر ہے تو میں آپ کو پچاس ہزار روپے نقد انعام دوں گا اور مولانا نے اس پر دستخط فرمادیئے۔ ان کے دستخط فرمانے سے میں سوچنے لگا کہ ہمارے استاد صاحب تو ہمیں روز تاکید کرتے ہیں کہ چیلنج پچاس ہزار روپے سے کم کا نہیں دینا مگر دستخط کبھی پانچ پیسے پر بھی نہیں کرنے لیکن مولانا نے پچاس ہزار روپے پر بلا جھجک دستخط فرمادیئے ہیں۔

### واپسی

اب میں وہ اشتہار لے کر اٹھا۔ واپس آیا تو استاد جی بڑی بے قراری سے گیٹ پر کھڑے میرا انتظار کر رہے تھے۔ جب میں واپس پہنچا تو پوچھا کوئی ہمارے اشتہار کو ہاتھ لگاتا ہے۔ میں نے کہا حضرت آج تو بہت بری طرح ہاتھ لگایا اور انہوں نے بھی ایک حدیث کا مطالبہ کیا ہے اگر آپ لکھ دیں تو وہ پچاس ہزار روپیہ انعام دیں گے۔ انہوں نے دستخط بھی کر دیئے ہیں۔ استاد جی! آپ حدیث لکھ دیں میں انعام لے کر آتا ہوں۔ دسمبر کا سردی کا مہینہ تھا۔ استاد جی نے سوال کی ایک سطر پڑھتے ہوئے پورے زور سے تین مرتبہ پسینہ صاف فرمایا۔ استاد کو پسینہ میں غرق دیکھ کر سوال کے وزن کا اندازہ مجھے بھی ہو رہا تھا۔ ادھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری ہدایت کا وقت آن پہنچا تھا۔ استاد جی کے منہ سے سوال پڑھتے ہی پہلا جملہ یہ نکلا بیانیہ شرطیں اللہ کے کے لئے لگائی جاتی ہیں۔ یہ سنتے ہی میرے تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی میں نے کہا حضرت دھوکا اور دین میں اور وہ بھی قرآن و حدیث کے نام پر۔ میں نے کہا استاد جی! یہ تو آج مولانا نے سمجھایا ہے کہ تمہارا ایمان نبی پر نہیں، تمہارا ایمان محض استاد کی جعلی شرطوں پر ہے اور آج آپ نے خود ہی ان شرطوں کو دھوکا فرمادیا تو ہم تو کہیں کے بھی نہ رہے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

## ایک اور سوال

استاد صاحب کی درسگاہ میں تپائی پر استاد صاحب کی کتابیں کاپیاں وغیرہ میں ہی رکھا کرتا تھا۔ ان میں دو موٹی موٹی کاپیاں تھیں ایک پر لکھا تھا ”تقریر صحیح بخاری شریف از علامہ انور شلہ صاحب کشمیری صدر مدرس دارالعلوم دیوبند“ دوسری پر لکھا تھا ”تقریر ترمذی شریف از سید حسین احمد مدنی صدر مدرس دارالعلوم دیوبند“ ایک دن میں نے استاد جی سے پوچھا تھا کہ استاد جی! آپ ان مشرکوں کی کاپیاں اپنے پاس کیوں رکھتے ہیں؟ اس زمانہ میں علمائے احناف کو مشرک کہنا ہمارے ہاں بہت بڑی نیکی اور استاد محترم کو خوش کرنے کا بہت بڑا ذریعہ تھا۔ استاد محترم اس پر بہت خوش ہوتے اور خوب شاباش دیتے۔ استاد جی نے فرمایا بیٹا مسائل میں ہمارا ان کے ساتھ اختلاف ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو علم سے بہت نوازا ہے، ہم ان کی کاپیاں پڑھے بغیر نہ بخاری پڑھا سکتے ہیں نہ ترمذی۔ آج وہ بات میرے ذہن میں ابھر آئی میں نے پوچھا استاد جی! آپ دھوکا ان لوگوں کے ساتھ کرتے ہیں جن کی کاپیاں پڑھے بغیر آپ بخاری اور ترمذی نہیں پڑھا سکتے؟ استاد جی نے یہ بات سن کر فرمایا جاؤ دفع ہو جاؤ اب وہاں نہ جانا۔ میں نے کہا استاد جی آپ حدیث تو لکھ دیں میں انعام لے کر آتا ہوں۔ استاد جی نے ایک تھپڑ مارا کہ جاؤ بیٹو۔

## دوبارہ جانا :

اب عصر کے بعد میں دوبارہ حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ بات تو کنتہم ہو گئی کہ یہ سوالات محض دھوکا ہیں لیکن یہ فرمائیے کہ آپ لوگ حدیث کے مقابلہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اقوال کو کیوں ترجیح دیتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا یہ بالکل جھوٹ ہے۔ حضرت نے مجھے مطالعہ کے لئے اعلاء السنن عنایت فرمائی جس کے ساتھ اردو ترجمہ بھی تھا۔ اب میں جب احادیث پڑھتا تھا تو حیرانی ہوتی تھی کہ یہ کتنا بڑا

جھوٹ ہے جو ہم روزانہ بولتے ہیں۔ اب میں اپنے استاد جی سے پوچھتا کہ استاد جی ان سب احادیث کو جو اعلاء السنن میں لکھی ہیں آپ کیوں نہیں مانتے اور ان پر عمل کرنے والوں کو آپ اہل الرائے کیوں کہتے ہیں؟ اور اس کتاب کا کوئی مکمل جواب کسی غیر مقلد عالم نے لکھا ہو تو مجھے بتائیں میں اس کا بھی مطالعہ کروں مگر پورے تجسس کے بعد بھی یہی پتہ چلا کہ اس کے جواب سے ساری دنیائے غیر مقلدیت عاجز ہے۔ میں اس کتاب اعلاء السنن کا وہاں مدرسہ میں بیٹھ کر مطالعہ کرتا تو استاد جی سخت ناراض ہوتے بلکہ ایک دودفعہ میری پٹائی بھی کی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ الحمد للہ حدیث کے اتنے دشمن کیوں ہیں؟ میں کہتا آپ مجھے احادیث کیوں نہیں پڑھنے دیتے؟ وہ بس ایک ہی رٹ لگاتے کہ یہ حدیث کی کتاب تم ہمارے مدرسے میں کیوں لائے؟ میں نے ایک دن دیوار پر خوشخط یہ حدیث لکھ دی کہ آپ ﷺ سے متواتر حدیث میں ہے اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر (کہ فجر کی نماز کو روشن کر کے پڑھو اس میں زیادہ ثواب ہے) پوری مسجد میں شور مچ گیا یہ حدیث کس نے لکھی؟ کیوں لکھی؟ مارو نکالو اس کو۔ اگلے دن میں نے دیوار پر یہ حدیث لکھ کر لگا دی ابر دو بالصلوة فان شدة الحر من فیح جہنم۔ کہ ظہر کی نماز بخنڈی کر کے پڑھو گرمی کی شدت جہنم کے سانس سے ہے۔ اس پر میری جواب طلبی ہوئی کہ تم شرارتیں کیوں کرتے ہو۔ اگلی نماز سے پہلے میں نے دیوار پر یہ حدیث لگا دی فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ سخت ہے۔ میں یہ اندازہ لگاتا تھا کہ ان لوگوں کو جتنا بغض حدیث سے ہے کسی اور چیز سے نہیں۔

### تیسری بار :

پھر میں مولانا کے پاس گیا پوچھنے لگے تقلید مضعیٰ کو کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا شرک۔ فرمایا جتنے محدثین کا ذکر طبقات حنفیہ، طبقات مالکیہ، طبقات شافعیہ اور

طبقاتِ حنابلہ میں ہے کیا وہ سب مشرک ہیں؟ میں نے کہا بلا شک۔ فرمایا پھر تو حنابلہ سے والے بھی سب مشرک ہو گئے۔ تم بلوغ المرام پڑھتے ہو، ابن حجر شافعی بھی مشرک ہوا، تم نسائی پڑھتے ہو وہ بھی شافعی کا مقلد ہے مشرک ہوا۔ اب میں استاد صاحب کے پاس آیا میں نے پوچھا کہ کسی محدث یا مسلمہ مورخ نے محدثین کے حالات میں کوئی کتاب طبقاتِ غیر مقلدین نامی لکھی ہو تو وہ دکھائیں۔ استاد صاحب ناراض ہو گئے کہ تم بس شرارت کرتے ہو اور طلباء کو اعلاء السنن سے حدیثیں سناتے ہو اور مسجد کی دیوار پر حدیثیں لکھ لکھ کر لگاتے ہو۔ ہم ان باتوں کو برداشت نہیں کر سکتے۔ حدیثیں سنانے اور لکھنے سے باز آؤ ورنہ مدرسے سے نکل جاؤ، ہمارے پاس طبقاتِ غیر مقلدین نامی کوئی کتاب نہیں۔ میں پھر حضرت کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا کہ انگریز کے دور سے پہلے کی پاک و ہند میں غیر مقلدین کی کوئی مسجد، کوئی مدرسہ، کوئی قبر، کوئی ترجمہ قرآن، کوئی ترجمہ حدیث ہو تو دکھاؤ، کوئی نماز کی مکمل کتاب ہو تو وہ لاؤ۔ اب جب میں نے استاد جی سے یہ پوچھا تو کانٹو تو بدن میں لو نہیں۔ غصے میں بولے تمہیں شرارت کے سوا کچھ نہیں سوجھتا۔

### لطیفہ :

ایک دن نسائی کا سبق تھا اور مسئلہ قراءت خلف الامام کا۔ میں بھی سبق میں بیٹھا مگر کتاب ہاتھ میں نہیں لی۔ استاد جی نے پوچھا کتاب کہاں ہے؟ میں نے کہا کمرے میں۔ فرمایا لایا کیوں نہیں؟ میں نے کہا وہ تو مشرک کی لکھی ہوئی ہے میں کیوں ہاتھ لگاؤں؟ استاد جی نے ہل تو کھائے مگر خاموش رہے۔ امام نسائی نے باقاعدہ باب باندھا ہے باب تاویل قولہ تعالیٰ واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون اور پھر حدیث لائے ہیں اذا قرأ فانصتوا۔ گویا خدا اور رسول دونوں کا حکم ہے کہ امام جب قراءت کرے تو مقتدی خاموش رہیں۔ یہ آیت اور حدیث استاد صاحب کے خلاف تھی۔ استا۔

صاحب اس حدیث کو شہید کرنے پر قتل گئے۔ فرمایا: ابو خالد احمر دلس ہے، یہ حدیث جھوٹی ہے ابو خالد احمر کا کوئی متابع دنیا کی کسی حدیث کی کتاب میں نہیں۔ میں نے علامہ انور شاہ کشمیری سے بات کی، وہ بھی کوئی متابع نہ دکھاسکے۔ میں نے آٹھ دس مناظرہ کئے ہیں کوئی مان کا لعل جواب نہیں دے سکا۔ میں تو مطالعہ کر کے بیٹھا تھا دل ہی دل میں استاذ جی کی اس جرات پر شرمسار ہو رہا تھا مگر زبان سے خاموش تھا کہ استاد صاحب کی نظر عنایت مجھ پر ہوئی فرمایا، او خفی! خالد کا کوئی متابع ہے؟ حالانکہ میں ابھی خفی نہیں ہوا تھا۔ میں نے کہا استاذ جی! آپ اوپر کو منہ اٹھا کر بیٹھے ہیں اس طرح متابع کیسے نظر آئے گا۔ ذرا آنکھیں کتاب پر لگائیں تو اسی کتاب میں اس کا متابع محمد بن سعد انصاری موجود ہے اور میں نے اٹھ کر اس پر انگلی رکھ دی۔ اب تو استاد صاحب خفسے میں گالیوں پر اتر آئے۔ میں نے آہستہ سے تسبیح نکال کر پاس رکھ دی۔ فرمایا یہ کیا؟ میں نے عرض کیا آپ نے جو گالیوں کی تسبیح پڑھنی ہو وہ پڑھ لیں پھر مجھے بتائیں کہ آخر آپ کو سامنے پڑی ہوئی کتاب میں یہ متابع نظر کیوں نہیں آیا؟ بس پھر تو لاٹھی سے پٹائی شروع ہو گئی اور مجھے مدرسے سے نکال باہر کیا گیا۔ اب میں اعلاء السنن اور حضرت مولانا محمد حسن صاحب محدث فیض پوری کی کتاب ستہ ضروریہ، الدلیل المبین وغیرہ کا مطالعہ کرتا، لیکن ابھی ذہن سے غیر مقلدیت نکل نہیں رہی تھی۔ کوئی فقہ کا مسئلہ دیکھتا تو اس کے لئے حدیث کی تلاش میں بھارت۔ کئی ماہ بعد پھر ذہن نے پلٹا دکھایا اب اگر کوئی آیت یا حدیث پڑھتا تو ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا کہ اس کا جو مطلب ذہن میں آیا ہے وہ مرزا کا دیانی کی طرح نیا ہی ہے یا اکابر اور اسلاف نے بھی یہی مطلب سمجھا ہے تو اب خود رائی اور خود جینی کی بیماری ذہن سے نکلی اور غیر مقلدیت کا روگ دل سے رخصت ہوا اور میں اہلسنت والجماعت خفی مسلک پر جم گیا۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ اس مسلک حقہ پر استقامت نصیب فرمائیں۔ آمین۔

# اہل سنت والجماعت حنفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید  
المرسلین۔ امان بعد

معزز قارئین ! اس دنیا میں بہت سے دین پائے جاتے ہیں مگر ان میں سچا دین صرف اور صرف اسلام ہے: **إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ** (۱۹:۳) بیشک دین جو ہے اللہ کے ہاں سو یہی مسلمانی ”حکم ہمداری“ ہے۔ **وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ** (۸۵:۳) اور جو کوئی چاہے سوائے اسلام کے اور کوئی دین سو اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں خراب ہے۔۔۔۔۔ اسی طرح مسلمانوں میں کئی فرقے ملتے ہیں مگر ان میں نجات پانے والے صرف اہل سنت والجماعت ہیں۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا **مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي** یعنی نجات وہ پائیں گے جو میرے اور میرے صحابہ **رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ** کے طریقہ پر ہوں گے اور فرمایا میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا (ترتبی) اور فرمایا جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ مجھ سے نہیں (بخاری) اور ایک روایت میں تو آپ ﷺ نے تارک سنت کو ملعون فرمایا (مشکوٰۃ) اور اہل سنت والجماعت کے علاوہ باقی فرقوں کو آپ ﷺ نے دوزخی فرمایا (ابوداؤد)۔ حضرت ابو سعید خدری **رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ** فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ سے آیت **كُرِهُهُ يَوْمَ تَنْبُضُ** و **جُودَةٍ** کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا جن کے چہرے قیامت کے دن روشن ہوں گے وہ اہل سنت

والجماعت ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی یہی ارشاد فرمایا (الدر المنثور ص ۲/۶۳) اور آپ ﷺ نے فرمایا: حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں (الکامل لابن اثیر ص ۶۲/ج ۳)

## وضاحت

آپ ﷺ نے فرمایا میرے امتیو! میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ان پر مضبوطی سے قائم رہو گے تو گمراہ نہیں ہو گے: اللہ کی کتاب اور میری سنت (موطا ص ۷۲)۔ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جو ہر قسم کے شک و شبہ سے پاک ہے اور لفظی الامام یا وحی مملو ہے اور آپ ﷺ نے اس کتاب پر خود اللہ تعالیٰ کے سمجھانے سے اللہ تعالیٰ ہی کی زیر نگرانی عمل کر کے جو عملی نمونہ پیش فرمایا اس کو ”سنت“ کہتے ہیں اس سے اہل سنت کا معنی بھی سمجھ آ گیا کہ جو لوگ قرآن پاک پر اپنی خود راہی سے نہیں بلکہ رسول اقدس ﷺ کے عملی نمونے کو سامنے رکھ کر عمل کرتے ہیں وہ ”اہل سنت“ کہلاتے ہیں۔ کیونکہ الفاظ قرآن کے ہوں اور نمونہ عمل حضور ﷺ کا ہو یہی سنت ہے۔

## والجماعت

جس طرح قرآن پاک کو صحیح سمجھنے کے لئے صرف عربی زبان دان کی کافی نہیں اس کی صحیح تفسیر آپ ﷺ کی عملی زندگی ہے اسی طرح آپ ﷺ نے آنے والی امت کی پوری رہنمائی کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک عظیم جماعت تیار فرمائی جنہوں نے آپ ﷺ کی نگرانی میں آپ ﷺ کی سنتوں پر عمل کیا اور بعد میں آنے والوں کے لئے یہ حضرات سنت کے عملی نمونے قرار پائے جو نہ صرف یہ کہ نبی پاک ﷺ کی نگرانی میں تیار ہوئے بلکہ خداوند قدوس نے بھی مکمل نگرانی اور رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ (اللہ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے) کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا۔ آپ ﷺ نے تاکید حکم دیا کہ علیکم بالجماعة اس

جماعت کو لازم پکڑو اور جماعت سے کٹنے والے کو شیطان کا لقب فرمایا اور اس بکری سے تشبیہ دی جو چرواہے کی نگرانی اور ریوڑ سے نکل کر کسی بھیڑیے کا نوالہ بن جائے (احمد) شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فاهل السنة والجماعة هم المتبعون للنص والاجماع (منہاج السنۃ ص ۷۲/۳ ج ۳) یعنی اہل سنت وہ لوگ ہیں جو نص (کتاب و سنت) اور اجماع کی تابعداری کرتے ہیں۔

### تکمیل دین

اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری اور کامل کتب میں دین کی تکمیل کا اعلان فرمادیا۔ الیوم اکملت لکم دینکم۔ واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (۳:۵) آج میں پورا کر چکا تمہارے لئے دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین۔

### تکمیل دین

آپ ﷺ جو کامل دین اسلام لے کر آئے پوری دنیا کے لئے تھا۔ عرب میں تو آپ ﷺ کی حیات طیبہ ہی میں دین پھیل گیا۔ باقی عجم میں آپ کے صحابہ کرامؓ جو آپ ہی کی سنت کے نمونے تھے ان کے ذریعہ دین پھیلا اور اس کی پیشین گوئی خود قرآن پاک میں فرمادی گئی تھی ”وعدہ کر لیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے ہیں اور کہتے ہیں انہوں نے نیک کام البتہ پیچھے حاکم کر دے گا ان کو ملک میں جیسا کہ حاکم کر دیا تھا ان سے اگلوں کو اور جمادے گا ان کے لئے دین ان کا جو پسند کر دیا ان کے واسطے اور دے گا ان کو ان کے ڈر کے بدلے امن، میری بندگی کریں گے، شریک نہ کریں گے میرا کسی کو اور جو کوئی ناشکری کرے گا اس کے پیچھے، سوئی لوگ ہیں نافرمان“ (النور-۵۵)..... چنانچہ جس دین کی تکمیل آپ ﷺ پر ہوئی تھی وہ صحابہ کرامؓ (رضی اللہ عنہم) کی محنتوں اور کوششوں سے دنیا میں مضبوطی کے ساتھ جم گیا یہی وہ مقدس جماعت ہے جن کا ذکر خیر ہمارے نام میں ”والجماعت“ کے لفظ میں آگیا ہے۔



اہل سنت کے علاوہ کسی اہل بدعت کے نام میں نہ واجتماع ہے اور نہ اس سے مراد صحابہ کرام ہیں۔

### تدوین دین

قرآن پاک کی مکمل عملی تفسیر سنت تھی۔ اس سنت کے کامل عملی نمونے صحابہ کرامؓ تھے جو خدا اور رسول ﷺ کی زیر نگرانی تیار ہوئے۔ ان کے ذریعہ آپ ﷺ کی سنت پوری دنیا میں پھیل گئی۔ آپ ﷺ آفتاب ہدایت تھے اور آپ ﷺ کے صحابہ (رضی اللہ عنہم) ستارے تھے ان کے ذریعہ دین دنیا میں پھیل گیا۔ ان مقدسین کی مبارک زندگیوں میں گزرتی گئیں۔ ان کو یہ فرصت نہ ملی کہ آپ ﷺ کی سنت کو مدون و مرتب فرمادیتے لیکن یہ ایک اہم ضرورت تھی کہ جو دین قیامت تک کے لئے آیا ہے اس کو آسان اور عام فہم ترتیب میں پوری تفصیل سے مدون کر دیا جائے تاکہ قیامت تک کے مسلمان اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی سنتوں پر آسانی سے عمل کریں۔ چنانچہ یہ کام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے ہی آخری دور میں شروع ہو گیا اور تدوین کا پہلا سر اسیدنا امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہ کو نبی رحمہ اللہ کے سر بندھا اور اس کی پیشین گوئی بھی اشارتا کتب و سنت میں موجود تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ہا انتم ہٹو لاء تدعون لتنفقوا فی سبیل اللہ ومنکم من یبخل ومن یبخل فانما یبخل عن نفسه۔ واللہ الغنی وانتم الفقراء۔ وان تتولوا یستبدل قومًا غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم۔ ”سننے ہو تم لوگ! تم کو بلاتے ہیں کہ خرچ کرو اللہ کی راہ میں پھر تم میں کوئی ایسا ہے کہ نہیں دیتا اور جو کوئی نہ دے گا سونہ دے گا آپ کو اور اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو اور اگر تم پھر جاؤ گے تو بدل لے گا اور لوگ تمہارے سوائے پھر وہ نہ ہوں گے تمہاری طرح کے۔ (محمد: ۳۸) علامہ عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”یعنی اللہ تعالیٰ جس حکمت اور مصلحت سے بندوں کو خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے اس کا حاصل ہونا کچھ تم پر منحصر نہیں، فرض کیجئے تم اگر بخل کرو اور اس

کے حکم سے روگردانی کرو گے وہ تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم کھڑی کر دے گا جو تمہاری طرح بخیل نہ ہوگی بلکہ نہایت فراخ دلی سے اللہ کے حکم کی تعمیل اور اس کی راہ میں خرچ کرے گی۔ بنرکیف اللہ کی حکمت و مصلحت تو پوری ہو کر رہے گی ہاں تم اس سعادت سے محروم ہو جاؤ گے۔ حدیث میں ہے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ دوسری قوم کون ہے جس کی طرف اشارہ ہوا ہے تو آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ”اس کی قوم“ اور فرمایا ”خدا کی قسم اگر ایمان ثریا پر جانپنے تو فارس کے لوگ وہاں سے بھی اس کو اتار لائیں گے“ الحمد للہ صحابہؓ نے اس بے نظیر ایثار اور جوش ایمانی کا ثبوت دیا کہ ان کی جگہ دوسری قوم کو لانے کی نوبت نہ آئی۔ تاہم فارس والوں نے اسلام میں داخل ہو کر علم اور ایمان کا وہ شاندار مظاہرہ کیا اور ایسی زبردست دینی خدمات انجام دیں جنہیں دیکھ کر ہر شخص کو ناچار اقرار کرنا پڑتا ہے کہ بے شک حضور ﷺ کی پیشین گوئی کے موافق یہی قوم تھی جو بوقت ضرورت عرب کی جگہ پر کر سکتی تھی۔ ہزار ہا علماء و ائمہ سے قطع نظر کر کے تنہا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا جو دعویٰ اس پیشین گوئی کے صدق پر کئی شہادت ہے بلکہ اس بشارت عظمیٰ کے کمال اور اولین مصداق امام صاحب ہی ہیں۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ امیین (اہل عرب) کے ذکر کے بعد ارشاد فرماتے ہیں ”اور اٹھایا اس رسول کو (عرب کے علاوہ) ایک دوسرے لوگوں کے واسطے بھی جو ابھی نہیں ملے ان میں اور وہی ہے بڑا زبردست حکمت والا“ یہ بڑائی اللہ کی ہے، دیتا ہے جس کو چاہے اور اللہ کا فضل بڑا ہے“ (الجمعة ۳۳) علامہ عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں حق تعالیٰ نے پہلے عرب پیدا کئے، اس دین کے تھانے والے پیچھے عجم میں ایسے کمال لوگ اٹھے حدیث میں ہے کہ جب آپ ﷺ سے واکھیرین منہم لما یلحقوا بہم کی نسبت سوال کیا گیا تو حضرت سلمان فارسیؓ کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اگر علم یا دین ثریا پر جانپنے گا تو اس کی قوم فارس کا مرو وہاں سے بھی لے آئے گا۔ شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ وغیرہ

نے تسلیم کیا ہے کہ اس پیشین گوئی کے بڑے مصداق حضرت امام اعظم ابو حنیفہ النعمان رحمہ اللہ ہیں (تفسیر عثمانی حاشیہ ۷) چنانچہ اس پیشین گوئی کے مطابق سیدنا امام اعظم رحمہ اللہ نے دین کی تدوین فرمائی چونکہ قرآن پاک میں اسلام کا دوسرا نام ”دین حنیف“ ہے جس کی تکمیل آنحضرت ﷺ پر، حکمین صحابہ کرام کے ذریعہ ہوئی اور تدوین میں اولیت کا شرف امام صاحب رحمہ اللہ کو نصیب ہوا اس لئے پوری امت میں بلا تعلق آپ کی وصفی کنیت ابو حنیفہ قرار پائی یعنی دین حنیف کے پہلے مدون۔ آپ کا اسم گرامی نعمان ہے، ابن حجر کی رحمہ اللہ نے نعمان کے تین معنی لکھے ہیں: (۱) نعمان نعمت سے اسم مبالغہ ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تکمیل دین کو اتمام نعمت فرمایا تو سب سے بڑی نعمت کی تدوین جس سے ہوئی وہ واقعی اسم بامسی نعمان ہیں۔ (۲) نعمان ایک گھاس ہوتی ہے جس کی خوشبو دور دور تک پھیلتی ہے، امام علی مقام کے ذریعے نبی ﷺ کی عالمگیر سنت کی خوشبو پوری دنیا میں پھیلی۔ کسی اور امام کا مذہب اس کا عشر عشر بھی نہیں پھیلا، اس لئے بھی آپ اسم بامسی نعمان ہیں۔ (۳) نعمان اس خون کو کہتے ہیں جس پر زندگی کا مدار ہے جو جسم کے ایک ایک بال تک پہنچتا ہے۔ آپ نے پیارے نبی ﷺ کی پیاری سنت کی ایسی تفصیل فرمائی کہ انسان کی پیدائش سے موت تک زندگی کے ہر چھوٹے بڑے مسئلہ کا حل سنت سے تلاش کر لیا۔ اس معنی میں بھی آپ نعمان ہیں۔ نیز آپ کی فقہ بعد والوں کے لئے قوام کا کام دیتی ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ سب نے اس سے استفادہ کیا، اس معنی میں بھی آپ اسم بامسی نعمان ہیں۔ آپ کا لقب امام اعظم ہے کیونکہ رسول اقدس نے فرمایا اعظم الناس نصیباً فی الاسلام اہل فارس لو کان الاسلام فی الشریا لتناوله رجال من اہل فارس۔ (تاریخ ابو نعیم بحوالہ مقدمہ کتب التعلیم ص ۹۷) اسلام میں بڑا حصہ اہل فارس کا ہے اگر دین ثریا ستارے میں بھی ہو گا تو اہل فارس اسے لے آئیں گے۔ ظاہر ہے کہ جن کا اسلام میں نصیب اعظم ہے ان کا امام بھی

اعظم ہے۔ صحابہؓ کے بعد سب نے آپ کو اعظم مانا اور دنیا میں ”سواد اعظم“ آج تک آپ کے مقلدین کا ہے۔

الغرض رسول پاک آفتابِ ہدایت، صحابہ نجومِ ہدایت اور ثریا ستارے تک پہنچنے والے امام اعظم اہل سنت میں ہماری نیست آفتابِ ہدایت کے ساتھ جڑی، والجماعت میں نجومِ ہدایت کے ساتھ اور حنفی میں ستاروں تک پہنچنے والے ثریا جاہِ امام کے ساتھ۔ نبی پاک ﷺ دین کے لانے والے، صحابہ رضی اللہ عنہم دین کے پھیلانے والے، ائمہ اربعہ رحمہم اللہ دین کے لکھوانے والے۔ صحابہ نے یقیناً وہی دین پھیلایا جو نبی والا تھا اور ائمہ رحمہم اللہ نے وہی دین لکھوایا جو صحابہ والا تھا۔ ہمارا یہ نام اہل سنت والجماعت حنفی ہمارے مذہب کی متصل سند ہے جو مشلہ اور متواتر تعامل پر مبنی ہے۔ نبی ﷺ کی سنت کو صحابہ نے مشلہ سے لیا اور اس پر تواتر سے عمل جاری ہوا۔ اور امام صاحب رحمہ اللہ نے صحابہ کا مشاہدہ فرمایا ان کے متواتر عمل کو کتابوں میں مدون کروایا اور عملاً پوری دنیا میں اس کو متواتر کر دیا، ہر جگہ سنت پر عمل جاری ہو گیا، جس طرح ہمارا یہ نام رسول پاک ﷺ تک متصل سند ہے اسی طرح اس نام میں جامعیت بھی ہے۔ اہل سنت والجماعت بالترتیب چار دلائل شرعیہ کو مانتے ہیں۔ کتب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع امت اور قیاس .... اس نام میں چاروں دلیلوں کا ذکر ہے سنت میں الفاظ قرآن کے اور نمونہ عمل رسول خدا کا، والجماعت میں اجماع اور حنفی میں قیاس۔

فقہ حنفی کے چار اساس

’کتب‘، ’سنت‘، ’اجماع‘، ’قیاس‘

اب اس متصل اور مستند مسلک کے بارہ میں نام نہاد اہل حدیث کا تبصرہ بھی پڑھ لیں۔ پروفیسر عبداللہ بھادپوری اپنے کتابچہ میں لکھتے ہیں ”کس قدر افسوس کی بات ہے کہ عیسائی اور مرزائی جو کافر ہیں وہ تو اپنی نسبت اپنے نبی کی طرف کر کے عیسائی اور احمدی کہلائیں اور آپ مسلمان ہوتے ہوئے اپنے نبی کو چھوڑ کر اپنی نسبت امام کی

طرف کریں اور حنفی کہلائیں۔ کیا عیسائی اور مرزائی اچھے نہ رہے جنہوں نے کم از کم اپنی نسبت تو اپنے نبی کی طرف کی" (۱) اصلی اہل سنت ص ۳۔ مزید ارشاد فرماتے ہیں:

"اصلی باپ کے ہوتے ہوئے پھر کسی اور کی طرف منسوب ہونا کس شریعت کا مسئلہ ہے جب حضور ﷺ عارے روحانی باپ ہیں تو باپ کو چھوڑ کر کسی اور طرف نسبت کرنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے باپ کا نہیں، یا وہ غلط کار ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اپنے باپ سے نسبت توڑتا ہے وہ کفر کرتا ہے نیز اس پر جنت حرام ہے (ص ۴ ملخصاً)

مکرم قارئین! آپ نے عمل بالحدیث کی تابانی دیکھی گویا تمام حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، محدثین، فقہاء، مفسرین، اولیاء اللہ نبی ﷺ کو چھوڑ چکے ہیں وہ عیسائیوں اور مرزائیوں سے بدتر ہیں، ان میں سے کوئی بھی اپنے باپ کا نہیں وہ سب کافر ہیں، ان پر جنت حرام ہے۔ قرآن جائے اس عمل بالحدیث کے تھوڑا سا سستا کر پھر فرماتے ہیں "اسلام کا کوئی ایڈیشن یا کوئی قسم از قسم سوشلزم و جمہوریت نہیں جیسا کہ شافعییت اور حنفیت بھی اسلام کی قسمیں نہیں۔ سوشلزم ہو یا جمہوریت، حنفیت ہو یا شافعییت، دیوبندیت ہو یا بریلویت، یہ سب اسلام میں اضافے ہیں جن کا اسلام بالکل متحمل نہیں" (ص ۱۳) حضرات! عمل بالحدیث کی برکات دیکھئے اب دنیا میں کیسے مسلمان نظر آتا ہے؟

### اختلاف اور امتیاز

صحابہ کرامؓ میں اس پر اتفاق تھا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ سب سے افضل ہیں اس لئے کوئی ابو بکری نہیں کہلایا۔ ان کے بعد حضرت عمرؓ کے بارہ میں بھی اختلاف نہیں ہوا اس لئے کوئی عمری نہ کہلایا۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے بارہ میں کچھ اختلاف ہو گیا۔ جمہور صحابہ حضرت عثمانؓ کو حضرت علیؓ سے افضل کہتے تھے۔ وہ امتیاز کے لئے عثمانی کہلائے۔ جو حضرت علیؓ کو افضل کہتے تھے وہ علوی کہلائے۔ بعض تابعین کا عثمانی و علوی ملکانا بخاری ص ۴۳۳/ج ۱ پر ہے۔ شاید پروفیسر صاحب ان کے بارہ میں بھی

فرمائیں گے کہ وہ نبی علیہ السلام کو چھوڑ کر ان سب فتوؤں کے مستحق ہو گئے جن کا تجربہ حنفیوں پر کیا ہے۔ قرآن پاک کی قراتوں میں اختلاف ہوا تو امتیازی نام قاری عاصم رحمہ اللہ کی قراءت اور امام حمزہ رحمہ اللہ کی قراءت رکھے گئے، اس کا کسی نے یہ مطلب نہیں لیا کہ یہ خدا کا قرآن نہیں، قاری عاصم رحمہ اللہ کا گھڑا ہوا ہے۔ احادیث میں اختلاف ہوا تو کہنے لگے یہ بخاری کی حدیث ہے وہ ابو داؤد کی۔ اس پر بھی کوئی کفر کا گولہ نہیں پھینکا گیا۔ بالکل یہی حال فقہ کے اختلاف کے وقت حنفی اور شافعی کہلانے کا ہے۔ ہم عیسائیوں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو مسلمان، اہل بدعت خوارج و معتزلہ کے مقابلہ میں اہل سنت اور شافعی کے مقابلہ میں حنفی کہتے ہیں۔ جیسے ہم بھارتی کے مقابلہ میں اپنے آپ کو پاکستانی، سرحدی کے مقابلہ میں پنجابی، لاہوری کے مقابلہ میں اوکاڑوی کہتے ہیں۔ اوکاڑوی پنجاب اور پاکستان کو مان کر کہا جاتا ہے نہ کہ چھوڑ کر۔ پیچارے پر و فیسر صاحب کا یہ حال ہے کہ لفظ ”یا“ کا استعمال بھی صحیح نہیں جانتا۔ یہ لفظ ایک جنس کے درمیان آتا ہے جیسے آج نومبر ہے یا دسمبر، پیر ہے یا منگل۔ تو محمدی ہے یا موسوی، حنفی ہے یا شافعی اور یہ کہنا غلط اور مضحکہ خیز ہے کہ تو پاکستانی ہے یا پنجابی، آج نومبر ہے یا منگل، تو محمدی ہے یا حنفی۔ جو لوگ اردو کے ایک لفظ کا استعمال صحیح نہ کر سکیں وہ کتاب و سنت کو خاک سمجھیں گے۔ اللہ تعالیٰ اہل سنت والجماعت کو دسائوس سے محفوظ فرمائیں۔ آمین یا الہ العالمین۔



# تحقیق اور حق تحقیق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادرانِ اسلام ! آج دنیا میں علمی پندار نے کچھ ایسی آزاد روی اختیار کر لی ہے کہ جاہلیت تو صرف ایک ہی فتنہ تھی لیکن یہ آزادی نت نئے فتنوں کو جنم دے رہی ہے۔ جس کو دیکھو وہ دین میں تحقیق کا مدعی ہے اور بلا جھجک کہتا ہے کہ میں تحقیق کر رہا ہوں، اس بات پر اسے بڑا فخر اور غرور ہے۔

**تحقیق کا حکم :**

اس میں شک نہیں کہ دین اسلام ہی ایک تحقیقی دین ہے اور اس نے تحقیق کا حکم دیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ (الحجرات ۶)** ”اے ایمان والو ! اگر آئے تمہارے پاس کوئی گنہگار خبر لے کر تو تحقیق کر لو، کہیں جانہ پڑو کسی قوم پر نادانی سے، پھر کل کو اپنے کئے پر لگو پچھتائے۔“

شیخ الاسلام علامہ عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اکثر نزاعات اور مناقشات کی ابتداء جھوٹی خبروں سے ہوتی ہے اس لئے اول اختلاف و تفریق کے اس سرچشمہ کو بند کرنے کی تعلیم دی یعنی کسی خبر کو یونہی بے تحقیق قبول نہ کرو۔“ معلوم ہوا کہ دین و دنیا میں سارے فسادات کی بنیاد عدم تحقیق ہے، اگر دنیا میں بے تحقیق باتوں پر عمل کرو گے

تو دنیا کا نقصان ہوگا، اگر دین میں ہے، تحقیق باتوں پر عمل کیا تو دین برباد ہوگا۔

### تحقیق کا حق :

جس طرح دنیا میں ہر فن میں اسی کی بات تحقیقی مانی جاتی ہے جو اس فن میں کامل مہارت رکھتا ہو، نہ کہ کسی فن سے نا آشنا کی۔ مثلاً ہیرے جو اہرات کے بارہ میں ماہر جوہری کی تحقیق مانی جائے گی نہ کہ کسی موچی کی، سونے کے بارہ میں ماہر سنار کی تحقیق مانی جائے گی نہ کہ کسی کھسار کی اور قانون میں تحقیقی بات ماہر قانون دان کی ہوگی نہ کہ کسی مداری کی۔ اسی طرح دین میں بھی دین کے ماہرین کی تحقیق مانی جائے گی نہ کہ ہر کندہ ناتراش کی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے جس طرح تحقیق کا حکم دیا یہ بات بھی واضح فرمادی کہ تحقیق کا حق کس کس کو ہے؟ فرمایا:

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا (النساء/۸۳)

اور جب ان کے پاس پہنچتی ہے کوئی خبر امن کی یا ڈر کی تو اس کو مشور کر دیتے ہیں اور اگر اس کو پہنچا دیتے رسول تک اور اپنے حاکموں تک تو تحقیق کرتے اس کو جو ان میں تحقیق کرنے والے ہیں اس کی اور اگر نہ ہو تا فضل اللہ کا تم پر اور اس کی مہربانی تو البتہ تم پیچھے ہو لیتے شیطان کے مگر تھوڑے۔

شیخ الاسلام علامہ عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”یعنی ان منافقوں اور کم سمجھ مسلمانوں کی ایک خرابی یہ ہے کہ جب کوئی خبر آتی ہے تو اس کو بلا تحقیق کئے مشور کرنے لگتے ہیں اور اس میں اکثر نقصان اور فساد مسلمانوں کو پیش آتا ہے، منافع ضرر رسائی کی غرض سے اور کم سمجھ مسلمان کم فہمی کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ کمئیں سے کوئی خبر آئے تو چاہئے کہ اول پہنچائیں سردار تک اور اس کے نائبوں تک، جب وہ اس



خبر کی تحقیق اور تسلیم کر لیں تو ان کے کہنے کے موافق اس کو کہیں نقل کریں اور اس پر عمل کریں۔ ”اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تحقیق کرنے کا حق رسول اقدس ﷺ اور ان کے بعد اہل استنباط کو دیا ہے جن کو اصطلاح میں ”مجتہدین“ کہتے ہیں۔

### اہل استنباط

استنباط عربی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو پانی زمین کی تہ میں پیدا کر کے عوام کی نظروں سے چھپا رکھا ہے اس پانی کو کنواں وغیرہ بنا کر نکال لیتا۔ اللہ تعالیٰ نے اجتہاد اور فقہ کی ایسی عام فہم مثال دی کہ ہر شخص آسانی سے سمجھ جائے۔ یہ مثال دس کے پہلی بات تو یہ سمجھادی کہ انسانی زندگی کے لئے جتنا پانی ضروری ہے کہ اس کے بغیر نہ دھو، نہ غسل، نہ کپڑے صاف، نہ کھانا پکانا۔ اسی طرح اسلامی زندگی کے لئے فقہ ضروری ہے، عبادات ہوں یا معاملات، اقتصادیات ہوں یا سیاسیات، حدود ہوں یا تعزیرات، غرض زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں فقہ کی رہنمائی کی ضرورت نہ ہو۔ دوسری بات یہ سمجھادی کہ فقہ اور استنباط کسی شخص کی ذاتی خواہش کا نام نہیں۔ جس طرح زمین کی تہ میں جو پانی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ہی پیدا کیا ہوا ہے نہ کہ اس انسان کا جس نے کنواں کھود کر اس کو نکال لیا۔ جب بھی کوئی آدمی کسی کنوئیں کا پانی پیتا ہے تو اس عقیدے سے کہ اس پانی کا ایک ایک قطرہ خداوندِ قدوس کا ہی پیدا کیا ہوا ہے۔ ایک قطرہ بھی اس مستری نے پیدا نہیں کیا۔ اس نے صرف اپنی محنت اور اوزاروں کی مدد سے اس کو ظاہر کر دیا ہے تاکہ خلقِ خدا مستفید ہو، اسی طرح مجتہدین کے ہر ایک مسائل کو اصول فقہ کی مدد سے عوام کے سامنے ظاہر کرتا ہے تاکہ خدا اور رسول کے ان مسائل پر عوام کے لئے عمل کرنا آسان ہو جائے۔ اسی لئے اصول فقہ میں ہر مجتہد کا ایک ہی اعلان ہوتا ہے ”القیاس مظهر لا مثبت“ کہ ہم قیاس کی مدد سے کتاب و سنت کی تہ میں پوشیدہ مسئلے کو صرف ظاہر کرتے ہیں۔ حاشا و کلاً ہم ہرگز کوئی مسئلہ

اپنی ذات سے گھر کر کتاب و سنت کے ذمہ نہیں لگتے۔ تیسری بات یہ سمجھادی کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے جب زمین پیدا فرمائی اسی دن سے یہ پانی اس کی تہ میں پیدا فرمادیا البتہ اس کا نکالنا ضرورت کے مطابق ہوتا رہا کسی علاقہ میں کنوئیں چار ہزار سال پہلے بن گئے، کسی ملک میں چار ہزار سال بعد لیکن جہاں بھی پانی نکلا گیا وہ خدا ہی کا پیدا کردہ پانی تھا۔ کوئی عقل مند یہ نہیں کہہ سکتا کہ جن علاقوں میں پہلے پانی نکل آیا وہ تو خدا کا پیدا کردہ تھا اور جن علاقوں میں بعد میں کنوئیں بنائے گئے وہ بعد میں کسی انسان کا پیدا کردہ تھا۔ پہلی صدی میں ائمہ اربعہ رحمہم اللہ نے جو اجتہادات فرمائے وہ بھی کتب و سنت ہی کے مسائل کا بیان اور تفصیل تھی۔ فرق صرف اس قدر رہا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مبارک زندگیوں جہاد میں گزر گئیں۔ اس لئے ان نفوس قدسیہ کو اس کی مکمل تفصیل اور تدوین کا موقع نہ ملا۔ یہ سعاوت ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی قسمت میں تھی کہ کتاب و سنت کے ظاہر اور پوشیدہ مسائل کو پوری تشریح اور تفصیل کے ساتھ نہایت آسان اور عام فہم ترتیب سے مدون فرمادیا تاکہ قیامت تک کے مسلمانوں کو کتاب و سنت پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔

### خلاصہ :

جس طرح ایک شخص نے کنواں بنالیا اور ہزاروں لوگ اس میں سے پانی پنی رہے ہیں، وضو اور غسل کر کے نمازیں ادا کر رہے ہیں، کھانا پکنا ہو رہا ہے۔ اب کوئی شخص یہ شور مچا دے کہ اس کنوئیں کا تعارفی نام چوہدری نواب دین کا کنواں ہے اس لئے اس میں جو پانی ہے وہ خدا کا پیدا کیا ہوا نہیں بلکہ یہ پانی چوہدری نواب دین کا پیدا کیا ہوا ہے۔ چوہدری نواب دین خدا کا شریک بنا بیٹھا ہے، جو لوگ اس کنوئیں سے پانی پیتے ہیں وہ مشرک ہیں، نہ ان کا وضو صحیح ہے نہ غسل۔ نہ نماز درست ہے نہ روزہ۔ تو کیا کوئی عقل مند آدمی اس کی خرافات پر کان دھرے گا؟ یہی حال یہاں ہے کہ ائمہ مجتہدین رحمہم

اللہ نے کتاب و سنت کے مسائل کو ظاہر کر دیا اور کنوئیں کی شکل دے دی۔ مقلدین ان مسائل کے موافق نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جملہ وغیرہ اعمال میں مصروف ہو گئے۔ ہمارے غیر مقلد دوست کبھی تو کہتے ہیں کہ یہ پانی خدا کا پیدا کیا ہوا نہیں، ورنہ اس کے ہر قطرے پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا دکھاؤ، کبھی یہ کہتے ہیں کہ ساری عمر ایک ہی کنوئیں کے پانی سے وضو کرتا یہ تو تقلیدِ مخفی ہے، یہ شرک ہے۔ ہر نمازی کا فرض ہے کہ فجر کی نماز کا وضو اپنے گھر کے ٹکے سے کرے، ظہر کا وضو دوسرے ضلع کے ٹکے سے، عصر کا وضو دوسرے صوبے کے ٹکے سے، مغرب کا وضو دوسرے ملک کے ٹکے سے اور عشاء کا وضو دوسرے جہان کے ٹکے سے ورنہ ایک ہی ٹکے سے سب نمازوں کے لئے وضو کرنا گویا تقلیدِ مخفی ہے اور شرک ہے۔ اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ جب ہم کنوئیں کے محتاج ہیں تو جس کنوئیں کا پانی آسانی سے دستیاب ہو جائے ساری عمر اسی ایک کنوئیں کا پانی پینا، اسی کے پانی سے ساری عمر کھانا پکانا، اسی کے پانی سے ساری عمر وضو غسل کرنا بالکل درست ہے، اس کو شرک کہہ کر تمام مسلمانوں کو مشرک بنانا دین کی کوئی خدمت نہیں۔

### آمد بر سر مطلب :

استنباط کا معنی واضح کرنے کے بعد پھر اصل بات کی طرف توجہ کرتے ہیں کہ دین میں تحقیق کا حق صرف دو ہستیوں کو ہے: رسول اللہ ﷺ اور مجتہد۔

### رسول اللہ ﷺ کا مقام

رسول دین میں اپنی طرف سے کوئی بات نہیں گھڑتا بلکہ وہ اللہ ہی کا پیغام اللہ کے بندوں تک پہنچاتا ہے اور صرف پہنچاتا ہی نہیں اسے سکھاتا بھی ہے۔ اس کی حیثیت معلم کی بھی ہے وہ اپنے قول، فعل اور تقریر سے اس پیغام کی تشریح کرتا ہے۔ وہ صرف مبلغ اور معلم ہی نہیں مبین بھی ہے۔ خدا کی نگرانی میں اس کی وحی کی تشریح کرتا ہے وہ

قاضی اور حکم بھی ہے کہ احکام الہی کو نافذ کرتا ہے، اس کی پوری زندگی وحی کے مطابق ڈھلی ہونے کی وجہ سے پوری کائنات کے لئے اسوہ حسنہ ہے، وہ دین کے ہر فیصلے میں معصوم ہے۔ یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور مہربانی تھی کہ اپنی پاک وحی کی تشریح اپنی نگرانی میں معصوم پیغمبر ﷺ سے کروادی تاکہ بندوں کے لئے خدا کے احکام کے سمجھنے اور عمل کرنے میں کسی پریشانی کا سامنا نہ ہو جائے، وہ حقوق بندگی پرورے اطمینان کے ساتھ ادا کر سکیں لیکن شیطان جو اولادِ آدم کے گمراہ کرنے کی قسم کھا کر آیا تھا اس نے کتنے لوگوں کو اپنے پیچھے لگا لیا کہ خدا اور بندوں کے درمیان رسول کا واسطہ یقیناً ہے لیکن اتنا جتنا ڈاکٹے اور چٹھی رساں کا ہوتا ہے۔ خدا کے کلام کو پہنچانا اس کا کام ہے، سمجھنا ہمارا اپنا کام ہے، وہ لوگ دین کے نام پر لوگوں کو بے دین کرنے لگے اور شیطان کے پیچھے لگ کر یوں کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ مخلوق ہے اگر اس کے کلام کو بھی مان لیا تو گویا مخلوق کو خدا کے برابر مان لیا اور یہ شرک ہے۔ چنانچہ پیغمبر پاک ﷺ سے منہ موڑ کر اپنی ذہنی سطح کے موافق اور اپنی خواہشات نفسانی کے موافق ایک نیا اسلام گھڑ لیا۔ اس نئے اسلام کو خدا کا اسلام اور اصلی اسلام کو رسول اللہ ﷺ کا گھڑا ہوا اسلام قرار دیا اور اپنا نام ”اہل قرآن“ رکھ لیا۔ وہ لوگ اپنی ہر خواہش کو قرآن کا نام دیتے ہیں۔ جن کا انگریز کے دور سے پہلے کوئی ترجمہ قرآن نہیں وہ قرآن کے مالک بن بیٹھے اور پوری امت کو رسول اللہ ﷺ سمیت منکر قرآن قرار دیا۔ بھولے بھالے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ یہ غلط ہے کہ اہل قرآن نیا فرقہ ہے بلکہ جب سے قرآن ہے اسی وقت سے اہل قرآن ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ جب قرآن سچا تو اہل قرآن بھی سچے، تم قرآن کو سچا مان کر اہل قرآن کو جھوٹا نہیں کہہ سکتے، پہلے معاذ اللہ قرآن کو جھوٹا کو پھر اہل قرآن کو جھوٹا کہہ لینا۔ جب اہل قرآن کی خرافات جس کو وہ قرآن کے نام سے پیش کرتے ہیں غلط ثابت کیا جاتا ہے تو فوراً جان چھڑا جاتے ہیں ہم اس کو نہیں مانتے، ہم صرف قرآن کو مانتے ہیں۔ اگر آج کے اہل قرآن کو ماننا ضروری ہو تو رسول پاک

ﷺ کو ہی مان لیتے ان کو کیوں چھوڑتے۔ اس طرح وہ شیطانی خرافات پھیلاتے بھی ہیں اور جان بھی بچاتے ہیں۔ قرآن پاک نے خود اس طرز کو اتباعِ شیطان قرار دیا ہے نہ کہ اتباعِ قرآن۔

### مجتہد کا مقام

مجتہد شریعت ساز نہیں ہوتا، شریعت دان اور ماہر شریعت ہوتا ہے۔ وہ اگرچہ معصوم نہیں ہوتا لیکن مطعون بھی نہیں ہوتا کہ اس کے اجتہاد پر کوئی طعن کرے کیونکہ وہ اپنے ہر اجتہاد میں ماجور ہوتا ہے۔ اگر وہ صواب (درستی) کو پالے تو دواجر کا حق دار ہے ورنہ ایک اجر کا۔ اور یہ مقام امت میں مجتہد کے علاوہ کسی کو نصیب نہیں کہ اس کی خطا پر بھی اجر کا وعدہ ہو۔ مجتہد کے منصب کی وضاحت استنباط کی تشریح میں ہو چکی ہے۔

یہی دو ہستیاں دین میں تحقیق، تشریح اور تفصیل کی حق دار ہیں، یہی دو ہستیاں دین کی پرہیزار ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل اور مہربانی ہے کہ تحقیق اور اجتہاد کا بوجھ ہم جیسے ضعیفوں کے کندھوں پر نہیں ڈالا بلکہ مجتہدین کی تحقیق پر عمل کرنے کا حکم دے کر ایک طرف دین کو نااہلوں کی تحریف سے بچالیا، دوسری طرف ہمیں اطمینان اور دلجمعی کی دولت سے نوازا کہ ہمیں پورا اطمینان ہے کہ مجتہد کی رہنمائی میں کیا ہوا عمل یقیناً بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہے اور ایک اجر کا بھی پکا یقین ہے اور دوسرے اجر کی اس کی رحمت و اسعہ سے امید ہے لیکن خدا کے فضل اور مہربانی کی بھی بعض لوگوں نے قدر نہ کی اور مجتہدین سے بغاوت کر کے اپنی کم فہمی اور کج فہمی سے دین کی نئی نئی تشریحات شروع کر دیں۔ مجتہد کے بارہ میں خدا اور رسول ﷺ نے یہی بتایا تھا کہ وہ خدا اور رسول کا مسئلہ ہی بتاتا ہے لیکن ان حضرات نے اس کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ مجتہد خدا اور رسول ﷺ کے خلاف مسئلے بتاتا ہے۔ مجتہد کی تقلید ”شُرک فِی الرِّسَالَتِ“ ہے۔ تمام حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی مشرک ہیں۔ ائمہ کرام نے دین کے

کھڑے کر ڈالے ہیں۔ ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کو چھوڑ کر اپنی اپنی حدیث نفس کا اتباع شروع کر دیا اور نام ”اہلحدیث“ رکھ لیا اور اپنے بھائیوں کی طرح کہنے لگے کہ اہل حدیث نیا فرقہ نہیں۔ جب سے حدیث ہے اسی وقت سے اہل حدیث ہیں۔ جب کہا جائے کہ ملکہ و کٹوریہ کے دور سے پہلے کسی حدیث کی کتاب کا ترجمہ یا حاشیہ یا شرح ہی کسی غیر مقلد کی دکھادیں تو نہیں دکھا سکتے۔ بس یہی کہتے ہیں کہ جب حدیث سچی تو اہل حدیث بھی سچے۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جب تم قرآن کو سچا مانتے ہو لیکن ان اہل قرآن کو جھوٹا مانتے ہو تو پھر یہ کیوں درست نہیں کہ حدیث سچی ہو مگر آج کے اہل حدیث جھوٹے ہوں۔ حالانکہ حدیث کی جتنی کتابیں آج ملتی ہیں وہ یا مجتہدین کی لکھی ہوئی ہیں یا مقلدین کی، جن کا ذکر طبقات حنفیہ، طبقات مالکیہ، طبقات شافعیہ اور طبقات حنبلیہ میں ہے۔ کسی محدث یا مورخ نے طبقات غیر مقلدین یا طبقات منکرین حدیث نامی کوئی کتاب لکھی ہی نہیں۔ حدیث کی ایک بھی مستند کتاب نہیں جس میں اجماع اور اجتہاد کے ماننے کو حرام یا شرک قرار دیا ہو۔ فقہ کے ماننے سے منع کیا ہو۔ اس کے مؤلف کے بارہ میں صرف ایک ہی مستند حوالہ پیش کیا جاسکے کہ کان لایسجتہد ولا یقلد کہ نہ اس میں اجتہاد کی اہلیت تھی نہ تقلید کرتا تھا اس لئے غیر مقلد تھا۔

### نااہل کا مقام

رسول اللہ ﷺ اور مجتہد کے علاوہ کسی کو کتاب و سنت میں تحقیق کا اہل قرار نہیں دیا گیا جب وہ نااہل ہے تو اس کا کام اہل کی تقلید ہے نہ کہ نااہل ہو کر دین کی غلط تشریح کرنا۔ رسول اقدس ﷺ سے کسی سائل نے قیامت کے بارہ میں سوال کیا، فرمایا: جب امانت ضائع کی جائے تو قیامت کا انتظار کر۔ سائل نے عرض کیا حضرت! امانت کس طرح ضائع ہوتی ہے؟ فرمایا: جب کوئی امر نااہلوں کے سپرد کر دیا جائے تو قیامت کا انتظار کر (بخاری ج ۱، ص ۱۴)

آپ ﷺ نے کسی عالمگیر حقیقت کا انکشاف فرمایا۔ کیا جب ڈاکٹری نے وکیل لکھنا شروع کر دیں تو ڈاکٹری پر قیامت نہیں آجائے گی؟ جب سونے کی جانچ سناروں کی بجائے کسار کرنے لگیں تو قیامت نہیں آجائے گی۔ اسی طرح جب دین کی تشریحات نااہل کریں گے تو کیا دین پر قیامت نہ آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دین کا علم (کتاب و سنت کے الفاظ) نہیں اٹھایا جائے گا (بلکہ کتاب و سنت یہیں رہے گی) مگر اس کے علماء اٹھالے جائیں گے یہاں تک کہ کوئی باقی نہ رہے گا تو لوگ نادانوں کو اپنا دینی پیشوا بنالیں گے، وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے، خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے (صحیح بخاری ص ۲۰) دین کے اصل علماء مجتہدین ہی ہوتے ہیں بعد کے علماء ناقل ہیں۔ جو نااہل ہو کر خود اجتہادی پر اتر آتے ہیں، وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ اگرچہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے اس گمراہی کا نام خوبصورت سا رکھ لیا جائے جیسے انکار حدیث کی گمراہی کا نام اہل قرآن رکھ لیا گیا۔ صرف نام بدلنے سے حقیقت تو نہیں بدلتی۔ کیا تحریف القرآن کا نام تفہیم القرآن رکھنے سے حقیقت بدل گئی! تمہرا بازی کا نام تنقید صالح رکھ لینے سے حقیقت بدل گئی! ہرگز نہیں۔ جس طرح اہل قرآن ہر فاسق و فاجر بے علم کو قرآن کے سمجھنے سمجھانے کا حق دیتے ہیں مگر نبی معصوم سے یہ حق چھیننا چاہتے ہیں اسی طرح اہل حدیث ہر فاسق و فاجر اور ہر جاہل کندہ و ناتراش کو اجتہاد کا حق دیتے ہیں مگر ائمہ مجتہدین جن کو مجتہد ہونا دلیل شرعی یعنی اجماع امت سے ثابت ہے اور وہ یقیناً اپنے ہر فیصلے میں ماجر ہیں ان سے یہ حق چھیننا چاہتے ہیں۔ اہل قرآن اور اہل حدیث کا ایک ہی مشن ہے کہ لوگ نبی معصوم اور مجتہد ماجر کو چھوڑ کر جاہلوں کو اپنا دینی پیشوا بنالیں جو خود گمراہ ہوں اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں۔

## تحقیق یا منازعت

عام طور پر اہل قرآن کہتے ہیں کہ محدثین معصوم نہ تھے، ہم تحقیق کر کے ان کی غلطی کو غلطی اور صحیح بات کو صحیح کہتے ہیں اور اہل حدیث کہتے ہیں کہ مجتہدین معصوم تو نہیں تھے، ہم تحقیق کر کے ان کے غلط اور صحیح اجتہاد کی جانچ کرتے ہیں۔ اس میں پہلی بات صحیح ہے مگر بات ادھوری ہے جیسے محدثین معصوم نہیں۔ اہل قرآن بھی معصوم نہیں اور جس طرح مجتہدین معصوم نہیں اہل حدیث بھی معصوم نہیں مگر یہی بات معصوم اور غیر معصوم کی نہیں بات اہل اور نااہل کی ہے۔ محدثین اپنے فن میں اہل ہیں اور اہل قرآن خواہ اپنی جماعت میں کتنے بڑے مصنف ہوں جیسے محمد اسلم حیراچوری سابق المحدثہ، غلام احمد پرویز سابق اہل حدیث لیکن محدثین کے سامنے فن حدیث میں نااہل ہیں، ان کی باتوں کو تحقیق نہیں کیا جائے گا بلکہ نااہل کی منازعت کیا جائے گا جو شرعاً گناہ کبیرہ ہے۔ اسی طرح مجتہدین اور غیر مقلدین میں یہ فرق نہیں کہ مجتہدین غیر معصوم ہیں اور غیر مقلدین معصوم ہیں بلکہ فرق یہ ہے کہ وہ لوگ باجماع امت اہل اجتہاد سے ہیں اور یہ لوگ باجماع امت نااہل ہیں اسلئے ان نااہلوں کا مجتہدین سے الجھنا اگرچہ وہ اپنی جماعت کے بڑے آدمی ہوں (جیسے محمد جو ناگزرمی جس کی طرف نسبت کر کے اہل حدیث اپنے آپ کو محمدی کہتے ہیں) لیکن اجتہاد میں وہ نااہل ہیں۔ مجتہدین کی مخالفت کا نام تحقیق نہیں بلکہ نااہل کی منازعت ہے۔ رسول اقدس ﷺ جب بیعت لیتے تو اس میں ایک یہ عہد لیتے ان لا ننازع الامر اہلہ کہ ہم اہل امر سے منازعت نہیں کریں گے۔ عجیب بات ہے اتنی جرات تو کھلے منکرین حدیث بھی نہیں کرتے کہ حدیث جس کو منازعت قرار دے یہ اس کا نام تحقیق رکھیں۔

ثواب یا گناہ :

یہ تو آپ پڑھ چکے ہیں کہ مجتہد سے اگر خطا بھی ہو جائے تو اسے اجر ملتا ہے لیکن



ناہل کا معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے اگر وہ صحیح بات بھی پالے تو اسے اجر کی بجائے گناہ ہو گا۔ رسول اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں جس شخص نے قرآن میں اپنی رائے سے بات کی وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے (ترمذی) اور فرمایا جس نے قرآن میں اپنی رائے لگائی اور درست بات بھی پالی تو وہ بھی گنہگار ہے (ترمذی)۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ مجتہد ہر اجتہاد میں اجر پاتا ہے اگر اس کا اجتہاد درست نکلا تو دو اجر کا مستحق ہے“ ایک اجر اجتہاد کا دوسرا اصابت کا اور اگر اجتہاد خطا نکلا تو بھی ایک اجر اجتہاد کا ملے گا۔ ہاں جو ناہل ہو اس کو اجتہاد سے حکم کرنا کسی حال میں جائز نہیں بلکہ وہ گنہگار ہے۔ اس کا حکم نافذ بھی نہ ہو گا۔ اگرچہ حق کے موافق ہو یا مخالف کیونکہ اس کا حق کو پالینا محض اتفاقی ہے کسی اصل شرعی پر مبنی نہیں۔ پس وہ تمام احکام میں گنہگار ہے۔ حق کے موافق ہوں یا مخالف اور اس کے نکالے ہوئے تمام احکام مردود ہیں اس کا کوئی عذر شرعاً مقبول نہیں وہ دوزخی ہے (شرح مسلم ص ۷۶ ج ۲) افسوس ہے کہ اہل قرآن اور اہل حدیث نے اس کبیرہ گناہ جس کا ٹھکانہ دوزخ کے سوا کہیں نہیں کا نام تحقیق رکھا ہوا ہے اور اس کو عمل بالقرآن اور عمل بالحدیث کہتے ہیں۔

### نجات یا ہلاکت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین چیزیں نجات دینے والی ہیں اور تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں۔ فرمایا: نجات دینے والی یہ ہیں ”چھپے اور ظاہر ہر حال میں خدا سے ڈرنا“ خوشی یا ناراضگی ہر حال میں حق بات کہنا“ امیری ہو یا فقیری میانہ روی اختیار کرنا“ اور ہلاک و برباد کرنے والی یہ ہیں: اپنی خواہش نفس کے پیچھے چلنا، بخل کرنا، اپنی رائے پر فخر کرنا“ فرمایا تینوں میں سے یہ (آخری) سب سے بڑی مملکت ہے (مشکوۃ) بلکہ جو اپنی رائے پر اتراتے ہیں ان پر ہدایت کا دروازہ ہی بند ہو جاتا ہے (مشکوۃ) حضرت شیخ عبدالغنی مجددی مدنی رحمہ اللہ اعجاب کل ذی

رایِ برابہ پر حضرت ملا علی قاری مکی رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں: ای من غیر نظر الی الكتاب والسنة واجماع الامة والقیاس علی اقوی الادلة وترك الاقتداء بنحو الائمة الاربعة (حاشیہ ابن ماجہ ص ۲۹۰/ج ۴) یعنی اولہ اربعہ اور ائمہ اربعہ کی اقتداء چھوڑنے والا اس حدیث کا مصداق ہے اور وہی ہلاکت میں گرنے والا ہے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ دین میں تحقیقی بات صرف وہی ہے جو اولہ سے بواسطہ ائمہ ثابت ہو، جس بات پر ان کا اجماع ہو گا وہ حجت قاطعہ ہے اور جس پر ان کا اختلاف ہو گا وہ رحمت واسعہ ہے۔

### اندھی تقلید

آج کل بعض لوگ یہ طعنہ دیتے ہیں کہ یہ تو اندھی تقلید ہے۔ افسوس ان بے چاروں کو اندھی تقلید کا معنی بھی نہیں آتا۔ اندھی تقلید اس کو کہتے ہیں کہ اندھا اندھے کے پیچھے چلے تو دونوں کسی کھائی میں گر جائیں گے۔ یہ اندھی تقلید ہے اور اگر اندھا آنکھ والے کے پیچھے چلے تو وہ آنکھ والا اس اندھے کو بھی اپنی آنکھ کی برکت سے ہمہ کھائی سے بچا کر لے جائے گا اور منزل تک پہنچا دے گا۔ ائمہ مجتہدین معاذ اللہ اندھے نہیں عارف بصیر ہیں، البتہ اندھی تقلید ان کے ہاں ہے کہ خود بھی اندھے ہیں اور ان کے پیشوا بھی اجتہاد کی آنکھ نہیں رکھتے اور اندھے ہیں۔ اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا جو جاہل کو دینی پیشوا بنائے وہ جاہل خود بھی گمراہ ہے اور اپنے ماننے والے کو بھی گمراہ کرے گا یہ اندھی تقلید ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پیغمبر معصوم اور مجتہد ماجور کی تحقیق پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور نئے فتنوں سے محفوظ فرمائیں۔ (آمین)

# پاک و ہند میں

## اسلام کون لائے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے حضرات انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرمایا۔ سب سے پہلے نبی ابو البشر آدم علیہ السلام تھے اور سب سے آخری نبی سید الرسل خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے صاحب شریعت پیغمبر آئے۔ ان کی شریعتوں کی مثال موسیٰ پھولوں کی سی تھی۔ جیسے گرمی کے موسم کا پھول گرمی میں تو خوب بہار دکھاتا ہے لیکن سردی میں کھلا جاتا ہے اور ختم ہو کر سردی کے موسم کے پھول کے لئے جگہ خالی کر دیتا ہے۔ ہاں رسول اقدس ﷺ کی شریعت سدا بہار پھول کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہر موسم ہر ملک اور ہر دور میں اس کی رونق بڑھتی اور چڑھتی ہی چلی آئی ہے اور قیامت تک بڑھتی اور چڑھتی چلی جائے گی۔ یہی وہ پھول ہے جس کی قسمت میں کھلانا اور مرجھانا نہیں ہے۔

ندائیں آں گل خنداں چہ رنگ و بو دارد

کہ مرغ ہر چمنے گفتگوئے او دارد

اسی طرح پہلے انبیاء علیہم السلام ایک ایک قوم یا ایک ایک علاقے کے نبی تھے مگر آنحضرت ﷺ کو عالمگیر نبوت سے نواز کر رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا۔

گویا پہلے انبیاءِ عظیم السلام کی مثال چراغ کی سی تھی جو ایک گلی یا ایک محلے کو تو روشن کر سکتے ہیں لیکن ساری دنیا کو آفتاب عالمتاب ہی روشن کر سکتا ہے چنانچہ اس آفتاب کے طلوع کے بعد نہ تو رات کے چراغ کی ضرورت باقی رہی نہ زبور کی لائین کی اور نہ ہی انجیل کی روشنی کی۔

رات محفل میں ہر ایک ماہ پارہ گرم لاف تھا  
صبح دم خورشید جو نکلا تو مطلع صاف تھا

رسول اقدس ﷺ کا دین کامل عالمگیر اور تاقیامت رہنے والا ہے۔ اس لئے اس میں نئے پیش آمدہ فردعی مسائل کے لئے اجتہاد کی گنجائش رکھی گئی۔ اجتہادی مسائل میں جو شخص خود کتاب و سنت سے استنباط و اجتہاد کی اہلیت نہ رکھتا ہو وہ مجتہد کی رہنمائی میں کتاب و سنت سے استنباط شدہ مسائل پر عمل کرے اسے مقلد کہتے ہیں اور اگر کوئی نہ خود اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہو نہ اجتہادی مسائل میں مجتہد کی تقلید کرے اس کو غیر مقلد کہتے ہیں۔

### دورِ نبوت

آپ ﷺ کے زمانہ مبارک میں فردعی مسائل کا حل دریافت کرنے کے تین طریقے تھے

(۱) جو لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوتے وہ براہ راست آپ ﷺ سے مسئلہ دریافت کر لیتے۔

اے لقابے تو جواب ہر سوال  
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

(۲-۳) جو لوگ حضرت محمد ﷺ سے دور ہوتے ان میں کوئی خود مجتہد ہوتا تو نئے پیش آمدہ مسئلہ میں اجتہاد کر لیتا اور اگر خود مجتہد نہ ہوتا تو اپنے علاقہ کے مجتہد کی تقلید کر لیتا جیسے یمن میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اجتہاد کرتے اور باقی تمام

اہل یمن ان کی تقلید شخصی کرتے۔ حالانکہ وہ اہل یمن خود عربی دان تھے مگر مسائل اجتہادیہ میں حضرت مغازؓ کی تقلید شخصی کرتے تھے۔ پورے دور نبوت میں ایک مسلمان کا نام بھی پیش نہیں کیا جاسکتا جس کے بارہ میں یہ ثابت کیا جاسکے کہ کان لا یجتہد ولا یقلد احدا (کہ نہ وہ اجتہاد کی اہلیت رکھتا تھا اور نہ کسی کی تقلید کرتا تھا) اس دور میں ایک بھی غیر مقلد نہیں تھا۔

### دور صحابہ

آپ ﷺ کا وصال ۱۱ھ میں ہوا تو اب لوگ پہلے طریقے سے محروم ہو گئے۔ آپ ﷺ سے براہ راست اب مسئلہ نہیں پوچھا جاسکتا تھا اس لئے اب فروعی مسائل کے حل کے لئے دو ہی طریقے رہ گئے کہ مجتہد اجتہاد کرے اور عامی تقلید۔ چنانچہ دور صحابہ میں مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ مدینہ منورہ میں حضرت زید بن ثابتؓ اور کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تقلید شخصی ہوتی تھی۔ ان صحابہ کے ہزارہا فتاویٰ بلا ذکر دلیل کتب حدیث میں موجود ہیں اور سب لوگ بلا مطالبہ دلیل ان فتاویٰ پر عمل کرتے تھے۔ اسی کو تقلید کہتے ہیں۔ دور صحابہ، تابعین اور تبع تابعین میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو اہل سنت ہو اور غیر مقلد ہو۔ اس کے بارہ میں یہ شہادت ہو کہ نہ مجتہد تھا نہ مقلد تھا بلکہ غیر مقلد تھا۔ جس طرح اس خیر القرون میں کوئی شخص اہل قرآن بمعنی منکر حدیث نہیں تھا۔ اسی طرح ایک بھی شخص اہل حدیث بمعنی منکر فقہ و تقلید نہ تھا۔

### عالمگیریت

چونکہ آپ ﷺ کا دین عالمگیر تھا اس لئے آپ نے قیصر و کسریٰ کو خطوط لکھے۔ روم، شام اور یمن وغیرہ کی فتح کی پیشین گوئیاں فرمائیں اور وہ پوری ہوئیں۔ اسی طرح آپ ﷺ نے یہ پیشین گوئی بھی فرمائی یکون ہذہ الامۃ

بعث النبی السند و الهند (مسند احمد ص ۳۶۹/ ج ۲) یہ امت سندھ اور ہند پر حملہ کرنے لگی۔ چنانچہ ۹۲ھ میں محمد بن قاسم رحمہ اللہ ثقفی کی سرکردگی میں اسلامی فوج سندھ پر حملہ آور ہوئی اور ۹۵ھ تک سندھ مفتوح ہو گیا۔ یہ بصرہ سے آئے، اس وقت وہاں امام حسن بصری رحمہ اللہ (۱۱۰ھ) کی تقلید ہوتی تھی۔ بعد میں جب امام زفر رحمہ اللہ بصرہ پہنچے تو یہ سب لوگ حنفی ہو گئے۔ بہر حال ان فاتحین سندھ میں سے ایک بھی غیر مقلد نہ تھا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے ہند کے غزوہ کا بھی ذکر فرمایا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا: عصابة من امتی احرزهما اللہ من النار عصابة تغزو الهند و عصابة تكون مع عیسیٰ بن مریم (مسند احمد ص ۲۲۹/ ج ۲، نسائی ص ۶۳/ ج ۲)

میری امت کے دو گروہوں کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے محفوظ فرمایا۔ ایک گروہ جو ہند پر جہاد کرے گا دوسرا جو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہو گا۔ چنانچہ اس پیشین گوئی کے مطابق ۳۹۲ھ میں سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ نے ہندوستان کو فتح کیا اور یہاں اسلامی سلطنت قائم فرمائی۔

یہاں جتنے بھی مسلمان خاندان حاکم رہے خاندان غلاماں ہو یا خاندان غوری، خاندان خلجی ہو یا خاندان سادات، خاندان تغلق ہو یا خاندان سوری یا خاندان مغلیہ، سب کے سب سنی حنفی تھے۔ اس ملک میں اسلام، قرآن و سنت لانے کا سرا صرف اور صرف احناف کے سر ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان نے بھی یہ اعتراف کیا ہے، لکھتے ہیں ”خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں اس وقت سے لے کر آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں اور اسی مذہب کے عالم اور فاضل، قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے۔“ (ترجمان وہابیہ ص ۱۰)

چنانچہ یہ بات ایک قطعی تاریخی حیثیت ہے کہ اس ملک میں انگریز کی حکومت سے پہلے ایک بھی غیر مقلد کا نام پیش نہیں کیا جاسکتا جو اجتہاد کو کارامیس اور تقلید مجتہد کو شرک کہتا ہو۔ سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمہ اللہ (۱۲۶۵ھ) اس دن لاہور پہنچے جس وقت حضرت سید حسین زنجانی رحمہ اللہ کا جنازہ تیار تھا۔ وہ اپنے لاہور تشریف لانے کی وجہ خود تحریر فرماتے ہیں کہ ”میں کہ علی بن عثمان جلابی ہوں اللہ تعالیٰ مجھے توفیق خیر دے۔ شام کے شہر دمشق میں حضور اکرم ﷺ کے موزن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی قبر کے سرہانے سو رہا تھا، خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں مکہ معظمہ میں ہوں اور پیغمبر ﷺ باب بنی شیبہ سے ایک پیر مرد (بوڑھے) کو اپنی گود میں لئے اس حال میں اندر تشریف لارہے ہیں کہ جس طرح بچوں کو پیار سے گود میں اٹھاتے ہیں، میں ووڑکر حاضر ہوا اور آپ ﷺ کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینے لگا اور تعجب میں تھا کہ یہ کون صاحب ہیں اور یہ کیا حالت ہے۔ آنحضرت ﷺ پر میرا اندرونی اندیشہ منکشف ہو گیا اور فرمایا یہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہیں جو تمہارے بھی امام ہیں اور تمہارے اہل ملک کے بھی امام ہیں، مجھے اس خواب سے اپنے بارے میں بھی بڑی امید ہے اور اپنے اہل ملک کے بارے میں بھی (چنانچہ یہ امید پوری ہوئی اور یہ ملک حنفیت کا گوارہ بن گیا) اور مجھے اس خواب سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ امام اعظم رحمہ اللہ ان حضرات میں سے ہیں جو اپنے اوصاف طبع کے لحاظ سے فانی اور احکام شرع کے لحاظ سے باقی ہیں اور ان ہی کہ ذریعہ قائم ہیں، چنانچہ ان کو لے کر چلنے والے حضرت پیغمبر ﷺ ہیں اگر وہ اپنے آپ چلتے تو وہ باقی الصفت ہوتے اور باقی الصفت غلط فیصلہ بھی کر سکتا ہے اور صحیح بھی اور جب ان کو اٹھا کر چلنے والے آنحضرت پیغمبر ﷺ ہوئے تو وہ پیغمبر ﷺ کی بقائے صفت کی وجہ سے فانی الصفت ٹھہرے اور چونکہ پیغمبر ﷺ پر خطا کی کوئی صورت نہیں بن سکتی۔ یاد

رہے کہ یہ ایک لطیف رمز ہے۔“ (کشف المحجوب ص ۸۶)

الغرض ۵۸۹ھ میں سلطان معزالدین سام غوری آئے اور دہلی تک سلطنت پر قابض ہو گئے۔ اس وقت سے لے کر ۱۲۷۳ھ تک آپ اس ملک کے حالات پڑھ جائیے، محمود غزنوی سے لے کر اورنگ زیب عالمگیر بلکہ سید احمد شہید بریلوی رحمہ اللہ تک آپ کو کوئی غیر خفی غازی، فاتح یا مجاہد نہیں ملے گا۔ کشمیر کے بارہ میں مورخ فرشتہ کے الفاظ یہ ہیں: ”رعایای آن ملک کلم اجمعین خفی مذہب اند (تاریخ فرشتہ ص ۳۳۷) اور اس سے قبل تاریخ رشیدی کے حوالے سے لکھتے ہیں: مرزا حیدر در تاریخ رشیدی نوشتہ کہ مردم کشمیر تمام خفی مذہب بودہ اند (تاریخ فرشتہ ص ۳۳۶) حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اہل الروم وماوراء النہر والہند کلہم حنفیون“ (تحیصل التعرّف ص ۳۶)

اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سواد اعظم از اہل اسلام متابعان ابی حنیفہ اند علیہم الرضوان (مکتوب ۵۵ و فتر دوم) شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”در جمیع بلدان و جمیع اقالیم بادشاہاں خفی اند وقضاۃ اکثر مدرساں و اکثر عوام خفی۔“ (کلمات طیبات ص ۱۷۷) نیز فرماتے ہیں: جمہور الملوک وعامة البلدان متمذہبین بمذہب ابی حنیفہ رحمہ اللہ۔ (تفہیمات الیہ ص ۲۱۲/ج ۱) یعنی اکثر سلاطین اسلام پور دنیا بھر میں اکثر اہل اسلام خفی ہیں۔ اسلامی دنیا کے غالب حصہ میں علم جمادان ہی کے ہاتھوں میں رہا، اسی مذہب کی بدولت کم و بیش ہزار سال تمام اسلامی دنیا میں اسلامی نظام نافذ رہا۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے مذہب حق کی پہچان یہ بتائی ہے کہ دین اسلام کی اشاعت کے ساتھ دین اسلام پر حملہ آور قوتوں کا مقابلہ کرے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ پاک و ہند میں اشاعت اسلام میں احناف کا کوئی شریک نہیں رہا، سارے ملک میں



اسلام احناف نے ہی پھیلا یا اور کافر اسلام میں داخل ہو کر حنفی ہی بنے۔ اس ملک میں اسلام پر دوی سخت وقت آئے ہیں، ایک اکبر کا الحادی فتنہ، دوسرے انگریز کا تسلط۔ اکبر نے جب امام صاحب رحمہ اللہ کی تقلید سے برگشتہ کر کے لوگوں کو الحاد کی دعوت دی تو حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی کاوشوں سے وہ الحاد مٹ گیا اور انگریز کے خلاف بھی حنفی ہی اٹھے، نواب صدیق حسن غیر مقلد لکھتے ہیں: ”کسی نے نہ سنا ہو گا کہ آج تک کوئی موحد متبع سنت حدیث و قرآن پر چلنے والا (انگریز سے) بے وفائی اور قرار توڑنے کا مرکب ہوا یا فتنہ ابلیسی اور بغادت پر آمادہ ہوا۔ جتنے لوگوں نے غدر میں شہر و فساد کیا اور حکام انگلشیہ سے برسرِ عناد ہوئے، وہ سب کے سب مقلدین مذہب حنفی تھے۔“ (ترجمان و بابیہ ص ۲۵)

الغرض آپ تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں گے تو اسلامی اقتدار کا نشان آپ کو حنفی ہی ملیں گے۔

دشت تو دشت دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے  
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے  
کسی منکر حدیث یا منکر فقہ نے ایک انچ زمین بھی کافروں سے چھین کر کبھی  
اسلامی سلطنت میں شامل نہ کی۔ ان کا جہاد صرف یہی ہے کہ احناف کا نہ اسلام  
صحیح ہے نہ نماز۔ اللہ تعالیٰ اہل سنت احناف کو دونوں جہاں میں سرخرو فرمائے۔



# ایک غیر مقلد سے اصولِ حدیث شامہ قراءة خلف الامام پر گفتگو

جس میں فقہ حنفی پر اعتراضات کی حقیقت اور غیر مقلدین  
کے فرضی دین کی حقیقت واشگاف کی گئی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں جس نے دین کی سچہ  
میں ہمیں فقہاء کی طرف رجوع کا حکم دیا (التوبہ: ۱۲۲) اور شیطان کے فریب سے  
بچنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی تابعداری کے ساتھ ساتھ اہل استنباط مجتہدین  
کی تقلید کا حکم دیا (النساء: ۸۳) اور لا محذور و سلام و درود اس رحمت للعالمین پر جس  
نے فقہ کو "خیر" اور فقہاء کو "خيار" فرمایا (متفق علیہ) اور مجتہد کے صواب پر دو  
اجر اور خطا پر بھی ایک اجر ملنے کا اعلان فرمایا اور فرمایا کہ ایک فقیہ شیطان پر  
ہزار عابد سے زیادہ سخت ہے اور آپ ﷺ کے اہل بیت اور صحابہ کرام  
رضوان اللہ علیہم اجمعین پر جنہوں نے ہر قسم کی جانی، مالی، وطنی قربانیاں دے  
کر دین اسلام کو پھیلایا اور ان میں دو ہی جماعتیں تھیں۔ بعض مجتہد تھے اور باقی  
مقلد (معیار الحق میاں نذیر حسین) ایک کا نام بھی نہیں لیا جاسکتا کہ نہ وہ خود  
اجتہاد کی اہلیت رکھتا تھا اور نہ ہی مجتہد کی تقلید کرتا اور وہ غیر مقلد کہلاتا تھا اور  
ان کے بعد ائمہ دین خصوصاً ائمہ اربعہ رحمہم اللہ جن کی تدوین اور تفصیل

سے قیامت تک کے لوگوں کے لئے آنحضرت ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنا آسان ہو گیا۔

### اما بعد

اس دنیا میں رنگ رنگ کے لوگ آباد ہیں۔ کچھ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی خدمت کے لئے جن لیا۔ وہ رات دن تعلیم و تدریس کے ذریعہ دعو و تبلیغ سے تحریر و تصنیف کے رنگ میں اشاعت دین میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو استقامت نصیب فرمائیں اور ہر قسم کے شرور و فتن سے ان کی حفاظت فرمائیں۔ اس کے برعکس کچھ لوگ اسی کو کارخیر سمجھتے ہیں کہ سیدھے سادے مسلمانوں کے دلوں میں کچھ وساوس پیدا کر دیئے جائیں جس سے وہ لوگ دین سے بیزار ہو جائیں یا کم از کم شکوک و شبہات کی وجہ سے دین میں ست ہو جائیں۔ ایسے ہی ایک شخص سے میرا واسطہ بھی پڑا، ان صاحب نے ایک ہی سانس میں اپنا تعارف یوں کروایا کہ میں ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات ہوں اور وکالت کی سند بھی ہے، ساتھ ساتھ دین میں کافی ریسرچ کی ہے، اس میں میرا بڑا وسیع ناچ ہے۔

### اہل حدیث

اور بتایا کہ میں اہل حدیث ہوں، میں نے کہا ابھی ابھی آپ کا بڑا بھائی یہاں سے اٹھ کر گیا ہے جو کہہ رہا تھا کہ میں اہل قرآن ہوں۔ اس پر وہ صاحب کہنے لگے کہ اہل قرآن لفظ اسلامی دور میں حافظ قرآن کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ ان کے فضائل سے ہمیں انکار نہیں مگر انگریز کے دور میں یہ نام مکررین سنت کا رکھا گیا جو ایک گمراہ فرقہ ہے اور اس مقدس نام سے لوگوں کو دھوکا دیتا ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ جب قرآن سچا تو اہل قرآن بھی سچے، کبھی کہتا ہے کہ جب سے قرآن ہے اسی وقت سے اہل قرآن ہیں، سب صحابہ رضی اللہ عنہم اہل قرآن تھے۔

کبھی حفاظِ قرآن کے فضائل اپنے اوپر چسپاں کر کے سادہ لوح لوگوں کو دھوکے میں ڈالتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اسی طرح اسلامی حکومتوں میں اہل حدیث محدثین کو کہتے تھے۔ محدثین سند کی تحقیق کرتے رہے لیکن انگریز کے دور میں ابلحدیث ”مکتر فقہ“ کو کہا جانے لگا اور ان لوگوں نے بھی عوام کو اس قسم کے دھوکوں میں ڈالا کہ جب سے حدیث ہے اسی وقت سے اہل حدیث ہیں۔ سب صحابہ رضی اللہ عنہم اہل حدیث یعنی فقہ کے مکتر تھے اور کبھی محدثین کے فضائل اپنے اوپر چسپاں کرتے ہیں جو واقعہ کا نہایت بے موقع استعمال ہے۔ میں نے پوچھا جب آپ محدث نہیں، ایک حدیث کی ایک سند کی بھی محققانہ تحقیق آج تک آپ نے نہیں کی تو پھر آپ اہل حدیث کس لئے کہلاتے ہیں؟ کہنے لگا کہ صرف اور صرف قرآن و حدیث کو مانتے ہیں، فقہ اور کسی امتی کی رائے کو نہیں مانتے۔ اس لئے ہم اہل حدیث کہلاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ قرآن پاک تو تقریباً ہر مسلمان کے گھر میں ہوتا ہے۔ حدیث کسے کہتے ہیں؟ کہنے لگا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر یعنی جو بات یا کام آپ کے سامنے ہوا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا ہو اس کو حدیث کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ نے جو حدیث کی یہ تعریف بیان فرمائی ہے یہ قرآن پاک کی کس آیت کا ترجمہ ہے؟ کہنے لگا کسی آیت کا بھی نہیں۔ میں نے پوچھا یہ تعریف کس حدیث کا ترجمہ ہے؟ کہنے لگا کسی کا بھی نہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ تعریف نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں آپ نے کہاں سے لی؟ کہنے لگا کہ کسی امتی محدث نے یہ تعریف بیان کی ہے مگر مجھے یاد نہیں کہ سب سے پہلے یہ تعریف کس امتی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے سو سال بعد فرمائی۔ میں نے کہا آپ کا دعویٰ تو یہ تھا کہ ہم اس لئے اہل حدیث ہیں کہ صرف اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مانتے ہیں، کسی امتی کی بات نہیں مانتے، آپ نے حدیث کی تعریف ہی کسی امتی سے چوری کی ہے تو اب آپ اہل حدیث تو نہ رہے۔ اس کا

جواب اس کے پاس نہ تھا۔ پھر میں نے پوچھا کہ کیا قرآن پاک کی تمام آیات کی طرح تمام احادیث متواتر اور قطعی الصحت ہیں؟ کہنے لگا نہیں۔ نہ سب احادیث متواتر ہیں نہ سب صحیح، بہت سی احادیث ضعیف بلکہ من گھڑت ہیں۔ میں نے کہا آپ مجھے صرف ایک حدیث ایسی دکھوائیں جس کو اللہ یا رسول اللہ ﷺ نے صحیح فرمایا ہو اور ایک حدیث ایسی جس کو اللہ یا رسول اللہ ﷺ نے ضعیف یا من گھڑت فرمایا ہو۔ اس نے کہا ایک حدیث کو بھی اللہ یا رسول اللہ ﷺ نے نہ صحیح فرمایا نہ ضعیف نہ من گھڑت۔ میں نے پوچھا کہ پھر تم کسی حدیث کو صحیح، کسی کو حسن، کسی کو ضعیف، کسی کو من گھڑت کس دلیل سے کہتے ہو؟ کہنے لگا ہم اپنی رائے یا کسی امتی محدث کی رائے سے احادیث کو صحیح و ضعیف وغیرہ کہتے ہیں۔ میں نے کہا پھر آپ اہل الرائے یا اہل الرائے کے مقلد ہوئے، اہل حدیث تو نہ ہوئے۔ اب تو وہ بہت گھبرایا اور کہنے لگا کہ آپ کے ہاں احادیث کے صحیح و ضعیف ہونے کا کیا پیمانہ ہے؟ میں نے کہا جس حدیث کو چاروں ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ نے قبول کر لیا اور سب کا اس پر متواتر عمل ہے ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کو اللہ اور رسول اللہ ﷺ نے نہ صحیح فرمایا ہے اور نہ ضعیف۔ ہاں امت کے اجماع کی وجہ سے اس کی صحت میں شک نہیں اور جن مسائل کی احادیث میں اختلاف ہے ان میں سے جس پہلو کی احادیث پر مجتہد اعظم نے عمل فرمایا اور احناف کا اس پر متواتر عمل ہے اس کو ہم صحیح مانتے ہیں کیونکہ ہمارے امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ میرا مذہب صحیح حدیث پر ہے اور مجتہد کا کسی حدیث کے موافق عمل کر لینا اس مجتہد اور اس کے مقلدین کے نزدیک اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے اس لئے ہم یہ کہتے ہیں کہ مثلاً اس حدیث کو اللہ و رسول اللہ ﷺ نے نہ صحیح فرمایا ہے اور نہ ضعیف۔ اور جہاں اللہ و رسول اللہ ﷺ سے رہنمائی نہ ملے وہاں اللہ و رسول اللہ ﷺ نے مجتہد کو اجتہاد کا حق دیا ہے۔ ہمارے امام صاحب

رحمہ اللہ نے اپنے اعتبار سے اس حدیث میں مذکور مسئلہ کو قبول فرمایا۔ اب اگر ان کا اجتہاد صواب ہے تو ان کو دواجر ملے اور اگر خطا ہے تو ایک اجر ملا اور عمل یقیناً اللہ کے ہاں مقبول ہے۔ ہمارے امام کے اس اجتہاد کے خلاف اگر کوئی شخص اللہ و رسول ﷺ سے صراحتاً ثابت کر دے کہ جس حدیث کو امام نے اپنے اجتہاد سے صحیح مان لیا ہے۔ اللہ یا رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث کو من گھڑت فرمایا ہے تو ہم اپنے امام کا اجتہاد چھوڑ کر اللہ و رسول ﷺ کی بات مان لیں گے لیکن ہمارے خیر القرون کے مجتہد اعظم نے جس کو قبول فرمایا مابعد خیر القرون کے کسی بھی امتی کی رائے سے ہم اپنے امام کے اجتہاد کو ترک نہیں کریں گے۔ ہمارا احادیث کے رد و قبول کے بارہ میں یہ طریق کسی قرآنی آیت یا حدیث کے خلاف ہو تو سنائیں ہم نہ دل سے آپ کے شکر گزار ہوں گے۔ رہا جناب کا یہ فرمان کہ ہم اپنی رائے یا کسی دوسرے غیر مجتہد امتی کی رائے سے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہتے ہیں تو اس سے پتہ چلا کہ آپ کا یہ عمل کسی دلیل پر مبنی نہیں۔ کیونکہ آپ کے نزدیک تو صرف خدا اور رسول اللہ ﷺ کی بات دلیل ہے اور آپ یقیناً نہ خدا ہیں اور نہ رسول، نہ ہی آپ کا غیر مجتہد امتی خدا ہے نہ رسول، تو آپ کو نہ تو کسی حدیث کو صحیح کہنا چاہئے نہ ضعیف اور ہم اہل سنت والجماعت کے ہاں بھی آپ کا یہ عمل کسی دلیل پر مبنی نہیں کیونکہ آپ نہ اجماع ہیں اور نہ ہی آپ میں مجتہد کی شرائط ہیں تو آپ جس بات کو اپنی تحقیق کہتے ہیں وہ کسی دلیل پر مبنی نہیں کیونکہ نہ ہم آپ کو خدا مانتے ہیں، نہ رسول، نہ اجماع اور نہ مجتہد۔ آپ خود ہی فرمادیں آپ جو ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہماری تحقیق مانو تو آپ اپنے آپ کو خدا سمجھتے ہیں یا رسول؟ آپ زبان سے صاف تو نہیں کہتے کہ ہم خدا یا رسول ہیں لیکن جب اجماع اور مجتہد کے مقابلہ میں ہم آپ کی تحقیق نہ مانیں تو آپ کی طرف سے شور مچی جتا ہے کہ انہوں نے خدا اور رسول اللہ ﷺ کی بات نہیں

مانی۔ اب آپ ہی سوچیں کہ آپ کا یہ شور کس قدر خطرناک ہے۔ اب تو صاحبِ بہادر! نہ ہوں نہ ہاں۔ میں نے پوچھا کہ محدثین نے ایک جہت سے حدیث کی تین قسمیں بتائی ہیں۔ (مرفوع۔۔۔ موقوف۔۔۔ مقطوع)

## مرفوع

وہ حدیث ہے جس میں حضرت رسول خدا ﷺ کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

**موقوف :** وہ حدیث جس میں صحابی کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

**مقطوع** وہ حدیث جس میں تابعی کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

ہم اہلسنت والجماعت اپنے مجتہد کی رہنمائی میں ان تینوں قسموں کو مانتے ہیں۔ کیا آپ بھی حدیث کی ان تینوں قسموں کو مانتے ہیں؟ اس نے کہا ہرگز نہیں۔ ہم صرف ایک پہلی قسم کو مانتے ہیں۔ میں نے کہا، کیا آپ کوئی آیت یا حدیث پیش کر سکتے ہیں جو حدیث کی تینوں قسموں کو مانے اس کو اہل الرائے کہنا اور جو دو تمنا کی احادیث کے ماننے سے انکار کرے اس کو اہل حدیث کہنا؟ وہ بہت جھٹلایا کہ آپ بات بات پر آیت اور حدیث پوچھتے ہیں۔ میں نے کہا اس لئے کہ آپ نے یہی دعویٰ فرمایا تھا کہ ہم صرف قرآن و حدیث کو مانتے ہیں۔ اب آپ کو شدید احساس ہو رہا ہے کہ جس طرح آپ کے بھائی اہل قرآن اس دعویٰ پر پورے نہیں اتر سکتے کہ ہم ہر مسئلہ صراحتاً قرآن مجید سے دکھا سکتے ہیں اسی طرح آپ بھی اس دعویٰ پر پورے نہیں اتر سکتے کہ ہم صرف اور صرف قرآن و حدیث سے ہر ہر مسئلہ کا صراحتاً جواب دے سکتے ہیں۔ پھر میں نے کہا محدثین نے صحیح حدیث کی دس قسمیں بیان فرمائی ہیں (مقدمہ نووی) جس میں مرسل احادیث اور مہلسین کی معنعن احادیث کو بھی صحیح کی اقسام میں شامل کیا ہے۔ ہم ان

پوری دس قسم کی احادیث کو ماننے ہیں اور اپنے مجتہد کی رہنمائی میں ان پر عمل بھی کرتے ہیں۔ اس نے کہا نہیں ہم تو صرف ان دس اقسام میں سے پانچ کو ماننے ہیں اور پانچ قسم کی احادیث کو من گھڑت اور بناوٹی کہہ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ میں نے کہا کیا آپ کوئی آیت یا حدیث پیش کر سکتے ہیں کہ جو دس قسم کی تمام احادیث صحیحہ کو مانے۔ اس کو تو اہل الرائے کہنا اور جو پوری ڈھٹائی سے نصف احادیث کو ماننے سے انکار کرے اس کو اہل حدیث کہنا شاید ”برعکس نمنہ نام زنگی کافور“ کی مثال آپ پر ہی فٹ آجائے۔

### ایک مسئلہ :

ایک شخص نے وصیت کی کہ میں اپنی اتنی جائیداد اصحاب حدیث پر وقف کرتا ہوں تو اس وقف کے حق دار کون ہوں گے؟ تو علماء نے بتایا کہ امام شافعی کا مقلد اگر حدیث کا طالب علم ہو تو وہ اس کا حقدار ہے اور اگر حدیث کا طالب علم نہ ہو تو اس کا حقدار نہیں اور حنفی اس کا حقدار ہے خواہ حدیث کا طالب علم ہو یا نہ ہو۔ اس لئے کہ حنفی مرسل احادیث اور اخبار آحاد کو قیاس پر مقدم کرتا ہے (در مختار) معلوم ہوا کہ جو غیر مقلدین خدمت حدیث کے نام پر باہر سے پیسے لیتے ہیں اور پھر سارا زور صحیح احادیث کو ضعیف اور من گھڑت کہنے پر لگاتے ہیں یہ رقم شرعاً ان کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔

### ایک اور بہانہ :

میں نے کہا کہ آپ کے مولانا محمد یوسف جے پوری کی کتاب حقیقۃ الفقہ ہے اس میں باقاعدہ ایک عنوان ہے ”اہل کوفہ کی حدیث دانی“ اس میں فرماتے ہیں کہ اگر اہل کوفہ ہزار حدیثیں سنائیں تو ۹۹۹ تو اٹھا کر پیمک دو اور باقی ایک میں بھی شک رکھنا، کبھی صحیح یقین نہ کرنا۔ اس نے فوراً کہا اہل کوفہ کو حدیث سے کیا تعلق؟ میں نے کہا آئیے تجربہ کر لیں، میں صحاح ستہ سے احادیث پیش کروں گا جس



کی سند میں ایک بھی کوئی آجائے تو اس کو صحاح ستہ سے نکالتے جانا تو جلدی سے بولا کہ پھر صحاح ستہ میں کیا بچے گا؟ وہاں تو خاک اڑنے لگے گی۔ میں نے کہا کوئی آیت یا حدیث ایسی ہے کہ جو اہل کوفہ کی روایت کردہ سب احادیث صحیحہ کو صرف اس لئے رو کر دے کہ اس کا راوی کوئی ہے وہ تو اہل حدیث کہلائے اور جو سب صحیح احادیث کو مانے خواہ راوی اہل کوفہ ہوں خواہ اہل حجاز، اس کو اہل الرائے کہتا۔

### مولانا :

اب وہ صاحب میرے کسی ایک سوال کے جواب میں بھی نہ تو کوئی آیت پڑھ سکتے تھے نہ حدیث۔ بہت پریشان بیٹھے تھے اور نہ احادیث صحیحہ کے انکار و انکار کرنے والوں کو اہل حدیث ثابت کر سکتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ کوئی موقع ملے تو اس موضوع کو چھوڑ کر دوسری بات شروع ہو، میرے منہ سے مولانا کا لفظ نکلتا تھا اس نے شور مچا دیا توبہ کرو توبہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو مولانا کہنا شرک ہے، کفر ہے۔ میں نے کہا یہ توضیح الکلام ہے۔ اس میں لکھا ہے مولانا ارشاد الحق اثری، پھر لکھا ہے مولانا عزیز زبیدی اور صلوة الرسول پر لکھا ہے مولانا محمد صادق سیالکوٹی، مولانا محمد داؤد غزنوی، مولانا محمد اسماعیل، مولانا محمد عبداللہ ثانی، مولانا نور حسین گمرچاکی، مولانا احمد دین گکھڑوی، مولانا محمد گوندلوی۔ کیا یہ سب مشرک تھے؟ ذرا فتویٰ سوچ کر لگنا چاہئے۔ اس نے فوراً کہا، میں ان کو نہیں مانتا۔ میں نے پوچھا کیا نہیں مانتا؟ ان کو مسلمان نہیں مانتا یا الحمد للہ نہیں مانتا؟ اس نے کہا میں ان کو خدا، رسول نہیں مانتا۔ میں نے کہا کہ میں نے ان کو خدا اور رسول کہہ کر تو پیش نہیں کیا۔ یہ آپ کے غیر مقلد ہیں اور مولانا ہیں، کیا ان کو آپ نام بنام مشرک کہتے ہیں؟ ان کے ہاں مولانا کہنا جائز ہے۔ اس نے کہا وہ کوئی خدا ہیں کہ میں ان کی بات مانوں۔ میں نے کہا کیا تو خدا ہے کہ ہم تیری بات مانیں

کہ مولانا کتنا مشرک ہے۔ اس نے کمائیں تو ہر اس شخص کو مشرک کہتا ہوں جو خدا کے سوا کسی کو مولانا کہے۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: هُوَ كَلَّ عَلٰی مَوْلَاہٖ (۷۶:۱۶) وہ اپنے آقا پر بوجھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آقا کو غلام کا مولانا فرمایا۔ کیا اللہ تعالیٰ مشرک ہیں؟ رسول خدا ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ کو فرمایا: اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا (بخاری ج ۱/ ص ۵۲۸) بلکہ غلاموں کو فرمایا کہ وہ اپنے آقا کو کہیں سیدی و مولائی (بخاری ج ۱/ ص ۳۴۶) امام حسن بصریؒ کو لوگ مولانا الحسن کہتے ہیں (تہذیب التہذیب ج ۲/ ص ۲۶۳) البدایہ والنہایہ ج ۹/ ص ۲۶۶، سیر اعلام النبلاء ج ۴/ ص ۵۷۳) کیا اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ اور یہ سب لوگ مشرک ہیں؟ اب خاموش ہو گیا تو پھر میں اصل بات کی طرف آیا کہ آپ کے ہاں احادیث صحیحہ کے رو کرنے کی عجیب و غریب شرائط ہیں۔ آپ کے شیخ الکمل میاں نذیر حسین صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں: ”پس مداحین جو قصہ واہیہ بلا سند صحیح کے فضیلت میں امام صاحب کے نقل کرتے ہیں امام صاحب تک بسند صحیح متصل منسل کے سہ ”سپنہ“ (معیار الحق ص ۱۹) جب ایک تاریخی واقعہ کے لئے آپ کے شیخ الکمل نے یہ تین شرطیں لگائی ہیں تو حدیث کا معیار تو تاریخ سے بہت بلند ہے۔ پہلی قید صحیح کی لگائی جس سے حسن احادیث خارج ہو گئیں، سب کا انکار ہو گیا۔ دوسری قید متصل کی لگائی جس سے تعلیقات، منقطعات اور مراہیل سب نکل گئیں اور احادیث کی ان سب اقسام کو ماننے سے انکار کر دیا۔ تیسری قید مسلسل کی لگائی یعنی سند کے ہر ہر راوی کا جب تک مسلسل اسی پر عمل کرنا ثابت نہ ہو گا اس حدیث پر عمل جائز نہ ہو گا۔ اس شرط پر تو شاید ہزار میں سے ایک حدیث بھی قابل عمل نہ رہے۔ میں نے کہا کہ کیا آپ یہ تینوں قیدیں کسی آیت یا حدیث سے ثابت کر سکتے ہیں جبکہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ہر وہ شرط جو کتاب اللہ میں نہیں وہ باطل ہے (بخاری، مسلم) لیکن اس کی

قسمت میں کہاں تھا کہ یہ شرطیں کتاب و سنت سے ثابت کرتا۔ میں نے کہا آپ کی مسجد میں اختلافی مسائل پر اشتہار لگے ہوتے ہیں جن سب میں یہ شرط ہوتی ہے کہ حدیث صحیح مرئع مرفوع غیر مجروح ہو۔ دیکھئے صحیح کی قید سے حسن نکل گئی، مرئع کی قید سے دلالت کی باقی سب قسموں کا انکار ہو گیا۔ دیکھئے قادیانی یہی شرط لگاتے ہیں کہ مرئع حدیث دکھاؤ کہ آپ ﷺ کے بعد غیر تشریعی نبی نہیں آئے گا اور مرئع لفظ دکھاؤ کہ عیسیٰ علیہ السلام بجد غصری چوتھے آسمان پر اٹھائے گئے۔ اس طرح انہوں نے ختم نبوت اور حیات و نزول مسیح کی متواتر احادیث کا انکار کر دیا کہ جو لفظ ہم نے مانگا ہے وہ آپ نبی سے نہیں کھلوا سکے اور جو الفاظ خود حضرت محمد ﷺ نے فرمائے ہیں ان کو ہم نہیں مانتے کہ مرئع نہیں اور مرفوع کی قید سے موقوفات اور مقطوعات کا انکار ہو گیا۔ کیا آپ اسی شرط کے مطابق ایک ہی حدیث صحیح مرئع مرفوع غیر مجروح سے ثابت کر سکتے ہیں کہ دلیل شرعی صرف اور صرف حدیث صحیح مرئع مرفوع غیر مجروح میں ہی منحصر ہے؟ دیدہ باید۔

خلاصہ یہ ہے کہ احادیث کے لئے ایسی ایسی شرطیں لگاتے ہیں کہ کم از کم ۹۵ فیصد احادیث کا انکار ہو جائے۔

### منسوخ احادیث

پوری امت کا اتفاق ہے کہ منسوخ احادیث پر عمل جائز نہیں۔ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ لبس علی العامی العمل بالحديث لعدم علمه بالناسخ والمنسوخ (معیار الحق ص ۳۹، بحوالہ بحر الرائق) کہ عامی کے لئے فقہاء کی رہنمائی کے بغیر حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں کیونکہ اس کو ناسخ و منسوخ کا علم نہیں اس لئے فقہاء سے تحقیق کرنے کے بعد ناسخ پر عمل کرے اور منسوخ پر عمل نہ کرے، مگر آپ کے شیخ اکل فرماتے ہیں: اگر

کوئی شخص اہل علم حسب وسعت اپنی ایک حدیث تحقیق کر کے اس پر عمل کرے تو نہایت یہی ہو گا کہ وہ حدیث منسوخ ہوگی تو ہم کہتے ہیں کہ وہ شخص ساتھ عمل کرنے میں ساتھ اس حدیث کے گنہگار نہ ہو گا اور وہ عمل اس کا باطل اور قابل اعادہ کے نہ ہو گا۔ (معیار الحق ص ۳۱) اب دیکھئے اہلسنت کی ضد میں منسوخ احادیث پر بھی عمل کرنے کی اجازت دے دی، اس لئے آج کل ان حضرات کی اصطلاح میں منسوخ احادیث پر عمل کرنے پر لا اہل حدیث کہلاتا ہے اور ناسخ حدیث پر عمل کرنے والا اہل الرائے۔

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ضد

کہنے لگا کہ اہل حدیث ضد نہیں کرتے۔ میں نے کہا کہ آپ کا مطالعہ بہت ناقص اور محدود ہے۔

(۱) ہمارے ہاں مسئلہ یہ ہے کہ نمازی کے بدن کا پاک ہونا شرط نماز ہے۔ ناپاک آدمی نماز پڑھے تو نماز نہیں ہوتی مگر آپ کے نواب صدیق حسن خان نے محض ضد سے اس صحیح مسئلہ کا انکار کر دیا اور لکھ دیا کہ پس مصلیٰ بانجاست بدن آثم ست، نمازش باطل نیست (بدورالابلہ ص ۳۸) یعنی جسم پر گندگی (انسان کا پیشاب پاخانہ لگا) ہو تو گنہگار نہیں ہو گا لیکن اس کی نماز باطل نہیں، وہ ہو جائے گی۔ فرمائیے اس کو ضد نہ کیس تو کیا کہیں؟

(۲) ہمارے ہاں شرائط نماز میں سے کپڑوں کا پاک ہونا بھی ہے مگر خدا ضد کا برا کرے یہاں بھی لکھ دیا: ”ہر کہ در جامہ ناپاک نماز گزارد، نمازش صحیح باشد“ (عرف الجادی ص ۲۲) یعنی جو شخص گندے (مثلاً حیض کے خون سے لت پت) کپڑوں میں نماز پڑھے اس کی نماز صحیح ہے۔

(۳) ہمارے ہاں نماز کے صحیح ہونے کے لئے نماز کی جگہ کا پاک ہونا بھی شرط

ہے۔ گندی جگہ پر نماز نہ ہوگی مگر اس کا بھی محض ضد سے انکار کر دیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں: ”طہارت مکان واجب ست نہ شرط صحت نماز“ (عرف الجادی ص ۲۱) کہ نماز کی جگہ کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کے لئے شرط نہیں۔

(۳) اسی طرح ہمارے ہاں نماز کی حالت میں شرم گاہ کا ڈھکا رہنا شرط ہے ورنہ نماز نہیں ہوگی۔ مگر قربان جائے ضد کے، لکھتے ہیں: ہر کہ در نماز عورتش نمایاں شد نمازش صحیح باشد (عرف الجادی ص ۲۲) یعنی حالت نماز میں جس کی شرم گاہ نکلی رہے اس کی نماز بالکل صحیح ہے۔

(۵) اسی طرح نماز کے لئے شرط ہے کہ نماز کا وقت ہو، وقت ہونے سے پہلے نماز نہیں ہوتی مگر یہ لکھ دیا گیا کہ اگر عصر کے وقت فٹ بال کھیلنا ہو تو عصر کی نماز ظہر کے ساتھ پڑھ سنے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱/ ص ۶۳۱)

(۶) ہمارے ہاں کفار کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں مگر نواب وحید الزمان نے صاف لکھا ہے کہ کافر کے پیچھے نماز پڑھ لی تو نہرانے کی ضرورت نہیں۔ (نزل الابار ج ۱/ ص ۱۰۱) آپ کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ صاحب کافوتی یہی تھا کہ مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز ہے، بلکہ آپ مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھ بھی لیا کرتے تھے۔ (فیصلہ مکہ ص ۳۶) اور آپ کے مناظر اسلام مولانا عنایت اللہ اثری بھی مرزائیوں کے پیچھے نمازیں پڑھا کرتے تھے۔

## فقہ کی مخالفت

وہ صاحب فرمانے لگے فقہ کی مخالفت کون سا کفر ہے بلکہ فقہ کی مخالفت تو کرنی چاہئے تاکہ لوگ فقہ کو چھوڑ دیں۔ میں نے کہا فقہ کے یہ مسائل کتاب و سنت پر مبنی ہیں ان کی مخالفت کتاب و سنت کی مخالفت ہے۔ میں نے کہا آپ یہ جماد اپنی مساجد میں شروع فرمائیں گے کہ بھی فقہ کی مخالفت کرنی ہے اس لئے عصر کے وقت چونکہ ہاکی کھیلنی ہے عصر کی نماز پونے ایک بجے پڑھ لیں، نماز کی جگہ پر پاخانہ

لیپ لیں، جسم کو پیشاب سے غسل دے لیں، کپڑوں کو حیض کے خون سے رنگ کر پین لیں مگر شرم گاہ ننگی رکھیں اور نماز کا امام بھی لالہ آتما رام کو بنالیں اور نماز کے شروع اور آخر میں نعرے لگائیں کہ فقہ کی مخالفت کوئی کفر نہیں۔ قدم بڑھائیے اور فقہ کی مخالفت میں حصہ لے کر ثواب دارین حاصل کیجئے۔

مسلم اہل حدیث زندہ باد۔

## نبی کی مخالفت

وہ صاحب بڑے چمک کر بولے کہ آپ لوگ کلمہ نبی ﷺ کا پڑھتے ہیں لیکن نبی پاک ﷺ کی بات نہیں مانتے بلکہ ان کے خلاف امام ابو حنیفہ کی باتیں مانتے ہیں۔ میں نے کہا یہی کچھ آپ کے بڑے بھائی اہل قرآن آپ کے بارہ میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم خدا کے بندے ہیں مگر اس خالق کے خلاف مخلوق رسول اللہ ﷺ کی باتیں مانتے ہیں۔ قرآن پاک کی مخالفت اہل حدیث کا اوڑھنا بچھوٹا ہے۔ یہ لوگ تلاش کر کر کے ایسی احادیث پر عمل کرتے ہیں جو قرآن پاک کے خلاف ہوں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ ہماری اصول فقہ کی کتابوں سے صرف ایک مستند حوالہ پیش کریں کہ اس میں تحریر ہو کہ نبی پاک ﷺ کے خلاف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی بات ماننا یا کسی گلاب کا حوالہ دیں کہ فلاں حنفی امام نے کہا ہو کہ نبی پاک ﷺ کا حکم تو یہ ہے مگر میں نبی ﷺ کے حکم کے خلاف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی یہ بات مانتا ہوں۔ حوالہ لائیے یا جھوٹ سے باز آئیے۔ اس نے کہا دیکھئے نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور تم اس حدیث کو نہیں مانتے۔ امام ابو حنیفہ کی بات مانتے ہو۔ میں نے کہا عزیزم! یہ آپ کی بات ہے۔ کسی حنفی نے یہ نہیں لکھا کہ ہم اس مسئلہ میں نبی پاک ﷺ کی بات نہیں مانتے بلکہ اس کے خلاف امام صاحب کی بات مانتے ہیں۔ آپ اپنی بات پر حوالہ پیش فرمائیں۔ اب ہماری بھی سن لیں، ہم کہتے ہیں کہ

یہاں حنفی پوری حدیث کو مانتے ہیں اور غیر مقلد ادھوری کو اور یہ کتنا ظلم ہے کہ جو پوری حدیث کو مانیں ان کو اہل الرائے کہا جاتا ہے اور جو ادھوری حدیث مانیں وہ اپنا نام اہل حدیث رکھتے ہیں۔ اب سنئے، حضور ﷺ کی پوری حدیث یوں ہے کہ نماز نہیں ہوتی اس کی جو فاتحہ اور کچھ اور حصہ قرآن کا نہ پڑھے۔

(۱) عن عبادة بن یساف، ج ۱/ ص ۱۶۹، عبد الرزاق ج ۲/ ص ۹۲، نسائی ج ۱/ ص ۱۳۵، ابو داؤد ج ۱/ ص ۱۱۹

(۲) وعن ابی ہریرہ، ج ۱/ ص ۱۱۸، حاکم ج ۱/ ص ۲۳۹

(۳) عن ابی سعید، مسند احمد ج ۳/ ص ۱۰۳، ابو داؤد ص ۱۱۸

(۴) عن عمران بن حصین، ابن عدی ص ۱۳۰

(۵) عن ابن مسعود الانصاری، رواہ ابو نعیم نصب الرایہ ج ۱/ ص ۳۶۵

(۶) عن عبد اللہ بن عمر، الکامل ج ۵/ ص ۲۹

(۷) وعن عائشہ رضی اللہ عنہا، الکامل ج ۴/ ص ۳۲

(۸) عن جابر، ابن ابی شیبہ ج ۱/ ص ۳۶

یہ آٹھ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) تو صراحتاً روایت کرتے ہیں کہ جس نماز میں فاتحہ اور زائد قرآن نہ پڑھا جائے وہ نماز نہیں ہوتی اور احادیث میں آپ ﷺ کا نماز میں سورۃ فاتحہ کے علاوہ زائد قرآن پڑھنا متواترات میں سے ہے۔ جب نماز کی قراءت کی احادیث متواترہ میں دو حصے ثابت ہوئے سورۃ فاتحہ اور مازاد علی الفاتحہ اور ان دونوں کے نہ ہونے سے آپ ﷺ نے نماز کی نفی فرمائی۔ اب ہم ان دونوں حصوں کا ایک ہی حکم مانتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ بھی واجب ہے اور مازاد بھی واجب ہے۔ اس کے برعکس غیر مقلد کہتے ہیں کہ نماز میں فاتحہ ضروری اور فرض ہے۔ مازاد ضروری نہیں تو حدیث کا انکار غیر مقلدین نے کیا یا احناف نے؟ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آنحضرت ﷺ کے فرمان

سے جب فاتحہ اور مازاد دونوں کا واجب ہونا معلوم ہوا تو پورے یقین سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اس حدیث کا مقتدی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں کیونکہ مقتدی پر مازاد علی الفاتحہ خود غیر مقلدین کے ہاں بھی واجب نہیں بلکہ حرام ہے۔ اب غیر مقلدین نے اس حدیث میں مقتدی کو شامل کر کے اس حدیث کا انکار کیا یا نہیں؟ کیونکہ اگر اس حدیث میں مقتدی بھی شامل ہو تو اس پر مازاد علی الفاتحہ بھی واجب ہوگی اور غیر مقلدین مقتدی پر مازاد علی الفاتحہ کو حرام کہتے ہیں۔ تو یہ بات واضح ہو گئی کہ حنفی یہ احادیث پوری کی پوری مانتے ہیں اور غیر مقلدین ان احادیث کو بھی ادھوری مانتے ہیں اور ساتھ ساتھ یہ جھوٹ بھی بولتے ہیں کہ ہم نے حدیث کو مانا اور احناف نے حدیث کے خلاف امام کے قول کو مانا۔ اللہ تعالیٰ جھوٹے دسوس سے محفوظ فرمائیں۔

### مقتدی

اس نے کہا پھر تم کیوں کہتے ہو کہ مقتدی کی نماز بغیر فاتحہ کے ہو جاتی ہے؟ میں نے کہا آپ بھی بتائیں کہ مندرجہ بالا آٹھ احادیث کے حکم میں آپ کے نزدیک مقتدی بھی شامل ہے پھر آپ کیوں کہتے ہیں کہ مقتدی کی نماز بغیر مازاد کے ہو جاتی ہے۔ پھر میں نے کہا کہ آپ ہمارے مسلک کو جانتے تک نہیں، جیسے خطیب خطبہ پڑھتا ہے سب خاموش رہتے ہیں تو کوئی یہ نہیں کہتا کہ ہم نے بغیر خطبہ کے جمعہ پڑھا ہے بلکہ سب یہی کہتے ہیں کہ ہم نے خطبے والا جمعہ پڑھا ہے کیونکہ خطیب کا خطبہ ہم سب کی طرف سے ہو گیا ہے۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ امام کی قراءت (فاتحہ و سورۃ) سب کی طرف سے ہو گئی ہے تو مقتدی کی نماز بھی فاتحہ و سورۃ کے ساتھ ہوئی ہے۔ ہم اس لئے یہ کہتے ہیں کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جو امام کے ساتھ نماز پڑھے تو امام کی قراءت مقتدیوں کی بھی قراءت ہے۔

(۱) عن جابر بن عبد اللہ موطا محمد ص ۹۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱/ ص ۷۷



(۲) ابو الدرداء رضی اللہ عنہ دارقطنی ج ۱/ ص ۳۳۲

(۳) عبد اللہ بن شداد ابن الہاد موطا محمد ص ۹۸

(۴) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ (کتاب القراءة)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اوز بہت سے تابعین نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ آپ بھی ایک حدیث پیش کریں کہ امام کی قراءت مقتدی کے لئے کافی نہیں اور کسی حنفی کتاب سے یہ دکھائیں کہ حنفی نے کہا ہو کہ مقتدی کی نماز بغیر فاتحہ و سورۃ کے ہو جاتی ہے ورنہ جھوٹ سے توبہ کیجئے۔ کہنے لگا کہ یہ احادیث صحیح ہیں؟ میں نے کہا اللہ اور رسول اللہ ﷺ نے نہ ان کو صحیح فرمایا ہے اور نہ ضعیف، ہمارے ائمہ ثلاثہ نے بالاتفاق ان کو تسلیم کر کے ان کے موافق فتویٰ دیا ہے تو ہمارے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ احادیث بالاتفاق صحیح ہیں۔ ہاں آپ اگر اللہ یا رسول اللہ ﷺ سے ان کا ضعیف ہونا ثابت کر دیں تو ہم اپنے ائمہ ثلاثہ کا قول چھوڑ دیں گے لیکن آپ چاہیں کہ آپ جیسے نااہلوں کے کہنے سے ہم ائمہ ثلاثہ کی تحقیق کو چھوڑ کر آپ جیسے نااہلوں کی تقلید کر لیں تو اس سے ہمیں رسول اکرم ﷺ منع فرماتے ہیں: واذا وسد الامر الی غیر اہلہ فانتظر الساعۃ (متفق علیہ) یعنی جب نااہل لوگ دخل اندازی کرنے لگیں تو قیامت ٹوٹ پڑتی ہے۔ آہ! آج آپ جیسے نااہل لوگوں کی دخل اندازی سے دین اسلام پر قیامت ٹوٹی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت فرمائیں۔

مکہ مدینہ والادین :

اب وہ صاحب بڑے پریشان ہوئے لیکن اصل موضوع سے بھاگ نکلتا اس فرقے کا کمال ہے۔ فرمانے لگے ہمارا دین مکہ مدینہ والا ہے اور تمہارا کوئی والا۔ میں نے کہا کہ آپ کے بڑے بھائی اہل قرآن بھی یہی کہتے ہیں کہ ہمارا دین مکہ مدینہ والا ہے کیونکہ قرآن کی بعض سورتوں پر مکہ لکھا ہے اور بعض پر

مَدَنِيَّة۔ اس قرآن کے مقابلہ میں صحاح ستہ میں سے کوئی کتاب بھی اہل مکہ یا اہل مدینہ کی لکھی ہوئی نہیں۔ آپ کے بڑے بھائی اہل قرآن کی بات آپ کے مقابلہ میں زیادہ وزنی معلوم ہوتی ہے۔ میں نے کہا آپ نے تو مدینہ منورہ میں خیر القرون کے تبع تابعی مجتہد امام مالک رحمہ اللہ کی لکھی ہوئی حدیث کی کتاب کو صحاح ستہ سے خارج کر دیا جبکہ اہل کوفہ نے باقاعدہ اس حدیث کی کتاب کو روایت کیا دیکھو امام محمد رحمہ اللہ کی موطا۔ یہ عجیب انصاف ہے کہ جو مدینہ کی کتاب کو روایت کریں ان کا دین مدینے والا نہ ہو اور جو مدینہ کی کتاب کو پیچھے دھکیلیں وہ مدینے والے بن جائیں۔

تفو بر تو اے چرخِ گرداں تفو

### اہل مدینہ سے مخالفت :

(۱) آپ کے ہاں وضو میں صرف پگڑی پر مسح جائز ہے (الروضة النديه ج ۱/ص ۳۹) اور امام مدینہ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صرف پگڑی پر مسح جائز نہیں (موطا ص ۲۳) بلکہ فرمایا جو پگڑی پر مسح کرے اس کی نماز نہیں ہوتی (المدونة الكبرى ج ۱/ص ۱۶) دیکھئے مدینے والے نہ آپ کے وضو کو صحیح مانتے ہیں نہ آپ کی نماز کو۔

(۲) امام مالک رحمہ اللہ تیمم کا طریقہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ ایک ضرب سے چہرہ کا مسح کرے اور دوسری ضرب سے دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت (موطا ص ۴۲) لیکن آپ نے اہل مدینہ کا مذہب چھوڑ کر بخارا کا مذہب قبول کیا کہ تیمم میں ہاتھوں کا مسح صرف ہتھیلیوں کا ہو (بخاری ص ۴۸) اور تیمم کی ضرب ایک ہو (بخاری ص ۵۰)

(۳) امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ نماز میں ہاتھ لٹکائے جائیں اور آپ کا دعویٰ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ ہاتھ کندھوں تک اٹھا کر پھر وائیں ہتھیلی

سے ہائیں کھینچی کو پکڑ کر سینہ پر رکھتے تھے۔ یہ مذہب نہ کسی حدیث سے ثابت ہے اور نہ ہی اہلِ مدینہ کا۔

(۴) آپ لوگ کہتے ہیں کہ جو مقتدی جہری نمازوں میں بھی امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرات (فاتحہ و سورۃ) نہ کرے (موطأ ص ۶۸)

(۵) امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مقتدی آمین کہیں اور امام آمین نہ کہے اور اکیلا نمازی آمین آہستہ کہہ لے تو کوئی مضائقہ نہیں (المدونة الکبریٰ ج ۱/ ص ۷۱) آپ کے ہاں مسئلہ یہ ہے کہ امام اور پھر مقتدی پکار کر آمین کہیں (دستور المتقی ص ۱۱۱) اور امام جماعت غریاء اہل حدیث مفتی عبدالستار صاحب فرماتے ہیں: ”جو تا عاقبت اندیش وقتہ انگیز او فحی آمین سے چڑے اور کہنے والوں سے حسد کرے وہ یقیناً یہودی ہے۔“ (فتویٰ آمین بالجہر ص ۳۴)

(۶) امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ عورت نماز میں بیٹھ کر رہے گی اور اپنی رانیں اور بازو کھول کر نہیں رکھے گی۔ پس عورت اپنے جلسہ اور سجدے دونوں میں خوب ملی ہوئی اور کھنی ہوئی ہوگی (الرسالہ بحوالہ نصب العیود ص ۵۰) لیکن آپ لوگ کہتے ہیں کہ مرد اور عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں (دستور المتقی ص ۱۵۱، صلوٰۃ الرسول ص ۱۹۰) پھر کس منہ سے کہتے ہو کہ ہمارا دین مدینے والا ہے۔

(۷) موطأ امام مالک ص ۷۱ اور ص ۱۴۹ سے ظاہر ہے کہ جو شخص نماز باجماعت کے رکوع میں شامل ہو تو اس کی وہ رکعت شمار ہوتی ہے مگر غیر مقلدین کہتے ہیں کہ وہ رکعت شمار نہیں ہوتی۔ (عرف الجادی ص ۲۶، نزل الابرار ج ۱/ ص ۱۳۳)

(۸) موطأ ص ۱۱۱ سے ظاہر ہے کہ امام فجر کی جماعت کرا رہا ہو تو آٹے والا پہلے

و تر پڑھ سکتا ہے مگر غیر مقلدین اہل مدینہ کے اس مسئلہ کو غلط کہتے ہیں۔ (صلوۃ الرسول ص ۳۵۱)

(۹) امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے بعد نماز میں رفع یدین کرنا ضعیف ہے اور فرمایا کہ میں کسی رفع یدین کرنے والے کو پہچانتا تک نہیں (المدونۃ ج ۱/ ص ۱۷۱) لیکن غیر مقلدین نے تقریر و تحریر اور چیلنج بازیوں سے اس مسئلہ پر کتنا اودھم مچا رکھا ہے۔

(۱۰) ابن القاسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک جنازہ کی پہلی تکبیر کے بعد کسی تکبیر کے ساتھ رفع یدین جائز نہیں۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۱/ ص ۱۷۶) مگر آپ کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ صاحب فرماتے ہیں ”جنازہ میں ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھانا مستحب ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۲/ ص ۵۰)

(۱۱) امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں قراءت (قرآن پڑھنا) ہمارے شر (یعنی طیبہ) میں اس پر عمل نہیں۔ نماز جنازہ صرف دعا ہے۔ میں نے اپنے شر کے اہل علم کو اسی پر پایا ہے۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۱/ ص ۱۷۴) مگر غیر مقلدین کا کہنا ہے اگر امام یا مقتدی نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو نماز باطل ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۵/ ص ۱۸۵)

(۱۲) نماز جنازہ آہستہ آواز سے پڑھی جائے۔ اس میں علمائے اسلام میں کوئی اختلاف نہیں۔ (نوی شرح مسلم ص ۳۱۱، مغنی لابن قدامہ ج ۲/ ص ۴۸۶) لیکن پوری امت کے خلاف غیر مقلدین کے نزدیک نماز جنازہ بلند آواز سے پڑھنا سنت ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۲/ ص ۵۶)

(۱۳) امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں جنازہ کے مسجد میں رکھے جانے کو مکروہ سمجھتا ہوں (المدونۃ الکبریٰ ج ۱/ ص ۱۷۷) مگر غیر مقلد کہتے ہیں کہ مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھنا سنت ہے اور اس سے انکار کرنا سنت کی مخالفت کرنا ہے۔

(بلاغ المبین ص ۵۵۳ بحوالہ فتاویٰ ستاریہ ج ۱/ ص ۳۱)

(۱۳) امام مالک رحمہ اللہ ایک رکعت وتر کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں ہمارے ہاں اس پر بالکل عمل نہیں ہے کم از کم وتر تین رکعت ہیں (موطاص ۱۱۰) جبکہ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ تین وتر پڑھنے جائز ہی نہیں۔ (عرف الجادی ص ۳۳)

(۱۵) امام مالک رحمہ اللہ قرآن کی آیت سے ثابت کرتے ہیں کہ گھوڑا حلال نہیں (موطاص ۳۹۳) مگر غیر مقلدین ہر سال کسی نہ کسی جگہ گھوڑے کی قربانی کا کھڑاک رچا لیتے ہیں۔

(۱۶) امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک قربانی کے تین دن ہیں (موطاص ۳۹۷) مگر غیر مقلدین چوتھے دن بھی قربانی کرتے ہیں۔

(۱۷) امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رمضان کے بعد شوال میں چھ روزے میں نے کسی ایک بھی اہل علم و فقیہ کو رکھتے نہیں دیکھا اور اسلاف سے کسی کا یہ روزے رکھنا مجھے نہیں پہنچا ہے بلکہ اہل علم ان کو مکروہ سمجھتے ہیں اور ان کے بدعت ہونے کا خوف کرتے ہیں کہ اہل جمالت و جفا کیسے ان کو رمضان کے ساتھ نہ ملا لیں۔ (موطاص ۲۵۶) غیر مقلدین امام کے ارشاد پر بہت واویلا مچاتے ہیں۔

(۱۸) امام مالک رحمہ اللہ خیار مجلس کی حدیث میں لکھ کر فرماتے ہیں: ولیس لہذا عندنا حد معروف لا امر معمول بہ فیہ (موطاص ۲۰۵) کہ نہ خیار مجلس کی ہمارے ہاں کوئی حد معروف ہے اور نہ ہی ہمارے ہاں اس پر عمل ہے جبکہ غیر مقلدین اس پر بہت شور و غوغا مچاتے ہیں۔

(۱۹) موطا امام مالک ص ۵۱۰ تا ص ۵۲۱ کی روایات سے ظاہر ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ ایک کلمہ سے بھی تین طلاق واقع ہونے کے قائل ہیں جبکہ غیر مقلدین بالکل نہیں مانتے۔

(۲۰) رکعات تراویح میں ۲۰ رکعت کے ترویحوں میں ۱۶ نوافل کے بھی امام مالک رحمہ اللہ قائل ہیں جبکہ غیر مقلدین اس کو بالکل نہیں مانتے۔

میں نے کہا اہل مدینہ سے نہ آپ کا وضو ملے، نہ تیمم، نہ نماز، نہ جنازہ، حلال و حرام اور نکاح و طلاق میں ان سے اختلاف کرتے ہو پھر عوام کو مغالطہ دیتے ہو کہ ہمارا دین مدینہ والا ہے۔ کیا اس جسارت سے جھوٹ بولنے پر آپ کو کبھی خیال نہیں آتا کہ ہم نے ایک دن اللہ کے ہاں ایک ایک بات کا حساب دینا ہے اور جہاں نہ زور چلے گا نہ زر۔ ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت گنہگاروں کو آوازیں دیتی ہے کہ آؤ توبہ کر لو۔

### کتاب و مدینہ

کھل دین پر آپ کی ایک بھی کتاب نہ مکہ میں لکھی گئی اور نہ مدینہ میں اور کوفہ میں دین اسلام ان صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے ذریعہ آیا جو مکہ مدینہ سے آئے تھے۔ علامہ علاؤ الدین رحمہ اللہ نے مدینہ منورہ میں روضہ پاک پر بیٹھ کر ایک جامع اور کھل کتاب ”در مختار“ تحریر فرمائی۔ اس میں لکھتے ہیں: الحاصل قرآن پاک کے بعد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ رسول پاک (ﷺ) کا سب سے بڑا معجزہ ہیں اور اس کی یہی دلیل کافی ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ آپ کا ہی مذہب پھیلا اور دوسری دلیل یہ ہے کہ امام نے کوئی قول ایسا نہ فرمایا جو کسی نہ کسی امام کا مذہب نہ ہو (یعنی سب ائمہ آپ ہی کے خوش چہین ہیں) اور تیسری دلیل یہ ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ کے زمانہ سے آج تک سلطنت اور قضاء کے عہدے ان کے مقلدین کے پاس رہے ہیں۔ علامہ شاہی رحمہ اللہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ خلافت عباسیہ جن کی مدت حکومت تقریباً پانچ سو سال ہے۔ اس میں اکثر قاضی اور مشائخ (یعنی شیخ الاسلام) حنفی تھے، جیسا کہ کتب تاریخ اس کی شاہد ہیں۔ ان کے بعد سلاطین سلجوقی اور خوارزمی سب کے سب حنفی تھے، اور خلافت عثمانیہ بھی

حنفی تھی اور ان کے قاضی بھی حنفی، یعنی شامی کے زمانہ تک نو سو سال کے سلاطین اسلام حنفی گزرے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ بھی فرماتے ہیں: در جمیع بلدان و جمیع اقالیم بادشاہان حنفی اند و قضاة و اکثر مدرساں و اکثر عوام حنفی (کلمات طیبات ص ۱۷۷) یعنی تمام ملکوں اور شہروں میں بادشاہ حنفی ہیں اور اکثر قاضی، اکثر مدرسین اور اکثر عوام حنفی ہیں۔ الغرض دوسری صدی سے چودھویں صدی کے وسط تک تقریباً بارہ سو سال حرمین شریفین کے خادم حنفی رہے اس کے بعد آج تک حنبلی ہیں۔ ”اہل قرآن“ اور ”اہل حدیث“ کو کبھی اللہ تعالیٰ نے حکومت عطا کر کے خدمت حرمین شریفین کا موقعہ نہیں دیا۔ ان کی حکومت تو کجا ان کا وجود ہی ان مقدس شہروں میں نہیں تھا۔

### مولانا ثناء اللہ کا اعتراف حق :

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام نے ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو ایک اعلان اپنے فرقہ وارانہ اخبار اہل حدیث امرتسر میں شائع کیا۔ فرماتے ہیں: برادران اسلام! جماعت (غیر مقلدین) کے اکثر افراد جانتے ہیں کہ مولانا احمد صاحب دہلوی سات آٹھ سال سے مدینہ طیبہ میں مقیم ہیں۔ جب آپ وہاں پہنچے تو اس مقدس شہر کے ساکنین میں سے کسی کو اہل حدیث نہ پایا۔ نہ اس جماعت کا کوئی مدرسہ ہے نہ رباط نہ دیگر کسی خدمت کے آثار اس جماعت کے وہاں موجود ہیں، نہ اس جماعت کا وہاں تذکرہ ہے نہ نام و نشان۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صدیوں سے اس جماعت کے اعمال نامے مدینۃ الرسول ﷺ کی خدمت سے خالی ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر دل پر سخت چوٹ لگی اور بے حد افسوس ہوا کہ یہ مرکز اسلام، یہ دربار نبی ﷺ کا مسکن جہاں دنیا بھر کے مسلمان جمع ہوتے ہیں وہاں کوئی اہل حدیث کا نام لیوا اور مذہب اہل حدیث کا مبلغ نہ ہو؟ کتنی شرم کی بات ہے کہ دعویٰ تو سچ کا اور پھر صاحب سنت مطہرہ کے گھر مدینہ طیبہ میں اس دعویدار قوم کا کوئی حصہ بھی

نہ ہو، افسوس اللہ۔

اسی طرح مکہ مکرمہ میں ان کا پہلا مدرسہ دارالحدیث محمدیہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ کو شروع ہوا۔ اس کا بانی عبدالحق نوناری (احمد پور شرقیہ) تھا۔ اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ جیسے مرزائیت، پرویزیت، عرب ممالک وغیرہ میں پاک و ہند سے گئی اسی طرح غیر مقلدیت بھی پاک و ہند سے گئی، جس طرح قادیانیوں اور اہل قرآن کا یہ دعویٰ باطل ہے کہ ان کا دین حجازی ہے، اسی طرح غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ ہمارا دین مکہ مدینے سے آیا ہے ایک زبردست تاریخی غلط بیانی ہے۔ میں نے کہا آپ کو تو مکہ مدینہ سے اتنی بھی نسبت نہیں جتنی بتوں کو مکہ مکرمہ سے ہے کہ اگر وہاں کے نہیں تو وہاں سے نکالے ہوئے تو ہیں۔ میں نے کہا: کیا آپ اسلام کی پہلی ساڑھے تیرہ صدیوں میں کسی ایک خلیفہ اسلام، کسی ایک قاضی، کسی ایک امام مسجد حرام یا امام مسجد نبوی ﷺ، حرمین شریفین کے کسی ایک خاکروب کو بھی کسی مستند تاریخی شہادت سے ثابت کر سکتے ہیں کہ نہ اس میں اجتہاد کی اہلیت تھی اور نہ وہ تقلید کرتا تھا بلکہ غیر مقلد تھا۔ اجتہاد کو کاراہیوں اور مجتہد کی تقلید کو شرک کہتا تھا۔ دیدہ با دید۔ مرداں بکوشید۔

### سلاطین اسلام

اس نے کہا آپ نے بڑے فخر سے کہا ہے کہ تمام سلاطین اسلام خفی رہے ہیں۔ یہ درست ہے اور بجا ہے۔ آخر سلاطین خفی کیوں نہ ہوتے جبکہ خفی فقہ نے شراب اور زنا کی کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ امام ابو یوسف ہارون رشید کو خود شراب بنا کر پلاتے تھے۔ اس شراب کا نام ہی اہا یوسفی تھا۔ میں نے کہا بہت بڑی جسارت ہے کہ تمام سلاطین اسلام کو زانی اور شرابی کہا جائے اتنا کھل کر تو شاید کسی کھلے کافر نے بھی آج تک نہ کہا ہو گا اور اس سے بڑی جسارت یہ ہے کہ تمام فقہائے اسلام کو شراب اور زنا کا جائز قرار دینے والا کہا جائے۔ نبی اقدس ﷺ



فقہ کو خیر اور فقہاء کو خیار فرمائیں اور آپ لوگ فقہ کو شر اور فقہاء کو اشرار قرار دیں:

قیامِ حشر کیوں نہ ہو کہ اک کلچری سنجی  
کرے ہے حضور بلبلِ بستانِ نواسنجی

آنحضرت ﷺ نے بالکل بجا فرمایا تھا کہ اس امت کے آخر میں ایسے لوگ آئیں گے جو اس امت کے اسلاف کو لعن طعن کیا کریں گے۔ اس فرمانِ رسول ﷺ کی صداقت کا غیر مقلدین نے آنکھوں سے مشاہدہ کروادیا۔ اس نے کہا عالمگیری میں شراب کو جائز کہا گیا ہے جو بادشاہ کے لئے لکھی گئی ہے اور شراب ابایوسنی کا ذکر بھی اسی میں ہے۔ میں نے عالمگیری کا اردو ترجمہ اس کے سامنے رکھ دیا۔ وہاں لکھا تھا: خمر کے لئے چھ حکم ہیں: (۱) اول یہ کہ خمر کا تھوڑا پینا اور بہت پینا سب حرام ہے اور اس سے دوا کے طور پر بھی انتفاع حرام ہے۔ (۲) دوم یہ کہ اس کی حرمت کا منکر کافر ہے۔ (۳) سوم یہ کہ جس طور سے لوگ متاع (فائدہ) حاصل کرتے ہیں مثلاً بیع و ہبہ وغیرہ کے طور پر خمر کا مالک ہو نیا دوسرے کو مالک کرنا حرام ہے۔ (۴) چہارم یہ کہ خمر کا تقوم باطل ہو گیا حتیٰ کہ خمر کا تلف کرنے والا ضامن نہ ہو گا یعنی کسی نے کسی کی شراب انڈیل کر ضائع کر دی تو اس کو شراب کی قیمت نہیں دینی پڑے گی۔ (۵) پنجم یہ کہ خمر مثل پیشاب اور خون کے نجاستِ غلیظ ہے۔ (۶) ششم یہ کہ اس کے تھوڑا یا بہت پینے سے حد شرعی واجب ہوتی ہے۔ (عالمگیری ج ۹/ ص ۸۱۲)

خدا کا خوف کرو، کیا اسی کا نام شراب کی مکلی چھٹی ہے۔

ہمارے ہاں خمر پیشاب کی طرح ناپاک اور آپ کے ہاں خمر پاک ہے (نزل الابرار ج ۱/ ص ۳۹) اس نے کہا پھر شراب ابایوسنی کا کیا قصہ ہے؟ میں نے کہا ابایوسنی خمر نہیں ہے اس کا نام بختنج یا مثلث ”عالمگیری“ نے بیان کیا ہے۔ میں

نے کہا قاضی ابویوسف رحمہ اللہ کا وصال ۱۸۲ھ میں ہے۔ آپ نے عالمگیری سے حوالہ دیا جو ۱۱۱۸ھ کی کتاب ہے جب کہ نسائی ۳۰۳ھ جو کہ صحاح ستہ میں شامل ہے اس میں ہے: ”عن ابراہیم لا باس بنبیز البحتج“ نیز یعنی شیرہ کے پینے میں کچھ قباحت نہیں تو اگر قاضی صاحب نے ہارون رشید کو اس شیرہ کے پینے کی اجازت دی تو یہ کس حدیث کے خلاف ہے؟ آپ کو کئی آیت یا حدیث پڑھیں جس میں بحتج کو حرام قرار دیا گیا ہو اور بخاری (۵۶: ۵۳) میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے طلاء مثلث کا پینا درست رکھا ہے۔ (بخاری مترجم ج ۳/ ص ۳۸۰) کیا ان حضرات کو بھی قاضی ابویوسف رحمہ اللہ فتویٰ دے آئے تھے؟ آپ صرف اور صرف ایک حوالہ دیں کہ فقہ حنفی میں خمر کے ایک قطرے کو بھی حلال یا پاک کہا گیا ہو ورنہ اس جھوٹ سے توبہ کریں۔

اس نے کہا لیجئے میں خمر کا لفظ دکھاتا ہوں ڈکٹر مختار میں صاف ہے کہ خمر میں گندم کو جوش دیا جائے تو وہ کئی بار جوش دے کر کھلنے سے پاک ہو جاتی ہے۔ میں نے در مختار دکھائی اس میں ہے کہ جو گیہوں شراب میں پکائی جائے وہ کبھی پاک نہ ہوگی اسی پر فتویٰ ہے (ص ۱۷۲) آپ نے یا تو خیانت کی ہے یا جہالت سے ایسا کہا ہے۔ پھر میں نے نزل الابرار دکھائی کہ آپ کے ہاں تو خمر ہی پاک ہے۔ خمر میں پکایا ہو گیہوں پاک ہے بلکہ خمر میں آٹا گوندھ کر روٹی پکائی جائے تو اس کا کھانا بھی حلال ہے۔ اس نے کہا آپ کی ہدایہ میں لکھا ہے کہ شراب کا سرکہ بنانا جائز ہے۔ میں نے دکھایا کہ انہوں نے ساتھ حدیث بھی دی ہے: خبیر خلکم خل خمر کم بہترین سرکہ وہ ہے جو شراب سے بنایا جائے اور آپ کے ہاں بھی یہی ہے: اما الخمر اذا صار خلا فیصیر حلالاً۔ شراب جب سرکہ بن جائے تو پختا حلال ہے۔ (نزل الابرار ج ۱/ ص ۲۸۵) لیجئے بخاری میں بھی ہے کہ حضرت

ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شراب (خر) میں مچھلی ڈال دیں اور سورج کی دھوپ میں رکھ دیں تو اب وہ شراب نہیں رہتی یعنی سرکہ بن کر حلال ہے۔ بخاری تو ہدایہ سے پہلے لکھی گئی ہے۔ پہلے اعتراض اس پر کرنا چاہئے تھا۔ آخر کینے لگا کہ ہاں شراب کا سرکہ بن جائے تو اس کے حلال ہونے میں تو شک نہیں ہے لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہئے ابویوسف قاضی کیسے بنا؟ اس نے ہارون رشید کو فتویٰ دیا تھا کہ اپنے باپ کی لونڈی سے تجھے صحبت کرنا حلال ہے اس کے صلہ میں اسے قاضی بنا دیا گیا۔

### قاضی ابویوسف رحمہ اللہ :

میں نے کہا آپ کو یاد ہے کہ جو الفاظ بھی آپ کے منہ سے نکل رہے ہیں ایک ایک لفظ کا اللہ کے ہاں حساب ہوتا ہے۔ محدث علی بن صالح (۱۵۱ھ) جب حدیث روایت فرماتے تو فرماتے:

حدثني افقه الفقهاء و قاضى القضاة و سيد العلماء ابو يوسف۔ یعنی مجھے اپنے دور کے سب فقہاء سے بڑے فقیہ اور قاضی القضاۃ عالموں کے سردار نے حدیث سنائی اور محدث علی بن الجعد (۲۳۰ھ) جو بخاری کے استاد ہیں فرمایا کرتے جب تو ابویوسف رحمہ اللہ کا نام لینا چاہے تو پہلے اپنے منہ کو صابن اور گرم پانی سے خوب پاک صاف کر لے۔ پھر فرمایا خدا کی قسم میں نے ابویوسف رحمہ اللہ جیسا محدث نہیں دیکھا۔ آپ صائم الدہر تھے اور قاضی بننے کے بعد بھی روزانہ دو سو تسبیح پڑھتے تھے۔ کسی مسلمان پر تمہمت لگانے کے لئے ثبوت چاہئے۔ آپ نے جو واقعہ ان کی طرف منسوب کیا ہے اس کی کوئی سند نہیں ہے۔

آپ کے نواب صدیق حسن خان ہی لکھتے ہیں یہ واقعہ بالکل بے اصل ہے (کشف الالتباس ص ۲۶۹) اور پھر آپ نے جو اس سے نتیجہ نکالا ہے کہ اس وجہ سے ہارون رشید نے قاضی صاحب رحمہ اللہ کو قاضی بنایا تو یہ جمالت کا مستیہ بڑا کر دکھاتا ہے

کیونکہ قاضی صاحب کو خلیفہ مہدی نے اس عہدہ پر فائز فرمایا تھا۔ پھر خلیفہ ہادی کے زمانہ میں بھی وہ اس عہدہ پر فائز رہے۔ اس کے بعد ہارون رشید کے زمانہ میں بھی اس عہدہ پر فائز رہے (مقدمہ کتاب الخراج) حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کا تو خوفِ خدا میں یہ حال تھا کہ آخری بیماری میں بہت پریشان تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ کی قسم میں نے نہ کبھی بدکاری کی، نہ کبھی زندگی بھر ایک درہم بھی حرام کا کھلیا اور نہ زندگی بھر کے فیصلوں میں کبھی نا انصافی کی۔ ہاں ایک مرتبہ نا انصافی ہوئی کہ میں ہارون رشید خلیفہ کو کچھ فیصلے سنا رہا تھا کہ ایک عیسائی آیا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ فلاں باغ خلیفہ نے مجھ سے غصب کیا ہے۔ میں نے خلیفہ سے پوچھا۔ اس نے کہا وہ تو مجھے خلیفہ منصور سے میراث میں ملا ہے۔ میں نے عیسائی سے کہا کہ تیرے پاس کوئی گواہ ہیں؟ تو اس نے کہا نہیں۔ گواہ تو نہیں آپ خلیفہ سے قسم لیں۔ میں نے خلیفہ سے قسم لی۔ اس نے قسم اٹھائی اور عیسائی چلا گیا۔ اب میں اس پر ڈر رہا ہوں کہ میں نے عیسائی کو خلیفہ کے ساتھ بٹھا کر یہ مقدمہ کیوں نہ سنا۔ اس پر رورہے تھے۔ (مناقبِ ذہبی ص ۴۳)

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ بیمار تھے تو ولی کامل حضرت خواجہ معروف کرخی رحمہ اللہ نے حضرت عبدالرحمن بن القواس رحمہ اللہ سے فرمایا کہ قاضی صاحب کی وفات ہو جائے تو مجھے بھی خبر دینا۔ عبدالرحمن فرماتے ہیں میں باہر نکلا اور قاضی صاحب رحمہ اللہ کے گھر کی طرف گیا تو قاضی صاحب کا جنازہ بالکل تیار تھا، میں نے سوچا اب حضرت خواجہ معروف کرخی کو بتانے جاؤں تو میں خود جنازے سے رہ جاؤں گا اس لئے میں نے نماز جنازہ پڑھی اور پھر آکر حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ کو خبر دی، آپ کو سن کر بہت صدمہ ہوا۔ حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ نے فرمایا آج ہی رات میں نے خواب دیکھا کہ میں گویا جنت میں داخل ہوا ہوں تو ایک بہت شاندار محل دیکھا میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے تو مجھے بتایا گیا کہ یہ قاضی ابویوسف کا ہے۔ میں نے پوچھا ایسے عالی شان محل کے وہ حق دار کیسے بنے؟ تو بتایا گیا کہ انہوں نے لوگوں کو خوب علم سکھایا اور لوگوں نے ان پر کئی بے بنیاد الزامات لگائے۔ (مناقبِ ذہبی ص ۴۴) امام محمد رحمہ

اللہ کے وصال کے بعد ولی کامل، محدث اعظم، ابدالِ وقت نے خواب میں انہیں دیکھا اور پوچھا محمد! کیا گزری؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تجھے علم کا خزانہ بنایا تھا اس لئے کوئی عذاب نہیں جا جنت میں چلا جا اور میں اس عظم الشان محل میں ہوں۔ میں نے پوچھا قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کہاں ہیں؟ فرمایا وہ مجھ سے بھی بلند مقامات پر ہیں۔ پھر میں نے پوچھا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہاں ہیں؟ فرمایا وہ تو کئی درجہ ہم سے بلند ہیں۔ (بغدادی ج ۲/ص ۱۸۲)

میں نے کہا جو لوگ صدیوں سے جنت نشین ہیں۔ آپ اب بھی ان کو معاف نہیں کرتے۔ وہ کہنے لگا کہ قاضی صاحب نے ایک حیلہ بتایا کہ آدمی لونڈی کی بیع کر لو آدمی بہہ کر دو اور یہ واقعہ تو خطیب بغدادی نے سند سے لکھا ہے۔ میں نے کہا یہ خطیب نے جلد ۱۴ میں لکھا ہے جبکہ جلد سوم میں اس کی سند کے راوی محمد بن ابی الازھر کے بارہ میں خود لکھ آئے ہیں کہ: کان کذابا قبیح الکذب ظاہرۃ۔ یعنی وہ کھلم کھلا بدترین جھوٹ بیان کرتا تھا۔ پھر اس سند میں حماد بن اسحاق موصلی ہیں یہ دونوں باپ بیٹا زمانہ کے مشہور گویے تھے ایسے جھوٹوں اور گویوں کی روایت سے ان جلیل القدر ائمہ پر ہتھتیں لگائی جاتی ہیں۔ اس نے کہا شاید بعض شوافع نے اس قسم کے واقعات اس لئے ذکر کئے ہوں کہ امام شافعی جب عراق میں گئے اور خلیفہ ہارون رشید کی مجلس میں پہنچے۔ خلیفہ کے سامنے قاضی ابو یوسف نے امام شافعی کو بہت گرا نا چاہا۔ آخر ہارون رشید نے ان دونوں کا مناظرہ کرایا جس میں قاضی ابو یوسف کو بری طرح شکست ہوئی یہ کتنی بری بات ہے کہ قاضی صاحب نے محض حسد سے ان کو گرانے کی کوشش کی حالانکہ انہیں تو عالم کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے تھی اور یہ واقعہ سند کے ساتھ مذکور ہے۔ میں نے کہا کہ اس کی سند میں عبد اللہ بن محمد البلوی ہے جس کے بارہ میں امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ وہ جھوٹی حدیثیں گھڑا کرتا تھا (میزان الاعتدال ج ۲/ص ۴۹۱) جب وہ رسول پاک ﷺ پر جھوٹ بولتا تھا تو قاضی صاحب پر کیوں

نہ بولے گا؟ اس سند کا دوسرا راوی احمد بن موسیٰ البخاری ہے جس کو میزان میں ذہبی نے حیوان وحشی کہا ہے۔ (ج ۱/ ص ۱۵۹) ایسے جھوٹوں کی روایات سے آپ ائمہ کبار پر تہمتیں لگاتے ہیں اور اس واقعہ کے جھوٹا ہونے کی سب سے بڑی تاریخی شہادت یہ بھی ہے کہ حضرت امام شافعی ۱۸۴ھ میں عراق تشریف لائے جبکہ اس سے دو سال قبل حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ وصال پا چکے تھے کیا وہ دو سال بعد قبر سے اٹھ کر امام شافعی رحمہ اللہ سے مناظرہ کرنے آئے تھے؟ آپ لوگوں کا عجیب معاملہ ہے انکار پر آؤ تو بخاری کی حدیث ”قرب نوافل“ اور مسلم کی حدیث اذا قرأ فانصتوا کا انکار کر دو اور ماننے پر آؤ تو ایسے جھوٹے قصوں کو وحی آسمانی سے بڑا درجہ دے دو۔ اس نے کہا کہ جن سلاطین اسلام پر آپ فخر کرتے ہیں یہ وہی تو ہیں کہ حرم مکہ میں ساڑھے پانچ سو سال ان کی حکومت میں چار مصلے رہے۔ اللہ بھلا کرے سعودی حکومت کا اب ایک ہی مصلیٰ ہے۔ میں نے کہا کہ جب چار مصلے تھے تمہارا اس وقت بھی نہیں تھا اور اب ایک ہے تو تمہارا اب بھی نہیں ہے۔ ہاں اس سے اتنا پتہ چلا کہ اہلسنت کے مذہب چار ہی ہیں۔ آپ کا اہلسنت میں کبھی بھی شمار نہیں ہوا۔

### فرضی مناظرہ

وہ کہنے لگا ہارون رشید نے مکہ مکرمہ میں امام شافعی اور امام ابو یوسف کا مناظرہ کرایا، جس میں ثالث امام مالک تھے۔ اس میں اذان، صلا اور وقف کے مسائل زیر بحث آئے جس میں ہارون رشید کے سامنے ابو یوسف کو شکست فاش ہوئی اور آپ نے امام ابو حنیفہ کے ان تین مسائل کو چھوڑنے کا اعلان کر دیا۔

اس کلام کو سنتے ہی عوام میں ایک کھلبلی مچ گئی اور آوازیں آنے لگیں آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ تقلید کو توڑتے ہیں اور امام صاحب رحمہ اللہ کے مذہب سے منہ موڑتے ہیں۔ (طریق محمدی ص ۱۱۸) امام ابن الجوزی نے بے سند اس کا تذکرہ کیا ہے اور

لکھا کہ یہ مناظرہ ۱۸۴۲ھ میں ہوا۔ اب ارکان مناظرہ پر غور فرمائیں..... ہارون رشید ۷۰ھ میں خلیفہ بنا اور ۱۹۳ھ میں وفات پائی اور امام مالک رحمہ اللہ جو اس مناظرہ کے ثالث بتائے جاتے ہیں وہ ۷۹ھ میں مناظرہ سے پانچ سال پہلے وصال فرما گئے تھے اور پہلے مناظر قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ اس مناظرہ سے دو سال قبل ۱۸۲ھ میں وصال فرما گئے اور امام شافعی رحمہ اللہ ۱۸۴ھ میں تو امام محمد رحمہ اللہ سے عراق پڑھنے گئے تھے۔ وہ طالب علم تھے، ابھی بحیثیت عالم ان کا تعارف ہی نہ تھا۔ انہوں نے ۹۵ھ میں اجتہاد کا آغاز کیا۔ چھ سال تقریباً مذہب قدیم فرمایا، پھر مصر تشریف لے گئے اور وہاں مذہب جدید کی تدوین شروع فرمائی۔ ۲۰۴ھ میں وصال فرمایا۔ پھر اس مناظرہ میں یہ ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، مؤذن رسول تھے جس کا کوئی ثبوت کسی حدیث کی کتب میں نہیں۔ اس مناظرہ میں ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ کے پوتوں نے بتایا کہ بلال رضی اللہ عنہ کی اذان میں ترجیع تھی۔ نہ ہی کسی تاریخ میں بلال رضی اللہ عنہ کے پوتوں کا ثبوت نہ ہی ان کی مدینہ میں سکونت ثابت ہے اور پھر یہ بات احادیث متواترہ کے خلاف ہے کہ کتب احادیث میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے عدم ترجیع والی اذان ہی متواتر ہے (طحاوی) یہ سب باتیں اس فرضی مناظرہ کے جھوٹے ہونے کے دلائل ہیں۔ ہاں جو نتیجہ ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ دوسری صدی میں حرمین شریفین میں امام صاحب رحمہ اللہ کی تقلید اس قدر مضبوط تھی کہ عالمی تو کیا قاضی القضاۃ کو بھی وہ امام کی تقلید سے لگتا نہ دیکھ سکتے تھے اور اس پر بھی شور اور کھلبلی مچ جاتی تھی۔ اس کھلبلی پر نہ ہی ہارون رشید نے انکار کیا نہ امام مالک نے، نہ ہی امام شافعی اور امام ابو یوسف نے، جس سے معلوم ہوا کہ اس وقت تقلید محضی کے وجوب پر سب کا اجماع تھا۔ جو لوگ یہ جھوٹا پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ چوتھی صدی تک تقلید محضی کا وجوب تو کجا وجود بھی نہ تھا ان کو اس جھوٹ سے توبہ کرنی چاہئے۔ اب وہ صاحب فرمانے لگے الحمد للہ میری ہمت سے غلط فہمیاں دور ہو گئیں ہیں۔ میں پھر کسی وقت دوبارہ حاضر ہوں گا۔

# پیر جہنڈا سے تقلید، قرآنہ خلف الامام اور آئین پر مناظرہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آج سے تقریباً نو سال پہلے، پہلی دفعہ سندھ میں جانا ہوا۔ ماسلی ضلع بدین میں مسئلہ قراءت خلف الامام پر درس دیا۔ علاقہ بھر کے غیر مقلدین میں کھلبلی مچ گئی کیونکہ اس فرقہ کی عجیب نفسیات ہیں کہ خود تو ساری دنیا کو بے نماز کہتا اپنا حق سمجھتے ہیں لیکن فریق ثانی کو اپنی صفائی پیش کرنے کا بھی حق نہیں دیتے۔ میں نے جب درس میں واضح کیا کہ مسئلہ قراءت خلف الامام میں اہلسنت والجماعت حنفی کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر عامل ہیں ان کے بارہ میں یہ پروپیگنڈہ کرتا کہ وہ قرآن اور حدیث کے خلاف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر عمل کرتے ہیں یہ بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔ یہ ایک بہت بڑی جسارت بھی ہے۔ اس میں ایک طرف توسیدنا امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق انتہائی بدگمانی ہے کہ وہ معاذ اللہ قرآن و حدیث کے مخالف فتوے دیتے تھے اور دوسری جمہور اہل اسلام کے بارہ میں بدگمانی ہے کہ صدیوں سے جمہور اہل اسلام قرآن و حدیث کو چھوڑ کر امام صاحب کے فتووں پر عامل ہیں حالانکہ جس طرح نماز باجماعت میں مقتدی امام کی رہنمائی اور تابعداری میں خدا تعالیٰ کی ہی عبادت کرتا ہے بالکل اسی طرح



مقلد کہتے ہی اسے ہیں جو امام کی رہنمائی میں اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے۔ جیسے یہ کتابت بڑی حماقت ہے کہ مقتدی اللہ تعالیٰ کی بجائے اپنے امام کو سجدہ کرتے ہیں اسی طرح یہ بھی بڑی جہالت ہے کہ کوئی یہ کہے کہ مقلدین اللہ اور رسول ﷺ کی بجائے امام کی ذاتی آراء کی اطاعت کرتے ہیں۔ چونکہ میرے درس سے ان کے جمونے پروپیگنڈہ کی قلعی کھل گئی اسی لئے غیر مقلدین آگئے کہ آپ کو مناظرہ کرنا ہو گا۔ میرے پاس نہ کوئی کتاب تھی نہ رسالہ۔ خیر میں نے پوچھا کہ آپ کی طرف سے مناظر کون ہو گا؟ انہوں نے کہا شیخ العرب والعجم امام الناظرین سید پیر بدیع الدین شاہ راشدی پیر جعظہ صاحب اور ساتھ ہی کہا کہ ان سے عرب اور عجم کے علماء ڈرتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ اگر سندھ میں پہلا مناظرہ پیر صاحب سے ہو جائے تو یہ پہلا مناظرہ بھی ہو گا اور آخری بھی۔ کیونکہ جب اہل سندھ کو اپنے شیخ العرب والعجم کے دلائل کی کمزوری معلوم ہو جائے گی تو پھر اور کسی میں جرات نہ رہے گی۔ چنانچہ ایک گوشہ میں مناظرہ ہوا۔ چار موضوع تھے۔

(۱) تہلیل (۲) قراءت خلف الامام (۳) آمین (۴) رفع یدین

مناظرہ سے قبل شرائط مناظرہ پر بات ہوئی۔ پیر صاحب سے میں نے عرض کیا کہ آپ استدلال میں قرآن و حدیث سے باہر نہیں نکلیں گے کیونکہ قرآن و حدیث سے باہر نکلنے کے بعد آپ اہل الرائے بن جائیں گے کیونکہ یا تو آپ اپنی رائے پیش کریں گے یا کسی امتی کی رائے کی تقلید کریں گے جو اہل حدیث کے منشور کے خلاف ہے۔ پیر صاحب نے فرمایا کہ میں الزامی طور پر فقہ حنفی کی عبارات بھی پیش کروں گا۔ میں نے کہا حضرت آپ تو شیخ العرب والعجم ہیں آپ کو اتنا تو علم ہونا چاہئے کہ مناظرہ کا مقصد اظہار صواب ہوتا ہے نہ کہ الزام خصم۔ الزام خصم تو مجادلہ کا موضوع ہے اور مجادلہ اہل باطل کا شیوہ رہا ہے لیکن

پیر صاحب اپنی بات پر ضد کر بیٹھے۔ پھر میں نے لکھا کہ غیر مقلد مناظر مسئلہ کے تحقیقی دلائل تو صرف قرآن و حدیث سے پیش کرے گا۔ ہاں تحقیقی دلائل سے خالی ہونے پر بطور الزام فقہ حنفی کا معمول یہ اور مفتی یہ قول پیش کر سکے گا اور مجھے بھی حق ہو گا کہ میں غیر مقلدین کی عبارات بطور الزام پیش کروں خواہ وہ کسی قسم کا غیر مقلد ہو یعنی امام صاحب کی تقلید سے نکل کر وہ مرزائی بن گیا ہو یا منکر حدیث بن گیا ہو یا منکر فقہ بن گیا ہو، ہر غیر مقلد کا قول میں بطور الزام پیش کروں گا۔ اس پر پیر صاحب بہت سٹپٹائے۔ اس پر شور کرنے لگے کہ مفتی یہ اور معمول یہ کالفاظ کاٹو۔ میں نے کہا کہ آپ نے جو حدیث کے ساتھ صحیح کالفاظ لکھا ہے وہ کاٹ دیں۔ میں مفتی یہ کاٹ دوں گا۔ پیر صاحب نے فرمایا میں صحیح کالفاظ کیوں کاٹوں؟ میں نے کہا پھر میں مفتی یہ کالفاظ کیوں کاٹوں؟ چند پروفر کھڑے ہوئے اور مجھ سے پوچھنے لگے کہ صحیح کا معنی تو ہمیں معلوم ہے مگر مفتی یہ کا معنی ہمیں معلوم نہیں آپ اس کا معنی بتائیں تاکہ ہمیں پتہ چلے کہ آپ غلط ضد کر رہے ہیں یا ہمارے پیر صاحب۔ میں نے کہا کہ ”فتنی“ مضبوط جوان کو کہتے ہیں۔ پیر صاحب کہتے ہیں کہ فقہ کی عبارتیں مناظرہ میں پیش کروں گا۔ میں کہتا ہوں کہ آپ فقہ کی مضبوط اور کچی کچی عبارتیں پیش کریں جن پر احناف کا ہر جگہ عمل ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ میں فقہ کی کتابوں سے بالکل کمزور اور کچی کچی عبارتیں پیش کروں گا جن پر احناف کا عمل ہی نہیں ہے تو ان لوگوں نے پیر صاحب سے کہا کہ آپ کی ضد بالکل ناجائز ہے۔ آپ کیوں متروک اور کچی باتیں پیش کریں گے؟ آپ کو مضبوط اور معمول بامحوالے دینے ہوں گے۔ اس پر پیر صاحب بالکل خاموش ہو گے۔

پھر بالترتیب تین مسائل پر مناظرہ ہوا۔ تقلید، قراءت خلف الامام اور آمین پر۔

ہر مسئلہ کے لئے دو دو گھنٹے کا وقت مقرر تھا۔ اس مناظرہ کا کیا اثر ہوا کہ پیر

صاحب نے مرتے دم تک مناظرہ کرنے سے توبہ کر لی۔ اب تو ”زمین جہنم نہ

جبند گل محمدؑ والا معاملہ ہے۔ مناظرہ کا سن کر ان پر کچھ طاری ہو جاتی ہے۔ اس کے دو سال بعد لاڑکانہ میں رفع یدین پر مناظرہ ہوا۔ سب غیر مقلدین علماء نے منت سماجت کی کہ پیر صاحب مناظرہ کے لئے چلیں مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا تو پیر بدیع الدین کے بڑے بھائی پیر محب اللہ شاہ صاحب آئے مگر ان میں بھی مناظرہ کی ہمت نہ ہوئی وہ بھی مسعودی فرقہ کے اللہ بخش کو مناظرہ کے لئے ساتھ لائے جو خود سب اہل حدیثوں کو غیر مسلم اور فرقہ پرست کہتا تھا۔ میرا ان سے ایک ہی مطالبہ تھا کہ آپ لوگوں کا عمل سب کے سامنے ہے کہ آپ لوگ چار رکعت میں اٹھارہ جگہ پر رفع یدین نہیں کرتے اور دس جگہ کرتے ہیں۔ یہ آپ کا ہمیشہ کا عمل ہے اور آپ کہتے ہیں کہ جو اس طرح نماز نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ آپ صرف ایک، صرف ایک اور صرف ایک صحیح حدیث پیش کر دیں جس میں یہ چاروں باتیں صراحتاً موجود ہوں۔ اٹھارہ جگہ رفع یدین کی نفی، دس جگہ کا اثبات، ہمیشہ کا لفظ اور جو اسی طرح رفع یدین نہ کرے اس کی نماز باطل۔ میں با وضو ہوں اسی وقت چار نفل رفع یدین سے پڑھوں گا اور ہمیشہ کے لئے زندگی بھر اس مسئلہ پر عمل کروں گا اور اس کی تبلیغ بھی کروں گا مگر وہ کوئی ایسی حدیث پیش نہ کر سکے اور الحمد للہ مناظرہ کا اثر اہل حق کے حق میں ہی رہا۔ اس مناظرہ کے بعد پیر محب اللہ شاہ نے بھی مناظرہ سے ایسی توبہ کی کہ موت تک پھر مناظرہ کا نام نہ لیا۔

اب کئی سالوں کے بعد غیر مقلدین کی باسی کڑھی میں پھر ابال اٹھا۔ لاڑکانہ میں ڈاکٹر خالہ محمود سومرو صاحب اور مشتاق احمد جتوئی صاحب سے مناظرہ طے کر لیا اور ۲۲ اکتوبر ۱۹۹۵ء کی تاریخ مقرر ہوئی۔ غیر مقلدین نے مناظرہ تو مقرر کر لیا لیکن پیر بدیع الدین نے مناظرہ کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ بیچارے بہت دوڑے بھاگے مگر کسی نے حامی نہ بھری۔ آخر انہوں نے سندھ سے مایوس ہو کر پنجاب کا

رج کیا اور طالب زیدی کو مناظرہ کے لئے رضامند کیا۔ طالب زیدی اور پیر بدیع الدین دونوں ایک دوسرے کو اہل حدیث کہتے ہیں لیکن ان کی نہ نماز آپس میں ملتی ہے نہ حرام حلال کے مسائل ملتے ہیں۔ پیر صاحب رکوع سے اٹھ کر قومہ میں بھی سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں جبکہ طالب زیدی قومہ میں ہاتھ باندھنے کو غلط کہتا ہے۔ پیر صاحب تعویذ لکھنے کو شرک اور اس پر اجرت لینے کو حرام کہتے ہیں۔ اس پر ان کا مستقل رسالہ ہے جبکہ طالب زیدی نے تعویذ کے جواز پر رسالہ لکھا ہے۔

طالب زیدی سے پہلے ہارون آباد میں مناظرہ ہوا۔ اس نے کہا تھا کہ اہل

حدیث جو نماز پڑھتے ہیں ان کے کھل احکام اور ترتیب احادیث صحیحہ صریحہ غیر معارضہ سے ثابت کروں گا مگر وہاں نتیجہ صفر رہا۔ اہلسنت والجماعت نے ”مناظرہ ہارون آباد“ کے نام سے کھل مناظرہ شائع کر دیا۔ مناظرہ میں یہ اپنی نماز کے بارہ میں سوالات کا جواب حدیث سے نہ دے سکا۔ کتاب چھپنے کے بعد کئی جگہ پر احباب نے اس کو کتاب بھیجی کہ تم نے اپنی نماز کا ثبوت نہ دے کر سب اہل حدیث کی جو ناک کٹوائی ہے آپ ہی اسی کا جواب لکھ کر شائع کریں تاکہ اس عالمگیر رسوائی سے ہم بچ سکیں مگر وہ آج تک اس کا جواب شائع نہ کر سکا۔ اس مناظرہ سے یہ اتنا خائف ہوا کہ اہل بدعت کی شاگردی اختیار کر لی اور ان لوگوں نے جو اعتراضات اہلسنت پر کئے تھے ان سب کو جمع کر کے کسی سے اس کا عربی ترجمہ کروایا اور عرب میں اس کو شائع کروایا، اس کا نام ”الذیوبندیہ“ رکھا۔ وہاں سلفی کہلانے والوں نے اس کتاب کو خوب تقسیم کرایا۔ انصار السنہ اور سلفی اس کی اشاعت میں پیش پیش تھے مگر سعودی عرب کے ذمہ دار علماء نے ان کے خلاف ایک سیمینار کا اہتمام کیا۔ چنانچہ روزنامہ اردو نیوز جلد ۱۸ ستمبر ۹۵ء میں اس سیمینار کی کاروائی شائع ہوئی۔ ریاض (نیوز ڈیسک) سعودی عرب کے ممتاز علماء دین نے انصار السنہ، سلفی کی سرگرمیوں سے خبردار کیا کیونکہ یہ امت

مسئلہ کے عقائد و فکر و عمل پر غلط اثرات ڈال رہی ہیں۔ مقامی عربی روزنامہ کے مطابق ریاض کی معروف جامع مسجد میں ہونے والے ایک مذہبی سیمینار کے شرکاء نے بتایا کہ بظاہر اسلامی نام رکھنے والی ان جماعتوں سے امت کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن الجبرین، شیخ صالح بن عبدالعزیز آل شیخ اور شیخ عبدالعزیز عبداللہ آل شیخ نے زور دے کر کہا کہ فرزند ان اسلام اپنے عقائد اور اپنی جماعت کے پابند رہیں کہ اسی میں ان کی فلاح و بہبود مضمحل ہے۔ شیخ جبرین نے مذکورہ جماعتوں کے قائدین سے کہا کہ وہ اس قسم کے نام رکھنے سے گریز کریں کیونکہ اس سے بلاوجہ یہ غلط تاثر پیدا ہوتا ہے کہ بس وہی قرآن و سنت اور توحید و دعوت کے علمبردار ہیں۔

یہ جدہ کے اردو اخبار کی عبارت ہے جس میں سعودی علماء نے سلفی اور انصار السنہ ناموں کو سخت ناپسند فرمایا ہے۔ طالب زیدی کا علم یہ ہے کہ اس نے کتاب التحقیق فی مسئلہ رفع الیدین لکھی ہے اس میں قرآن کی آیت لکھتا ہے: قوموا للہ کانتین ص ۲۲۱ (اصل لفظ ”قانتین“ ہے)۔ ایک جگہ لکھتا ہے: یالیت قومی یعقلون (بجائے یعلمون کے) ص ۱۵۵، ابن الہمام کو ابن حمام ص ۳۱، ابوبکر بن الجصاص کو ابوبکر الحساس ص ۲۳۲، امام سفیان کو امام سفوان ص ۱۸۱، محمد بن حجاہ کو حمام بن حجاہ ص ۲۱۳، دوسری جگہ حمام کو حمامہ ص ۲۱۳، فتح المغنیث کے مصنف کا نام علامہ عدائی لکھتا ہے ص ۲۳۳ ایسے مناظرے مناظرہ کیا خاک کرنا تھا۔

### شرائط

جب ہم نے تحریری طور پر لکھ بھیجا کہ آپ کے ہاں دلیل صرف قرآن و حدیث ہے۔ آپ پر لازم ہو گا کہ اپنے دعویٰ کی پابندی کریں کہ قرآن و حدیث کے علاوہ کوئی بات نہ کریں۔ جس وقت بھی آپ نے کسی امتی کا قول پیش کیا آپ کو مناظرہ سے روک

دیا جائے گا کیونکہ آپ اہل حدیث نہیں رہیں گے بلکہ اہل الرائے بن جائیں گے۔ چونکہ اللہ اور رسول ﷺ نے کسی ایک حدیث کو بھی صحیح یا ضعیف نہیں فرمایا اس لئے آپ کو نہ کسی حدیث کو صحیح کہنے کا حق ہو گا اور نہ ضعیف کہنے کا۔ اگر آپ اپنی رائے سے یا کسی امتی کی رائے سے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہیں گے تو آپ اہل الرائے ہوں گے۔ اس پر طالبِ زیدی ایسا بولکھلایا کہ تحریر اُلکھ بھیجا کہ یہ بکواس ہے۔ اب غور فرمائیں قرآن و حدیث کی پابندی کو اس نے بکواس کہہ کر قرآن و حدیث کی کتنی توہین کی اور اس مطالبہ کو کہ حدیث کو صحیح یا ضعیف اپنی مسئلہ دلیل سے ثابت کرنا اس کو بکواس کہہ کر دلیل سے انحراف اور مناظرہ سے فرار کو کیسے اعتبار کیا۔ ہاں! ہمارے ہاں دلائل چار ہیں۔ اگرچہ اللہ اور رسول ﷺ نے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف نہیں فرمایا لیکن اگر ائمہ اربعہ رحمہم اللہ نے کسی حدیث کو قبول کر لیا تو وہ بدلیل اجماع ہمارے نزدیک صحیح ہوگی جیسے رکوع میں طے والے کی رکعت ہو جاتی ہے اس مسئلہ کو چاروں اماموں نے قبول فرمایا اور اگر کسی حدیث کو چاروں اماموں نے بالاتفاق چھوڑ دیا تو یہ اجماعاً اس حدیث کے متروک و معلول ہونے کی دلیل ہے۔ جیسے ایک حدیث میں ہے کہ فجر کی نماز سے فراغت پر آپ ﷺ نے فرمایا جب میں جہر قراءت کروں تو میرے پیچھے کچھ نہ پڑھنا مگر فاتحہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اب چاروں ائمہ نے بالاتفاق اس حدیث کو چھوڑ دیا کیونکہ کسی ایک امام نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ جو شخص جہر نماز میں امام کے پیچھے قراءت نہ کرے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اسی طرح دو رکعتوں سے اٹھ کر تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرنا اس حدیث کو چاروں اماموں نے بالاتفاق چھوڑ دیا۔ اسی طرح ترمذی شریف اور نووی شرح مسلم سے معلوم ہوتا ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث کو چاروں اماموں میں سے کسی نے بھی قبول نہیں کیا۔ ایسی احادیث ہمارے ہاں اجماعاً متروک ہیں۔ ہاں جن احادیث میں ائمہ اربعہ میں اختلاف ہو گیا تو جس حدیث کے موافق ہمارا مفتی بہ قول ہو گا ہم اس کو صحیح کہیں گے کیونکہ

ہمارے نزدیک مجتہد کا استدلال صحت حدیث کی دلیل ہے۔ الغرض طالب زیدی اپنے دعویٰ کو ہی چھوڑ گیا اور ہم اپنے دعویٰ پر الحمد للہ قائم رہے۔

### انتخاب موضوع

دن رات یہ لوگ کہا کرتے ہیں کہ حنفیوں کی ساری نماز غلط ہے اور ہماری ساری نماز حدیث سے ثابت ہے تو ان کا فرض تھا کہ اپنی مکمل نماز کو حدیث سے ثابت کریں مگر یہ ان کے بس کی بات نہیں۔ آپ حضرات خود غور فرمائیں کہ اگر نماز میں صرف تین مسائل وہ حدیث سے ثابت بھی کر دیں تو نماز کے بیسیوں مسائل جو ہرگز ہرگز حدیث سے ثابت نہیں تو ایسی نماز کو کون حدیث والی کہہ سکتا ہے۔ پھر یہ بھی کسی حدیث میں نہیں کہ اگر یہ تین مسائل حدیث سے ثابت ہو جائیں تو ساری نماز حدیث والی مانی جائے گی۔ ان تین کا انتخاب بھی محض رائے سے کیا گیا۔ گویا اہل حدیث تو وہ کبھی تھے ہی نہیں۔

### ان کا عمل

ان سے کہا گیا کہ آپ ہر مسئلہ میں اپنا مکمل عمل لکھ دیں کیونکہ دین بھی مکمل ہے اور اللہ کے ہاں بھی مکمل عمل کا حساب دینا ہے تو ثبوت بھی مکمل عمل کا ہونا چاہئے لیکن طالب زیدی زہر کا پیالہ پی کر خود کشی کی موت تو مر سکتا تھا مگر اپنا مکمل عمل لکھ دے اور پھر اسے حدیث سے ثابت کر دے یہ اس کے بس کی بات نہیں تھی۔ آخر ہم نے مکمل عمل لکھ بھیجا۔

### قراءت خلف الامام

غیر مقلدین (جری) نمازوں میں امام کے پیچھے ۱۱۳ سورتیں بالکل نہیں پڑھتے، ان کو منع اور حرام کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ساری جماعت کے لئے ایک اذان، ایک اقامت، ایک سترہ کافی ہے، اسی طرح ایک سورۃ سب کی طرف سے کافی ہے مگر سورۃ

فاتحہ امام کی پڑھی ہوئی مقتدی کے لئے کافی نہیں خود ہر مقتدی کو پڑھنا فرض ہے ورنہ مقتدی کی نماز باطل اور بے کار ہوگی اور (سری) نمازوں میں مقتدی پر فاتحہ فرض اور سورۃ پڑھنا مستحب ہے۔ اس مسئلہ کو غیر مقلد مناظر پہلے قرآن پاک سے ثابت کرے گا اگر نہ کر سکا تو لکھ دے گا کہ اس مسئلہ میں قرآن پاک ہمارے سر پر ہاتھ رکھنے کو تیار نہیں۔ دوسرے نمبر پر یہی مکمل مسئلہ حدیث کی اس کتاب سے ثابت کرے گا جس کا جمع کرنے والا نہ مجتہد ہو نہ مقلد بلکہ غیر مقلد ہو اور اس حدیث کا صحیح ہونا دلیل سے ثابت کرنے گا اور یاد رکھے گا کہ اس کے نزدیک دلیل صرف اللہ اور رسول ﷺ کا فرمان ہے۔ کسی امتی کا قول پیش کرتے ہی اسے مناظرہ سے روک دیا جائے گا۔ اس پر طالب زہدی نے یہ تو تحریری طور پر تسلیم کر لیا کہ ہم اپنا یہ مسئلہ قرآن سے ثابت نہیں کر سکتے اور حدیث کی دلیل سے صحیح ثابت کرنے اور غیر مقلد کی کتاب سے ہونے کو کبواس قرار دے دیا۔ گویا یہ اعتراف کر لیا کہ وہ اپنے اصول پر اس حدیث کو نہ صحیح ثابت کرے گا نہ ہی وہ حدیث کسی غیر مقلد کی کتاب سے دکھلانے کا پابند ہو گا۔ پھر ہم نے لکھ کر بھیجا کہ آپ نے تو مان لیا کہ ہم یہ مسئلہ قرآن سے ثابت نہیں کر سکتے لیکن ہم الحمد للہ اپنا مکمل مسئلہ قرآن پاک سے ثابت کریں گے اور اس آیت کی تفسیر رسول پاک ﷺ، صحابہ (رضی اللہ عنہم)، تابعین رحمہم اللہ اور اجماع امت سے ثابت کریں گے۔ مگر اس نے زبانی طور پر تو ہمارے قرآنی دلائل سننے سے انکار کر دیا اور اپنے عوام کو دھوکا دینے کے لئے یہ لکھ بھیجا کہ بغیر فاتحہ کے کسی کی نماز نہیں ہوتی نہ امام کی، نہ مفرد کی، نہ مقتدی کی، حالانکہ بحث اس میں ہے کہ امام کی قراءت (فاتحہ و سورۃ) سب کی طرف سے ہو جاتی ہے۔ جب امام کی سورۃ سب کی طرف سے کافی ہے تو فاتحہ بھی کافی ہے۔ اس کو یہ لکھنا چاہئے تھا کہ امام کی سورۃ تو سب کی طرف سے ہو جاتی ہے مگر فاتحہ سب کی طرف سے نہیں ہوتی۔ پھر ہم نے یہ پوچھا کہ اس میں یہ بھی ابہام ہے۔ ظہر کی نماز میں مثلاً ایک ہی فاتحہ ساری نماز کے لئے کافی ہے یا ہر رکعت میں فاتحہ فرض ہے۔ غیر مقلد کہنے



لگے کہ ہم تو ہر رکعت میں فاتحہ کو فرض کہتے ہیں۔ میں نے کہا پھر لا صلوة الا بفاتحة الكتاب سے کام نہیں چلے گا لا رکعة الا بفاتحة الكتاب حدیث دکھائی ہوگی۔ میں نے کہا جب تم یہ کہتے ہو تو لکھ بھی دو، مگر انہوں نے لکھنے سے بالکل انکار کر دیا۔

### مسئلہ آئین :

دوسرا مسئلہ ”آئین“ تھا اس میں غیر مقلدین نے اپنے روزمرہ کے عمل پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔

(۱) سب لوگ جانتے ہیں کہ اکثر نمازیں (یعنی سنت اور نفل) اکیلے اکیلے پڑھی جاتی ہیں، اس وقت غیر مقلدین بھی آئین آہستہ کہتے ہیں۔

(۲) پھر نماز بجماعت میں امام ایک ہوتا ہے باقی سب مقتدی ہوتے ہیں تو ان کا مسئلہ بھی پہلے حل ہونا چاہئے۔ غیر مقلد مقتدی روزانہ گیارہ سری رکعتوں میں امام کے پیچھے آہستہ آئین کہتے ہیں اور چھ رکعتوں میں اونچی، ان میں سے بھی گیارہ رکعتیں زیادہ ہیں۔ ان کا مسئلہ پہلے حل ہونا چاہئے چھ کا بعد میں۔

(۳) پھر بعض مقتدی اس وقت شریک ہوتے ہیں جب امام نصف فاتحہ پڑھ چکا ہوتا ہے اس مقتدی کو اپنی فاتحہ کے درمیان بلند آواز سے آئین کہنا پڑتی ہے۔ فاتحہ کے ختم سے پہلے آئین کہنا کس آیت یا حدیث سے ثابت ہے۔

(۴) پھر ان کا امام بھی گیارہ سری رکعتوں میں ہمیشہ آہستہ آئین کہتا ہے اس کا ثبوت دوام کی ثبوت پہلے ہونا چاہئے اور جن چھ رکعتوں میں ہمیشہ جہراً کہتا ہے اس کا ثبوت دوام کی نص کے ساتھ بعد میں ہونا چاہئے۔ ہم نے لکھا کہ یہ مسئلہ بھی غیر مقلد مناظر پہلے قرآن سے ثابت کرے گا۔ اگر نہ کر سکا تو تحریر دے گا کہ اس مسئلہ میں قرآن ہمارے سر پر ہاتھ رکھنے کو تیار نہیں ہے۔ پھر پورا مسئلہ حدیث سے ثابت کرے گا اور حدیث اس

کتب سے دکھائے گا جس کا جامع مذہب متحد ہو نہ مقلد بلکہ غیر مقلد ہو اور اس حدیث کو دلیل صحیح سے ثابت کرے گا اور یہ ہرگز نہ بھولے گا کہ اس کے نزدیک دلیل صرف اور صرف اللہ و رسول ﷺ کا فرمان ہے۔ اگر غیر مقلد مناظر نے کسی جگہ کسی امتی کی رائے یا اپنی کوئی رائے بیان کی تو اس کو مناظرہ سے روک دیا جائے گا کیونکہ وہ اہل حدیث نہیں رہا۔ اپنے اس عمل پر بھی طالب زیدی نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ اپنے اور بیگانے سب بار بار ایک ہی رٹ لگا رہے تھے کہ جو فرقہ اپنے مکمل عمل پر دستخط نہیں کر سکتا وہ ثابت کہاں سے کرے گا؟ ان کے دستخط نہ کرنے سے سورج کی روشنی کی طرح ثابت ہو گیا کہ یہ لوگ اپنے مکمل عمل کو قیامت تک قرآن و حدیث سے ثابت نہیں کر سکیں گے۔

### مسئلہ رفع یدین

تیسرا یہ مسئلہ مناظرہ کے لئے طے تھا۔ اس مسئلہ میں ان کا یہ عمل ہے کہ چار رکعت والی نماز میں یہ اٹھارہ جگہ کبھی رفع یدین نہیں کرتے اور دس جگہ ہمیشہ کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں اور جو اس طرح نماز نہ پڑھے اس کی نماز کو باطل کہتے ہیں چنانچہ طالب زیدی نے اپنے رسالہ رفع یدین میں اس کو ”رکن“ کہا ہے (ص ۹۰) چنانچہ طالب زیدی کو لکھا گیا کہ پہلے آپ اپنا یہ مکمل عمل قرآن پاک سے ثابت کریں گے، اگر نہ کر سکے تو تحریر دیں گے کہ ہمارا یہ مسئلہ قرآن سے ثابت نہیں۔ پھر طالب زیدی نے اپنے رسالہ رفع یدین میں اپنی رفع یدین کے بارہ میں دعویٰ کیا ہے کہ ۳۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے جن میں عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کا ذکر بھی ہے تو پہلے طالب صاحب باہر تیب عشرہ مبشرہ کی احادیث سنائیں گے جن میں آنحضرت ﷺ سے اٹھارہ جگہ رفع یدین کی نفی، دس جگہ کا اثبات، ہمیشہ کی صراحت اور جو اس طرح نماز نہ پڑھے اس کی نماز کا بطلان مذکور ہو گا پھر باقی ۲۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اسی طرح احادیث

دکھائیں گے۔ ہاں یہ اسے ان کتابوں سے دکھائیں گے جن کا جامع نہ مجتہد ہو نہ مقلد بلکہ غیر مقلد ہو اور ہر حدیث کا صحیح ہونا دلیل سے ثابت کریں گے اور یہ نہیں بھولیں گے کہ ان کے ہاں دلیل صرف اور صرف اللہ اور رسول ﷺ کا فرمان ہے۔ جس وقت وہ کسی امتی کی رائے یا اپنی رائے بیان کریں گے ان کو مناظرہ سے روک دیا جائے گا کیونکہ وہ اہل حدیث نہیں رہے۔

طالب زیدی نے اس پر بھی دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کی اپنی پارٹی کے لوگ بھی پریشان تھے کہ جو مناظر اپنے عمل پر بھی دستخط نہیں کر سکتا وہ بلا شک و شبہ اپنا عمل کبھی قرآن و حدیث سے ثابت نہ کر سکے گا۔ اس فرقے کے جموٹے اہل حدیث ہونے میں کوئی شک نہیں رہا۔ یہ یاد رہے کہ جتنی جگہ رفع یدین غیر مقلدین کرتے ہیں یہ نفیاً و اثباتاً و سنداً بھی بالکل شاذ ہے اور عملاً بھی بالکل شاذ ہے نہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے ثابت ہے نہ تابعین سے نہ تبع تابعین سے نہ ائمہ اربعہ سے۔ ان کے جو لوگ اس غلط فہمی میں ہیں کہ غیر مقلدین والی رفع یدین عشرہ مبشرہ اور خلفائے راشدین کرتے تھے یہ بالکل بے ثبوت بات ہے۔ کبھی لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ یہ سند آ اور عملاً متواتر ہے۔ یہ بھی بالکل غلط ہے یہ سند آ اور عملاً دونوں طرح شاذ ہے۔

الغرض لاڑکانہ اور گردونواح کے سب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ جو فرقہ اپنا مکمل عمل لکھ کر بھی نہیں دے سکتا اور وہ اسی لئے نہیں لکھ رہا کہ اس کے پاس ثبوت نہیں۔ اب بھی کسی غیر مقلد میں دم خم ہو تو وہ اپنی مکمل نماز کی ترتیب اور احکام بشرائط بالا صرف قرآن و حدیث سے ثابت کر دے۔ یہ قیامت کی صبح تک بھی نہ کر سکیں گے۔

دیدہ پاید۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

# کیافتہ کے منکر کو حضور ﷺ نے اہل حدیث فرمایا؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

چند ماہ پہلے ایک صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اس نے اپنا تعارف کرایا کہ میں اہل حدیث ہوں اور آپ کے بارہ میں سنا ہے کہ آپ اہل حدیث کے بست خلاف ہیں۔ میں نے کہا میں تو اس دور کے اہل قرآن کے بھی سخت خلاف ہوں۔ اس نے کہا کہ جی اہل قرآن کے تو میں بھی بست خلاف ہوں۔ پھر مجھے کہنے لگا کہ حدیث کوئی بری چیز ہے کہ آپ اہل حدیث کے خلاف ہیں؟ میں نے کہا کہ قرآن کوئی بری چیز ہے کہ آپ اہل قرآن کے خلاف ہیں؟ اس نے کہا کہ اہل حدیث تو اسی دن سے ہیں جب سے حدیث ہے۔ میں نے کہا اہل قرآن بھی یہی کہتے ہیں کہ اہل قرآن اسی دن سے ہیں جب سے قرآن ہے۔ اور ان کا کہنا ہے کہ قرآن تو قدیم ہے، تو اہل قرآن قدیم ہیں بہ نسبت اہل حدیث کے۔ اس نے کہا کہ وہ تو دور برطانیہ کی پیداوار ہیں۔ میں نے پوچھا اس کی دلیل کیا ہے؟ اس نے کہا یہ تو دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہے کہ انگریز سے پہلے ان اہل قرآن کا نہ کہیں ترجمہ قرآن، نہ قرآن کا حاشیہ، نہ تفسیر، نہ پورے ملک میں کوئی مسجد اہل قرآن۔ میں نے کہا کہ اسی دلیل سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ موجودہ فرقہ اہل حدیث بھی

دور برطانیہ کی یادگار ہے۔ کیونکہ انگریز کے دور سے پہلے کا نہ آپ کا ترجمہ قرآن، نہ ترجمہ حدیث، نہ کوئی تفسیر، نہ حاشیہ، نہ پورے ملک میں کوئی مسجد اہل حدیث..... اہل سنت والجماعت کا فارسی ترجمہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا، اردو تراجم شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمہ اللہ اور شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے عام طور پر دستیاب ہیں۔ مشکوٰۃ کا ترجمہ اردو مظاہر حق، ترجمہ فارسی اشعة اللمعات، عربی شرح لمعات التفتیح موجود ہے۔ آپ بھی انگریز کے دور سے پہلے کا اپنا ترجمہ قرآن، ترجمہ حدیث دکھائیں۔ شاہی مسجد لاہور، شاہی مسجد چنیوٹ، شاہی مسجد دیپالپور، شاہی مسجد دہلی، شاہی مسجد آگرہ، شاہی مسجد ٹھٹھہ یقیناً دور برطانیہ سے پہلے کی مساجد ہیں اور مسلمہ تاریخی حقیقت ہے کہ یہ سب مساجد اہل سنت والجماعت احناف کی ہیں۔ نام نہاد اہل حدیث کی کوئی مسجد، کوئی مدرسہ یا مقبرہ بھی دور برطانیہ سے پہلے کا موجود نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ صحاح ستہ ہماری کتابیں ہیں، میں نے کہا اس کی دلیل کیا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ حدیث کی کتابیں ہیں اور ہم اہل حدیث ہیں۔ اس لئے یہ ہماری ہی کتابیں ہوئیں۔ میں نے کہا کہ آپ قرآن کیوں نہیں مانتے؟ اس نے کہا ہم مانتے ہیں۔ میں نے کہا آپ کی دلیل کے مطابق تو قرآن اہل قرآن کا ہے نہ کہ آپ کا۔ وہ کہنے لگا وہ دھوکا دیتے ہیں۔ صرف اہل قرآن نام رکھ کر وہ قرآن پر کیسے غاصبانہ قبضہ کر سکتے ہیں؟ میں نے کہا: پھر آپ ”اہل حدیث“ نام رکھ کر کتب حدیث پر کیوں غاصبانہ قبضہ کرنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کہ سب محدثین صرف قرآن و حدیث کو مانتے تھے وہ قیاس کو کارِ شیطان اور تقلید کو شرک کہتے تھے۔ میں نے کہا یہ بات بالکل جھوٹ ہے اس کا حوالہ پیش کریں! پہلے بات کو سمجھ لیں کہ تقلید کا تعلق اجتہادی مسائل سے ہے۔ اجتہادی مسائل میں جو خود اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہو اس کو ”مجتہد“ کہتے ہیں۔ اور جو خود اجتہاد نہ کر سکے اور اجتہادی مسائل میں جو مسئلہ مجتہد نے کتاب و

سنت سے استنباط کیا ہے جو شخص اس پر عمل کرے اس کو مقلد کہتے ہیں اور جو شخص نہ خود اجتہاد کر سکے نہ تقلید کرے اسے غیر مقلد کہتے ہیں۔ ہم اس تاریخی حقیقت کو مانتے ہیں کہ کتب حدیث کے جامعین یا مجتہد تھے جو آپ کے عقیدہ میں معاذ اللہ کارِ شیطان کرتے تھے، یا مقلد تھے جو آپ کے نزدیک مشرک تھے۔ حضراتِ محدثین کے حالات میں جو کتابیں محدثین یا مورخین نے لکھی ہیں ان کے نام ہی اس قسم کے ہیں۔ طبقاتِ حنفیہ، طبقاتِ مالکیہ، طبقاتِ شافعیہ، طبقاتِ حنبلیہ اس کے برعکس طبقاتِ غیر مقلدین نامی کوئی کتاب آج تک کسی مسلمہ محدث یا مورخ کی لکھی ہوئی نہیں ملتی۔ آپ کسی کتاب سے ان محدثین صحاح ستہ کے بارہ میں نہیں دکھا سکتے کہ کان لا یجتہد ولا یقلد کہ اس میں نہ اجتہاد کی اہلیت تھی نہ تقلید کرتا تھا بلکہ غیر مقلد تھا۔ حضرت اقدس مولانا خیر محمد صاحب جالندھری برد اللہ مضجعہ خیر الاصول میں فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ مجتہد ہیں (نافع کبیر، کشف المحجوب) یا شافعی (طبقاتِ شافعیہ ص ۳/۲ ج ۲، الحطہ ص ۱۲۱) امام مسلم شافعی ہیں (الایضاح الجنی ص ۳۹) امام ابو داؤد حنبلی ہیں (الحطہ ص ۱۲۵) یا شافعی (طبقاتِ شافعیہ ص ۳۸/۲ ج ۲) امام نسائی شافعی ہیں (الحطہ ص ۱۲۷) امام ترمذی اور ابن ماجہ بھی شافعی ہیں (عرف الشذی) خیر الاصول ص ۹۔

اس نے کہا کہ ہم ان کتابوں کو نہیں مانتے۔ ہم صرف قرآن و حدیث کو مانتے ہیں۔ میں نے کہا چشم مارو شن دل ماشاء بسم اللہ کریں اور قرآن و حدیث سے ہی دکھا دیں کہ اصحاب صحاح ستہ نہ اجتہاد کی اہلیت رکھتے تھے اور نہ ہی تقلید کرتے تھے بلکہ اجتہاد کو کارِ ابلیس اور تقلید کو شرک کہتے تھے اس لئے وہ غیر مقلد تھے۔ میں نے مزید کہا کہ قرآن و حدیث سے تو یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ وہ دنیا میں پیدا بھی ہوئے تھے یا نہیں؟ وہ مسلمان بھی تھے یا نہیں؟ اس نے کہا مورخین

اور محدثین نے ان کو مقلدین میں شمار کر دیا ہے۔ یہ بے دلیل ہے ان کا اپنا اقرار دکھاؤ کہ انہوں نے کہا ہو کہ ہم مقلد ہیں۔ میں نے کہا کہ کسی چیز کا ثبوت جس طرح اقرار سے ہوتا ہے شہادت سے بھی ہوتا ہے۔ یہ محدثین اور مورخین کی متواتر شہادتوں سے ثابت ہے۔ جب ان کا ذکر طبقات مقلدین میں اہل فن نے کر دیا اور دوسرے محدثین اور مورخین نے اس پر انکار نہیں کیا تو یہ اتفاقی شہادت ہوئی۔ کیا قرآن و حدیث میں یہ اصول نہیں کہ شہادت سے بھی ثبوت ہو جاتا ہے؟ اس نے کہا کہ شہادت سے ثبوت ہو تو جاتا ہے لیکن میرا دل مطمئن نہیں ہوتا۔ آپ ان کا اقرار دکھائیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کا دل اس بات پر مطمئن ہے کہ صحاح ستہ والے مسلمان تھے؟ اس نے کہا بالکل۔ میں نے کہا ان کا اقرار ملا کہ میں مسلم ہوں؟ یا شہادت؟ اس نے کہا اقرار تو نہیں ملا لیکن یقینی متواتر شہادت تو ہے۔ میں نے کہا آپ کا دل اس پر مطمئن ہے کہ صحاح ستہ والے عالم تھے اور محدث تھے، نمازی تھے، حاجی تھے، صاحب صوم تھے؟ اس نے کہا بالکل۔ میں نے کہا ان کا اقرار ہے کہ ہم عالم ہیں، ہم نمازی ہیں، ہم حاجی ہیں، ہم روزہ دار ہیں؟ یا شہادت سے؟ میں نے کہا آپ کا دل بھی عجیب ہے کہ ان کے وجود، ان کے عالم، حاجی، نمازی، محدث، روزہ دار ہونے پر تو تاریخی شہادت سے مطمئن ہے مگر ان کے مقلد ہونے پر مطمئن نہیں۔ اگر انکار کرتا ہے تو ان کے ایمان اور اسلام کا بھی انکار کر دو کیونکہ یہ تاریخی شہادیں قابل اطمینان نہیں اور اگر ان کو مسلمان مومن، حاجی، نمازی، محدث مانتے ہو تو مقلد بھی مان لو۔ مزید میں نے پوچھا کہ آپ صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو مانتے ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا صرف اس کو صحابی مانتے ہو جس نے کہا ہونا صحابی یا جن کا صحابی ہونا اقرار سے نہیں صرف تاریخی شہادت سے ثابت ہو، اس کو بھی صحابی مانتے ہو؟ کہنے لگا کہ سب کو مانتا ہوں۔ میں نے کہا کہ آپ صرف اسی راوی کو ضعیف کہتے ہیں

جس نے خود کہا میں ضعیف ہوں، میں کذاب، میں دجال ہوں، میں ثقہ ہوں، میں مجبول ہوں وغیرہ۔ کہنے لگا کہ تاریخی شہادتوں کے علاوہ کوئی طریقہ ہی نہیں۔ میں نے کہا جس اصول کو آپ ہر جگہ مانتے ہیں، اسی اصول پر ان اصحاب صحاح ستہ کا مقلد ہونا ثابت ہے۔ ان کے غیر مقلد ہونے پر نہ ان کا آپ اقرار پیش کر سکتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہو کہ میں نہ مجتہد ہوں نہ مقلد ہوں بلکہ غیر مقلد ہوں اور نہ ہی کوئی تاریخی شہادت۔ اس نے کہا کہ اگر میں انگریز کے دور سے پہلے کی کتاب میں لفظ اہل حدیث دکھا دوں تو پھر تو آپ مان لیں گے کہ اہل حدیث شروع سے آرہے ہیں۔ میں نے کہا اگر میں آپ کو حدیث میں اہل قرآن کا لفظ دکھا دوں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”اے اہل قرآن! وتر پڑھو“ (ابن ماجہ) اور فرمایا ”اہل قرآن ہی خصوصی اہل اللہ ہیں“ (ابن ماجہ) تو کیا آپ مان لیں گے کہ یہ منکرین حدیث جو اپنے آپ کو اہل قرآن کہتے ہیں وہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ سے ہیں؟ کہنے لگا بالکل نہیں۔ میں نے کہا میں اگر قرآن و حدیث سے مسلمین اور جماعت مسلمین کا لفظ دکھا دوں تو آپ مان جائیں گے کہ مسعودی فرقہ جو اہل حدیثوں کو بھی غیر مسلم کہتا ہے حضور ﷺ کے زمانے سے چلا آرہا ہے؟ کہنے لگا بالکل نہیں۔ میں نے کہا اگر قرآن پاک سے ربوہ کا لفظ دکھا دوں تو آپ مان لیں گے کہ قادیانیوں کا ربوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا بتا ہوا ہے؟ کہنے لگا بالکل نہیں۔ میں نے کہا اگر قرآن پاک اور حدیث شریف سے احمد کا لفظ دکھا دوں تو آپ مان لیں گے کہ قادیانی جو احمدی کہلاتے ہیں یہ رسول اقدس ﷺ کے زمانہ سے آرہے ہیں؟ کہنے لگا نہیں لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ حدیث کا لفظ ۲۸ جگہ آتا ہے۔ میں نے کہا قرآن کا لفظ قرآن میں ۶۸ جگہ آتا ہے اور کتاب کا لفظ ۲۴۲ جگہ آتا ہے، اہل کتاب ۲۸ جگہ، اہل الانجیل ایک جگہ، اہل مدینہ ایک جگہ، اہل مدین تین جگہ اور اہل حدیث ایک جگہ بھی نہیں۔ اس نے



کہا کہ کتابوں میں جو لفظ اہل حدیث آتا ہے ان سے کون لوگ مراد ہیں؟ میں نے کہا احادیث اور کتابوں میں جو لفظ اہل قرآن آتا ہے اس سے کون لوگ مراد ہیں؟ کہنے لگا حفاظ القرآن مراد ہیں نہ کہ منکرین حدیث۔ میں نے کہا کہ قرآن اور حدیث میں اہل حدیث کا لفظ آتا ہی نہیں۔ عام کتابوں میں اہل حدیث یا اصحاب الحدیث محدثین اور حفاظ حدیث کو کہتے ہیں نہ کہ منکرین فقہ اور غیر مقلدین کو۔ اس نے کہا کہ خطیب بغدادیؒ نے پوری کتاب لکھی ہے ”شرف اصحاب الحدیث“ میں نے کہا کہ وہ حدیث اور محدثین کے فضائل میں ہے جیسے تقریباً ہر حدیث کی کتاب میں باب فضائل قرآن ہوتا ہے یا حفاظ قرآن کے فضائل میں حدیث ہوتی ہے۔ ان احادیث کا اہل قرآن بمعنی منکرین حدیث سے کیا تعلق؟ اسی طرح حدیث اور محدثین کے فضائل برحق مگر اس سے غیر مقلدین کا کیا تعلق؟ اس نے کہا ہم حدیث کو مانتے ہیں اس لئے اہل حدیث ہیں۔ میں نے کہا کہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی حدیث کو مانتے ہیں اور احادیث کی سب کتابیں ان ہی کی جمع کردہ ہیں کسی غیر مقلد نے حدیث کا کچی جماعت کا قاعدہ بھی سند کے ساتھ ردایت نہیں کیا بلکہ دنیا بھر کی کتابوں میں ایک حدیث بھی ایسی نہیں جس کی سند کے راویوں کا غیر مقلد ہونا ان کے اقرار یا تاریخی شہادت سے ثابت ہو۔ پھر عجب بات ہے کہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، کو اہل حدیث نہ مانا جائے اور جن کا نہ جمع احادیث میں حصہ نہ تنقید حدیث میں اور نہ اشاعت حدیث میں، ان کو اہل حدیث مانا جائے۔ اس نے کہا کہ ہم فقہ، رائے اور قیاس کے ماننے والوں کو شیطان سمجھتے ہیں اس لئے ہم اہل حدیث ہیں۔ میں نے کہا کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد کہ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ سخت ہے۔ اس سے تو پتہ چلتا ہے کہ فقیہ شیطان نہیں ہوتا بلکہ فقیہ کا مخالف شیطان ہوتا ہے۔ آپ بھی کوئی حدیث سنائیں کہ

رسولِ اقدس ﷺ نے فرمایا ہو کہ فقہ کے منکر کو اہل حدیث کہتا؟ اس نے کہا خفی شافعی قرآن و حدیث کے بعد قیاس اور اجماع کو بھی مانتے ہیں۔ اس لئے وہ ہرگز اہل حدیث نہیں۔ وہ اہل الرائے ہیں۔ ہم صرف اور صرف خدا اور رسول کی بات مانتے ہیں۔ کسی امتی کی بات ماننے کو شرک سمجھتے ہیں، اس لئے اہل حدیث ہیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ سچے اہل حدیث ہیں یا جھوٹے؟ اس نے کہا کیا مطلب؟ میں نے کہا کہ اگر آپ ہر سوال کا جواب صرف قرآن و حدیث سے دیں گے تو آپ سچے اہل حدیث ہوں گے اور اگر آپ بھی امتی کے اقوال سے جواب دیں گے تو جھوٹے اہل حدیث ہوں گے۔ اس نے کہا میں سچا اہل حدیث ہوں، ہر سوال کا جواب صرف قرآن و حدیث سے دوں گا۔ میں نے پوچھا ذرا حدیث کی تعریف بیان کریں؟ اس نے کہا کہ رسولِ پاک ﷺ کے قول و فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ تعریف کسی قرآن کی آیت میں ہے؟ کہنے لگا ہاں اِذَا سَأَلَ النَّبِيُّ إِلَهِیْ بَعْضَ أَرْوَاحِهِ حَدَّثْنَاهُ۔ میں نے کہا کیا آپ نے قول و فعل اور تقریر تینوں چپائے تھے؟ کہنے لگا نہیں۔ پھر میں نے کہا کہ یہ تعریف کسی حدیث میں ہے؟ کہنے لگا نہیں یہ تعریف تو امتیوں نے بیان کی ہے۔ میں نے کہا اسی لئے تو میں نے کہا تھا کہ تو جھوٹا اہل حدیث ہے، نام حدیث کا لیتا ہے اور باتیں امتیوں کی مانتا ہے اور امتیوں کی بات بھی پوری نہیں مانتا۔ اصل میں نہ تو نبی کو مانتا ہے نہ امتیوں کو، صرف اپنی حدیث نفس کو مانتا ہے۔ کہنے لگا حدیث کی تعریف میں، میں نے کیا غلطی کی ہے؟ میں نے کہا کہ حضرت اقدس محدث العصر مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں

”حضرت رسول خدا ﷺ و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کے قول و فعل و تقریر کو حدیث کہتے ہیں اور کبھی اس کو اثر اور خبر بھی کہتے ہیں۔“ (خیر الاصول ص ۳) اس نے کہا یہ تعریف میں نے پہلی مرتبہ سنی ہے۔ اس تعریف

کے مطابق تو ہم ۱/۳ اہل حدیث رہ جائیں گے، کیا حضرت سے پہلے بھی کسی نے یہ تعریف لکھی ہے؟ میں نے کما مقدمہ مشکوٰۃ میں بھی محدثین سے یہی تعریف منقول ہے۔ مقدمہ ترمذی میں بھی یہی تعریف ہے اور نواب صدیق حسن صاحب نے بھی الحطہ فی ذکر الصحاح ستہ ص ۵۶ پر جمہور محدثین سے نقل کی ہے لیکن یہ محدثین آخر امتی ہی تو ہیں، ان کی بات نہ قرآن ہے اور نہ حدیث۔

اس نے کہا کیا کسی اہل حدیث نے بھی یہ تعریف لکھی ہے؟ میں نے کہا کہ آپ کو نواب صدیق حسن کے اہل حدیث ہونے میں شک ہے؟ نیز معبد الشریعہ والصناعہ کوٹ ادد والوں نے اصول حدیث پر الشیخ سیف الرحمن احمد استاد بدار الحدیث بالمدینۃ المنورہ نے اپنی کتاب ”السهل الميسهل فی مصطلح الحدیث“ کے ص ۱۰ پر بھی یہی تعریف لکھی ہے اور محدثین حدیث کی یہی تین قسمیں بیان کرتے ہیں مرفوع، موقوف، مقطوع۔

### قرآن اور حدیث :

پھر میں نے پوچھا کہ آپ کو جو دعویٰ ہے کہ ہم صرف قرآن و حدیث کو مانتے ہیں تو دونوں کو ماننے کا طریقہ ایک ہی ہے یا الگ الگ؟ اس نے پوچھا کیا مطلب؟ میں نے کہا کہ آپ قرآن پاک کی کسی آیت کی سند تلاش نہیں کرتے اور ہر حدیث کی سند تلاش کرتے ہیں۔ یہ فرق قرآن پاک نے بتایا ہے یا حدیث رسول نے؟ وہ گہرا کر کہنے لگا کہ یہ فرق نہ قرآن نے بتایا ہے نہ حدیث نے، یہ تو علمائے اصول نے بتایا ہے اور وہ امتی ہیں۔ میں نے کہا آپ کے اہل حدیث ہونے کا دعویٰ پھر جھوٹا ہو گیا۔

### اقسام حدیث :

میں نے پوچھا کہ جس طرح آپ قرآن پاک کی ہر آیت کو صحیح متواتر مانتے

ہیں، کیا تمام احادیث بھی اسی درجہ میں متواتر ہیں یا بعض صحیح اور بعض ضعیف ہیں؟ اس نے کہا نہیں حدیث کی تو بہت اقسام ہیں۔ متواتر، مشہور، عزیز، غریب، مرفوع، موقوف، مقطوع، صحیح لذات، صحیح لغيرہ، حسن لذات، حسن لغيرہ، ضعیف، موضوع، متروک، شاذ، محفوظ، منکر، معروف، معلل، مضطرب، مقلوب، مسعف، مدرج، متصل، مند، منقطع، معلق، مفصل، مرسل، مدلس، معنعن، مسلسل وغیرہ۔ میں نے پوچھا یہ ساری قسمیں قرآن پاک میں خدا تعالیٰ نے بتائی ہیں؟ کہنے لگا نہیں۔ میں نے کہا حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے بتائی ہیں؟ کہنے لگا نہیں۔ میں نے کہا کہ آپ کسی حدیث کو صحیح، کسی کو ضعیف، کسی کو موضوع وغیرہ کہتے ہیں تو یہ آپ کو خدا تعالیٰ بتاتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ؟ کہنے لگا نہ خدا تعالیٰ نہ رسول پاک ﷺ یہ تو امتیوں کی تحقیقات ہیں۔ میں نے کہا پھر تو آپ اہل حدیث نہ ہوئے بلکہ اپنے قول کے مطابق مشرک ہوئے۔ اب وہ بہت پریشان تھا۔ کہنے لگا آپ مجھے دو ماہ کی مہلت دیں میں دوبارہ تحقیق کر کے آؤں گا۔ میں نے کہا: آپ کی مرضی۔

### دوبارہ آمد، حدیث سے ثبوت

تقریباً چار ماہ کے بعد وہ صاحب پھر آئے اور کہا کہ آپ کہتے تھے کہ کسی حدیث میں اہل حدیث کا ذکر نہیں ہے۔ میں وہ حدیث ڈھونڈ کر لایا ہوں۔ میں نے کہا کہ آپ کو شاید میری بات یاد نہیں رہی، میں نے آپ سے ایسی حدیث مانگی تھی کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہو کہ فقہ کے منکر کو اہل حدیث کہنا۔ اس نے کہا کہ یہ حکیم محمد صادق سیالکوٹی کی کتاب سبیل الرسول ہے اس میں حدیث ہے عن انس رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم القیامۃ جاء اصحاب الحدیث ما بین یدی اللہ ومعہم المحابر فیقول

اللہ انتم اصحاب الحدیث کنتم تصلون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ادخلوا الجنة۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن محدثین خدا پاک کے سامنے حاضر ہوں گے اپنی دو اتوں سمیت۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم محدث تھے اور نبی پاک ﷺ پر درود پڑھتے تھے جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (جو اہر الاصول تاریخ خطیب از محدث خطیب بغدادیؒ)

میں نے پوچھا کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ اس کی صحت اللہ یا رسول ﷺ سے ثابت کرو۔ تو میں تیس اہل حدیث مان لوں گا اور اگر نہ ثابت کر سکے تو کسی امتی سے ثابت کرو اور اعلان کرو کہ میں جھوٹا اہل حدیث تھا اب فلاں امتی کا مقلد ہوں۔ اس نے کہا خطیب نے اس کو صحیح کہا ہے اور میں بھی اس محدث کی تقلید میں اس کو صحیح کہتا ہوں۔ میں نے کہا یہ حوالہ دکھاؤ کہ خطیب نے اسے صحیح کہا ہے؟ کہنے لگا حوالہ تو مجھے معلوم نہیں۔ میں نے تو حکیم محمد صادق پر اعتماد کیا ہے۔ میں نے کہا خطیب نے تو کہا ہے ہذا حدیث موضوع (تاریخ خطیب ص ۱۳۰/ج ۳) یہ حدیث بناوٹی ومن گھڑت ہے اور اللہ کے نبی پر جھوٹ بولنا اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنانا ہے۔ اس نے بڑے غور سے حوالہ پڑھا اور بہت پریشان ہوا۔ میں نے کہا علامہ سبکی شافعی رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں کہ اس کا راوی محمد بن یوسف ہے جس کو خطیب نے کذاب کہا ہے اور ہمارے استاد امام ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ جھوٹی حدیثیں بتاتا تھا۔ اس نے طبرانی کے ذمہ ایک جھوٹی حدیث لگائی ہے۔ میں کہتا ہوں شاید وہ یہی حدیث ہے (طبقات الشافعیہ ص ۹۳/ج ۱) عجیب بات ہے کہ چار ماہ میں آپ نے ایک جھوٹی حدیث ہی تلاش کی اس میں بھی یہ نہیں کہ وہ محدثین فقہ کے منکر تھے۔ اس سے تو معلوم ہوا کہ فقہ کے منکر کو اہل حدیث کتنا کسی جھوٹی حدیث سے بھی ثابت نہ ہو سکا۔ اسی کو خسرو اندنیا

والاخرۃ کہتے ہیں۔ نبی پاک ﷺ پر جھوٹ بول کر دین بھی برباد کر لیا اور دنیا میں بھی ذلت اٹھائی۔ میں نے کہا افسوس! آپ نام مکہ و مدینہ کا لیتے ہیں، کتاب سیالکوٹ کی پیش کر رہے ہیں، جس کا مصنف قاتل اعوان نہیں۔ اس نے اسی کتاب سبیل الرسول کے صفحہ ۲۴۶ پر ایک حدیث نقل کی ہے کہ افضل عمل نماز کو اول وقت میں پڑھنا ہے اور اس پر حوالہ بخاری کا دیا ہے۔ حالانکہ بخاری میں صرف اتنا ہے کہ افضل عمل نماز کو وقت پر پڑھنا ہے۔ حکیم صادق صاحب نے اپنا مذہب ثابت کرنے کے لئے اول کا قلعہ بڑھا دیا۔ بخاری میں اس کا نشان تک نہیں۔ اس نے کیا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں نے کہا آپ بخاری سے دکھادیں۔

### دوسری حدیث :

وہ کہنے لگا چلو صادق صاحب نے یہ جھوٹی حدیث لکھ دی مگر صفحہ ۳۲۰ پر حدیث لکھی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے دعا میں فرمایا کہ اے اللہ میرے خلیفوں پر رحم فرما۔ صحابہ اللہ علیہم السلام نے پوچھا حضور آپ کے خلیفے کون ہیں؟ فرمایا جو میرے بعد آئیں گے اور میری حدیثیں روایت کریں گے اور انہیں لوگوں کو سکھائیں گے (بحوالہ شرف اصحاب الحدیث)۔ میں نے کہا کہ علامہ ذیلعلی رحمہ اللہ نصب الراية ص ۳۴۸/ج ۱ پر اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ میزان الاعتدال ص ۱۲/ج ۱ پر فرماتے ہیں: هَذَا بَاطِلٌ۔ یہ جھوٹی ہے اس کے راوی کے بارہ میں امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کذاب (غیران ص ۱۲۶/ج ۱) کیا صادق صاحب نے آپ کے لئے جھوٹی احادیث ہی اکٹھی کر کے نام سبیل الرسول رکھ دیا ہے۔ وہ اس پر بھی بڑا پریشان ہوا۔ میں نے کہا اس میں بھی یہ کہیں نہیں کہ وہ فقہ کے مکر ہوں گے۔

## تیسری حدیث :

اس نے کہا کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ اہل سنت والجماعت کون ہیں۔ فرمایا ما انا علیہ الیوم واصحابی (سبیل الرسول ص ۱۳۰ بحوالہ مل و نحل) میں نے کہا اس میں تو اہل سنت والجماعت کا ذکر ہے اور مل و نحل میں اس کی کوئی سند ہی مذکور نہیں۔ ابن الجوزی نے اس کو موضوعات میں درج کر کے من گھڑت قرار دیا ہے۔ اس نے کہا کیا صادق صاحب جھوٹی ہی احادیث اکٹھی کر گئے ہیں!

## قول صحابی :

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگردوں کو فرمایا فانکم خلو فنا و اهل الحدیث بعدنا تم ہمارے خلیفے ہو اور ہمارے بعد حفاظ ہو گے۔ میں نے کہا کہ اولاً تو اس کی سند کے راوی ابو ہارون العیدی کے بارہ میں لکھا ہے اکذب من فرعون (میزان الاعتدال ص ۱۷۴ ج ۳) کہ یہ فرعون سے بھی زیادہ جھوٹا تھا۔ پھر اس میں یہ کہاں ہے کہ وہ فقہ کے منکر تھے بلکہ ترمذی کی حدیث میں تو صاف ہے کہ فقہ سیکھنے والے شاگرد تھے تو معلوم ہوا کہ خدا یا رسول ﷺ تو کجا کسی صحابی سے بھی یہ بات ثابت نہ ہوئی کہ فقہ کے منکر کو اہل حدیث کہتا۔

## ایک خواب :

جناب حکیم صادق صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر بن ابی داؤد سجستانی محدث رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں سجستان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جدیں جمع کر رہا تھا کہ مجھے ان کی خواب میں زیارت ہوئی۔ میں نے کہا مجھے آپ سے بڑی محبت ہے۔ آپ نے فرمایا میں دنیا میں اہل حدیث تھا (سبیل

الرسول ص ۳۱۳) میں نے کہا کہ خواب کے بارہ میں خود صادق صاحب نے حاشیہ پر لکھ دیا ہے کہ یہ خواب ہم نے بطور تائید بیان کیا ہے نہ کہ حُجَّتًا۔ آئیے دیکھیں یہ خواب کس کا ہے؟

### خواب کس کا ہے؟

امام ابو داؤد رحمہ اللہ کے بیٹے کا یہ خواب ہے اس میں شک نہیں کہ اس کا حافظہ بہت اچھا تھا، حدیثیں خوب یاد تھیں مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ بہت بڑا جھوٹا بھی تھا۔ خود اس کے باپ امام ابو داؤد رحمہ اللہ اور محدث ابراہیم اصابی رحمہ اللہ نے اسے کذاب کہا ہے (میزان الاعتدال ص ۳۲۳/ج ۲) اور شیخ کوثری فرماتے ہیں ہونا صبی محسوم حبیب (تانیب الخطیب ص ۶۸) یعنی وہ نامی تھا، مجسمہ فرقہ کا آدمی تھا اور غیث تھا۔

### خواب کیا تھا؟

یہ خواب ”الاصابہ“ ص ۲۰۳/ج ۲، تاریخ ص ۳۶۷/ج ۹ اور تذکرۃ الحفاظ ص ۳۹/ج ۱ پر ہے عربی الفاظ یہ ہیں۔ انا اول اصحاب الحدیث کان فی الدنیا۔ اس کا ترجمہ غیر مقلد نے تذکرۃ الحفاظ میں یوں کیا ہے ”میں دنیا میں پہلا شخص ہوں جس نے احادیث کا اتنا بڑا ذخیرہ محفوظ کیا ہے۔“ دیکھئے صادق صاحب کو جب ضرورت پڑی تو حدیث میں اول کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا لیا اور یہاں اول کا لفظ موجود تھا وہ اپنے خلاف نظر آیا تو اسے اڑا دیا اور مقصد پھر بھی پورا نہیں ہوا۔ احادیث کے جمع کرنے والے کو محدث یا صاحب حدیث یا اہل حدیث کہنا درست ہے۔ مگر کیا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ میں پہلا فقہ کا منکر تھا اس لئے اہل حدیث تھا؟ حضرات یہ لوگ اہل حدیث کہلا کر کیسے کیسے کرتے تھے ہیں۔



## آخری بات :

آخر وہ شخص کہنے لگا کہ امتیوں کو مانے بغیر چارہ کار نہیں۔ اس لئے ہم اہل حدیث بھی چار دلائل مانتے ہیں۔ میں نے کہا بہت خوب! مجھے آپ پر اعتماد نہیں۔ آپ میرے چھ سوالات کا جواب تحریری طور پر دیں اور اس پر اپنے دس ذمہ دار آدمیوں کے دستخط کروا کر چھوادیں۔

سوال نمبر ۱: آپ کس دلیل شرعی سے اجماع، قیاس اور فقہ کو حجت ماننے لگے ہیں؟ وہ دلائل بالتفصیل تحریر فرمادیں؟

سوال نمبر ۲: اہل سنت والجماعت حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی بالترتیب ان چار دلائل کو مانتے ہیں۔ قرآن، سنت، اجماع، قیاس تو ان کو آپ اہل حدیث نہیں کہتے بلکہ اہل الرائے اور اہل قیاس کہتے ہو، اب تم بھی یہ اعلان شائع کرو کہ ہم یکے اہل الرائے اور اہل قیاس ہیں اور آج تک جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے رہے یہ بالکل جھوٹ تھا۔

سوال نمبر ۳: یہ اعلان بھی کرو کہ جہاں احناف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قیاس کو مانتے ہیں۔ ہم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقابلہ میں خود قیاس کرتے ہیں یا اپنی مسجد کے امام کے قیاس کو مانتے ہیں۔ آج تک ہم جھوٹ بولتے رہے کہ جہاں حنفی امام صاحب کا اجتہاد مانتے ہیں ہم وہاں حدیث رسول مانتے ہیں، اب اس جھوٹ سے پختہ توبہ کرتے ہیں۔

سوال نمبر ۴: آپ جب قیاس کرتے ہیں تو اہل سنت والجماعت کی طرح آپ کا کوئی اصول فقہ ہے یا مرزائی قادیانی کی طرح بے اصول قیاس کرتے ہو۔ ہم لوگ چوتھے با اصول ہیں۔ ہمارے ہاں اصول شاشی (۱۳۲۵ھ) اصول کرنی (۱۳۳۰ھ) الفصول فی الاصول ابوبکر رازی (۱۳۷۰ھ) اصول بزدوی

(۵۳۸۲) 'اصول سرخسی (۵۳۸۳) 'الحسامی (۵۶۳۲) 'الغنی فی الاصول (۵۶۹۱) 'النار (۵۶۹۵) 'التقیح (۵۷۴۷) 'تحریر الاصول (۵۸۶۱) 'مسلم الثبوت (۱۱۱۹) عقد اول کتابیں ہیں۔ آپ بھی اپنے اصول کی کتابوں کی سن دار فرست دیں۔

سوال نمبر ۵: اہل سنت والجماعت خفیوں، مالکیوں، شافعیوں اور حنبلیوں کی فقہ کی کتابیں متداول اور داخل نصاب ہیں۔ قادیانیوں کی اپنی کوئی کتاب نہیں، وہ فقہی مسائل ادھر ادھر سے چوری کر کے گزارہ کرتے ہیں۔ آپ کی جماعت کی فقہ کی مسجد کتابیں کون کون سی ہیں جو آپ کے مدارس میں داخل نصاب ہوں؟ سن دار ان کی فرست دیں یا اقرار شائع کریں کہ ہمارا گزر بسر بھی ادھر ادھر سے مسائل چوری کرنے پر ہی ہے۔

سوال نمبر ۶: آپ اپنے دس اجماعی مسائل اور دس قیاسی مسائل لکھ دیں جو کتب اہل سنت سے سرقت نہ کئے ہوں۔

وہ کہنے لگا ہم ایک مصیبت سے نکلنے کے لئے چار دلائل کا نام لینے لگے تھے مگر آپ کے چھ سوالات نے ہمیں دوہری مصیبت میں ڈال دیا ہے۔



# عظمتِ قرآن اور غیر مقلدین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

زمانہ جوں جوں دور نبوت سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ لوگوں میں ذہنی آوارگی اور بن سے بیزاری بڑھتی جا رہی ہے۔ خود اعتمادی کے شوق میں خیر القرون کے مجتہدین سے بغاوت اور عداوت کو ہی دین کی سب سے بڑی خدمت اور وقت کا اہم ترین جہاد ور کرایا جا رہا ہے۔ موقع بموقع تقلید کو گلیاں دینا فیشن بن گیا ہے۔ ایک دن ایک صاحب آئے نہ سلام نہ دعا، نہ شکل اسلامی نہ لباس۔ فوراً کہنے لگے یہ تقلید جس نے اتنا اختلاف ڈال دیا ہے اور لوگوں کو قرآن و حدیث سے ہٹا دیا ہے، یہی جو چوتھی صدی کی بدعت ہے۔ میں نے مجبوراً بات کاٹتے ہوئے کہا۔ جناب جھوٹ بولنے میں کچھ وقفہ فرما لیا کریں۔ آدھے سانس میں تین جھوٹ بول دیتا یہ نیا ہی ریکارڈ ہے جس کی مثال پہلے شاید بالکل نہ مل سکے۔ وہ صاحب کہنے لگے کہ آپ مہمانِ نذیر حسین محدثِ دہلوی کی کتب معیار الحق پڑھیں۔ کس طرح تقلید کی و جہاں اڑائی ہیں۔ میں نے کہا آپ نے تورات آسمان کر دی۔ آئیے مہمانِ صاحب سے ہی سن لیں کہ تقلید کس لئے کی جاتی ہے۔ وہ مقلد کا بیان یوں نقل کرتے ہیں: ”حدیث و قرآن ایک دریا ہے ٹاپید اکنار۔ اس کو سمجھنا اور اس پر براہِ راست عمل کرنا مجتہد مطلق کا ہی کام ہے اور ہماری شان نہیں کہ حدیث و قرآن کو (اس طرح) سمجھیں (کہ ہر مسئلہ کو استنباط کر سکیں) اور مگر کچھ ظاہری ترجمہ سمجھتے بھی ہیں تو پھر ہم کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ فلاں حدیث منسوخ ہے یا

نہیں یا معنی ظاہر پر محمول ہے یا کوئی اور حدیث اس کے معارض ہے یا نہیں؟ اس لئے ہمیں تقلید کی ضرورت ہے مجتہد کی رہنمائی میں کتب و سنت پر صحیح صحیح عمل کر کے اللہ اور رسول ﷺ کی جناب میں سرخرو ہو سکیں۔

## اتفاق

میاں صاحب ہی شہ ولی اللہ سے واجب تقلید کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ باعتبار دلالت کے روایت کا اتباع کرنا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جو شخص قرآن و حدیث کا پورا علم نہیں رکھتا اور خود مسائل کے استنباط کی طاقت نہیں رکھتا۔ سو اس کا یہی وظیفہ ہے کہ کسی فقیہ سے پوچھ لے کہ آنحضرت ﷺ نے فلاں فلاں مسئلے میں کیا حکم فرمایا ہے؟ جب فقیہ بتا دے تو اس کی پیروی کرے۔ برابر ہے کہ صریح نص سے لیا ہوا ہو یا اس نے استنباط کیا ہو یا منصوص پر قیاس کیا ہو۔ یہ سب صورتیں حضرت محمد ﷺ کی روایت کی طرف رجوع کرتی ہیں۔ اگرچہ بطور دلالت کے ہی ہوں اور ایسی تقلید کی صحت پر تمام امت کا ہر طبقہ میں اتفاق ہے بلکہ اور امتیں بھی اپنی اپنی شریعتوں میں ایسی صورت پر متفق ہیں (معیار الحق ص ۴۶) اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ ”تقلید مجتہد“ اتباع رسول ہے اور فقہ پر ہر عمل عین کتب و سنت پر عمل ہے اور ایسی تقلید کے واجب ہونے پر نہ صرف اس امت کا ہر طبقہ (صحابہ، تابعین، تبع تابعین، آج تک) متفق ہے بلکہ پہلی تمام امتوں میں بھی اس تقلید کے واجب ہونے پر اتفاق رہا ہے۔ دیکھئے میاں صاحب اور شہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے بھی ایک ہی سانس میں آپ کے مقنن جووٹوں کی قلعی کھول دی ہے۔

## فقہ پر عمل :

وہ صاحب کہنے لگے کہ آپ فقہ کے ہر ہر مسئلے پر عمل کرتے ہیں؟ میں نے پوچھا کیا آپ ہر ہر حدیث پر عمل کرتے ہیں؟ کہنے لگا کہ ہم تو صرف صحیح حدیث پر عمل کرتے

ہیں۔ ضعیف، شاذ اور موضوع احادیث پر عمل نہیں کرتے۔ چنانچہ میاں صاحب لکھتے ہیں کہ سند صحیح متصل مسلسل ہی قتل اعتماد ہے (معیار الحق ص ۱۹) اور ہمارے علماء اپنے اپنے اشتہارات میں لکھتے ہیں کہ حدیث صحیح صریح مرفوع غیر مجروح مانیں گے۔ اس لئے ہم ہر حدیث پر تو عمل نہیں کرتے۔ میں نے کہا کہ آپ کے ہاں دلیل شرعی تو صرف اللہ و رسول ﷺ کا فرمان ہے اور اللہ و رسول ﷺ نے کسی ایک بھی حدیث کو نہ صحیح فرمایا نہ ضعیف۔ اس لئے آپ کو تو یہ حق ہی نہیں پہنچتا کہ کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہیں۔ کہنے لگا کہ یہ بات تو درست ہے مگر ہم یہاں محدثین کی تقلید پر مجبور ہیں۔ میں نے کہا کہ پھر تو آپ اہل حدیث نہ رہے۔ میں نے کہا آپ بھی عجیب ہیں کہ فقہاء کی طرف رجوع اور تقلید کا قرآن و حدیث میں صریح حکم تھا۔ ان کی تقلید تو آپ نے نہ کی اور محدثین کی تقلید بھی نہیں کرتے۔ صرف اور صرف اپنے نفس کی تقلید کرتے ہیں۔ کیونکہ جس طرح قرآن و حدیث میں یہ کہیں نہیں کہ دلیل شرعی صرف اور صرف سند صحیح متصل اور مسلسل میں یا صرف اور صرف حدیث صحیح صریح مرفوع غیر مجروح میں ہی منحصر ہے۔ اسی طرح محدثین نے بھی یہ شرط نہیں لگائی کہ دلیل شرعی صرف اور صرف سند صحیح متصل اور مسلسل یا حرف حدیث صحیح صریح مرفوع غیر مجروح میں ہی منحصر ہے۔ آپ کی قید صحیح سے تمام حسن احادیث کا بھی انکار ہو گیا جبکہ حسن حدیث کے حجت ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔ ایسی ضعیف حدیث جس کو تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہو اس کے حجت ہونے پر بھی محدثین کا اتفاق ہے۔ اسی طرح متصل کی قید سے تمام مراسیل کا انکار ہو گیا حالانکہ مراسیل معتضدہ (جن کی دوسری سند یا تعامل سے تائید ہو جائے) باجماع امت حجت ہیں اور مراسیل مجرودہ (جن کی دوسری چیز سے تائید نہ ہو) ائمہ ثلاثہ حضرت امام اعظم، حضرت امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک حجت ہیں۔ موطا کی بلاغات بھی مروود ہو گئیں اور بخاری کی تعلیقات بھی اور میاں صاحب نے مسلسل قید لگا کر تو ۹۹ فیصد احادیث کو ناقابل اعتماد قرار دے دیا

کیونکہ مسلسل ایسی احادیث کو کہتے ہیں کہ مثلاً خبرنا سے شروع ہوئی تو پوری سند میں خبرنا ہی آئے، حدثنا سے شروع ہوئی تو پوری سند میں حدثنا ہی ہو وغیرہ۔ اور ایسی احادیث بہت کم ہیں۔

میرے خیال میں اتنی احادیث کا انکار وہ بھی اس دھڑلے سے تو شاید کھلے منکرین حدیث نے بھی نہیں کیا ہو گا۔ آپ لوگ ان احادیث کی ان اقسام کا بھی انکار کر دیں جن کے حجت ہونے پر فقہاء اور محدثین کا اجماع ہے تو بھی آپ کے اہل حدیث ہونے میں فرق نہ آئے۔ اور ہم فقہ کے کسی ایسے مسئلے پر عمل نہ کریں جس پر فقہاء فتویٰ نہ دیں اور احناف میں عملاً وہ بالکل متروک ہو تو آپ شور مچادیں کہ فقہ کا انکار کر دیا۔ جس طرح متواتر قرآن کے مقابلہ میں شاذ و متروک قراتیں نہ قرآن کہلاتیں ہیں نہ کوئی ان کی تلاوت کرتا ہے اور متواتر سنت کے مقابلہ میں شاذ و متروک روایات نہ سنت کہلاتی ہیں نہ ہی ان پر کسی سنی کا عمل ہوتا ہے۔ اسی طرح فقہ کے وہ مسائل جو مفتی بہا ہوں اور ہر جگہ ان پر عمل جاری ہو وہ مذہبِ حنفی کہلاتے ہیں۔ اس کے خلاف شاذ و متروک روایات نہ ہی مذہبِ حنفی ہیں اور نہ ہی ان پر عمل درست ہے۔ وہ تراک سے بولا۔ مذہبِ حنفی میں خون سے بلکہ پیشاب سے بھی قرآن پاک کا لکھنا جائز ہے۔ کیا یہی مذہبِ حنفی ہے جس پر آپ کو بڑا ناز ہے۔

### قرآن اور مذہبِ حنفی :

میں نے کہا کہ یہ مذہبِ حنفی پر اس سے بھی بڑا جھوٹ ہے کہ کوئی یوں کہہ دے قرآن میں مردار، خون اور خنزیر کے گوشت کو بالکل حلال لکھا ہے۔ جس طرح یہ قرآن پر جھوٹ ہے وہ بات مذہبِ حنفی پر اس سے بھی بڑا جھوٹ ہے۔ دنیا کی تاریخ میں کسی بڑے سے بڑے کافر نے بھی اس سے قبل ایسا جھوٹ نہیں بولا۔

اس بابہ میں ہمارا مذہب جس پر ہر جگہ احناف کا عمل ہے وہ یہ ہے کہ قرآن پاک

ایک پاکیزہ ترین کتب ہے۔ اس کو ناپاک آدمی نہیں چھو سکتا چنانچہ لکھا ہے کہ بے وضو آدمی کو ”قرآن مجید اور پاروں کے پورے کاندھ کو چھونا مکروہ تحریمی ہے خواہ اس موقع کو چھوئے جس میں آیت لکھی ہے یا اس موقع کو جو سواہ ہے“ (بخاری المرقوم ص ۲۰۱) بہشتی گو ہر ص ۱۲) جب کہ غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کانتوی یہ ہے کہ بے وضو آدمی قرآن مجید کو ہاتھ لگا سکتا ہے (فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱ ص ۵۹۹) جس مرد یا عورت پر غسل فرض ہو وہ زہابی بھی قرآن پاک کی تلاوت نہیں کر سکتے۔ اسی پر اختلاف کا ہر جگہ فتویٰ اور عمل ہے جبکہ غیر مقلدین کے ہاں جنبی اور حائضہ بھی قرآن پاک کی تلاوت کر سکتے ہیں (فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱ ص ۵۳۵) قرآن مجید اور سارے جب ایسے بوسیدہ ہو جائیں کہ انہیں پڑھنا نہ جاسکے یا اس قدر زیادہ غلط لکھے ہوئے ہوں کہ ان کا صحیح کرنا مشکل ہو تو ان کو ایک پاک کپڑے میں لپیٹ کر ایسی جگہ دفن کر دے جو بیرون تلے نہ آئے اور اس طرح دفن کرے کہ اس کے اوپر مٹی نہ پڑے یعنی یا تو بطنی قبر کی طرح کھود کر بغل میں دفن کر دے یا اس پر کوئی تختہ وغیرہ رکھ کر مٹی ڈال دے (بہشتی زیور جلد ۱ ص ۵۸) یہ ہے مذہب حنفی جس پر سب کا عمل ہے اور سنئے! مذہب حنفی میں نجاست سے قرآن پاک کے لکھنے کا تصور بھی ممکن نہیں جب کہ اس مذہب میں قرآن پاک کو گندی جگہ پر رکھ دینا استغفار ہے اور یہ ایسا کفر ہے جیسے بت کو سجدہ کرنا یا سحاذ اللہ کسی نبی کو شہید کرنا۔ یہ ایسے کفر ہیں کہ ان کے ساتھ اقرار ایمان کا کوئی فائدہ نہیں جیسا کہ شامی باب المرتد جلد ۳ صفحہ ۲۸۲ پر مرقوم ہے۔ تو جیسے قرآن پاک نے مردار، خون اور خنزیر کے گوشت اور خمر کو حرام قرار دیا ہے اور ان کی حرمت ایسی قطعی ہے کہ ان کی حلت کا قائل کافر ہے۔ ایسے ہی قرآن پاک کو نجس جگہ پر رکھ دینا قطعی حرام ہے اور اس کا یہ استغفار قطعی کفر ہے۔ میں نے اس سے کہا میں نے اپنا مذہب بیان کر دیا آپ بھی اپنے مذہب کی کسی مسلمہ کتب سے دکھائیں کہ قرآن پاک کے بوسیدہ اوراق کو کیا کیا جائے اور قرآن پاک کے استغفار کرنے والے کو آپ فاسق کہتے

ہیں یا کفر۔ اس نے صاف اعتراف کر لیا کہ آپ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہمارے  
ہاں مسائل کی کوئی مکمل کتاب ہی نہیں۔ اس لئے ان مسائل میں ہم بھی فقہاء کرام کی  
اہن ساسی جیلہ کو ہی تسلیم کرتے ہیں۔

### حالت اضطرار کا بیان

میں نے اس سے پوچھا کہ قرآن پاک میں مردار، خون اور خنزیر کے گوشت کو  
حرام فرمایا ہے اس کے بعد ہے فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ۔ اِنَّ  
اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (۱۷۳-۲) پھر جو کوئی بے اختیار ہو جائے نہ تو نافرمانی کرے اور نہ  
زیادتی تو اس پر کچھ گنہ نہیں بے شک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ علامہ عثمانی  
رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”یعنی اشیائے مذکورہ حرام ہیں لیکن جب کوئی بھوک سے مرنے  
لگے تو اس کو لاچار کی حالت میں کھالینے کی اجازت ہے بشرطیکہ نافرمانی اور زیادتی نہ  
کرے۔ نافرمانی یہ کہ مثلاً نوبت اضطراری کی نہ پہنچے اور کھانے لگے اور زیادتی یہ کہ  
قدر ضرورت سے زائد خوب پیٹ بھر کر کھالے۔ بس اتنا ہی کھائے جس سے مرے  
نہیں۔“

اب اگر کوئی شخص بھوک سے مر رہا ہے اور سوائے مردار کے جو قطعی حرام ہے  
جس کو حلال جانتا کفر ہے اور کچھ بھی جان بچانے کے لئے نہیں ہے تو کیا وہ بوقت  
ضرورت بقدر ضرورت مردار کھا کر جان بچالے تو اس کی اجازت ہے یا نہیں؟ وہ کہیں لگا  
ہاں ہے۔ میں نے کہا کہ کیا اب یہ کہا جائے گا کہ قرآن نے مردار کو حلال قرار دے دیا  
یا یہ کہا جائے گا کہ سب مسلمان مردار کو حلال مانتے ہیں؟ کہنے لگا کہ یہ تو بالکل جھوٹ  
ہے۔ میں نے کہا کہ ایک آدمی پیاسا مر رہا ہے اور شراب کے علاوہ کوئی چیز نہیں جس کو  
پی کر وہ جان بچا سکے تو کیا اسے اجازت ہے کہ وہ بوقت ضرورت بقدر ضرورت شراب پی  
کر جان بچالے۔ اس نے کہا کہ بالکل اجازت ہے۔ میں نے کہا کہ اس لاچار کے اس  
فصل سے کہا جائے گا کہ قرآن نے شراب پینے کی مکمل چھٹی دے دی ہے یا سب مسلمان



شراب کو حلال جانتے ہیں؟ اس نے کہا یہ تو بالکل جھوٹ ہے۔ میں نے کہا اب یہ جھوٹ بولنے والا خلا سکھ ہو جو ہر وقت مردار جھٹکا کھاتا ہے، شراب پیتا ہے اور وہ اضطرار کے مسئلہ پر شور مچا دے کہ قرآن میں مردار، خنزیر اور شراب کو حلال لکھا ہے تو کیا یہ اس کی انتہائی بے شرمی، بے فیرتی نہیں کہ خود تو ان سب کو حالت اختیار میں بھی حلال کہتا ہے اور قرآن پاک پر جھوٹ باندھ رہا ہے۔ یہاں پر یہ بات بھی یاد رہے کہ جو جانور بدوقت سے مر جائے وہ ہمارے ہاں مردار حرام ہے اور غیر مقلد کے ہاں حلال ہے۔ (بدور الاہلہ ص ۳۳۵، فتاویٰ ثنائیہ جلد ۱ ص ۱۵۰) اسی طرح کافر غیر کتابی یعنی ہندو، سکھ، مرزائی کا فح کیا ہوا جانور ہمارے ہاں مردار اور حرام ہے جب کہ غیر مقلدین کے ہاں حلال ہے (عرف الجلوی ص ۱۰) اس طرح کچھوا، کوکرا اور گوہ ان کے ہاں حلال ہے (فتاویٰ ثنائیہ جلد ۲ ص ۷۰، جلد ۲ ص ۱۰۹، عرف الجلوی ص ۲۳۶) اب یہ لوگ تو بلا اضطرار یہ کہلاتے پیٹے ہیں اور اگر کوئی حقیقی حالت اضطرار میں جان بچانے کے لئے بوقت ضرورت بقدر ضرورت کھالے تو یہ جھوٹا شور مچا دیں کہ وہ حلال کہتے ہیں۔

### دوا اور اضطرار :

اوپر اضطرار کی وہ مثالیں گزریں جو غذا سے متعلق تھیں کہ جان بچانے کے لئے مردار اور شراب کی اس مجبور کو بوقت ضرورت بقدر ضرورت اجازت ہے مگر یہ کہنا کہ قرآن تو مردار اور شراب کو حلال کہتا ہے جھوٹ ہے۔ اب یہ ظاہر ہے کہ بھوکے کے پیٹ میں اگر کوئی غذا چلی جائے تو عموماً اس کی جان بچ جاتی ہے، پیاسے کو کوئی مشروب مل جائے تو یقین ہے کہ پیاس بجھ جائے گی مردوا کے ساتھ صحت اتنی یقینی نہیں جتنا پانی پینے سے پیاس کا بجھ جانا بلکہ دوا سے شفاء کا ممکن ہوتا ہے۔ اب کوئی مریض ایسا ہو کہ کوئی حلال دوا اس کو فائدہ نہیں دے رہی اور کوئی تجربہ کار دیکھار طبیب یہ کہتا ہے کہ فلاں حرام دوا سے اس کو شفاء ہونے کا غالب ممکن ہے تو اس کو جان بچانے کے لئے بوقت ضرورت بقدر ضرورت حرام دوا کا استعمال جائز ہے یا نہیں۔ صاحب درمندان

فرماتے ہیں کہ ہمارا ظاہر مذہب یہی ہے کہ حرام دوا کا استعمال حالت اضطراب میں بھی منع ہے جب کہ غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ ہر حلال جانور (ان کے ہاں گھوڑا اور ایک قول میں ہاتھی بھی حلال ہے۔ کنز العمال) کا پاخانہ اور پیشاب پاک ہے۔ جس کپڑے میں لگا ہو اس میں نماز پڑھنی درست ہے۔ نیز بطور ادویات کے استعمال کرنا درست ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ جلد ۱ ص ۵۳) الملوی القدسی میں اس کے جواز پر فتویٰ ہے گویا تعویٰ تو یہی ہے کہ حرام دوا استعمال نہ کرے مگر اضطراب میں فتویٰ میں گنجائش ہے تاکہ یقین اور ممکن کا فرق واضح رہے۔ مگر یہ کہنا کہ ان کے مذہب میں حرام دوا حلال ہو گئی ہے یہ اس سے بھی بڑا جھوٹ ہے کہ قرآن نے مردار کو حلال کہا ہے کیونکہ مضطر کے لئے مردار کھالینا تو بلا اتفاق جائز ہے لیکن مضطر کے لئے حرام دوا کے استعمال میں اختلاف ہے۔

### دم اور عملیات :

پانی پینے کے بعد پیاس کا بھج جانا اور کھانے کے بعد بھوک کا مٹ جانا عموماً یقینی ہوتا ہے لیکن دوا کے بعد شفاء مظنون ہے اور دم تعویٰ اور عملیات کے بعد شفاء موهوم ہوتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ موهوم کو مظنون پر قیاس کیا جائے گا یا نہیں۔ اس بارہ میں امام جماعت غریاء اہل حدیث کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔

سوال : شرکیہ الفاظ سے ستاپ و کتے وغیرہ کے کاٹے ہوئے پر دم کرنا جائز ہے : نہیں ؟

الجواب بہتر تو نہیں، ہاں اگر کسی مسلمان کی خیر خواہی کے لئے بوقت ضرورت و مجبوری کر بھی دے تو کوئی مضائقہ نہیں (صحیفہ اہل حدیث رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ) اس پر ابو محمد عبدالستار کے دستخط ہیں۔ پھر ان کے والد صاحب مولانا عبدالوہاب دہلوی مزید لکھتے ہیں ”ساتپ، بچھو، کتے وغیرہ زہریلے جانوروں کے کاٹے ہوئے پر شرکیہ الفاظ سے غیر مسلم یا مسلم دم حجازا کر دے تو کوئی مضائقہ نہیں (صحیفہ اہل حدیث جنوری الثانی ۱۴۳۶ھ بحوالہ ظل محمدی عرف امامت محمدی محمد جونا گڑھی)۔ اب صورت سوال :

ملاحظہ ہو۔

سوال کسی انسان کی ٹانگ سے خون جاری ہے اور کسی جائز دوا سے رک نہیں رہا۔ اب وہ بالکل موت کے دروازے پر ہے اگر کسی کے علم میں ہو کہ اسی خون سے اگر فاتحہ اس کی پیشانی پر لکھ دی جائے تو خون بند ہو جائے گا اور اس کی جان بچ جائے گی تو کیا اس اضطرار میں یہ جائز ہے؟

جواب منجانب غیر مقلد : غیر مقلدین کے ہاں خون بھی پاک ہے ہر حلال جانور کا پیشاب پاخانہ بھی پاک ہے، مٹی بھی پاک ہے اور پاک چیز سے قرآن لکھنا کسی آیت یا حدیث میں منع نہیں۔ اس لئے اضطرار ہو یا اختیار ہر ہر حالت میں جائز ہے۔ جب بخاری شریف میں اونٹوں کا پیشاب پینے کا حکم ہے تو قرآن پاک کا لکھنا کیسے ناجائز ہو سکتا ہے اور بت سے غیر مقلدین تو فاتحہ کو قرآن ہی نہیں مانتے تو اس پر کیا اعتراض۔

جواب منجانب حنفی : خون، مٹی اور پیشاب نجس ہیں۔ اور نجس جگہ پر قرآن پاک رکھنا مردار، خنزیر، خمر کی طرح حرام قطعی کفر ہے اور اس سے شفاء نہ یقینی ہے اور نہ مظنون ہے بلکہ سوہوم ہے۔ اس لئے سوہوم کو مظنون اور متیقن پر قیاس کر کے ایسی حالت اضطرار میں بھی اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی جس حالت اضطرار میں شریعت از کتاب حرام یا از کتاب کفر تک کی اجازت دیتی ہے اور ظاہر مذہب حنفی یہی ہے۔ البتہ بعض نے اس سوہوم کو مظنون اور متیقن پر قیاس کر کے ایسے اضطرار میں از کتاب حرام کی اجازت دی ہے تو وہ ظاہر مذہب کے خلاف ہے۔ البتہ غیر مقلدین کے ہاں بلا اضطرار حالت اختیار میں بھی خون اور حلال جانوروں کے پیشاب پاخانے سے قرآن پاک لکھنا ہرگز ہرگز منع نہیں۔ اس لئے غیر مقلدوں کا احناف کے خلاف شور مچانا اس سے بھی بدتر جھوٹ ہے کہ کوئی سکھ جس کے ہاں حالت اختیار میں بھی خنزیر کھانا حلال ہے مسلمانوں پر اعتراض کرے کہ تمہارا مذہب لٹلہ ہے تمہارے قرآن میں خنزیر کھانا حلال لکھا

ہے۔ ہر حال جس طرح ہم مردار، خون، خنزیر اور خمر کو حرام قطعی کہتے ہیں۔ قرآن پاک تو نجس جگہ پر با اختیار رکھنے کو بھی حرام بلکہ ایسا کفر جانتے ہیں جیسے بت کو سجدہ کرنا یا خانہ کعبہ شریف کو اِہانتہ کرنا یا کسی نبی کو شہید کرنا۔ اس کے خلاف جو اہل سنت پر بہتان طرازی کر رہے ہیں اور خود اپنے مذہب نامذہب کو چھپاتے ہیں کہ ان کے ہاں خون بھی پاک ہے، مردار بھی پاک ہے، ہر حلال اور حرام جانور کا پیشاب بھی پاک ہے، منی بھی پاک ہے اور بار بار مطالبہ کرنے پر وہ ایک بھی آیت یا حدیث پیش نہیں کر سکے کہ پاک چیزوں سے قرآن پاک کا لکھنا حرام یا کفر ہے اور ہمارے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، حضرت امام ابو یوسف، حضرت امام محمد اور حضرت امام زفر رحمہم اللہ سے تا قیام قیامت بھی کوئی ماں کا لعل حالت اضطرار میں بھی اس حرام و کفر کے ارتکاب کا جواز ثابت نہیں کر سکتا۔ فہل من مبارزینارزنی

نہ خنجر اٹھے گا، نہ تلوار ان سے

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

چنانچہ وہ فغص وعدہ کر کے گیا کہ میں دونوں باتوں کا ثبوت لاؤں گا کہ جب ہمارے ہاں خون، منی، خمر، خنزیر، مردار اور ہر حلال حرام جانور کا پیشاب پاک ہے تو کس آیت یا حدیث میں ہے کہ پاک چیزوں سے قرآن کا لکھنا حرام اور کفر ہے اور دوسرے یہ کہ میں آپ کے پانچوں اماموں سے بند صحیح یہ ثابت کروں گا کہ انہوں نے حالت اضطرار میں اس حرام اور کفر کے ارتکاب کی اجازت دی ہے لیکن وہ آج تک ان دو باتوں کا ثبوت نہ لاسکا۔ غیر مقلدین سے آخر میں یہی درخواست ہے کہ آپ نے پہلے ہی لوگوں میں دین بیزاری اور اسلاف سے بغاوت بمت پیدا کر لی ہے اب ایسے بہتان باندھنا دین کی بھی کوئی خدمت نہیں۔ اس وقت نہ مسلم قوم اس بغاوت کی معقل ہے اور نہ ہمارا ملک۔ اللہ تعالیٰ سب کو جھوٹ سے توبہ کی توفیق دیں۔ (آمین)

# مصافی کا بیان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تمہید :

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام دنیا میں محبت و آشتی کا پیغام لے کر آیا اور دنیا میں اسی پیغام کو پھیلایا۔ رسول اللہ ﷺ کا کیا ہی پیارا ارشاد ہے کہ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ (الحديث) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان مامون رہیں۔ قرآن پاک نے مسلمانوں کو خیر امت کا لقب دیا کہ یہ معروف کو پھیلاتے اور منکر سے روکتے ہیں اور منافقین کی پہچان بتائی کہ معروف سے روکتے اور منکر کا حکم دیتے ہیں اور آنحضرت ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا من رای منکم منکر افلیغیرہ بیدہ (الحديث) اور حقیقت یہی ہے کہ امت کو افتراق اور شقاق سے بچانے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ کتاب و سنت کے تاکید کی حکم کے مطابق ان کو معروف کی ہی دعوت دی جائے اور معروف کو مٹانا کوئی دین کی خدمت نہیں بلکہ دین میں فتنہ ڈالنا ہے۔ والفتنة اشد من القتل۔

مثال

قرآن پاک خداوند قدوس کی آخری اور سچی کتاب ہے مگر اس میں بھی اختلاف قرات موجود ہے۔ سات متواتر قراتیں ہیں جن میں باہمی اختلاف ہے مگر

ہمارے ہاں چونکہ تلاوتِ صرف قاریِ عام کوئی رحمہ اللہ کی قرات اور قاریِ حفص رحمہ اللہ کوئی کی روایت ہی معروف اور متواتر ہے۔ سب لوگ اسی قرات پر قرآن پاک کی تلاوت کر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ ہمارے غیر مقلد دوست بھی اسی قرات پر تلاوت کرتے ہیں اور شاہِ فہد کی طرف سے جو قرآن پاک حجاج کرام کو تحفہً دیا جاتا ہے اس کے آخر میں باقاعدہ قاریِ عام کوئی رحمہ اللہ اور قاریِ حفص کوئی رحمہ اللہ کے اسماء گرامی کی صراحت ہے۔ اس قرات پر سب کے تلاوت کرنے سے مسلمانوں میں قرآن پاک کے بارہ میں اتفاق و اتحاد ہے لیکن اگر کوئی شخص اب دین کے نام سے اٹھے اور امت کو یوں دعوت دے کہ یہ کوئی قرآن ہے یہ مکی قرآن نہیں یہ عاصمی قرآن ہے محمدی قرآن نہیں۔ اس قرآن کے پڑھنے والوں کا نہ کہہ سے تعلق ہے نہ مدینہ سے اور نہ ہی محمد رسول اللہ ﷺ سے، اس قرآن کی تلاوت بند کرو۔ مکی، مدنی، اور محمدی قرآن پڑھو۔ تو ہر درد دل رکھنے والا مسلمان یہی کہے گا کہ یہ دین کی خدمت نہیں امت میں فتنہ ہے۔

ایک دن دو تین دوست مجھے کہنے لگے کہ ہم بہت پریشان ہیں۔ چاروں اماموں میں اختلاف ہے، کدھر جائیں؟ میں نے کہا: قرآن پاک میں سات قاریوں کا اختلاف قرات ہے، تو چار کا اختلاف زیادہ ہے یا سات کا۔ آپ نے کس آیت یا حدیث کے حکم سے سات قراتوں میں سے صرف قاریِ عام کوئی رحمہ اللہ کی قرات کو اختیار کیا ہے اور باقی چھ قراتوں کو چھوڑا ہے؟ اور کس آیت یا حدیث میں یہ صراحت ہے کہ اگرچہ سات قاریوں میں مکی قاری بھی ہوں، مدنی بھی، لیکن تم نہ مکی قاری کی قرات پر تلاوت کرنا نہ مدنی قاری کی قرات پر بلکہ ساری عمر صرف ایک قاریِ عام کوئی رحمہ اللہ کی قرات پر تلاوت کرنا اور یہ فرق کس آیت یا حدیث میں ہے کہ اہل کوفہ کے ذریعہ جو قرآن تمہیں تواتر کے ساتھ پہنچے

اس کو قبول کر لینا لیکن اہل کوفہ کے واسطے نے نبی اکرم ﷺ کی نماز میں جو تمہیں تواتر سے پہنچے اس کو کوئی نماز کہہ کر چھوڑ دینا اور اپنی پوری زندگی نبی اکرم ﷺ کی اس متواتر نماز کو مٹانے کے لئے وقف کر دینا۔ انصاف کا تقاضا تو یہی ہے کہ اگر لینا ہے تو اس قرآن اور نماز دونوں کو قبول کر لو اور اگر چھوڑنا ہے تو اس قرآن اور نماز دونوں کو چھوڑ دو! افتو منون ببعض الكتاب وتكفرون ببعض والامعالمہ اور نیچے دروں نیچے بروں والی پالیسی چھوڑ دو یا اس فرق کے بارہ میں مندرجہ بالا سوالات کا جواب قرآن پاک کی صریح آیت یا صریح حدیث سے دو۔ اہل سنت والجماعت کا ایک ہی بیان ہے کہ اختلاف قرات کے وقت اسی قرات پر تلاوت کرو جس پر یہاں تلاوت معروف اور متواتر ہے۔ اختلافی احادیث میں بھی یہاں چونکہ صرف فقہ حنفی ہی عملاً متواتر اور معروف ہے اس لئے اسی پر عمل کرو۔ جب تک مسلمان کتاب و سنت کے سنہری اصول پر عامل رہے مسلمان سنت اور فقہ پر عمل کرنے میں بھی اسی طرح اتفاق اور اتحاد سے رہے جس طرح اب تک تلاوت قرآن کے سلسلہ میں ان میں اتحاد و اتفاق ہے۔ جب تک مسلمانوں کا سیاسی غلبہ رہا یہی اتفاق قائم رہا۔ جب انگریز کے منحوس قدم اس ملک میں آئے تو دین بیزاری اور ذہنی آوارگی کو بھی ساتھ لائے جس نے مسلمانوں کے اتفاق کو شقاق اور افتراق سے بدل ڈالا۔ مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی وکیل اہل حدیث ہند کو بھی اس کا اعتراف ہے۔

وہ تحریر فرماتے ہیں : اے حضرات یہ مذہب سے آزادی اور خود سری اور خود اجتہادی کی تیز ہوا یو روپ سے چلی اور ہندوستان کے ہر شہر و بستی و کوچہ و گلی میں پھیل گئی ہے جس نے غالباً ہندوؤں کو ہندو اور مسلمانوں کو مسلمان نہیں رہنے دیا، حنفی اور شافعی مذاہب کا تو کیا پوچھنا (اشاعت السنۃ ص ۲۵۵/ج ۱۹) حضرات! اسی خود اجتہادی کا نتیجہ تھا کہ ملک میں نئے نئے فرقے پیدا ہو گئے۔ کسی

نے اہل قرآن نام رکھ لیا کسی نے اہل حدیث اور قرآن و حدیث کے نام پر امت کو لڑانا شروع کر دیا۔ نماز، جمعہ، عید، جنازہ، جن میں کبھی مسلمانوں میں لڑائی نہیں ہوئی تھی ان عبادات کو بھی لڑائی کا ذریعہ بنا لیا گیا۔

فالی اللہ المشتکی۔

### ایک ہاتھ سے مصافحہ کی ابتداء :

جب دو مسلمان ملتے، وہ ایک دوسرے کو سلام کرتے جو بذات خود محبت، اتفاق، امن اور آشتی کا پیغام تھا اور سلام کے ساتھ مصافحہ بھی کرتے اور اہل اسلام میں دونوں ہاتھوں سے مصافحہ متواتر تھا۔ انگریز کے دور سے پہلے کسی اسلامی کتاب میں دو ہاتھ سے مصافحہ کرنے کو بدعت اور خلاف سنت نہیں کہا گیا۔ اس دور میں یہ عجیب واقعہ ہوا کہ مسلمان جب آپس میں ملتے تو دو ہاتھ سے مصافحہ کرتے تھے لیکن انگریز جب ایک دوسرے سے ملتے تو ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتے تھے ان کی اس سنت کو پہلے نیچریوں نے اپنایا اور کالجوں وغیرہ میں ایک ہاتھ کے مصافحہ کا رواج شروع ہو گیا۔ البتہ وہ لوگ اس کو حاکم قوم کا طریقہ ہی سمجھتے تھے۔ پھر نیچری حضرات کی تقلید میں اہل حدیث حضرات میں بھی صرف ایک دائیں ہاتھ سے مصافحہ کا رواج چل نکلا۔ البتہ فرق یہ ہو گیا کہ ان دوستوں نے مسلمانوں میں متواتر دو ہاتھ سے مصافحہ کو بدعت اور خلاف سنت قرار دے دیا اور انگریز بہادر اور نیچریوں کے طریق مصافحہ کو سنت نبوی قرار دے دیا گیا۔ اس طریقہ کو زندہ کرنے پر سو شہید ثواب کے وعدے سنائے گئے اور اہل اسلام کو نبی ﷺ کے مخالف، نبی پاک ﷺ کی سنتوں کو مٹانے والے قرار دے دیا گیا اور معروف اسلامی طریقہ کو مٹانے کا نام احیاء سنت رکھا گیا۔ اس طرح سلام اور مصافحہ جو آج تک مسلمانوں میں محبت اور مغفرت کا ذریعہ تھا وہ بھی اختلاف، شقاق اور لڑائی کا ذریعہ بن گیا۔ اب کوئی اسلامی حکومت تو یہاں موجود نہیں تھی جو ان



حضرات کو مسلمانوں میں سر پھنول کرانے سے روکتی بلکہ انگریز حکومت کی تو پالیسی ہی یہ تھی کہ لڑاؤ اور حکومت کرو۔ اس لئے وہ حکومت درہے، قدے، سخنے ہر طرح ان کی پشت پناہی ہوئی تھی۔

ایک ہاتھ سے مصافحہ کے دلائل :

اہل سنت والجماعت نے ان سے پوچھا کہ آپ لوگ جو صرف دائیں ہاتھ سے مصافحہ کو سنت اور دوسرا ہاتھ لگانے کو بدعت اور گمراہی قرار دیتے ہیں تو کیا آپ کے پاس کوئی قولی حدیث موجود ہے کہ جس طرح آنحضرت ﷺ نے حکم دیا تھا کہ دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ۔ ایسے ہی حکم دیا ہو کہ دائیں ہاتھ سے مصافحہ کرو اور جس طرح استنجا میں دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے سے منع فرما دیا تھا اسی طرح آپ ﷺ نے مصافحہ میں بایاں ہاتھ لگانے سے منع فرما دیا ہو۔ ایسی کوئی حدیث بخاری و مسلم سے پیش فرمائیں۔ ان میں نہ ہو تو سنن اربعہ سے پیش فرمائیں۔ ان سے بھی نہ ملے تو دیگر کتب سے۔ اگر ایسا حکم حدیث صحیح سے نہ ملے تو یہ اقرار کرنے کے بعد کہ دائیں ہاتھ کے لئے صحیح صریح حدیث ہمارے پاس نہیں تو حسن و رجب کی حدیث ہی پیش فرمادیں اور اگر حسن حدیث بھی نہ ملے تو یہ حکم کسی ضعیف میں ہی دکھادیں لیکن نام نہاد اہل حدیث ایسی قولی حدیث پیش کرنے سے اس دن سے آج تک عاجز ہیں اور انشاء اللہ عاجز رہیں گے۔ جب وہ حکم رسول ﷺ پیش نہ کر سکے تو اہل سنت والجماعت نے مطالبہ کیا کہ کوئی فعلی مرفوع حدیث کہ آنحضرت ﷺ صرف دائیں ہاتھ سے مصافحہ کرتے تھے بایاں ہاتھ بالکل الگ رکھتے تھے اگر صحیح ہو تو صحیح، اگر صحیح نہ ہو تو حسن، اگر حسن بھی نہ ملے تو ضعیف ہی پیش کر دیں لیکن وہ اس سے بھی عاجز ہیں اور عاجز رہیں گے۔ آخر یہ مطالبہ کیا گیا کہ آپ کوئی تقریری حدیث ہی پیش کر دیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے سامنے صرف دائیں ہاتھ سے مصافحہ کرتے تھے اور آپ

ﷺ اس پر سکوت فرماتے، اس کی کوئی صحیح یا حسن نہ ہو تو ضعیف سند ہی پیش فرما دیں لیکن وہ اس سے بھی عاجز رہے، عاجز ہیں اور انشاء اللہ العزیز عاجز رہیں گے۔ اہل سنت والجماعت نے کہا کہ جب صرف دائیں ہاتھ کے مصافحہ کے لئے کوئی حدیث ہی نہیں تو اس کو سنت کیسے کہا جا رہا ہے کیونکہ بعض اوقات ایک بات حدیث سے ثابت ہوتی ہے مگر سنت نہیں ہوتی جیسے ایک کپڑے میں نماز پڑھنا، جوتے پہن کر نماز پڑھنا، بچی کو اٹھا کر نماز پڑھنا متفق علیہ احادیث سے ثابت ہیں مگر سنت نہیں کیونکہ سنت کے ثبوت کے لئے مواظبت شرط ہے جو یہاں نہیں پائی گئی تو صرف دائیں ہاتھ کے مصافحہ کے لئے تو حدیث بھی نہیں مواظبت کجا اور اس کو سنت کہنا محض جھوٹ ہوا۔

### دلیل مل گئی :

آخر جب اہل سنت کی طرف سے بار بار مطالبے ہوئے کہ مسلمانوں کے متواتر عمل کو بدعت اور انگریز اور نیچروں کے عمل کو سنت نبوی ﷺ کا نام کیوں دیا جا رہا ہے تو ملی تھیلے سے باہر آگئی، کہنے لگے کہ بعض احادیث سلام میں اخذ بالید، اخذ بیدہ وغیرہ الفاظ ملتے ہیں اور یہ واحد ہے جس سے معلوم ہوا کہ ایک ہاتھ سے سلام کرنا چاہئے۔ اہل سنت والجماعت یہ سن کر ان کی حدیث دانی پر سخت حیران ہوئے کیونکہ انسان کے جسم میں جو ایک سے زائد اعضاء ہیں ان کے لئے بھی بطور جنس ہر زبان میں واحد کا صیغہ بولا جاتا ہے جیسے کوئی کہتا ہے کہ میں نے اپنی آنکھ سے تجھے وہاں کھڑے دیکھا تھا تو کیا اس فقرہ سے کوئی بے عقل یہ سمجھے گا کہ یہ آدمی کانہ ہے اس لئے واحد کا صیغہ بول رہا ہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ میں نے اپنے کان سے تیری بات سنی تھی تو کیا سمجھا جائے گا کہ دوسرا کان بات سنتے وقت اس نے بند کر لیا تھا۔ ایک آدمی دوسرے کو کہتا ہے کہ میں اپنا پاؤں بھی نہیں رکھوں گا، کیا سمجھا جائے گا کہ مکلم کا ایک ہی پاؤں ہے۔ اللہ تعالیٰ

قرآن پاک میں فرماتے ہیں ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک۔ کیا یہاں ایک ہی اور وہ بھی دایاں ہاتھ ہی مراد ہے۔ آنحضرت ﷺ خود بھی دعا مانگتے اور امت کو بھی تعلیم فرماتے تھے اللھم اجعل فی بصری نوراً واجعل فی سمعی نوراً (الحدیث) تو کیا یہاں بھی ”بصر“ اور ”سمع“ واحد کے صیغے ہیں تو ایک آنکھ اور ایک کان اور وہ بھی صرف دایاں ہی مراد ہے؟ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ (الحدیث) من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ (الحدیث) ان دونوں حدیثوں میں بھی یہ واحد ہے تو کیا یہاں بھی دو سرا ہاتھ لگانا خلاف سنت ہو گا۔ اگر بفرض محال یہاں حدیث سلام میں یہ سے جنس مراد نہ لیں ایک ہاتھ ہی مراد لیں، تو عربی میں یہ کالفظ انگلیوں سے لے کر کندھوں تک بولا جاتا ہے تو اگر دو آدمی بوقت سلام دونوں بائیں کہنیاں یا دونوں بائیں کندھے ملا لیں تو اس حدیث پر عمل ہو جائے گا یا نہیں؟ کیونکہ بایاں ہاتھ بھی تو یہی ہے پاؤں تو نہیں۔ اگر یہ مان ہی لیں کہ یہاں یہ سے ایک ہی ہاتھ مراد ہے تو بھی امت کے متواتر عمل کو بدعت اور خلاف حدیث کیسے کہا جائے گا۔ دیکھئے آنحضرت ﷺ کا ایک کپڑے میں نماز ادا کرنا احادیث متواترہ سے ثابت ہے لیکن امت کا متواتر عمل تین کپڑوں میں نماز پڑھنے کا ہے۔ امت کے اس متواتر عمل میں ایک کپڑے والی احادیث پر بھی عمل ہو جاتا ہے اور دوسری حدیثوں پر بھی۔ آج تک کسی نے امت کے اس متواتر عمل کو خلاف سنت نہیں کہا۔ اسی طرح امت میں جو متواتر عمل دو ہاتھ سے مصافحہ کا چلا آ رہا ہے تو اس میں ایک ہاتھ والی حدیث پر بھی عمل کیا گیا اور دو ہاتھ والی پر بھی، تو اہل سنت والجماعت کو کسی حدیث کی مخالفت کا خطرہ نہ رہا۔ جیسے احادیث میں ایک ایک دفعہ اعضاء وضو کے دھونے کا بھی ذکر ہے، دو دو دفعہ دھونے کا بھی ذکر ہے اور تین تین دفعہ دھونے کا بھی۔ اب جن نے تین تین دفعہ اعضاء وضو کو دھولیا اس

نے تینوں حدیثوں پر عمل کر لیا لیکن جس نے ایک ایک دفعہ اعضاء وضو کو دھویا اس نے یقیناً دو حدیثوں پر عمل نہیں کیا اور اگر وہ یہ بھی کہنے لگے کہ ایک ایک دفعہ اعضاء وضو کا دھونا ہی سنت ہے، تین تین دفعہ دھونا بدعت اور خلاف سنت ہے تو اس فہم پر جس قدر ماتم کیا جائے کم ہے۔

الغرض نام نماذ اہل حدیث نے پوری امت کے خلاف محض اپنی رائے سے یہ سے ایک ہاتھ مراد لیا جبکہ پوری امت یہ سے جس مراد لے کر دونوں ہاتھ مراد لیتی ہے۔ پھر محض اپنی رائے سے یہ سے یمنین کو متعین کر لیا اور محض اپنی رائے سے دو ہاتھ والی متفق علیہ حدیث پر عمل کرنے سے نہ صرف انکار کیا بلکہ اس کو خلاف سنت بھی قرار دیا۔ جب صرف دائیں ہاتھ سے مصافحہ کرنا نہ کسی حدیث قولی، نہ فعلی، نہ تقریری سے، نہ حسن سے، نہ صحیح سے، نہ ضعیف سے ثابت کر سکے تو لغت کی طرف دوڑے، حدیث سے دستبردار ہو گئے کہ لغت میں مصافحہ ہاتھ کی ہتھیلی ملانے کو کہتے ہیں حالانکہ یہاں بھی ہاتھ جس کے طور پر استعمال ہوا ہے پھر اگر دونوں آدمی بائیں ہتھیلی سے مصافحہ کریں تو اسے لفظ مصافحہ کہیں گے۔ لیکن آپ اس پر ہرگز عامل نہیں ہیں۔ افسوس کہ نہ حدیث نے تمہارے سر پر ہاتھ رکھنا نہ لغت نے تمہارا ساتھ دیا البتہ تشبہ بالکفار جو حدیث سے ممنوع ہے وہ آپ کو حاصل ہو گیا۔

نظر اپنی اپنی، پسند اپنی اپنی

### دو ہاتھ سے مصافحہ

اب دیکھیں کہ امت کا متواتر عمل دو ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا جس کو یہ حضرات بدعت اور خلاف سنت کہتے ہیں کیا واقعی یہ بے ثبوت ہے تو ہرگز نہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں (ص ۹۳۶/ج ۲) پر باب المصافحہ کا عنوان باندھا ہے جس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے تعلیقاً یہ روایت لائے

ہیں: علمنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم التشہد و کفی بین کفیه۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے مجھے تشہد کی تعلیم دی ایسی حالت میں کہ میرا ہاتھ آپ ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا۔ بعد ازاں امام بخاری رحمہ اللہ نے باب الاخذ بالیدین باندھا ہے اور اس میں حضرت حماد بن زید رحمہ اللہ اور حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے مصافحہ کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد دو ہاتھ سے مصافحہ کی دلیل میں پھر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مندرجہ بالا حدیث پوری سند سے لائے ہیں کہ میرا ہاتھ آپ ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا۔ (صحیح بخاری ص ۹۲۶/ج ۲، صحیح مسلم ص ۱۷۳/ج ۴، نسائی ص ۱۷۵/ج ۱)

اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض اس باب سے یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ بھی دو ہاتھوں سے مصافحہ فرماتے تھے اور بعد میں بھی اسی پر عمل جاری رہا۔ امام بخاری رحمہ اللہ اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں: حدثنی اصحابنا یحییٰ وغیرہ عن اسماعیل بن ابراہیم قال رايت حماد بن زید و جاءه ابن المبارک بمکة فصافحه بکلتا یدیه (حاشیہ بخاری ص ۹۲۶/ج ۲)

(ترجمہ): ”اسماعیل بن ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حماد بن زید رحمہ اللہ کو دیکھا کہ ان کے پاس عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ مکہ معظمہ میں تشریف لائے تو آپ نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔“ یاد رہے یہ دونوں بزرگ اپنے زمانے میں امام المحدثین تھے۔ امام عبد الرحمن بن مہدی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: الائمة اربعة: مالک و سفیان الثوری و حماد بن زید و ابن المبارک یعنی امام چار ہیں۔ مالک، سفیان ثوری، حماد بن زید اور ابن المبارک رحمہم اللہ (تذکرۃ الحفاظ) دیگر محدثین بھی دو ہاتھ سے مصافحہ کا

ذکر کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت سے فرمایا: قد بايعتک۔ میں نے تجھے بیعت کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کلاماً صرف کلام سے بیعت فرمایا، ہاتھ پکڑ کر بیعت نہ فرمایا۔ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری اور علامہ عینی رحمہ اللہ عمدة القاری شرح صحیح بخاری میں اس کی شرح میں فرماتے ہیں ای لا بالید کما کان یبایع الرجال بالمصافحة بالیدین یعنی ہاتھ سے بیعت نہ فرمایا جس طرح مردوں کو بیعت کرتے وقت دونوں ہاتھ سے مصافحہ فرمایا کرتے تھے۔ اس کی تائید شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی حدیث روایا سے بھی ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تجنم فرماتے ہوئے میری طرف اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے، میں قریب ہوا فاخذ صلی اللہ علیہ وسلم یدی بین یدیہ فصافح تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ اپنے دونوں مبارک ہاتھوں کے درمیان پکڑا اور مصافحہ فرمایا (الدر الثمین) اور شاہ صاحب رحمہ اللہ ”القول الجلیل“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دونوں ہاتھوں سے مصافحہ فرمایا۔ محدثین کے علاوہ فقہاء کرام جن کی تقلید کا حکم کتاب و سنت میں دیا گیا ہے وہ بھی دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنے کو سنت فرماتے ہیں۔ چنانچہ ”مجالس الابرار“ میں ہے والسنة فیہا ان تکون بکلتا الیدین۔ سنت یہ ہے کہ دو ہاتھ سے ہو۔ اسی طرح شای میں اور اشعة اللمعات میں بھی ہے اور جبکہ حدیث میں آتا ہے کہ مسلمان جب مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے گناہ جھڑتے ہیں (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) اور ظاہر ہے کہ انسان دونوں ہاتھوں سے گناہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ جھڑنے چاہئیں مگر ہمارے دوستوں نے ایک ہاتھ شاید ابھی سے جنم کے لئے ریزرو (Reserve) کر دیا ہے کہ اس کے گناہ جھاڑنا نہیں چاہتے۔ ایک دفعہ عجیب لطیفہ بنا، میں نے ایک غیر مقلد دوست کو بخاری شریف

سے دو ہاتھ کے مصافحہ والی حدیث دکھائی تو تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد بولا: اگرچہ آنحضرت ﷺ کے مصافحہ میں دو ہاتھ تھے لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود جہیز کا تو ایک ہی ہاتھ تھا، میں نبی تو نہیں کہ دو ہاتھ سے مصافحہ کروں، میں یہاں نبی کی بجائے حضرت عبداللہ بن مسعود جہیز کی اتباع کروں گا۔ میں نے کہا: جس طرح تم نبی نہیں، تم ابن مسعود جہیز کی طرح صحابی بھی نہیں ہو کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرو، پہنچنے لگے صرف انگوٹھے سے انگوٹھا ملا کر مصافحہ کر لیا کرو تاکہ نہ تمہارے نبی ہونے کا شبہ ہو نہ صحابی ہونے کا۔ میں نے کہا: کسی حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود جہیز کے دوسرے ہاتھ کی نفی نہیں ہے اور یہ کس کا دل مانتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دونوں مبارک ہاتھ بڑھائے ہوں اور ابن مسعود جہیز نے صرف ایک۔

اصل بات یہ ہے کہ جب آدمی دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرتا ہے تو ایک ہاتھ کے دونوں طرف دوسرے کی ہتھیلیاں لگتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود جہیز ایک ہاتھ کی یہ خوبیاں بیان فرما رہے کہ میرے اس ہاتھ کے دونوں طرف حضرت پاک ﷺ کی ہتھیلیاں مبارک لگی تھیں، اپنے دوسرے ہاتھ کی نفی نہیں فرما رہے، اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ عطا فرمائیں اور سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔



# شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ اور غیر مقلدین

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

یہ ایک ناقابل انکار تاریخی حقیقت ہے کہ غیر مقلدین کی دونوں قسمیں اہل قرآن اور اہل حدیث بحیثیت فرقہ پہلے کسی حکومت میں نہیں پائی گئیں بلکہ یہ ماضی قریب کی پیداوار ہیں۔ اسی لئے اسلاف کے ساتھ ان کا کوئی سلسلہ سند نہیں ملا۔ تاہم جیسا کہ رافضی جس صحابی کو چاہیں رافضی کہہ دیتے ہیں مثلاً حضرت علی ؓ، حضرت ابوذر ؓ، حضرت فاطمہ ؓ وغیرہم، مگر یہ سب کے سب بکے اور بچے اہل سنت تھے۔ اسی طرح بے چارے غیر مقلدین کبھی تو محمد مین کو غیر مقلد کہتے ہیں جبکہ محمد مین کے حالات طبقات کی کتابوں میں چار ہی طبقات میں ملتے ہیں: طبقات خفیہ، طبقات ملکیہ، طبقات شافعیہ اور طبقات حنابلہ۔ طبقات غیر مقلدین نامی کوئی کتاب کسی محدث یا مورخ کی لکھی ہوئی دنیا میں موجود نہیں ہے اور کسی ایک بھی مسلمہ محدث کے بارے میں یہ شہادت کسی تاریخ یا حدیث کی کتاب میں نہیں ملتی کہ مکان لا یجتہد ولا یقلد کہ نہ اس میں اجتہاد کی اہلیت تھی نہ تقلید کرتا تھا بلکہ غیر مقلد تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بڑے پیر صاحب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ جن کی



عقلمت کی دنیا بھر میں دھوم مچی ہوئی ہے وہ غیر مقلد تھے۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے، کسی ایک بھی مسئلہ تاریخ میں یہ بات نہیں ملتی کہ وہ نہ تواجہتاؤ کی اہلیت رکھتے تھے نہ مقلد تھے بلکہ حضرت رحمہ اللہ کا ذکر مبارک طبقات حنابلہ میں موجود ہے جو سورج سے بھی زیادہ واضح حقیقت ہے کہ آپ حنبلی تھے۔ مشہور غیر مقلد جناب فیض عالم صدیقی نے موفق الدین ابن قدامہ رحمہ اللہ مصنف کتاب المغنی، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ مصنف غنیۃ الطالبین، شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور شیخ ابن قیم رحمہ اللہ کو حنابلہ میں شمار کیا ہے (اختلاف امت کا المیہ ص ۲۹) نیز لکھتا ہے :

### غنیۃ الطالبین پر تبصرہ :

تاریخی طور پر سب سے پہلے سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ حنبلی نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف غنیۃ الطالبین میں شیعوں کا ذکر کیا۔ غنیۃ الطالبین حنبلی مذہب کی ایک انسائیکلو پیڈیا ہے مگر اس کتاب میں بھی یاران طریقت نے تصوف کے باب کے عنوان سے ایسی بیوقوف کاری کی ہے جس کا جواب نہیں، ایک معمولی سی دینی سوجھ بوجھ رکھنے والا اور معمولی سی علمی مہارت رکھنے والا آدمی بیک نظر اس بات کا اندازہ لگا سکتا ہے کہ اصل غنیۃ الطالبین کا مصنف کوئی پرہیزگار، قبیح سنت، زاہد اور عالم شخص ہے اور اس تصوف کے باب کا مصنف کوئی کودن طبع، حواس باختہ، ذہنی آوارگی کا مریض اور کم علم آدمی ہے۔ قہروں کی بندش، الفاظ کی نشست اور مضمون کی ادائیگی میں بیسن فرق کے علاوہ نفس مضمون میں ہزاروں فرسنگ کا فرق۔ مکمل کتاب و سنت کی ہمیں آمیز معطر اور نکلت بار خوشبوؤں کی محک اور مکمل پرانگندہ ذہنی کے سنڈاس سے اٹھنے والے بدبو کے جھبکے۔ (اختلاف امت کا المیہ ص ۳۳۱)

دیکھئے اس تہماتی غیر مقلد نے ایک ہی سانس میں حضرت شیخ قدس سرہ کو کتاب و سنت سے ہزاروں فرسنگ دور، کودن طبع، حواس باختہ اور ذہنی آوارگی کا مریض اور غنیۃ الطالبین کو پرانگندہ ذہنی کے سنڈاس سے اٹھنے والے بدبو کے جھبکے قرار دے دیا۔

ہں، عوام کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی کہ گویا غنیۃ الطالبین کے فقہی مسائل کا مصنف اور ہے اور تصوف کے باب کا اور کوئی فرضی شخص، یہ ایسا کارنامہ ہے جیسا کہ مرزا قادیانی عیسیٰ علیہ السلام کو خوب گالیاں بکتا، بعد میں کہہ دیتا کہ وہ عیسیٰ اور ہے اور یہ اور ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ غیر مقلدین کے ذہن و قلم بے لگام ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ یہی جناب فیض عالم صاحب صدیقی تحریر کرتے ہیں۔

**بخاری شریف پر تبصرہ :**

”ان محدثین، ان شارحین حدیث، ان سیرت نویس اور مفسرین کی تقلیدی ذہنیت پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے جو اتنی بات کا تجزیہ اور تحقیق کرنے سے بھی عاری تھے کہ یہ واقعہ سرے سے ہی غلط ہے لیکن اس دینی و تحقیقی جرات کے فقدان نے ہزاروں ایسے پیدا کئے اور ہوتے رہیں گے۔ ہمارے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح بخاری میں جو کچھ درج فرمادیا وہ صحیح اور لاریب ہے خواہ اس سے اللہ کی الوہیت، انبیاء کرام کی عصمت اور ازواج مطہرات کی طہارت کی فضائے بیض میں دجیاں بکھرتی چلی جائیں۔ (صدیقہ کائنات ص ۱۰۶ فیض عالم صدیقی) کیا یہ امام بخاری کی اسی طرح تقلید جلد نہیں جس طرح مقلدین ائمہ اربعہ کی تقلید کرتے ہیں۔“

دیکھئے تمام محدثین، تمام شارحین حدیث، تمام سیرت نویسوں اور تمام مفسرین کو تحقیق سے عاری اور دینی جرات سے کورے قرار دے کر صحیح بخاری کے بارہ میں تو وہ تبصرہ لکھا کہ پادری فائزر، پنڈت شروہانند اور سوامی دیانند بھی اس سے شرمائے ہوں گے۔

**شیخ جیلانی رحمہ اللہ اور مسئلہ وحدۃ الوجود :**

آج کل غیر مقلدین نے وحدۃ الوجود کا غلط مطلب لے کر (جو اتحاد اور حلول ہے) صوفیاء کرام رحمہم اللہ پر تہمات بازی کا بازار گرم کر رکھا ہے جبکہ صوفیاء کرام رحمہم اللہ اتحاد و حلول کو الحاد، زندہ اور گمراہی قرار دیتے ہیں (مقالات سواتی ص ۷۷/۳ ج ۱)

تو حضرت شیخ عبدالقدور جیلانی رحمہ اللہ جو وحدت الوجود کے قائل ہیں (مقالات سواتی ص ۷۷/۱۳) غیر مقلدین کے نزدیک معلو اللہ گمراہ اور زندیق ہیں۔ پھر ان سے ان کا کیا تعلق؟

**صوفیاء کرام کے بارہ میں نواب صدیق حسن کی نصیحت :**

نواب صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ صوفیاء کرام رحمہم اللہ کے حالات میں چار امر قابل بحث ہیں

(۱) امر اول، مجاہدات، ان کا تعلق ازواق و مواجید اور محاسبہ نفس و اعمال کے ساتھ ہے۔ انہی ازواق کی منتبھی اور غلیات کو مقامات کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔  
(۲) امر دوم، کشف و ادراک حقائق عالم غیب جس کا تعلق صفات ربانیہ، عرش و کرسی و ملائکہ و وحی و نبوت و روح و حقائق موجودات غائب و شہاد و ترکیب اکوان وغیرہ سے ہے۔

(۳) امر سوم، تصرفات انواع کرامات کے ساتھ اکوان و عوالم میں۔

(۴) امر چہارم، الفاظ موہومہ یعنی شطیحات۔

بعض لوگ ان امور چہارگانہ کے منکر ہیں، بعض محسن ہیں اور بعض تلویطات کے قائل ہیں۔ بہر حال امر اول میں کوئی کلام و انکار نہیں ہو سکتا۔ صوفیاء کرام کے ازواق بالکل صحیح ہیں اور ان کا تحقق عین سعادت ہے، اسی طرح امر دوم صحیح ناقابل انکار ہے۔ اگرچہ بعض علماء نے اس کا انکار کیا ہے مگر یہ انکار حق کے مقابل کوئی چیز نہیں۔ امر سوم یہ انواع تشابہات میں سے ہے۔ اس لئے اس کا تعلق وجدان قلبی سے ہے۔ محض الفاظ و لغت سے ان کی مرادات پر اطلاع نہیں ہو سکتی۔ الفاظ تو محض محسوسات متعارفہ کی تعبیر کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔ امر چہارم شطیحات، اس کا تعلق غلبہ حال اور واردات سے ہے۔ محسوسات سے بیگانہ دار رہتے ہیں اسی سبب سے بعض اوقات ان کی زبان سے ایسے کلمات صلوہ ہو جاتے ہیں جو ان کے قصد و ارادہ سے نہیں

ہوتے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص مغلوبِ الحلال ہو وہ ہر طرح معذور اور مجبور ہے۔ اس قسم کے لوگوں میں سے جو شخص صاحبِ فضل و لائقِ اقتدا ہو اس کے کلمات موہومہ کو مقصدِ جمیل پر محمول کرنا چاہئے (ماثر صدیقی ص ۵۱/ ج ۳)

ایک کالج کے لیکچرار غیر مقلد نے ”الدیوبندیہ“ یعنی علمائے دیوبند کے عقائد ”دیوبندیت“ ”بریلوی + دیوبندی ایک ہیں“ اور ”تبلیغی جماعت کا اسلام“ نامی رسائل لکھے ہیں جن میں صوفیاء کرام رحمہم اللہ کی تشابہات یا شطیحات جمع کر دی ہیں، لیکن ان میں سے کسی رسالہ میں یہ نہیں بتایا کہ تشابہات اور شطیحات کا شرعی حکم کیا ہے؟ حالانکہ امت کا اجماع ہے کہ کرامات اور شطیحات میں چونکہ ان لوگوں کے اختیار و ارادہ کو دخل نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ مرفوع القلم ہوتے ہیں جیسے خواب میں کلمہ کفر کسی کی زبان سے جاری ہو جائے تو اسے کافر نہیں کہا جاتا، خواب میں کوئی گناہ کا کام کرے تو اسے ہرگز گناہ گار نہیں کہا جاتا لیکن غیر مقلدین کی بد نصیبی ہے کہ ان کے حصہ میں قرآن پاک میں سے تشابہات، احادیث میں سے متعارضات، فقہ سے شواہز اور تصوف سے شطیحات آئی ہیں یہی ان کا علمی حدود اور لغز ہے۔

### وحدة الوجود

وحدة الوجود اور وحدة الشہود کے بارہ میں نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔ ہم پر اعتقادِ لازم ہے کہ ہم کسی جانب بھی ضلالت اور گمراہی کا خیال دل میں نہ لائیں کیونکہ اس میں بہت سے علماء کرام اور مشائخِ عظام کی تضلیل و تکفیر لازم آتی ہے۔ وحدت وجود کے اثبات و ابطال میں لب کشائی نہ کرنی چاہئے۔ اگر خود ذی فہم ہے تو اپنے فہم پر قناعت کرے اگر وہ نہیں سمجھتا تو ان اقوال کو ان کے قائلین پر چھوڑ دے (ماثر صدیقی ص ۳۹ ج ۳)

### حضرت شیخ رحمہ اللہ اور سماعِ موتی

حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مردہ کو دفن کرنے کے بعد جب تم اس کی قبر کو

برابر کر چکو تو ایک آدمی اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے اے فلاں بن فلاں.... اس آواز کو مردہ سنتا ہے مگر جواب نہیں دیتا پھر دوبارہ پکارے اے فلاں بن فلاں.... تو مردہ یہ آواز سن کر قبر میں اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے پھر تیسری مرتبہ آواز دے تو مردہ کہتا ہے تو نے مجھے سیدھی راہ دکھائی اللہ تجھ پر رحمت کرے مگر اے لوگو میرا یہ کہنا تمہیں سنائی نہیں دیتا۔ (غنیۃ الطالبین مصری ص ۴۱ ج ۲)

### حضرت شیخ رحمہ اللہ اور حیات النبی ﷺ :

حضرت شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب روضہ اطہر بر حاضری کی سعادت نصیب ہو تو قبلہ کی طرف پشت کر کے روضہ پاک کی طرف منہ کر کے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ اے اللہ آپ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا کہ اگر لوگ اپنی جانوں پر ظلم (گناہ) کر کے اللہ سے بخشش مانگیں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس گنہگار کے لئے بخشش مانگیں تو اللہ تعالیٰ بخشے والے مہربان ہیں۔ اے اللہ میں بھی ایسی طرح تیرے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دعائے بخشش کرانے آیا ہوں، جیسے حیات ظاہری میں لوگ آتے تھے پھر کہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگ رہا ہوں (غنیۃ الطالبین ص ۱۱ ج ۱) غیر مقلدین حضرات مردہ کے سننے اور پہچاننے کو آج کل شرکیہ عقیدہ کہتے ہیں اور عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شرک کہتے ہیں۔ جب حضرت شیخ رحمہ اللہ ان کے عقائد کی وجہ سے غیر مقلدین کے نزدیک مشرک ہیں پھر عوام کو دھوکا کیوں دیتے ہیں کہ شیخ جیلانی رحمہ اللہ غیر مقلد تھے معاذ اللہ۔

### حضرت شیخ رحمہ اللہ کی نماز

حضرت شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں نماز میں ۱۵-۱۶ ارکان، ۹ واجبات، ۱۳ سننیں اور ۲۵ ہیئات (آداب) ہیں۔ رکن کے نہ رہنے سے نماز باطل، ترک واجب سے سجدہ سو لازم اور سنت اور ہیئت کے ترک سے نماز نہ باطل ہوتی ہے اور نہ سجدہ سو لازم آتا

ہے (غنیۃ الطالبین ص ۵/۱۲) اور فرماتے ہیں نماز کی نیت زبان سے کرنا افضل ہے (ص ۱۰۲/۱۲) اور مقتدی کے لئے امام کی تابعداری کی نیت ضروری ہے (ص ۱۰۳/۱۲) اور فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اکبر کے تم اللہ اکبر کہو! امام قرات (فاتحہ) پڑھے تم خاموش رہو اور جب امام غیر المغضوب علیہم والضالین کے تو آمین کہو (ص ۱۰۵/۱۲)

حضرت شیخ رحمہ اللہ یہ دعائیں لکھا کرتے تھے ”اللہ تعالیٰ مجھے اصول اور فروغ میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب پر موت دے اور امام احمد رحمہ اللہ کے مقلدین میں میرا حشر فرمائے (غنیۃ الطالبین ص ۱۰۵/۱۲) حضرت شیخؒ نے نماز کی جو ۲۵ ہینات بیان فرمائی ہیں وہی مسائل ہیں جن میں شیخ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی تقلید کرتے تھے تو گویا غیر مقلدین کے عقیدہ کے مطابق حضرت شیخؒ کی نماز میں ۲۵ تقلیدی شرک ہیں۔ اس پر بدعات مزید ہیں اور امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کی وجہ سے ان کی نماز بھی باطل ہے۔

### تین طلاق

حضرت شیخ رحمہ اللہ نے کئی امور میں روافض کی یسود سے مشابہت بیان فرمائی ہے، جس میں ایک یہ بات بھی تحریر فرمائی ہے کہ یسود تین طلاق کو کچھ نہیں سمجھتے یہی حال روافض کا ہے، میں کہتا ہوں غیر مقلدین بھی تین طلاق کے بعد رجوع کراویتے ہیں۔

### ذریعت ابلیس

حضرت شیخ رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ لوگوں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر پسینہ موتیوں کی طرح تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار لعنت فرمائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حضرت! میرے ماں باپ آپ پر قریبان ہوں آپ کس کو پھنکار رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ کے دشمن ابلیس خبیث نے اپنی دم اپنی دیر میں داخل کی اور سات انڈے دیئے۔ ان سے سات بچے پیدا ہوئے جو اولاد آدم کو گمراہ کرنے پر متعین کئے گئے۔ ان میں سے شیطان کا جو بچہ دوسرے انڈے سے پیدا ہوا اس کا نام ”حدیث“ ہے اور وہ نمازیوں پر مسلط کیا گیا (غنیۃ الطالبین ص ۸۸/ج ۱) حضرات! کھوج آپ کو دکھایا گیا آپ اس بچے کو تلاش کریں جس کی زندگی کا ایک ہی مقصد ہے کہ نمازیوں کے دلوں میں دوسے ڈالتا ہے۔ نمازیوں کو پریشان کرتا ہے کہ تیری نماز غلط ہے، تیری نماز نہیں ہوتی وغیرہ وغیرہ، وہ یقیناً اسی ”حدیث“ سے تعلق رکھتا ہے بلکہ ”حدیث“ کا ہی اہل ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل حدیث کے دوسووں سے بچائیں۔ الغرض غیر مقلدین کے نزدیک جب حضرت پیران پیر معاذ اللہ مشرک اور بدعتی ہیں۔ اور مشرک اور بدعتی کی کوئی عبادت قبول نہیں تو غیر مقلدین لوگوں کو دھوکہ کیوں دیتے ہیں۔ ہم نے اپنے رسالہ ”غیر مقلدین کی غیر مستند نماز“ میں ثابت کر دیا ہے کہ غیر مقلدین کی نماز نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث سے، لیکن اس کا جواب آج تک نہیں لکھ سکے۔ کیا آپ حضرات کے نزدیک رفع یدین ہی ایک ایسا اہم مسئلہ ہے جو شخص صاف طور پر رفع یدین کے سنت ہونے کا انکار کرے صرف اپنے امام کی تقلید میں رفع یدین کرے اس کے ساتھ شرک و بدعت کا نہ صرف عامل بلکہ زبردست داعی بھی ہو تو وہ صرف رفع یدین تقلید آکرنے سے الہدایت بن جاتا ہے، تو پھر شیعوں نے کیا تصور کیا؟ وہ تو رفع یدین آپ سے بھی زیادہ کرتے ہیں۔ کیا آپ ان کو اپنے سے بڑے اہل حدیث مانتے ہیں؟ اور کیا واقعتاً امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی تقلید شخصی کرنے والے آپ کے نزدیک آپ کی طرح اہل حدیث ہیں؟ پھر اہل سنت والجماعت احناف کو تقلید کی وجہ سے مشرک اور بدعتی کیوں کہا جاتا ہے؟



# امام اعظم رحمہ اللہ

## غیروں کی نظر میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

مولانا داؤد غزنوی فرماتے ہیں ایک عجیب بات ہے کہ اہل حدیث عموماً نہایت تشدد ہوتے ہیں۔ تھوڑی سی بات پر سخت سے سخت نکتہ چینی کے خوگر ہوتے ہیں۔ (داؤد غزنوی ص ۱۸) یہی وہ نفیات ہے جس پر قرآن پاک نے وَیْلٌ لِّکُلِّ هُمَزَةٍ لُّهَزَةٍ فرمایا ہے اور وَلَا تُطْعَمْ کُلٌّ حَلَافٍ (الایۃ)

(۱)..... مولانا داؤد غزنوی فرماتے ہیں ”ائمہ دین نے جو دین کی خدمت کی ہے امت قیامت تک ان کے احسان سے عمدہ برآ نہیں ہو سکتی، ہمارے نزدیک ائمہ دین کے لئے جو شخص سوء ظن رکھتا ہے یا زبان سے ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کے الفاظ استعمال کرتا ہے یہ اس کی شقاوت قلبی کی علامت ہے اور میرے نزدیک اس کے سوء خاتمہ کا خوف ہے ہمارے نزدیک ائمہ دین کی ہدایت و درایت پر امت کا اجماع ہے۔“ (داؤد غزنوی ص ۳۷۳)

(۲)..... ائمہ کرام کا ان (مولانا داؤد غزنوی) کے دل میں انتہائی احترام تھا حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا اسم گرامی بے حد عزت سے لیتے۔ ایک دن میں مولانا محمد اسحاقؒ ان کی خدمت میں حاضر تھا۔ جماعت اہل حدیث کی تنظیم کے



متعلق "نقلو شروع ہوئی۔ بڑے دردناک لہجہ میں فرمایا مولوی اسحاق! جماعت اہل حدیث کو حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی روحانی بدوعالے کر بیٹھ گئی ہے ہر شخص ابو حنیفہ، ابو حنیفہ کہہ رہا ہے کوئی بہت ہی عزت کرتا ہے تو امام ابو حنیفہ کہہ دیتا ہے۔ پھر ان کے بارہ میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے یا زیادہ سے زیادہ گیارہ۔ اگر کوئی بہت بڑا احسان کرے تو وہ انہیں سترہ حدیثوں کا عالم گردانتا ہے۔ جو لوگ اتنے جلیل القدر امام کے بارہ میں یہ نقطہ نظر رکھتے ہوں ان میں اتحاد و یک جہتی کیونکر پیدا ہو سکتی ہے۔ یا غربة العلم انما اشکو بشی و حزنی الی اللہ (داؤد غزنوی ج ۷ ص ۱۲۷)

(۳)..... حضرت مفتی محمد حسن نے ایک بار مولانا عبد البجار غزنوی کی ولایت کا ایک واقعہ سنایا۔ وہ واقعہ یوں تھا کہ امرتسر میں ایک محلہ تیلیاں تھا جس میں اہل حدیث حضرات کی اکثریت تھی۔ وہاں عبد العلی نامی ایک مولوی امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ وہ مدرسہ غزنویہ میں مولانا عبد البجار غزنوی سے پڑھا کرتے تھے۔ ایک بار مولوی عبد العلی نے کہا کہ ابو حنیفہ سے تو میں اچھا ہوں اور بڑا ہوں کیونکہ انہیں صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں اور مجھے ان سے کہیں زیادہ یاد ہیں۔ اس بات کی اطلاع مولانا عبد البجار کو پہنچی، وہ بزرگوں کا نہایت ادب و احترام کیا کرتے تھے انہوں نے یہ بات سنی تو ان کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا انہوں نے حکم دیا کہ اس نالائق (عبد العلی) کو مدرسہ سے نکال دو وہ طالب علم جب مدرسہ سے نکالا گیا تو مولانا عبد البجار غزنوی نے فرمایا: مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ شخص عنقریب مرتد ہو جائے گا۔ مفتی محمد حسن راوی ہیں کہ ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ وہ شخص مرزائی ہو گیا اور لوگوں نے اسے ذلیل کر کے مسجد سے نکال دیا۔ اس واقعہ کے بعد کسی نے مولانا عبد البجار غزنوی سے سوال کیا حضرت! آپ کو یہ کیسے علم ہو گیا تھا کہ وہ عنقریب کافر ہو جائے گا۔ فرمانے لگے کہ جس وقت مجھے اس کی

گستاخی کی اطلاع ملی اس وقت بخاری شریف کی یہ حدیث میرے سامنے آئی کہ  
 مَنْ عَادَى لِيٍّ وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ (حدیث قدسی) جس شخص نے  
 میرے کسی دوست سے دشمنی کی تو میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں۔  
 میری نظر میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ولی اللہ تھے۔ جب اللہ کی طرف سے اعلان  
 جنگ ہو گیا تو جنگ میں ہر فریق دوسرے کی اعلیٰ چیز کو چھینتا ہے اس لئے ایسے شخص  
 کے پاس ایمان کیسے رہ سکتا تھا۔ (داؤد غزنوی ص ۱۹۱، ۱۹۲)

(۴) ..... نوٹ: اسی طرح امرتسریں سب سے پہلے عمل بالحدیث شروع کرنے  
 والے حافظ محمد یوسف صاحب ڈپٹی کلکٹریشنر مرزا غلام احمد قادیانی کے موید و حامی بن  
 گئے۔ (اشباع السنۃ ص ۱۱۴/ج ۲)

(۵) ..... مولانا محبوب احمد صاحب امرتسری لکھتے ہیں: ”جہاں تک مجھے علم ہے وہ یہ  
 ہے کہ امرتسر و گرد و نواح میں جس قدر مرتد عیسائی ہیں یہ پہلے غیر مقلد ہی تھے۔“  
 (الکتاب الجید ص ۸)

(۶) ..... مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کے دل میں بھی امام اعظم رحمہ اللہ کے  
 بارہ میں ایک دفعہ کچھ غبار آگیا تھا خود لکھتے ہیں: (نہیں نے) حضرت امام صاحب رحمہ  
 اللہ کے متعلق تحقیقات شروع کیں تو مختلف کتب کی ورق گردانی سے میرے دل پر کچھ  
 غبار آگیا جس کا اثر بیرونی طور پر یہ ہوا کہ دن دوپہر کے وقت جب سورج پوری طرح  
 روشن تھا یا ایک میزے سامنے گھپ اندھیرا چھا گیا۔ گویا ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ  
 بَعْضٍ کا نظارہ ہو گیا۔ معاذ اللہ! میں نے میرے دل میں ڈالا کہ یہ حضرت امام  
 صاحب رحمہ اللہ سے بدقلبی کا نتیجہ ہے اس سے استغفار کرو میں نے کلمات  
 دہرانے شروع کئے وہ اندھیرے فوراً کافور ہو گئے اور ان کی بجائے ایسا نور چمکا کہ  
 اس نے دوپہر کی روشنی کو بات کرویا۔ اس وقت سے میری حضرت امام صاحب  
 رحمہ اللہ سے حسن عقیدت اور زیادہ بڑھ گئی اور میں ان شخصوں سے جن کو

حضرت امام صاحب رحمہ اللہ سے حسن عقیدت نہیں ہے کہا کرتا ہوں کہ میری اور آپ کی مثال اس آیت کی مثال ہے کہ حق تعالیٰ مکرین معارج قدسہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرماتا ہے۔ اَفْتَمَارُؤْنَهُ عَلٰی مَا یَیْزٰی۔ میں نے جو کچھ عالم بیداری اور ہوشیاری میں دیکھ لیا اس میں مجھ سے جھگڑا کرنا بے سود ہے۔ هَذَا وَاللّٰہِ وَلِیُّ الْہِدَایِثِ خَاتِمَةُ الْکَلَامِ۔ اب میں اس مضمون کو ان کلمات پر ختم کرتا ہوں اور اپنے ناظرین سے امید رکھتا ہوں کہ وہ بزرگانِ دین سے خصوصاً ائمہ متبوعین سے حسن ظن رکھیں اور گستاخی اور بے ادبی سے پرہیز کریں کیونکہ اس کا نتیجہ ہر دو جہاں میں موجبِ خسران و نقصان ہے۔ نَسْتُلِ اللّٰہَ الْکَرِیْمَ حَسْنَ الظَّنِّ وَالشَّادِبَ مَعَ الصَّالِحِیْنَ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ مِنْ سَوْءِ الظَّنِّ بِہِمَّ فَانْہَ عَرَقُ الرَّفْضِ وَ الْخُرُوجِ وَ عَلَامَةُ الْمَعَاقِبِیْنَ وَلْنَعْمَ مَا قَبِلَ۔

از خدا خواہیم توفیقِ ادب      بے ادب محروم شد از لطفِ رب

(تاریخ اہل حدیث ص ۷۹)

(۷) ..... مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے فرمایا: مولانا ثناء اللہ مرحوم امرتسری نے مجھ سے بیان کیا کہ جن ایام میں میں کانپور میں مولانا احمد حسن صاحب کانپوری سے علمِ منطق کی تحصیل کرتا تھا اختلاف مذاق و مشرب کے سبب سے احناف سے میری گفتگو رہتی تھی۔ ان لوگوں نے مجھ پر یہ الزام توپا تھا کہ تم اہل حدیث لوگ ائمہ دین کے حق میں بے ادبی کرتے ہو میں نے اس کے متعلق حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی یعنی شیخِ اکلِ حضرت سید نذیر حسین صاحب مرحوم سے دریافت کیا تو آپ نے جواب میں کہا کہ ہم ایسے شخص کو جو ائمہ دین کے حق میں بے ادبی کرے چھوٹا رافضی جانتے ہیں، علاوہ بریں میاں صاحب مرحوم معیارِ الحق میں امام صاحب رحمہ اللہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

امامنا و سیدنا ابو حنیفۃ النعمان افاض اللہ علیہ شایب العفو والغفران۔ نیز فرماتے ہیں: ان (امام صاحب) کا مجتہد ہونا اور قمع سنت اور متقی اور پرہیزگار ہونا کافی ہے۔ ان کے فضائل میں آیت کریمہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم زینت بخش مراتب ان کے لئے ہیں۔ (حاشیہ تاریخ اہل حدیث ص ۸۰)

(۸)..... مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی فرماتے ہیں، ہر چند کہ میں سخت گنہگار ہوں، لیکن یہ ایمان رکھتا ہوں اور اپنے صالح اساتذہ جناب مولانا ابو عبد اللہ غلام حسن صاحب مرحوم سیالکوٹی اور جناب مولانا حافظ عبد المنان صاحب مرحوم محدث وزیر آباد کی صحبت و تلقین سے یہ بات یقین کے رتبے تک پہنچ چکی ہے کہ بزرگان دین خصوصاً حضرات ائمہ متبوعین سے حسن عقیدت نزول برکات کا ذریعہ ہے۔ (تاریخ اہل حدیث ص ۷۹)

(۹)..... مولانا محمد ابراہیم صاحب حافظ عبد المنان صاحب وزیر آبادی کے متعلق لکھتے ہیں: ”آپ ائمہ دین کا بہت ادب کرتے تھے۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ائمہ دین اور خصوصاً امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی بے ادبی کرتا ہے، اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا“ (تاریخ اہل حدیث ص ۳۲۸)

(۱۰)..... فقیم بن حماد خزاعی امام بخاری رحمہ اللہ کے اساتذہ میں ہیں۔ وضع کتبنا فی الرد علی الحنفیہ۔ جس نے حنفیوں کے رد میں کئی کتابیں تصنیف کیں۔ یہ شخص امام صاحب کے حد میں یہاں تک بوہ گیا تھا کہ جھوٹی حدیثیں بھی گھڑ لیا کرتا تھا اور امام صاحب کی عیب گوئی میں جھوٹی حکایتیں بھی گھڑ لیتا جو سب کی سب جھوٹ ہیں۔ (میزان الاعتدال ص ۵۳۶/ ج ۲، تہذیب التہذیب ص ۳۶۳/ ج ۱، نہایۃ السؤل فی رواۃ السنۃ الاصول بحوالہ تاریخ اہل حدیث ص ۷۰، داؤد غزنوی ص ۳۷۸) مولانا سیالکوٹی نے کھل بحث کے بعد لکھا

ہے خلاصۃ الکلام یہ کہ نعیم کی شخصیت ایسی نہیں کہ اس کی روایت کی بناء پر حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ جیسے بزرگ امام کے حق میں بدگوئی کریں جن کو حافظ مش الدین ذہبی رحمہ اللہ جیسے ناقد الرجال امام اعظمؒ کے مغزِ لقب سے یاد کرتے ہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ ”البدایہ“ میں آپ کی نہایت تعریف کرتے ہیں، آپ کے حق میں لکھتے ہیں: **احد ائمة الاسلام والسادة الاعلام واحد ارکان العلماء واحد الائمة الاربعة اصحاب المذاهب المتبوعة الخ۔** نیز امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ آپ (ابو حنیفہ رحمہ اللہ) ثقہ تھے، اہل الصدق سے تھے، کذب سے متہم نہ تھے نیز عبد اللہ بن داؤد الخزرجی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں انہوں نے کہا لوگوں کو مناسب ہے کہ اپنی نمازوں میں امام ابو حنیفہ کے لئے دعا کیا کریں کیونکہ انہوں نے ان پر نفع اور سنن (نبویہ) کو محفوظ رکھا۔ (البدایہ ص ۱۰۷/ تاریخ اہل حدیث) یہ شخص (نعیم بن حماد) گرفتار ہوا اور وہیں فوت ہوا فجر باقیادہ (ہنگاموں سمیت) فالقی فی حضرة ولم یکفن ولم یصل علیہ فقل ذلک بہ صاحب ابن ابی داؤد (تاریخ بغداد ص ۳۱۳) دیکھئے گستاخ امامؒ، نماز جنازہ اور کفن اور قبر تک سے محروم رہا۔

(II) ..... عالم باعمل فاضل اکمل حضرت مولانا سید قمر حسین رحمہ اللہ باری لکھتے ہیں: ایک غیر مقلد مولوی محمد ابراہیم صاحب آروی مکہ مکرمہ گئے اور حضرت قبلہ عالم مولانا سید شاہ محمد علی صاحب رحمہ اللہ مونگیری بھی وہیں تھے مولانا محمد ابراہیم صاحب نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسِ خواب میں میری حاضری ہوئی اور مجلسِ مبارک میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ بھی تشریف فرما تھے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ تم ان یعنی امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بدظن ہو قصور معاف کراؤ۔ میں نے امام



# نماز میں قرأت کا بیان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ گرمی کا موسم تھا۔ صبح کا وقت اور ہفتہ کا دن، میں درس گلہ جانے کے لئے گھر سے نکلا تو باہر دروازے پر ایک نوجوان کھڑا تھا اس نے بڑے ادب سے مجھے سلام کیا اور میرا نام پوچھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ اس نے کہا میں بہت پریشان ہوں۔ آپ تھوڑا سا وقت نکال کر میری فریاد ضرور سن لیں۔ میں اسے درس گاہ میں ساتھ لے آیا۔ اس نے اپنی کہانیوں شروع کی کہ میں بہت ہی بد قسمت اور گنہ گار ہوں۔ میں ایک ایسے کالج میں پڑھتا ہوں جو غیر مسلموں کا ہے۔ اس میں ہم صرف چھ مسلمان نوجوان ہیں۔ ان میں سے ایک تبلیغی جماعت سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کی دعوت پر ہم بھی تبلیغ کے کام میں لگ گئے اور خداوند قدوس کے فضل و کرم سے نماز کی عبادت ہو گئی۔ پوری کوشش ہوتی ہے کہ ہر کام چھوڑ کر نماز یا جماعت ادا کریں بلکہ تکبیر اولیٰ میں شمولیت کا اہتمام کریں۔ اپنے بہن بھائیوں کو بھی اور محلے کے دوستوں کو بھی دعوت دی جو ماشاء اللہ کافی کامیاب رہی اور انہوں نے نماز شروع کر دی۔ میں گزشتہ نمازیں بھی ساتھ ساتھ تھا کر رہا ہوں اور ساتھ ساتھ اللہ سے رورو کو توبہ بھی کرتا ہوں گزشتہ کو تابیہوں کی محنت بھی مانگتا ہوں اور اس گفتگو میں بھی اس کے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں اس کے انداز سے بہت متاثر ہو رہا تھا اور دل و زبان سے دعا کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنی عبادت کا ایسا ہی جذبہ عطا فرمائیں۔ واما الگ علی اللہ بعزیز۔

بات کو جاری رکھتے ہوئے اس نے کہا پرسوں جمعرات کو ہم بس کے ذریعے تبلیغی مرکز جا رہے تھے کہ بس میں کچھ پرانے دوستوں سے ملاقات ہو گئی جو ہمارے میزک کے ساتھی تھے۔ بلیک سلیک کے بعد انہوں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ ہم نے کہا تبلیغی مرکز۔۔۔ ہم نے کہا آئیے آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں۔ وہ کہنے لگے کہ تمہاری تو نماز ہی نہیں ہوتی۔ ہم نے کہا کیوں؟ اس نے پوچھا کہ کیا تم امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے جیب سے کلمہ قلم نکالا اور اس پر یہ لکھا کہ ”تمہارا عقیدہ ہے کہ فاتحہ کے بغیر نماز ہو جاتی ہے“ اور مجھے کہا اس پر دستخط کرو‘ میں نے دستخط کر دیئے اس نے کہا کہ تم ایسی حدیث لاؤ گے جس کا معنی ہو کہ فاتحہ کے بغیر نماز ہو جاتی ہے اور میں وہ حدیث لاؤں گا جس کا معنی ہو گا کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی، ہم مرکز چلے گئے۔ بیان سنا اس کے بعد ایک دو بزرگوں کو وہ کلمہ دکھایا کہ اس تحریر کے مطابق ایک حدیث لکھ دیں۔ انہوں نے آپ کا نام بتایا کہ ان سے جا کر یہ مسئلہ سمجھ لینا۔ کل جمعہ کے وقت بھی میں حاضر ہوا تھا مگر آپ کسی اور جگہ جمعہ پڑھانے گئے ہوئے تھے۔ میں جمعہ پڑھ کر جب گھر پہنچا تو وہ ساتھی دو تین مولوی صاحبان کو لے کر میری بیٹھک میں براجمان تھے۔ میں بیٹھ گیا۔ ایک مولوی صاحب نے بغیر کسی سلام کلام کے بڑی رعب دار آواز میں کہا کہ اگر کوئی حنفی ایک صحیح صریح مرفوع غیر مجروح حدیث دکھا دے کہ رسول اللہ ﷺ نے امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنے سے منع کیا ہو تو میں فاتحہ کے ایک ایک حرف پر دس دس روپے رکھ کر انعام دوں گا۔ یہ ہزاروں روپے بن جائیں گے۔ دوسرے مولوی صاحب نے کہا پہلے تم بالکل نماز نہیں پڑھتے تھے اور بے نماز تھے اب نماز پڑھنے لگے ہو مگر اب بھی تم اسی طرح بے نماز ہو۔ تمہاری نماز باطل اور بے کار ہے، خدا تعالیٰ کے ہاں بالکل قبول نہیں، تمہارا صرف نماز ہی نہیں تمہارا اسلام ہی منکوک ہے۔ ہم اور آپ دونوں اگرچہ کلمہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھتے ہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ جس کا کلمہ پڑھو، بات بھی اسی کی مانو اور تم کہتے ہو کہ ہم کلمہ نبی کا پڑھیں گے اور بات ابو حنیفہ کی



مانیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بہت نیک آدمی تھے مگر وہ علم حدیث میں بہت کمزور تھے۔ اس لئے قیاس سے مسئلے بتاتے تھے۔ لیکن ساتھ یہ بھی فرماتے رہتے تھے کہ جب صحیح حدیث مل جائے تو میرا قیاس دیوار پر دسے مارنا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل کرنا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث ہے کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ یہ حدیث ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو نہیں ملی تو انہوں نے اپنے قیاس سے کہہ دیا کہ امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھا کرو۔ اب جب یہ صحیح حدیث ہمیں مل گئی ہے تو اس پر عمل کرنے سے اللہ کے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی راضی ہوں گے بلکہ خود امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بھی، اور اگر اس حدیث پر عمل نہ کیا تو نہ صرف یہ کہ نبی پاک ﷺ ناراض ہوں گے بلکہ خود امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بھی ناراض ہوں گے کیونکہ وہ فرما گئے تھے کہ میرا قول چھوڑ کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل کرنا۔ اب حنفیوں کا حال وہی ہے کہ

نہ خدا ہی ملا، نہ وصال صنم

نہ ادھر کے رہے، نہ ادھر کے رہے

تمہاری زندگی بھری ایک نماز بھی قبول نہیں ہوئی۔ تمہاری نماز سے خدا بھی ناراض ہے، خدا کا رسول بھی ناراض ہے اور امام ابو حنیفہ بھی ناراض ہے۔ ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے توبہ کرلو۔ وہ نوجوان سنا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ کیا واقعتاً میں نماز پڑھنے کے باوجود بے نماز ہی ہوں؟ کیا واقعتاً میری نماز سے اللہ اور رسول ﷺ ناراض ہو جاتے ہیں؟ کیا میری ساری نمازیں برباد ہو گئیں؟ یہ کہہ کر وہ پھر رونے لگا۔ اور کہہ رہا تھا کہ دنیا بھر میں مسلمانوں کی اکثریت واقعی بے نماز ہے۔ میری نمازوں کا کیا ہوگا؟ خدا راجھے یہ مسئلہ سمجھا دیجئے۔ میں نے اسے تسلی دی کہ یہ مسئلہ اتنا مشکل نہیں جتنا آپ کو پریشان کر دیا گیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مسئلہ صرف کسی ایک سورت کا نہیں بلکہ پورے قرآن کا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ دین کو کامل کر رہے ہیں

اس لئے پورے قرآن کا مسئلہ سمجھا کر گئے ہیں۔ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ نماز پڑھنے کے دو ہی طریقے ہیں (۱) یا آپ اکیلے نماز پڑھیں گے جیسے نفل سنتیں وغیرہ۔ (۲) یا آپ باجماعت نماز پڑھیں گے جیسے فرائض پنجگانہ، جمعہ، عیدین وغیرہ۔ تیسرا اور کوئی طریقہ نہیں۔

### اکیلے نمازی کا طریقہ

شروع اسلام میں تہجد کی نماز بھی فرض تھی۔ لوگ گھروں میں بغیر جماعت کے اکیلے اکیلے نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث کے مطابق ایک سال فرض رہی اس کے بعد اس کی فرضیت منسوخ کر دی گئی اور اللہ تعالیٰ کا فرمان نازل ہوا۔ فاقروا ما تيسر من القرآن (الزلزلہ: ۲۰) اب پڑھو جتنا تم کو آسان ہو قرآن سے۔ اس آیت کریمہ میں پورے قرآن کا مسئلہ ہے۔ جس طرح پانی کے ہر قطرے کو پانی کہتے ہیں۔ اسی طرح قرآن پاک کی ہر آیت کو قرآن کہتے ہیں۔ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ نماز میں مطلق قرات فرض ہے اور اس آیت کریمہ میں کوئی اجتہاد بھی نہیں۔ کہیں جلسہ ہو اور آپ قاری صاحب سے کہیں کہ کچھ تلاوت کرویں، تو وہ پوچھے کہاں سے؟ آپ کہیں، جہاں سے آپ آسانی سے پڑھ سکیں۔ اب قاری صاحب جہاں سے بھی تلاوت کریں گے آپ کا مقصد پورا ہو گیا۔ اب دیکھیے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیلے نمازی کو کیا طریقہ بتایا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو ایک شخص نے آکر نماز پڑھی، پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: لوٹ کر نماز پڑھو۔ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ نماز پڑھ کر پھر حاضر ہوا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوٹ کر نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی۔ آپ ﷺ نے تین بار ایسے ہی فرمایا۔

اس نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں اس سے بہتر طریقہ پر نماز نہیں پڑھ سکتا۔ آپ مجھے سکھادیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو تکبیر کو، پھر ”تمہیں قرآن پاک میں سے جو آسان ہو پڑھو“ پھر رکوع کرو یہاں تک کہ جب تمہیں رکوع کی حالت میں اطمینان ہو جائے تو اٹھو یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ تمہیں سجدہ کی حالت میں اطمینان ہو جائے پھر (سجدہ سے) اٹھو یہاں تک کہ تمہیں بیٹھے ہوئے اطمینان ہو جائے پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ تمہیں سجدہ کی حالت میں اطمینان ہو جائے پھر نماز میں اسی طرح کرو۔

رسول اقدس ﷺ نے اکیلے نمازی کو جس طرح تکبیر کرنے رکوع اور سجدہ کرنے کا حکم دیا، اسی طرح قرات کا حکم بھی دیا۔ اس واقعہ کو حضرت رافعہ بن رافع رضی اللہ عنہ نے بھی روایت کیا ہے۔ اس میں ہے کہ جب تم قبلہ کی طرف منہ کر لو تو تکبیر کو پھر سورت فاتحہ پڑھو۔ پھر (قرآن پاک میں سے) جو چاہو پڑھو (مسند احمد ص ۴۴۰ ج ۳) حضرت ابوسعید خدریؓ نے کہا: ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ سورۃ فاتحہ اور جو (قرآن میں ہے) آسان ہو پڑھیں (مسند امام اعظم ص ۵۸، ابوداؤد ص ۱۱۸، مسند احمد ص ۳۰ ج ۳) ابن حبان ص ۱۳۰ ج ۳، مسند ابی یعلیٰ ص ۴۱۷ ج ۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں مدینہ شریف میں متلوی کردوں کہ قرآن پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی اگرچہ سورت فاتحہ اور کچھ اس سے زیادہ ہو۔ (مسند امام اعظم ص ۵۸، ابوداؤد ص ۱۱۸ ج ۱، کتاب القراءۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی روایت کرتے ہیں کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے۔ مگر جو نماز امام کے پیچھے پڑھی جائے (کتاب القراءۃ ص ۱۷۱) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت

کرتے ہیں کہ رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جس نے سورتِ فاتحہ اور اس سے کچھ زائد قرآن نہ پڑھا۔ اس کے راوی امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اکیلی نمازی کے لئے ہے (ابوداؤد ص ۴۹، ج ۱) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ یہ حدیث اکیلی نمازی کے لئے ہے (ترمذی ص ۵۸، ج ۱) یہ اکیلی نماز پڑھنے کا طریقہ ہے اور ثابت ہوا کہ نماز میں مطلق قرات فرض ہے اور سورت واجب معین ہے اور سورت فاتحہ سے کچھ زائد قرآن پڑھنا واجبِ مخیر ہے۔

### نماز باجماعت کا طریقہ :

علامہ سیوطی رحمہ اللہ ”الاتقان“ میں لکھتے ہیں کہ ”سورت مزل تیسرے نمبر پر نازل ہوئی۔ سورت فاتحہ ساتویں نمبر پر اور سورت الاعراف انتالیسویں (۳۹) نمبر پر۔ اس میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی واذا قرى القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف توجہ کرو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔“ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز باجماعت سکھانے کے لئے باقاعدہ) خطبہ دیا پس ہمارے لئے طریقہ کار وضع فرمایا اور ہمیں ہماری نماز (باجماعت) سکھائی چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم (باجماعت) نماز شروع کرو تو شخصِ خوب اچھی طرح سیدھی کر لیا کرو، پھر تم میں سے ایک شخص امام بنے۔ پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کو (اور بروایت جریر عن سلیمان عن قتادہ اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اور جب وہ قرات شروع کرے تو تم خاموش ہو جاؤ اور جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ اللہ تعالیٰ

تم سے محبت کریں گے پھر جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو (الحديث) امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے صحیح ہونے پر سب محدثین رحمہ اللہ کا اجماع ہے۔ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (امین ماجہ ص ۶۲) وہ بھی میرے نزدیک صحیح ہے۔ (صحیح مسلم ص ۱۷۳ ج ۱) اس نماز باجماعت کے طریقہ میں تکبیر، رکوع، سجود وغیرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام اور مقتدی کا اشتراک ذکر فرمایا لیکن قرات میں اشتراک کے برعکس تقسیم بیان فرمائی کہ امام قرات کرے گا اور مقتدی ”انصات“ یعنی خاموش رہیں گے اور حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرات اس کے لئے قرات ہے۔ (مسند امام اعظم ص ۶۸، موطا امام محمد ص ۹۶، مسند احمد ص ۳۳۹ ج ۳) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقتدی کی نماز بغیر قرات کے نہیں ہوتی بلکہ امام کی قرات سب مقتدیوں کی طرف سے ادا ہو جاتی ہے۔

### مثال

جس طرح یہ بات مسلم ہے کہ خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا لیکن خطیب کا پڑھا ہوا خطبہ سب کی طرف سے ادا ہو جاتا ہے کسی کو خطیب کی آواز سنائی دے یا نہ دے یا کوئی شخص جمعہ کی جماعت میں ہی آکر شریک ہو جس نے خطیب کا خطبہ سنا۔ نہ خطیب کو خطبہ پڑھتے دیکھا اس کی طرف سے بھی خطبہ ہو گیا۔ کوئی مقتدی یہ نہیں کہتا کہ میں نے بغیر خطبہ کے جمعہ پڑھا ہے۔ سب یہی کہتے ہیں کہ ہم نے خطبہ والا جمعہ پڑھا ہے۔ اسی طرح یہ مسئلہ ہے کہ بغیر قرات کے نماز نہیں ہوتی مگر نماز باجماعت میں امام کی قرات (فاتحہ و سورت) سب کی طرف سے ادا ہو جاتی ہے کسی امام کی قرات کی آواز سنائی دے یا نہ دے بلکہ جو مقتدی امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو گیا جس نے نہ امام کی قرات سنی نہ خود پڑھی ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ اس کی رکعت بھی شمار ہو گئی۔ کوئی

مقتدی یہ نہیں کہتا کہ میں بغیر قرات (فاتحہ و سورت) کے نماز پڑھ کر آیا ہوں بلکہ سب یہی کہتے ہیں کہ ہم نے قرات والی نماز پڑھی ہے۔ اسی طرح مؤذن کی ایک اذان پورے محلے کے لئے کافی ہے۔ مؤذن کے علاوہ محلے کی سب مرد عورتیں کبھی یہ نہیں کہتے کہ ہم نے بغیر اذان کے خلاف سنت نماز ادا کی ہے۔ بلکہ یہی کہتے ہیں کہ مؤذن کی ایک اذان پورے محلے کے لئے کافی ہے جس طرح ایک اقامت پوری جماعت کے لئے کافی ہے اس کے لئے بھی جو اقامت کے وقت شریک جماعت نہ تھا، بعد میں شریک جماعت ہوا۔ ایک سترہ جو امام کے آگے ہے سب مقتدیوں کے لئے کافی ہے۔ ایک خطبہ سب شرکاء جمعہ کے لئے کافی ہے اگرچہ بعض شرکاء خطبہ کے وقت موجود بھی نہ ہوں۔ اب وہ نوجوان بہت خوش تھا اور کہتا تھا کہ مجھے مسئلہ سمجھ آ گیا ہے۔ میں نے کہا اس نے تمہیں دھوکا دیا ہے۔ اس کا جواب بھی اس طرح دیا ہے۔ اب تم اس سے پوچھنا کہ جب جمعہ میں تمہارا خطیب خطبہ پڑھتا ہے کیا تم خود الگ اپنا خطبہ پڑھتے ہو؟ وہ کہے گا نہیں۔ تم خود کھنڈ پر لکھ لینا کہ تمہارا عقیدہ ہے کہ خطبہ کے بغیر جمعہ بالکل صحیح ہے اور اس سے دستخط کروا لینا اور کہنا کہ اب میں ایسی حدیث لاؤں گا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے ساتھ جمعہ پڑھتے تھے اور یہ کہ خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ اور تم ایسی حدیث لاؤ گے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بغیر خطبہ کے جمعہ پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ خطبہ کے بغیر جمعہ بالکل صحیح ہو جاتا ہے۔ اب تو اس نوجوان کہ چہرے پر خوشی اور آنکھوں میں چمک تھی۔ وہ باتوں کو بار بار دہرا کر یاد کر رہا تھا اور کہتا تھا مجھے ذرا سہل کرادیں۔ میں انشاء اللہ کہتے نوجوانوں کے وسوسوں دور کر دوں گا۔ میں نے کہا اب اس مولوی صاحب کے پاس بھی جانا جس نے کہا تھا کہ امام کے پیچھے فاتحہ کے منع کا لفظ دیکھا دو تو میں سورت فاتحہ کے ایک ایک لفظ پر دس دس روپے رکھ کر انعام دوں گا تو ان سے پوچھنا کہ تراویح میں امام صاحب جب سورۃ البقرہ پڑھتا ہے تو اس کے ساتھ مقتدی کو البقرہ پڑھنا منع ہے؟ وہ کہے گا ہاں منع ہے تو اس سے کہنا کہ اگر تم ایک

صحیح صریح مرفوع غیر مجروح حدیث دکھا دو کہ نماز تراویح یا جمعہ، عیدین و پنجگانہ نمازوں میں امام کے پیچھے سورۃ البقرہ پڑھنا منع ہے تو البقرہ کا لفظ دکھانے پر سورۃ البقرہ کے ایک ایک لفظ پر سو سو روپیہ رکھ کر انعام دوں گا۔ یہ کتاب بڑا دھوکہ ہے۔ جب قرات قرآن کے وقت خاموش رہنے کا حکم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دے دیا تو امام سورت یسین پڑھے یا سورۃ الاحزاب خواہ سورۃ آل عمران پڑھے یا فاتحہ مقتدی خاموش رہے گا۔

اور دوسرے مولوی صاحب کے پاس جانا اور اس سے مسئلہ پوچھنا کہ حائضہ کو سورت فاتحہ کی قرات جائز ہے یا منع ہے اور جنبی مرد یا عورت جس پر غسل فرض ہے اس کے لئے سورت فاتحہ کی قرات جائز ہے یا منع۔؟ وہ کہے گا منع ہے تو پوچھنا کہ کس حدیث کی بنا پر؟ وہ آپ کو حدیث سنائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حائضہ اور جنبی قرآن پاک سے کچھ نہ پڑھیں۔ تو اس سے کہیں کہ میں نے تو فاتحہ کا مسئلہ پوچھا ہے۔ اس حدیث میں تو قرآن کا ذکر ہے۔ اگر ایک صحیح، صریح، مرغ، غیر مجروح حدیث دکھا دو کہ آنحضرت ﷺ نے خاص فاتحہ کا لفظ بیان فرما کر حائضہ اور جنبی کو فاتحہ پڑھنے سے منع فرمایا ہو تو میں آپ کو دس لاکھ روپیہ انعام دوں گا۔ پھر تیسرے مولوی صاحب کے پاس جانا اور کہنا کہ مولوی صاحب آپ نے فرمایا تھا کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو یہ حدیث نہیں ملی تھی کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اس لئے انہوں نے فرمایا تھا کہ میں قیاس سے مسئلہ بتا رہا ہوں۔ جب صحیح حدیث مل جائے تو اس پر عمل کر لینا اس کا ثبوت پیش کریں۔ ہم نے تو دیکھا کہ مسند امام اعظم میں امام صاحب رحمہ اللہ نے تین احادیث روایت فرمائی ہیں ایک حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ نماز نہیں ہوتی جب تک اس میں فاتحہ اور اس کے ساتھ کچھ اور قرآن نہ پڑھا جائے، دوسری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ مجھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مدینہ میں متلوی کروں کہ نماز قرات

کے بغیر نہیں ہوتی، اگرچہ فاتحہ اور کچھ زیادہ قرآن ہو۔ اور تیسری یہ کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص امام کے ساتھ نماز پڑھے تو امام کی قرات اس کے لئے بھی قرات ہے۔ اور ان ہی احادیث کے مطابق امام صاحب رحمہ اللہ نے ہمیں مسئلہ سمجھا دیا۔ آپ نے امام صاحب رحمہ اللہ کے بارہ میں غلط بیانی فرمائی ہے اور ان سے یہ کہنا کہ ہمارا دین کامل ہے ہمیں پورے قرآن کا مسئلہ سمجھا دیں۔ آپ بھی قرآن پاک کی وہ آیتیں دکھائیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ امام کے پیچھے قرآن پاک کی ۱۱۳ سورتیں پڑھنی منع اور حرام ہیں اور صرف ایک سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے اس کے بغیر نماز باطل ہے اور بیکار ہے اگر نہ دکھا سکو تو یہ تسلیم کرنے پر کہ قرآن پاک اس مسئلہ میں تمہارے سر پر ہاتھ نہیں رکھتا۔ تو بخاری سے ہی اس مضمون کی حدیث دکھا دیں۔

وہ نوجوان بہت خوش خوش اٹھ کر چلا گیا۔ ایک ہفتہ کے بعد وہ چھ نوجوانوں کو ساتھ لے کر آیا کہ ان کو میں نے مسئلہ خوب سمجھا دیا ہے اور اس نے بتایا کہ میں نے اس نوجوان سے کہا کہ آپ خود خطبہ نہیں پڑھتے تو لکھ دیں کہ بغیر خطبہ کے جمعہ بالکل درست ہے اور اس کی حدیث بھی دیں تو وہ گلی گلوچ پر اتر آیا۔ پہلے مولوی صاحب کو کہا کہ آپ سورۃ البقرہ کا لفظ دکھائیں کہ امام کے پیچھے منع ہے اور انعام لیں تو وہ بھی حدیث دکھانے کی بجائے کہنے لگا: تو دین میں شرارتیں کرتا ہے۔ میں نے کہا کہ اگر یہ شرارت ہے تو آپ نے ہی اس کی ابتداء کی ہے۔

دوسرے مولوی صاحب سے حائضہ اور جنبی کے لئے فاتحہ منع ہے کا مطالبہ کیا تو اس نے بھی گالیاں دینی شروع کر دیں۔ تیسرے مولوی صاحب سے پوچھا کہ آپ نے ہمارے امام پر جھوٹ بولا تھا۔ اب امام صاحب رحمہ اللہ نے قیاس نہیں بلکہ جو احادیث بیان فرمائیں ہیں ان کو مان لو، تو بجائے احادیث کو ماننے کے امام صاحب رحمہ اللہ کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا مولانا! ایک عجیب بات میں نے



یہ دیکھی کہ جس غیر مقلد کے سامنے قرآن کی آیت و اذاقری القرآن پڑھتا ہوں تو وہ کہتا ہے یہ کافروں کے لئے نازل ہوئی ہے، ہم کیوں اس پر عمل کریں اور جب احادیث سناتا ہوں تو کہتے ہیں یہ ساری احادیث ضعیف ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث دکھادیں کہ یہ آیت کافروں کے لئے ہے مسلمانوں کے لئے نہیں، میں نے غلطی سے مسلمان نمازیوں کو قرات کے وقت خاموشی کا حکم دے دیا تھا۔ اس نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ میں جب حدیث پڑھتا تھا کہ امام کی قرات مقتدی کے لئے قرات ہے، تو اس حدیث کا مذاق قیاس سے اڑاتے تھے کہ پھر امام کا رکوع اور سجدہ بھی مقتدیوں کے لئے ہونا چاہئے۔ میں نے کہا وہاں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا کہ امام رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔ امام سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔ کیا آپ کوئی حدیث دکھا سکتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام کا رکوع اور سجدہ بھی مقتدی کے لئے کافی ہوتا ہے۔ پھر تم خطبہ کا جمعہ خود نہیں پڑھتے اور جمعہ کی رکعتیں بھی نہ پڑھا کرو امام کی پڑھی ہوئی کافی ہو جائیں گی۔ الغرض اس نوجوان نے کہا میں اللہ کے فضل و کرم سے مطمئن ہوں کہ مسلک اہل سنت والجماعت حنفی کتاب و سنت کا ترجمان ہے اور دوسروں کو بھی یہی بات سمجھاتا ہوں۔



# انگلینڈ سے آمدہ چند سوالوں کے جوابات

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

برادران اسلام! انگلینڈ سے بعض احباب نے چند سوالات ارسال فرمائے ان کے جوابات عرض ہیں۔ چونکہ ان سوالات کا تعلق مجتہد، مقلد اور غیر مقلد سے ہے اس لئے پہلے اجتہاد، مجتہد، مقلد اور غیر مقلد کا مطلب سمجھ لینا چاہئے۔

## مسائل اجتہاد یہ

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب رسول اقدس ﷺ نے یمن بھیجا تو اسلامی منشور پر گفتگو ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا اے معاذ! مسائل کا فیصلہ کس طرح کرو گے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کتاب اللہ شریف سے۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا اگر کتاب اللہ شریف میں تو نے وہ مسئلہ نہ پایا تو؟ عرض کیا پھر آپ کی مبارک سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر سنت میں بھی تو نے وہ مسئلہ نہ پایا تو؟ عرض کیا پھر میں اجتہاد کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو ایسا جواب دینے کی توفیق عطا فرمائی جس سے اللہ کا پاک رسول راضی ہو گیا (ابوداؤد، ترمذی) ابن قیم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح بلکہ مشہور فرمایا ہے۔ اس حدیث پاک سے کئی باتیں معلوم ہوئیں (۱) مجتہد اس وقت اجتہاد کرتا ہے

جب وہ مسئلہ کو صراحتاً کتاب و سنت میں نہ پائے۔ اگر مسئلہ کتاب و سنت میں صراحتاً منصوص ہے تو وہاں مجتہد اجتہاد نہیں کرتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مجتہد قرآن و حدیث کے خلاف اجتہاد کرتا ہے وہ نہ صرف اس حدیث کے منکر ہیں بلکہ صحابہؓ و مابعد کے مجتہدین کے اجماع کے مخالف ہیں۔ عموماً اجتہادی مسائل تین قسم کے ہوتے ہیں (۱) بالکل غیر منصوص مسائل مثلاً کسی کو ریح خارج ہونے کا یا پیشاب کے قطرے ہر وقت بننے کا عارضہ ہو یا نکسیر ایسی جاری ہو جائے کہ چار رکعت نماز پڑھنے کی بھی مہلت نہیں ملتی یا کوئی ناسور بہتا رہتا ہے تو ان چاروں مسائل کا حکم صاف الفاظ میں قرآن و حدیث میں نہیں، اس لئے مجتہد نے ان مریضوں کو مستحاضہ پر قیاس کر لیا جس کا ذکر احادیث میں موجود ہے۔ (۲) وہ مسئلہ بظاہر تو منصوص ہو مگر نصوص میں تعارض ہو اور اس تعارض کے حل کے لئے خدا یا رسول ﷺ کا کوئی فیصلہ نہ ہو۔ مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ قبروں کی زیارت سے منع فرماتے، دوسری میں ہے کہ اجازت دیتے۔ ان دونوں میں بظاہر تعارض ہے، مگر آپ ﷺ نے یہ فرما کر کہ پہلے میں قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا اب اجازت دیتا ہوں اس تعارض کو رفع فرما دیا۔ پہلے اور پچھلے حکم کی خود صراحت فرمادی تو یہاں کسی اجتہاد کی ضرورت نہ رہی۔ لیکن بہت سے مسائل احادیث میں ایسے موجود ہیں کہ ان احادیث میں بظاہر تعارض ہے مگر خود رسول اکرم ﷺ نے اس تعارض کے بارہ میں کچھ ارشاد نہیں فرمایا تو یہاں مجتہد کا ہی فیصلہ لیا جائے گا۔ مجتہد نے رفتار تشریع سے قاعدہ استخراج کیا کہ ابتدائے اسلام میں سب کچھ مباح تھا، بعد میں بہت سی چیزوں کو حرام قرار دے دیا گیا۔ پہلے نماز میں سلام، کلام تک مباح تھا پھر اس کو حرام قرار دے دیا۔ اس سے یہ قاعدہ سامنے آیا کہ اگر دو احادیث ایسی مل جائیں جن میں سے ایک حدیث میں ایک کام مباح ہو دوسری میں حرام ہو تو اباحت والی حدیث کو پہلے زمانے کی سمجھا جائے گا اور حرمت والی حدیث کو بعد کے زمانے کی مانا جائے گا۔ مثلاً ایک حدیث میں امام کے پیچھے قرات کرنے کا ذکر ہو، دوسری

میں ترک قرات کا، تو قرات ہونٹ اور زبان کی حرکت کو کہتے ہیں اور انصاف و خاموشی زبان اور ہونٹ کے سکون کو کہتے ہیں تو قرات والی احادیث کو پہلے زمانہ کی اور خاموشی والی احادیث کو بعد کے زمانہ کی قرار دیا جائے گا۔ اسی طرح رکوع، سجود بلکہ ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنے کی احادیث بھی حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں اور پہلی تکبیر کے ترک رفع یدین کی احادیث آخری مانی جائیں گی اسی طرح آئین بالجہر حرکت ہے اور آہستہ آئین کمنا سکون ہے اس کو اجتہاد کہتے ہیں مجتہد نے اجتہاد سے آخری زمانہ کی حدیث کا پتہ چلا لیا اور مقلد نے مجتہد کی رہنمائی میں اس آخری زمانہ کی حدیث پر عمل شروع کر دیا۔ (۳) یا اجتہاد کی ضرورت حدود شرعیہ کے لئے ہوتی ہے کہ کوئی چیز فرض ہے جس کے رہنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے، کون سی واجب ہے جس کے رہ جانے سے سجدہ سو وغیرہ لازم ہوتا ہے۔ جو شخص قواعد شرعیہ کا استنباط کر کے نئے پیش آمدہ مسائل کا حل کتاب و سنت سے نکال سکے اس کو مجتہد کہتے ہیں۔ قرآن میں کبھی ان کو اہل استنباط، کبھی فقہاء اور کبھی اہل ذکر کہا گیا ہے اور ان کو حکم دیا گیا ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اے اصحاب بصیرت قیاس کرو اس لئے ان پر اجتہاد کرنا واجب ہے۔

### مقلد :

جو شخص خود اجتہاد کی اہلیت نہ رکھتا ہو اس پر تقلید واجب ہے کہ وہ فقہاء سے پوچھ کر عمل کر لے۔ صحابہؓ تابعین رحمہم اللہ میں یہ دو ہی قسم کے لوگ تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمام صحابہؓ ایک ہی مرتبہ میں نہ تھے ان میں سے بعض مجتہد تھے اور بعض مقلد کیونکہ قرآن پاک میں بعض کو اہل استنباط (مجتہد) قرار دیا ہے اور دوسروں کو ان کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے اسی کو تقلید کہتے ہیں۔

## غیر مقلد

جو شخص نہ خود اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہو اور نہ ہی کسی مجتہد کی تقلید کرتا ہو اسے غیر مقلد کہتے ہیں۔ صحابہؓ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ محدثین رحمہم اللہ میں سے ایک بھی شخص غیر مقلد نہ تھا۔ جس کے بارہ میں صرف ایک حوالہ جو مستند ہو اور صاف اور صریح ہو کہ فلاں صحابی یا فلاں محدث نہ اجتہاد کی اہلیت رکھتے تھے اور نہ ہی مجتہد کی تقلید کرتے تھے بلکہ غیر مقلد تھے ایسا صاف اور صریح حوالہ قیامت تک پیش نہیں کیا جاسکتا۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ فرقہ نہ مکہ میں پیدا ہوا اور نہ مدینہ میں اور نہ ہی عرب کے کسی اور شہر میں۔ یہ فرقہ انگریز کے دور حکومت میں پیدا ہوا اور یہیں سے دوسرے ملکوں میں گیا۔ جب اجتہاد، مجتہد، مقلد اور غیر مقلد کا معنی ذہن نشین ہو گیا تو اب مسئلہ بھی سمجھ لو کہ اجتہادی مسائل میں مجتہد پر اجتہاد کرنا واجب ہے، غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے اور غیر مقلد پر تعزیر (سزا) واجب ہے۔

## سوال نمبر ۱

جو لوگ علمی طور پر مجتہد نہ ہوں اور کسی مجتہد کے مقلد بھی نہ ہوں اور وہ کتب حدیث کے اردو تراجم کے مطالعہ کو تحقیق سمجھتے ہوں کیا انہیں اپنی اس ناقص تحقیق پر عمل کرنا جائز ہے یا ان پر ضروری ہے کہ وہ حدیث کے کسی پختہ علم رکھنے والے عالم کی پیروی کریں اور اس پر اعتماد کریں کہ یہ دلیل کے مطابق بتا رہا ہے۔ یہ پیروی بہتر ہے یا بلا علم و فن دعویٰ تحقیق؟

## الجواب

اسلام میں تحقیق کا حق رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے بعد صرف اور صرف مجتہد کو ہے۔ الذین یستنبطونہ منہم۔ اور تحقیق میں تین باتوں کی تحقیق ضروری ہے (۱) وہ دلیل مثلاً ”حدیث“ ثابت اور صحیح ہو۔ (۲) اس حدیث سے جو سمجھ میں

آیا ہے وہ ہی مراد رسول ہو، وہ مطلب مراد رسول کے خلاف نہ ہو۔ (۳) اگر اس دلیل کے معارض کوئی اور حدیث ہو تو اس تعارض کو رفع کیا جائے۔ یاد رہے محدثین نے ساری عمر صرف پہلی بات کی تحقیق میں صرف فرمادی ہے۔ مراد رسول کے سمجھنے کو اور رفع تعارض کو مجتہدین کے حوالے کر دیا ہے البتہ مجتہدین کی تحقیق کامل ہوتی ہے۔ وہ ثبوت، دلالت اور رفع تعارض تینوں کی پوری تحقیق کرتے ہیں۔ اسی لئے ان کی آخری دو باتوں میں خود محدثین بھی مجتہدین کی ہی تقلید کرتے ہیں۔ چنانچہ محدثین کا ذکر چار ہی قسم کی کتابوں میں ملتا ہے طبقات حنفیہ، طبقات مالکیہ، طبقات شافعیہ اور طبقات حنابلہ۔ طبقات غیر مقلدین نامی کوئی کتاب محدثین کے حالات میں آج تک کسی مسلمہ مؤرخ و محدث نے نہیں لکھی۔ جب صحابہؓ تابعین، محدثین، مفسرین سب نے مجتہدین کی تحقیق پر اعتماد کیا، ان میں سے اکثر کی مادری زبان بھی عربی تھی لیکن پھر بھی مجتہدین کے مقلد رہے تو آج کسی شخص کا جیسا کہ سوال میں مذکور ہے اپنی ناقص عقل و فہم اور ناقص علم پر اعتماد کرنا اور اس کو تحقیق کا نام دینا ہر گز درست نہیں ہے۔ یہ صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک کے امت کے متواتر تعامل کے خلاف ہے اور کتاب و سنت کے بھی خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اگر تم خود نہیں جانتے تو یاد رکھنے والوں سے پوچھ کر عمل کر لو۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یہ نہیں فرمایا تھا کہ سارے اہل یمن کی مادری زبان عربی ہے اس لئے وہ سب اجتہاد کر لیا کریں۔ بلکہ تمام اہل یمن حضرت معاذؓ کی ہی تقلید شخصی کرتے تھے۔ نااہل آدمی کی بات کو تحقیق کہنا بھی رسول پاک ﷺ کی مخالفت ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب کوئی کام نااہل کے سپرد کیا جائے تو سمجھو قیامت ٹوٹ پڑی او کما قال (بخاری) ان نااہل لوگوں نے ہی آج کل دین میں قیامت کے فتنے برپا کر رکھے ہیں اس لئے غیر مقلد پر اجتہادی مسائل میں مجتہد کی تقلید واجب ہے۔



## سوال نمبر ۲

جو لوگ کتب حدیث و تفسیر کے اردو تراجم کے مطالعہ سے مرزائی ہو چکے ہیں انہیں اس ناقص تحقیق پر قیامت کے دن کوئی رعایت ملے گی یا نہیں؟ کیا انہیں اپنی اس درجہ کی تحقیق پر بھروسہ کر کے اپنا عقیدہ بنانا جائز تھا یا نہیں؟ یا انہیں کسی پختہ عالم کی پیروی کرنی چاہئے تھی آزاد روی سے بچنا چاہئے تھا؟

## الجواب

پہلے گزر چکا ہے کہ نااہل کی بات کو تحقیق نہیں کہتے بلکہ یہ الحاد ہے۔ اگر اس نے اردو تراجم پڑھ کر اپنا عقیدہ ضروریات دین میں سے کسی کے مقابل بنالیا تو وہ پکا کافر ہے۔ اگر اردو تراجم پڑھ کر ضروریات اہل سنت میں سے کسی ایک بات سے بھی پھر گیا تو وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے اور اردو تراجم اور خود رائی سے نااہل ہو کر مجتہد سے منازعت کی تو یہ بھی بالکل حرام ہے۔ آپ ﷺ بیعت کے وقت یہ پختہ عہد لیتے تھے: ان لا ننازع الامراہلہا۔ تو یہ منازعت قطعاً حرام ہے۔ جو لوگ اکابر سے باغی ہو کر قادیانی یا نیچری یا منکرین حدیث یا منکرین فقہ بن گئے ہیں وہ جس جس درجہ میں باغی ہوئے ہیں ان کو قیامت میں کوئی رعایت نہیں ملے گی ان پر لازم ہے کہ مادر پدر آزادی چھوڑ کر ایسے مجتہد کی تقلید کریں جس کا مجتہد ہونا باجماع امت میں ثابت ہو اور جس کا ہب اس علاقہ میں درس و افتاء و عملاً متواتر ہو۔

## سوال نمبر ۳

اگر کوئی شخص پختہ علم نہیں رکھتا اور اپنے کمزور علم پر بھروسہ بھی نہیں کرتا کسی پختہ علم والے کی پیروی کر لیتا ہے، عالم دلیل دے تو اس دلیل کی پڑتال اور تحقیق کرنے کی اس میں قابلیت نہیں اب اس شخص کے لئے اہل علم کی تقلید کرنا جائز ہے کہ بدوں مطالبہ دلیل ان سے مسئلہ پوچھ کر ان پر عمل کر لیا کرے۔

## الجواب

نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔ کتب حدیث مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق، کتاب الآثار، تہذیب الآثار میں صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے ہزارہا فتاویٰ ہیں کہ مجتہد مفتی نے اپنے فتوے کے ساتھ کوئی آیت یا حدیث بطور دلیل بیان نہیں فرمائی صرف مسئلہ کا حکم بلا ذکر دلیل بیان کر دیا اور اس دور کے کروڑوں عوام بلا مطالبہ دلیل ان فتاویٰ پر عمل کرتے رہے اسی کا نام تقلید ہے جو خیر القرون میں تواتر کے ساتھ ثابت ہے حالانکہ ان میں لاکھوں آدمی تھے جن کی ماذری زبان عربی تھی لیکن وہ بھی مقلد ہی رہے۔ اسی طرح ائمہ اربعہ رحمہم اللہ نے جو فقہی فتاویٰ عوام کے لئے مرتب کروائے ان لاکھوں مسائل کے ساتھ کوئی آیت یا حدیث بطور دلیل مرتب نہ کروائی بلکہ سب فتاویٰ بلا ذکر دلیل مرتب کروائے اور ان فتاویٰ پر صدیوں سے ہزاروں محدثین، ہزاروں مفسرین، ہزاروں سلاطین اسلام، ہزاروں اولیاء اللہ اور کروڑہا عوام بلا مطالبہ دلیل عمل کرتے چلے آ رہے ہیں اور یہ تقلید امت میں عملاً وافتاءً متواتر ہے۔ ”ہمہ شیران جہاں بستہ اس سلسلہ اندر وہا چہ جنباند کہ بگسلد اس سلسلہ را۔“ یعنی دنیا بھر کے بڑے بڑے شیر اس تقلید کے سلسلہ میں مربوط ہیں کوئی لومڑی اس سلسلہ کو کیسے توڑ سکتی ہے۔

## سوال نمبر ۴

آج کل جو عوام اہل حدیث کہلاتے ہیں وہ کسی حدیث کی تحقیق اور پڑتال کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے محض اپنے مولویوں کے کہنے پر وہ کسی حدیث کو قبول یا رد کرتے ہیں تو وہ اگر کہتے ہیں کہ ہم اپنے مولویوں کی پیروی نہیں کرتے قرآن و حدیث پر تحقیق کے ساتھ عمل کرتے ہیں تو کیا وہ جھوٹ نہیں بول رہے ہیں؟ کیا انہیں اس جھوٹ بولنے پر قیامت کے دن کوئی مواخذہ تو نہ ہوگا؟ یا جھوٹ جھوٹ ہے گو وہ کسی درجے میں



ہو؟

## الجواب

اہل حدیث کا لفظ قرآن و حدیث میں کہیں نہیں ہے، البتہ کتب قوم میں اہل حدیث محدث کو کہا جاتا ہے جو سند کی مجتہدانہ پڑتال کر سکے، جس میں محدث کی شرائط نہ ہوں اس کو اہل حدیث کہنا ہرگز جائز نہیں جیسے مرزا کادیانی میں نہ مہدی کی شرائط نہ مسیح علیہ السلام کی، نہ مجدد کی، نہ مسلمان کی تو اس پر ان میں سے کوئی لفظ استعمال کرنا حرام ہے۔ یقیناً اپنے مولویوں کی تقلید کرتے ہیں جو مولوی اجتہاد کی شرائط سے کورے بلکہ اجتہاد کی تعریف سے بھی جاہل ہیں لیکن یہ عجوبہ ہے کہ ان کا مولوی مجتہد کی تعریف سے بھی ناواقف ہے مگر یہ فرقہ اپنے مولوی کو نہ صرف نبی بلکہ عین محمد رسول اللہ ﷺ مانتا ہے چنانچہ جو ان کے مولوی کی بات نہ مانے یہ کبھی نہیں کہتے کہ فلاں شخص نے ہمارے مولوی کی بات نہیں مانی بلکہ کہتے ہیں کہ فلاں نے نبی کی بات نہیں مانی بلکہ جو ان کے مولوی کی بات نہ مانے یہ کہتے ہیں کہ وہ محمدی نہیں کیونکہ اس نے محمد رسول اللہ ﷺ کی بات نہیں مانی اس سے بڑا جھوٹ اور کیا ہو سکتا ہے مگر یہی جھوٹ اس فرقے کا اوڑھنا کچھونا بن چکا ہے اس جھوٹ پر یقیناً قیامت کو مواخذہ ہوگا۔

## سوال نمبر ۵

آج کل کے اہل حدیث عوام جو نہ محقق ہیں نہ مقلد، ان کے لئے بہتر راہ اپنے موجودہ دور کے مولویوں کی پیروی ہے یا علماء سلف صالحین کی پیروی؟ بہتر راہ کونسی ہے اگر موجودہ دور کے مولویوں کی پیروی کرنی ہو تو برطانیہ میں اہل حدیث اپنے کس مولوی کی پیروی کریں تاکہ اسے امام اہل حدیث کہا جاسکے؟

## الجواب

ایسے لوگوں کے لئے بہتر ہی نہیں بلکہ واجب ہے کہ ایسے مجتہد کی تقلید کریں

جس کا مجتہد ہونا اجماع امت سے ثابت ہو اور اس کے اصول و فروع مدون و مرتب ہونے کے ساتھ ساتھ عملاً متواتر بھی ہوں۔ ایسے مجتہد کو چھوڑ کر اس مولوی کی پیروی کرنا جس کا نہ مجتہد ہونا کسی دلیل شرعی سے ثابت نہ اس کے اصول و فروع مدون نہ متواتر، اس حدیث کا مصداق بنتا ہے جیسا کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ لوگ جاہلوں کو اپنا دینی پیشوا بنالیں گے وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسرے لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے (بخاری) برطانیہ میں صہیب صاحب کو اس قسم کا امام بنایا جاسکتا ہے۔

### سوال نمبر ۶

کیا قرونِ ثلاثہ جن کے خیر ہونے کی حدیث میں خبر دی گئی ہے ان میں مسلمانوں کا کوئی گروہ ایسا گروہ رہا ہے جو نہ علماء ہوں نہ مقلدین اور وہ اہل حدیث کہلاتے ہوں، اگر ہے تو ان کے دو حوالے دیجئے۔ اگر اس دور میں کوئی ایسے مسلمان نہ تھے جو مجتہد ہوں نہ مقلد اور اہل حدیث کے نام سے پوری قلمرو اسلامی میں کہیں اس نام کا فرقہ پایا نہیں گیا تو آج جو فرقہ اس تعارف سے موجود ہے وہ مسلمانوں میں ایک نیا اور بدعتی فرقہ شمار ہو گیا نہیں؟

### الجواب

خیر القرون تو کجا کسی اسلامی سلطنت میں اس فرقہ کا نام و نشان نہیں ملتا۔ اس فرقہ کے بانیوں نے ملکہ و کٹوریہ کی سلور جوہلی پر جو سپاس نامہ پیش کیا اس کے الفاظ یہ ہیں ”بمضور فیض گنجور کونین و کٹوریہ دی گریٹ قیصر ہند بارک اللہ فی سلطنتھا“ ہم ممبران گروہ اہل حدیث اپنے گروہ کے کل اشخاص کی طرف سے جو حضور والا کی خدمت عالی میں جشن جوہلی کی دلی مسرت سے مبارک باد عرض کرتے ہیں۔ آپ کی سلطنت میں جو نعمت مذہبی آزادی (غیر مقلدیت) کی حاصل ہے اس سے یہ گروہ اپنا خاص نصیبہ اٹھا رہا

ہے وہ خصوصیت یہ ہے کہ یہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاص اسی سلطنت میں حاصل ہے بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے ان کو اور بھی اسلامی سلطنتوں میں بھی یہ آزادی حاصل ہے۔

اس خصوصیت سے یقین ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کو اس سلطنت کے قیام و استحکام سے زیادہ مسرت ہے اور ان کے دل سے مبارک باد کی صدائیں زیادہ زور کے ساتھ نعرہ زن ہیں (اشاعت السنۃ ص ۲۰۶/ج ۹) پوری تفصیل کتاب اہل حدیث اور انگریز میں ملاحظہ فرمائیں۔

انگریز کے دور سے پہلے ان کا ترجمہ قرآن نہ ترجمہ حدیث نہ کوئی مسجد نہ مدرسہ اور نہ مقبرہ۔ ان کے بدعتی ہونے میں ذرہ بھر شک نہیں۔ امام طحطاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: من کان خارجاً من هذه المذاهب الاربعة فهو من اهل البدعة والنار (طحطاوی علی الدرر) یعنی جو شخص مذاہب اربعہ سے خارج ہو (نہ حنفی ہو، نہ شافعی، نہ مالکی، نہ حنبلی) وہ بدعتی اور دوزخی ہے۔

## سوال نمبر ۷

موجودہ دور کے غیر مقلدین سے ہم اہل سنت کا اختلاف اصولی اختلاف ہے یا فروعی۔ اور دیگر مذاہب کے مقلدین کا آپس میں اصولی اختلاف ہے یا فروعی۔ ان دونوں میں کیا فرق ہوگا؟ مجتہد کی خطائیں اور عامی کی غلطی میں کیا فرق ہے؟ عامی اپنی مرضی سے کوئی مسئلہ اختیار کرے تو کیا اسے معافی مل سکے گی؟

## الجواب

غیر مقلدین جو صحابہ ”کو معیار حق نہیں مانتے مطلق فقہ کے منکر اور مخالف ہیں“ ائمہ مجتہدین کو دین کے ٹکڑے کرنے والے بتاتے ہیں، تصوف اور کرامات کو شرک قرار دیتے ہیں، اجماع کو بھی نہیں مانتے ان سے اہل سنت کا اختلاف اصولی ہے اور

دوسرے بدعتی فرقوں کی طرح وہ اہل سنت سے خارج ہیں۔ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے مقلدین اصول میں متفق ہیں صرف فروع میں اختلاف ہے، اس لئے یہ چاروں اہل سنت والجماعت ہیں ان دونوں میں یہی فرق ہے کہ مقلدین مذاہب اربعہ اہل سنت میں داخل ہیں اور غیر مقلدین اہل سنت سے خارج ہیں۔ مجتہد کا اجتہاد اگر صواب ہو تو اسے دواجر ملتے ہیں اور اگر خطا بھی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ایک اجر عطا فرماتے ہیں (متفق علیہ) گویا مجتہد اگرچہ معصوم نہیں مگر مطعون بھی نہیں وہ ہر حال میں مانتور ہے اس لئے مقلد کو بھی کوئی پریشانی نہیں اگر بالفرض اس کے مجتہد سے خطا بھی ہوئی تو عمل یقیناً مقبول ہے اور ایک اجر بھی یقینی ہے اور دوسرے اجر کی خدا کی رحمت سے امید ہے۔ اس کے برعکس اگر نااہل عامی (غیر مقلد) اگر رائے لگائے تو اس کے صواب پر بھی گناہ ہے اور وہ شخص گنہ گار ہے اس کا عمل مقبول نہیں ہے (نووی شرح مسلم)

## سوال نمبر ۸

صحابہ کرامؓ میں کیا کوئی ایسے حضرات تھے جو رکوع کے وقت کبھی رفع یدین نہ کرتے تھے؟ جو صحابہؓ ہمیشہ رفع یدین کرتے تھے کیا وہ ان پہلوں کو گمراہ سمجھتے تھے یا محروم الثواب سمجھتے تھے یا ان کے اس ترک رفع کو وسعت عمل پر محمول کرتے تھے حقیقت جو بھی ہو حوالہ پیش کر کے سائل کو مطمئن کریں؟

## الجواب

تمام اکابر صحابہ کرامؓ مہاجرین و انصار سے پہلی تکبیر کے بعد کسی جگہ رفع یدین کرنا ثابت نہیں۔ مکہ مکرمہ میں بھی دور صحابہؓ و تابعین رحمہم اللہ میں ترک رفع یدین ہی عملاً متواتر تھی جیسا کہ میمون بن ابی طالبؓ کے قول سے ظاہر ہے (ابوداؤد)

مدینہ منورہ میں بھی خیر القرون میں عملی تواتر ترک رفع یدین ہی متواتر تھا جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ کے فرمان سے ظاہر ہے (المدة الکبریٰ) کوفہ میں بھی صحابہؓ و تابعین

رحمہم اللہ میں سنداً و تعاملاً ترک رفع یدین ہی متواتر تھا۔

جیسا کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے ارشاد سے واضح ہے (مسند امام اعظم، موطا امام محمد) البتہ بصرہ میں چند لوگ رکوع و سجدہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے جیسا کہ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا (ابوداؤد) دور صحابہؓ و تابعین رحمہم اللہ میں کسی نے ترک رفع یدین کو گمراہی یا ثواب سے محرومی نہیں فرمایا البتہ رفع یدین کو اوپر اور اجنبی فعل سمجھا جاتا تھا جیسا کہ میمون مکی نے ابن الزبیرؓ کے بارہ میں اور وہیب بن خالد نے عبد اللہ بن طاؤس تیمی کے بارہ میں فرمایا (ابوداؤد) اور قاضی محارب بن دثار نے ابن عمرؓ سے پوچھا (مسند احمد)

## سوال نمبر ۹

جو لوگ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کو فرض نہ جانتے تھے کیا وہ صحابہؓ جو امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتے تھے ان پہلے صحابہؓ کو گمراہ سمجھتے تھے یا اسے ایک اجتہادی مسئلہ سمجھتے تھے؟

## الجواب

آیت و اذا قرى القرآن فاستمعوا له انخ کے نزول کے بعد جمہور صحابہ کرامؓ امام کے پیچھے قرات نہیں کرتے تھے اور یہ تو کسی ایک صحابی سے بھی بسند ثابت نہیں کہ اس نے کہا ہو کہ جو امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز باطل اور بے کار ہے جیسا کہ خود آنحضرت ﷺ سے بھی ایک بھی صحیح و صریح حدیث ثابت نہیں اس لئے امام کے پیچھے قرات نہ کرنیوالوں کو نہ کسی نے گمراہ کہا نہ بے نماز۔ بعض صحابہ کرامؓ جو سری نمازوں میں بعض ائمہ کی اقتداء میں قرات کرتے تھے یہ ان کا اجتہاد تھا جس پر امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے شدید نکیر فرمائی۔

## سوال نمبر ۱۰

جن مسائل میں صحابہؓ میں عملی اختلاف رہا۔ ان میں سے کسی جانب کو ہم گمراہی قرار دے سکتے ہیں یا سب کو اجتہاداً حق پر ماننا ضروری ہے۔ اجتہاد کی دونوں راہیں صواب و خطا کیا حق نہ سمجھی جائیں گی؟ جن میں سے کوئی فریق مستوجب سزا نہ ہوگا؟

## الجواب

صحابہ کرامؓ میں جو اختلاف تھا وہ اجتہادی اختلاف تھا جس میں جو صواب پر تھے ان کو دواجر اور اگر کسی سے خطاء ہوئی تو ایک اجر کا حق دار تھا، ہر دو فریق کا عمل یقیناً مقبول ہے تو گمراہی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ چار آدمی ایسی جگہ ہیں جہاں قبیلے کا پتہ نہیں چل رہا سب نے تَحَرُّیٰ کر کے ایک ایک طرف نماز پڑھ لی۔ اگرچہ ان میں سے صرف ایک ہی شخص کی نماز یقیناً قبیلے کی طرف پڑھی گئی اور تین اشخاص کی نماز یقیناً غیر قبلہ کی طرف پڑھی گئی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت واسعہ سے ان کی نماز کو بھی قبول فرمالیا۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی گمراہ نہیں کہا جاسکتا۔ صحابہؓ کے بعد ائمہ اربعہ رحمہ اللہ کا اختلاف بھی اسی قسم کا ہے جہاں جس امام کا مسلک عملاً متواتر ہو گا اسی پر عمل واجب ہے متواتر عمل کے خلاف فتنہ اٹھانا خدا اور رسول ﷺ کو ہرگز پسند نہیں۔

## سوال نمبر ۱۱

صحابہؓ کا اگر کسی مسئلے پر اجماع ہو جائے جیسا کہ حضرت عمر کے دور میں طلاق ثلاثہ پر ہوا تو اس اجماع کا ماننا امت کے لئے ضروری ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو سب صحابہؓ کے خلاف جو راہ عمل اختیار کی جائے وہ یتبع غیر سبیل المؤمنین میں شمار ہوگی یا نہیں؟ اگر اس پر تمام صحابہؓ کا اجماع نہیں ہوا تھا تو جس صحابی نے اس سے اختلاف کیا ہو اس کا نام مع حوالہ بتلا دیں بہت مہربانی ہوگی؟



## الجواب

تین طلاقیں جب بیوی کو دی جائیں تو تین ہی ہوتی ہیں خواہ کسے تجھے تین طلاق یا کسے تجھے پہلی طلاق، دوسری طلاق، تیسری طلاق۔ اس پر دور فاروقی میں صحابہ کرامؓ کا اجماع ہوا اور ان کے بعد بھی ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کا اسی پر اجماع رہا۔ جو شخص اس کے خلاف فتویٰ دیتا ہے وہ سبیل مؤمنین سے یقیناً کٹ چکا ہے کسی ایک بھی صحابیؓ سے اس کا خلاف ثابت نہیں۔

## سوال نمبر ۱۲

سعودی عرب کے جو مشائخ مسائل غیر منصوصہ میں ائمہ اربعہ رحمہم اللہ سے کسی کی پیروی کو واجب قرار دیتے ہیں وہ اپنے اس فیصلے میں حق پر ہیں یا گمراہ ہیں؟ اگر حق پر نہیں تو کیا پاکستان و ہندوستان کی جماعت اہل حدیث نے سعودی عرب کے علماء کو ان کی گمراہی پر کبھی ٹوکا اور روکا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو محض مالی امداد حاصل کرنے کے لئے یہ عمل مُدَاہَنَتُ شَمَارَتِہیں ہوگا؟

## الجواب

الهدية السننيه مولفہ علامہ سلیمان بن سحمان نجدی کا اردو ترجمہ بنام تحفہ وہابیہ مولانا اسماعیل غزنوی اہل حدیث نے امرتسر سے شائع کیا تھا۔ اس کے ص ۶۱ پر ایک عنوان ہے ”ہمارا مسلک“ نہ حضرت امام عبداللہ بن شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہما اللہ فرماتے ہیں ”ہم فروعی مسائل میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے طریقہ پر ہیں چونکہ ائمہ اربعہ ابو حنیفہ، مالک، شافعی اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا طریقہ منضبط ہے اس لئے ہم ان کے کسی مقلد پر انکار نہیں کرتے ان کے سوا چونکہ اور لوگوں مثلاً روافض، زیدیہ، امامیہ وغیرہ کے مذاہب منضبط نہیں اس لئے ہم ان کو تسلیم نہیں کرتے۔ ہم لوگوں کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ چاروں ائمہ میں سے کسی ایک کی

تقلید کریں“ (ص ۶۱) اس کے برعکس غیر مقلدین کے نزدیک تقلید ائمہ نہ صرف بدعت بلکہ شرک بھی ہے لیکن ان کا یہ فتویٰ صرف پاک و ہند میں ہے، سعودی عرب کے مشائخ ان کی مالی امداد کرتے ہیں اس لئے ان پر یہ فتویٰ نہیں لگاتے حالانکہ اصولی طور پر ان کو روکنا تو کتنا زیادہ ضروری ہے۔ ایک شخص بازار میں گالیاں بکے وہ بھی گنہگار ہے لیکن جو خانہ خدا مسجد میں کھڑا ہو کر گالیاں بکتا ہے وہ یقیناً بڑا گنہگار ہے۔ اسی طرح جب شرک و بدعت عام مقامات پر بھی بہت بڑا گناہ ہے تو حرمین شریفین میں بدعت و شرک تو بہت ہی بڑا گناہ ہے۔ ان کو پہلے روکنا چاہئے مگر دنیاوی فائدے کے لئے یہ مد اہنت اور حق پوشی واقعتاً بہت بڑا گناہ ہے۔

### سوال نمبر ۱۳

خانہ کعبہ اور مسجد نبوی میں رمضان میں بیس رکعات تراویح کی جماعت کب سے چلی آرہی ہے اس سن کی نشان دہی کر دیں؟ نیز بتائیں کہ ائمہ حرمین شریفین کا یہ عمل غلط ہے یا صحیح؟ اسلام کی چودہ صدیوں میں ان دونوں مسجدوں میں کیا کبھی صرف آٹھ رکعت تراویح کی جماعت ہوئی؟ اس سن کی نشاندہی فرمائیں اور حوالہ دیں..... کرم فرمائی ہوگی؟

### الجواب

خليفة راشد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ۱۴ھ میں لوگوں کو نماز تراویح باجماعت پر جمع فرمایا (ابن اثیر ج ۲/ ص ۱۲۴) تمام محدثین اور فقہاء کا اجماع ہے کہ استقرار بیس رکعت تراویح باجماعت پر ہی ہوا۔ اس کے بعد ۱۴۹۰ھ تک دنیا بھر میں ایک مسجد بھی نہ تھی جس میں بیس رکعت تراویح سے کم کی جماعت ہوتی ہو۔ ۱۴۹۰ھ میں ہندوستان میں ایک غیر مقلد عالم مولانا محمد حسین بٹالوی نے آٹھ رکعت تراویح کا فتویٰ دیا اور امت کو ایک نئے اختلاف سے روشناس کرایا۔ مگر اس اختلاف کی پرورش ہندوستان



میں ہی انگریزی حکومت کی سرپرستی میں ہوئی۔ مرکز اسلام حرمین شریفین میں آج تک  
میں تراویح ہی باجماعت پڑھی جاتی ہیں۔ ائمہ حرمین شریفین کی پشت پر خلافت راشدہ  
سے آج تک کا عملی توارث موجود ہے اس لئے ان کا یہ عمل غلط کیسے ہو سکتا ہے۔  
خلافت راشدہ سے لے کر آج ۱۴۱۲ھ تک کسی ایک رمضان کی کسی ایک رات میں بھی  
آٹھ تراویح کی جماعت نہیں ہوئی۔

### سوال نمبر ۱۴

صحیح بخاری اور جامع ترمذی میں کیا صرف احادیث نبویہ ہی ہیں یا صحابہؓ اور تابعین  
رحمہم اللہ کے اقوال بھی ان میں دیئے گئے ہیں؟ اب اگر کوئی اہل حدیث یہ کہتا ہے  
کہ صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات مانو اور کسی کی نہیں تو کیا وہ ان محدثین  
کے طریقے کے خلاف نہیں چلا جو صحابہؓ کی احادیث کو ساتھ لے کر چلے ہیں؟

### الجواب

اہل سنت والجماعت بالترتیب چار دلائل مانتے ہیں: کتاب اللہ، سنت  
رسول اللہ ﷺ، اجماع امت اور قیاس۔ محدثین اہل سنت نے جس طرح صحابہ  
کرامؓ سے مروی احادیث کو کتب حدیث میں جمع فرمایا اسی طرح صحابہؓ کے  
اجماعی فیصلوں اور فقہی فتاویٰ کو بھی جمع فرمایا۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد  
ابو بکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ اور عبدالرزاق رحمہ اللہ نے ہزار ہا فقہی فتاویٰ صحابہ  
رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کے جمع فرمائے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی  
صحابہؓ و تابعین رحمہم اللہ کے سینکڑوں فتاویٰ جمع فرمائے اور امام ترمذی رحمہ  
اللہ نے تو ہر باب میں فقہی مذاہب نقل فرمائے ہیں۔ غیر مقلدین کا طریقہ صحابہ  
و تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور تمام محدثین رحمہم اللہ کے خلاف ہے  
اس فرقہ شاذہ کی راہ عمل سب سے الگ تھلگ ہے۔

## سوال نمبر ۱۵

صحاح ستہ میں کوئی ایسی کتاب ہے جو صرف احادیث رسالت مآب ﷺ پر مشتمل ہو اور اس میں اور کوئی بات نہ دی گئی ہو، صحاح ستہ کے علاوہ اور جو کتب حدیث پہلی چار صدیوں میں لکھی گئیں ان میں کونسی ایسی کتاب لکھی گئی جو صرف احادیث رسالت مآب ﷺ پر محدود ہو تو اس کا نام لکھ دیں؟

## الجواب

چوتھی صدی تک جتنے اہل سنت والجماعت محدثین گزرے ان میں سے کسی نے بھی صحابہ کرامؓ کی احادیث اور تابعین رحمہم اللہ کے فقہی فتاویٰ کا انکار نہیں کیا۔ ایک بھی حدیث کی کتاب نہیں ملتی جس میں اجماع و قیاس کا انکار ہو بلکہ سب میں قیاسی اقوال کم و بیش ملتے ہیں۔ ایک بھی کتاب کا نام پیش نہیں کیا جاسکتا جس کی تبویب و تخریج میں قیاس کا دخل نہ ہو۔

## سوال نمبر ۱۶

ضعیف احادیث اور موضوع احادیث میں کیا فرق ہے؟ ضعیف حدیث اگر کس درجے میں معتبر نہیں تو صحاح ستہ کے مؤلفین نے ضعیف حدیثوں کو کیوں جگہ دی؟ آج اگر کوئی فرقہ یا شخص ان حدیثوں کو نئے سرے سے مرتب کرتا ہے اور ترمذی دو حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے، صحیح ترمذی، ضعیف ترمذی تو کیا وہ محدثین کے اس مسلک کے خلاف نہیں چلا کہ صحیح و ضعیف سب ایک جگہ جمع ہونی چاہئیں تاکہ ضعیف حدیث میں تبیین اور دوسرے قرائن میں درجہ اعتبار میں آسکتی ہیں؟

## الجواب

محدثین نے احادیث کی بہت سی قسمیں بنائی ہیں ان میں سے صحیح اور موضوع

دونوں ابتداء اور انتہاء کے کناروں پر واقع ہیں سب سے اعلیٰ ”صحیح“ ہے اور سب سے بدتر ”موضوع“ ہے۔ درمیان میں بہت سی اقسام ہیں صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، حسن لغیرہ، ضعیف بضعف قریب اس حد تک کو لفظ ”ثبوت“ متناول ہے آخری قسم ہے جیسے اختلاط راوی، سوئے حفظ، تدلیس متابعات اور شواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوت پاکر حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ بن جاتی ہے پھر تو احکام میں بھی حجت ہے ورنہ دربارہ فضائل و ترغیب و ترہیب آپ ہی تنہا مقبول و کافی ہے۔ درجہ ششم میں ضعیف شدید ہے کہ راوی کا فسق واضح ہو، ہنوز سرحد کذب سے جدائی ہو یہ قسم احکام میں متروک، فضائل میں بعض کے نزدیک مطلقاً اور بعض کے نزدیک تعدد طرق کے بعد مقبول۔ درجہ ہفتم میں متہم بالکذب کہ یہ ضعیف کی اشد قسم ہے لیکن اس کو بھی موضوع نہیں کہا جاتا کیونکہ اس کا ثابت ہونا مشکوک ہے تو جھوٹا ہونا بھی یقینی نہیں۔ آٹھویں قسم موضوع ہے جس کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے۔ آج جو یہ طریقہ ہے کہ ان کتابوں کے دو الگ الگ حصے کر دیئے ہیں یہ نہ صرف محدثین کی غرض کو ختم کرنا ہے بلکہ سنت دشمنی کی انتہاء پہنچائی ہے۔

## سوال نمبر ۱۱

تاریخ اسلام میں علم فقہ پہلے مرتب ہوا یا علم حدیث؟ ائمہ اربعہ پہلے ہوئے یا صحاح ستہ کے مصنفین؟ امت کو پہلے فقہ کی ضرورت پڑی یا حدیث کی؟ جس طرح دین کا عملی نقشہ فقہ میں ملتا ہے کیا اس طرز پر حدیث کی کسی کتاب میں نماز کا عملی نقشہ موجود ہے؟

## الجواب

تاریخ اسلام میں فقہ کے چاروں امام پہلے ہوئے اور مصنفین صحاح ستہ بعد میں ہوئے ان کے شیخ وفات یہ ہیں امام اعظم رحمہ اللہ ۱۵۰ھ، امام مالک رحمہ اللہ ۱۷۹ھ، امام شافعی رحمہ اللہ ۲۰۴ھ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ۲۴۱ھ، امام بخاری رحمہ اللہ

۲۵۶ھ، امام مسلم رحمہ اللہ ۲۶۱ھ، امام ابن ماجہ رحمہ اللہ ۲۷۳ھ، امام ابو داؤد رحمہ اللہ ۲۷۵ھ، امام ترمذی رحمہ اللہ ۲۷۹ھ اور امام نسائی رحمہ اللہ ۳۰۳ھ۔ جس طرح حضرت علیؓ خلفائے ثلاثہ کے بعد ہوئے اور خلفائے ثلاثہ کو غلط قرار نہیں دیا بلکہ ان کی موافقت فرمائی اسی طرح اصحاب صحاح ستہ ائمہ اربعہ کے بعد ہوئے اور کسی کتاب میں ایک باب بھی رد حنفیت یا رد مالکیت وغیرہ پر نہیں باندھا بلکہ فقہ کی تائید اور اجماع اور قیاس کی تائید کر کے فقہی مذاہب کو اور مضبوط کر دیا۔ ائمہ صحاح ستہ میں سے کسی بھی محدث نے دین کا مکمل عملی نقشہ پیش نہیں کیا کیونکہ یہ کام ائمہ اربعہ پہلے کر چکے تھے اور امت ان پر عمل کر رہی تھی۔ معلوم ہوا کہ دین پر عمل کرنے کے لئے پہلی اور کامل ضرورت فقہ کی ہے اسی لئے یہ پہلے مدون ہوئی اور محدثین نے بھی اسی کو جاری رکھا اس کی مخالفت نہیں کی۔

## سوال نمبر ۱۸

صحاب ستہ کے راویوں کے حالات جو علامہ ذہبی رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی کتابوں سے ملتے ہیں وہ ابن حجر سے لے کر ان کی رواۃ حدیث تک متصل روایت سے پہنچتے ہیں یا انہیں محض محدثین کے اعتماد پر قبول کر لیا گیا ہے یہاں اسناد کو ضروری نہ سمجھنا اور اعتماد پر عمل کرنا یہ کس حدیث کی رو سے جائز قرار دیا گیا ہے اس کا حوالہ درکار ہے؟

## الجواب

گزشتہ جواب میں آپ نے معلوم کر لیا کہ اصحاب صحاح ستہ میں آخر میں امام نسائی نے ۳۰۳ھ میں وصال فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ صحاح ستہ کے راوی پہلی تین صدیوں سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ کا وصال ۸۴۸ھ میں اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا ۸۵۲ھ میں ہوا ہے گویا دونوں حضرات اور ان راویوں کے درمیان چھ سات سو سال کا زمانہ ہے جس کی کوئی سند ان کی کتابوں میں نہیں ہے ان لوگوں نے

بلا اسناد محض محدثین کے اعتماد پر کتابیں مرتب فرمائیں ہیں۔ یہ کسی حدیث میں نہیں کہ اگر ایک تابعی حضرت رسول پاک ﷺ کے وصال کے دوسرے دن بھی ایمان لے آیا تو اس کی حدیث کو ”مرسل“ کہہ کر رد کر دینا اور علامہ ذہبی اور حافظ بن حجر رحمہ اللہ راوی کے سات سو سال بعد بھی بغیر سند کے اس کو ثقہ یا ضعیف کہیں تو اس پر ایمان لے آنا۔

## سوال نمبر ۱۹

کیا فروعی مسائل پر جماعت بندی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ صحابہؓ میں رفع یدین کرنے والوں اور نہ کرنے والوں اور آمین وغیرہ جیسے مسائل پر کوئی جماعت بندی تھی؟ اگر نہیں تو ان مسائل پر تنظیم بنانا اور جماعت بندی کرنا کیا بدعت نہیں؟

## الجواب

صحابہ (رضی اللہ عنہم) اور تابعین رحمہم اللہ میں فروعی مسائل پر کوئی جماعت بندی نہیں تھی، اس لئے اس کی بدعت ہونے میں ہرگز شک نہیں۔

## سوال نمبر ۲۰

دنیا میں کہیں حنفیوں، مالکیوں، شافعیوں اور حنبلیوں کی فقہی اختلاف پر مبنی تنظیمیں ہیں اگر نہیں تو غیر مقلدوں کی یہ اہل حدیث تنظیم کیوں قائم کی گئی؟ یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ یہ گروہ ان فروعی مسائل کو اصولی قرار دیتا ہے اور فروعیات پر فرقہ بندی کو جائز سمجھتا ہے؟

## الجواب

مقلدین مذاہب اربعہ کی ایسی تنظیمیں موجود نہیں ہیں یہ بدعت صرف نام نہاد اہلحدیثوں نے شروع کی ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ لوگ محض جہالت اور ضد کی وجہ سے فروعی مسائل کو بھی اصولی مسائل سمجھتے ہیں۔

## غیر مقلدیت کا نیا روپ

# مسعودی فرقہ

(نام نہاد جماعت المسلمین)

بسم الله الرحمن الرحيم

برادران اسلام! یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام ایک عالمگیر دین ہے اور اس کی اشاعت پوری دنیا میں اہل سنت والجماعت خصوصاً احناف کے ذریعہ ہوئی۔ آنحضرت ﷺ نے سندھ اور ہند کی فتح کی پیشین گوئی بھی فرمائی تھی (نسائی، احمد) ہند کو احناف نے فتح کیا۔ لاکھوں کافروں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور وہ سب سنی حنفی ہی بنے۔ تقریباً ایک ہزار سال اس ملک میں اسلامی حکومت قائم رہی اور کتاب و سنت پر مبنی فقہ حنفی اس ملک کا قانون رہی۔ نواب صدیق حسن صاحب غیر مقلد (۱۳۰۷ھ) اس حقیقت کا یوں اعتراف فرماتے ہیں:

”خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ و مذہب کو پسند کرتے ہیں۔ اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں اور اسی مذہب کے عالم اور فاضل، قاضی و مفتی اور حاکم ہوتے رہے ہیں۔“ (ترجمان وہابیہ ص ۱۰)



## حکومت برطانیہ

پھر یہاں انگریزوں کی حکومت قائم ہوئی اور اس نے ملک میں مذہبی آزادی (غیر مقلدیت) کی بنیاد رکھی۔ جناب مولانا محمد حسین صاحب غیر مقلد بنالوی (۱۳۳۸ھ) خود فرماتے ہیں: ”اے حضرات یہ مذہب سے آزادی اور خود سری و خود اجتہادی کی تیز ہوا یورپ سے چلی ہے اور ہندوستان کے ہر شہر و بستی و کوچہ و گلی میں پھیل گئی ہے۔ جس نے غالباً ہندوؤں کو ہندو اور مسلمانوں کو مسلمان نہیں رہنے دیا۔ حنفی اور شافعی مذاہب کا تو پوچھنا ہی کیا“ (اشاعت السنۃ ص ۲۵۵) اس غیر مقلدیت کی سرپرستی کے لئے ایک ضمنی ریاست بھوپال ان کو دی گئی۔ چنانچہ نواب بھوپال صدیق حسن صاحب تحریر فرماتے ہیں: ”فرمان روایان بھوپال کو ہمیشہ آزادی مذہب (غیر مقلدیت) میں کوشش رہی ہے جو خاص منشاء گورنمنٹ انڈیا کا ہے“ (ترجمان وہابیہ ص ۳)

پھر فرماتے ہیں: ”یہ آزادی مذہب ہماری مذاہب جدید (حنفی، شافعی وغیرہ) سے عین مراد انگلشیہ سے ہے۔“ (ص ۵)۔ یہ لوگ (غیر مقلدین) اپنے دین میں وہی آزادی برتتے ہیں جس کا اشتہار بار بار انگریزی سرکار سے جاری ہوا۔ خصوصاً دربار دہلی سے، جو سب درباروں کا سردار ہے۔ (ترجمان وہابیہ ص ۳۲)

اس سے واضح ہو گیا کہ غیر مقلدیت یورپ سے آئی ہوئی اور انگریز کی چلائی ہوئی ایک تحریک ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے پاک کلام اور رسول اقدس ﷺ کے ارشادات میں کہیں نہیں ملتا کہ اجتہادی مسائل میں غیر مجتہد کو مجتہدین کے خلاف بدگمانی پھیلانے یا بدزبانی کرنے کا نام عمل بالحدیث ہو۔

## رخ پلٹ گیا

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ احناف کی محنت سے کروڑوں کافر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے مگر تحریک غیر مقلدیت کا پہلا نتیجہ کیا نکلا؟ مولانا محمد حسین بنالوی تحریر فرماتے

ہیں پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے سبب مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام ہی کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ ان میں سے بعض عیسائی ہو جاتے ہیں اور بعض لاندہب، جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے اور احکام شریعت سے فسق و خروج تو اس آزادی کا ادنیٰ نتیجہ ہے۔ کفر و ارتداد کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں، مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے (اشاعت السنۃ ج ۲/ ص ۵۴ شمارہ نمبر ۱۱)۔ یعنی اب بجائے اس کے کہ کافر اسلام کی طرف آتے مسلمان کفر کی طرف جانے لگے۔ دوسرا نتیجہ یہ سامنے آیا، جناب مولانا عبدالاحد خانپوری غزنوی (۱۳۴۷ھ) غیر مقلد تحریر فرماتے ہیں: ”نیچری فرقہ (جو معجزات و کرامات کا منکر ہے) قادیانی فرقہ اور چکڑالوی فرقہ (جو منکرین سنت ہیں) ان اہل حدیثوں سے ہی نکلے ہیں“ (کتاب التوحید والسنۃ ص ۱۰۲ املخصاً) تیسرا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ فرقہ چند ہی سالوں میں کئی چھوٹی چھوٹی فرقوں میں بٹ گیا۔ جناب مولانا عبدالوہاب صاحب جماعت غریاء اہلحدیث اس کی تفصیل یوں فرماتے ہیں

(۱) جماعت غریاء اہل حدیث ۱۳۱۳ھ، (۲) کانفرنس اہل حدیث ۱۳۲۸ھ، (۳) فرقہ ثنائیہ ۱۳۳۸ھ، (۴) امیر شریعت صوبہ بہار ۱۳۳۹ھ، (۵) فرقہ حنفیہ عطائیہ ۱۳۳۹ھ، (۶) فرقہ شریفیہ ۱۳۴۹ھ، (۷) فرقہ غزنویہ ۱۳۵۳ھ، (۸) جمعیت اہل حدیث ۱۳۷۰ھ، (۹) محی الدین لکھوی فرقہ ۱۳۷۸ھ (خطبہ امارات ص ۲۶)

### جماعت غریاء اہل حدیث

اس فہرست میں پہلے نمبر پر جماعت غریاء اہل حدیث کا ذکر ہے اس کا مقصد تخلیق کیا تھا؟ جناب مولانا عطاء اللہ خیف بھوجیانوی کے شاگرد پروفیسر محمد مبارک صاحب تحریر فرماتے ہیں: ”جماعت غریاء اہل حدیث کی بنیاد صرف محدثین کی مخالفت کے لئے



رکھی گئی صرف یہی مقصد نہیں بلکہ تحریک مجاہدین یعنی سید احمد شہید کی تحریک کی مخالفت کر کے انگریزوں کو خوش کرنے کا مقصد پنہاں تھا (علمائے احناف اور تحریک مجاہدین ص ۴۸) اس جماعت کے مقاصد آپ کے سامنے ہیں۔

### فرقہ مسعودی نام نہاد جماعت المسلمین

اسی فرقہ غرباء اہل حدیث کا فرد مسعود احمد تھا جو پہلے اہل حدیث کہلاتا تھا وہ کوئی عالم نہیں ہے۔ اردو کتابیں دیکھ کر نیم ملا خطرہ ایمان کا مصداق ہے۔ اہل حدیث ہوتے ہوئے اس نے ایک قلمی مناظرہ تلاش حق کے نام سے جماعت اہل حدیث کراچی کی طرف سے شائع کیا۔ دوسرا رسالہ التحقیق فی جواب التقلید جماعت غرباء اہل حدیث کی طرف سے شائع کیا۔ ان کتابوں میں ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کو شریعت ساز اور ان کے مقلدین کو مشرک لکھا۔ اسلاف کے خلاف بدگمانی اور اکابر اہل اسلام پر بدزبانی میں خاص ریکارڈ قائم کیا۔ اہل حدیث فرقے میں ایسے شخص کی خوب عزت افزائی ہوتی ہے۔ چنانچہ باوجود ان پڑھ ہونے کے جماعت میں ممتاز حیثیت حاصل کر گیا۔ اس نے دیکھا کہ جماعت غرباء اہل حدیث میں نظام امارت ہے۔ اس کے دل میں بھی امیر بننے کا شوق انگڑائیاں لینے لگا مگر اس کا یہ خواب شرمندہ تعبیر ہوتا نظر نہ آتا تھا کہ وہ جماعت غرباء اہل حدیث کا امیر بنے، اس لئے اس نے ۱۳۸۵ھ میں جماعت غرباء اہل حدیث کی ایک ضمنی فرقی بنائی اس کا نام جماعت المسلمین رکھا۔ دس سال تک یہ نئی فرقی غرباء کے دودھ پر پلٹی رہی آخر ۱۳۹۵ھ میں اس نے نیا مستقل فرقہ ہونے کا اعلان کر دیا۔

### مسلم کا نیا معنی

اہل اسلام جس معنی میں مسلم کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور کتاب و سنت میں مسلم کا جو مفہوم ہے اس کو چھوڑ کر بانی فرقہ نے ایک نیا معنی گھڑا، لکھتا ہے: ”غرض یہ کہ

مسلمین یعنی کسی امام کی تقلید نہ کرنے والے ہمیشہ رہے ہیں ”یعنی“ ”مسلمین“ بمعنی غیر مقلدین ایک منفی فرقہ ہے جس کے پاس کوئی مثبت لائحہ عمل نہیں۔ اس نئے معنی کے مطابق تمام اہل سنت والجماعت حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی اسلام سے خارج قرار پائے لیکن موجودہ اہل حدیث تو غیر مقلد ہیں وہ تو مسلم رہنے چاہتے تھے لیکن جناب بانی فرقہ ان کو بھی مسلم نہیں مانتا حالانکہ وہ غیر مقلد ہیں۔ اس لئے ان کو غیر مسلم قرار دینے کے لئے ”اطاعت امیر“ رسالہ لکھا جس میں امیر کی اطاعت کو فرض قرار دیا اور ان کے نزدیک امیر اور امام ہم معنی ہیں اور امیر جناب خود ہیں۔ اہل حدیث اگرچہ غیر مقلد ہیں مگر وہ مسعود احمد صاحب کی اطاعت کو فرض نہیں مانتے اس لئے غیر مسلم ہوئے۔ اب مسلم کا معنی واضح ہو گیا کہ کوئی شخص خدا اور رسول پر ایمان رکھے، کسی امام کی تقلید بھی نہ کرے مگر مسعود احمد پر ایمان نہ لائے اس کی اطاعت کو فرض نہ جانے تو وہ مسلم ہرگز نہیں۔ ان معنوں میں مسلم کا لفظ نہ کہیں قرآن میں آیا ہے نہ حدیث میں نہ تاریخ میں..... یہ اگرچہ گندہ مگر ایجاد بندہ ہے، اس لئے جماعت المسلمین کا مطلب یہ نکلا کہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی تقلید چھوڑ کر مسعود احمد کی اطاعت کو فرض جاننے والا مسعودی فرقہ کہلایا۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ لوگ قرآن و حدیث پر جھوٹ بولتے ہیں کہ ہمارے فرقہ کا نام قرآن میں ہے جیسے قرآن میں موجود لفظ ربوہ سے قادیانیوں کا ربوہ ہرگز مراد نہیں، قرآن پاک میں موجود لفظ حزب اللہ سے مسعود احمد کے نزدیک مسعود الدین عثمانی کا فرقہ حزب اللہ مراد نہیں تو قرآن پاک کے نزول کے چودہ سو سال بعد کراچی میں مسعود احمد کا بنایا ہوا بدعتی فرقہ قرآن و حدیث میں موجود الفاظ ”مسلم“ کا مصداق کیسے بن سکتا ہے؟

### مسعودی فرقہ کی دعوت

(۱)..... جو شخص خدا کو حاکم مانے مگر مسعود احمد کو حاکم و امیر نہ مانے وہ مسلم نہیں بن

سکتا۔

(۲)..... جو شخص رسول پاک ﷺ پر ایمان رکھے مگر مسعود احمد کو امام مفترض الطاعت نہ مانے وہ مسلم نہیں۔

(۳)..... جو دین اسلام چودہ سو سال سے چلا آ رہا ہے، جو اس کو مانے مگر مسعود احمد کے لڑیچہ پر ایمان نہ لائے وہ مسلم نہیں۔

(۴)..... اللہ تعالیٰ نے جن کا نام مسلم رکھا جو چودہ سو سال سے آرہے ہیں یہ ان کو مسلم نہیں مانتے صرف اسی کو مسلم مانتے ہیں جن کا نام ۱۳۹۵ھ میں مسعود احمد نے اللہ کے خلاف مسلم رکھا۔

(۵)..... اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ اللہ والوں سے محبت اللہ اور رسول ﷺ سے محبت کی نشانی ہے لیکن ان کے ہاں محبت کی بنیاد صرف مسعودی فرقہ میں داخل ہونا ہے۔ جو مسلمان مسعودی فرقہ میں داخل نہ ہو ان کو نہ یہ سلام کرتے ہیں نہ ان کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

(۶)..... تمام اہل اسلام اور رسول ﷺ کے بعد اپنے اکابر پر فخر کرتے ہیں۔ لیکن مسعودی فرقہ کا فخر اپنے جاہل امام پر ہے۔ آنحضرت ﷺ نے بجا فرمایا کہ آخری زمانہ میں لوگ جاہلوں کو اپنا دینی امیر بنالیں گے جو خود بھی گمراہ ہو گا ان کو بھی گمراہ کرے گا (بخاری) الغرض مسعودی فرقہ کا ایمان صرف اور صرف مسعود احمد کی خالیہ بوسی ہے۔

## نئے دین کے نئے مسائل

(۱)..... شروع اسلام سے آج تک مسلم خدا کے فرمانبردار کو کہا جاتا تھا۔ اس نئے دین میں مسلم کا معنی غیر مقلد مسعود احمد کو امام مفترض الطاعت ماننا قرار پایا۔

(۲)..... مسلم کا لفظ پہلے کافر کے مقابلہ میں استعمال کیا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ماکان ابراہیم یهودیًّا ولا نصرانیًّا ولكن کان حنیفا مسلما وما

کان من المشرکین۔ (آل عمران: ۲۷) ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے، نہ عیسائی، نہ مشرک بلکہ حنیف مسلم تھے۔ دوسری جگہ ہے: اَيَّامُزْكُمْ بِالْكَفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُسْلِمُونَ (آل عمران: ۸۰) کیا تم کو کفر سکھائے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے۔ تیسری جگہ ہے: رَبِّمَا يُوْدُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ (الحجر: ۲) کسی وقت آرزو کریں گے کافر، کیا اچھا ہوتا جو ہوتے مسلمان۔ اسی وجہ سے مسلمان ہمیشہ مسلم کا لفظ کفر کے مقابلہ میں استعمال کرتے آئے ہیں۔ مگر نئے مسعودی دین میں مسلم کا لفظ اہل سنت والجماعت کے بالمقابل اور حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کے خلاف استعمال ہوتا ہے جب کہ قرآن وحدیث اور اہل اسلام میں کبھی مسلم کا لفظ ان کے خلاف استعمال نہیں ہوا۔

(۳) ..... قرآن پاک میں جب آیت یَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْدُ نَازِلِ ہوئی تو رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ جن کے چہرے میدانِ قیامت میں روشن ہوں گے وہ اہل سنت والجماعت ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بھی اس آیت کی تفسیر اہل سنت والجماعت ہی بیان فرمائی (الدر المنثور ص ۶۳/ج ۲) لیکن نئے مسعودی فرقہ میں اہل سنت والجماعت کہلانے والے غیر مسلم دوزخی ہیں۔ کس طرح رسول پاک ﷺ اور صحابہؓ کی مخالفت کی جا رہی ہے! مسعودی فرقہ یہاں نبی پاک ﷺ اور صحابہؓ کی نہیں سنتا کیونکہ اس فرقہ پر تو مسعود احمد کی اطاعت فرض ہے اس لئے یہ فرقہ سب اہل سنت والجماعت کو غیر مسلم ہی کہتا ہے۔

(۴) ..... امام ابن سیرین رحمہ اللہ (م ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں: پہلے حدیث کی سند نہیں پوچھتے تھے، جب فتنہ واقع ہوا تو کہنے لگے کہ راویوں کے نام بتاؤ تاکہ اہل سنت راویوں کی حدیث قبول کی جائے اور اہل بدعت راویوں کی روایت قبول نہ کی جائے (صحیح مسلم ص ۱۱) اس سے معلوم ہوا کہ خیر القرون میں لوگ اہل سنت کہلاتے تھے اور صحیح احادیث کے راوی اہل سنت ہی ہیں اور اہل سنت کے مد مقابل اہل بدعت تھے نہ کہ مسلم۔ اگر

اہل سنت مسلم نہیں تو تمام صحیح احادیث کے راوی غیر مسلم قرار پائیں گے اور جب اہل بدعت کی روایات قابل قبول نہیں تو غیر مسالوں کی روایات کس طرح قابل قبول رہیں گی۔

(۵)..... اس نئے فرقے نے جس طرح مسلم کا معنی بگاڑا اس طرح مذہب کا معنی بھی بگاڑا۔ مذہب کا معنی راستہ ہوتا ہے جو منزل سے ملاتا ہے۔ ہمارا مذہب حنفی ہے جو ہمیں منزل محمدی تک پہنچاتا ہے اور فرقہ کے معنوں میں علیحدگی کا مفہوم ہے یعنی جو شخص منزل محمدی کے راستہ سے الگ ہو گیا وہ یقیناً منزل سے بھی کٹ گیا۔ اس لئے مذاہب کا مقصد ہی منزل محمدی تک پہنچانا ہے اور فرقے کا مطلب ہی منزل تو کیا خود مذہب یعنی راستے سے ہٹا دینا ہے۔ آپ نے گزشتہ صفحات میں تاریخ پڑھی ہے۔ پہلے اہل سنت سے کٹ کر ایک فرقہ اہل حدیث بنا۔ پھر اس فرقے سے کٹ کر ایک اور فرقہ غرباء اہل حدیث بنا، پھر اس فرقے سے ایک نیا فرقہ پیدا ہوا جو مسعودی فرقہ ہے بلکہ فرقہ ہی نہیں فرقہ در فرقہ در فرقہ ہے۔

(۶)..... حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب پوچھا کہ اگر مسئلہ نہ کتاب اللہ میں ملے نہ سنت میں تو کیا کرو گے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اجتہد برائی۔ میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ اس میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد کی نسبت اپنی طرف کی اور آپ ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔ اسی لئے اہل سنت اجتہادی مسائل کی نسبت مجتہد کی طرف کر کے حنفی شافعی وغیرہ کہلاتے ہیں اور یہ نسبتیں بلا تکلیف اہل اسلام میں جاری رہیں۔ اس طرح ان کی صحت پر اجماع ہو گیا مگر مسعودی فرقہ اجماعی مسائل کو مانے لئے تیار نہیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ سبیل المومنین سے ملنے والے کا ٹھکانہ جہنم ہے اور رسول اقدس ﷺ جماعت سے کٹنے والے کو دوزخ میں فرمائیں

ہے۔ کس طرح خدا اور رسول ﷺ سے کھلا مقابلہ ہے؟

## ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی کرامت

(۷)..... بانی فرقہ اگرچہ مجتہدین رحمہم اللہ کو شریعت ساز کہتا ہے مگر ایک جگہ اس کے قلم سے حق واضح ہو ہی گیا کو لکھتا ہے: ”اس میں شک نہیں کہ چاروں اماموں نے جس اصول پر مسائل کی بنیاد رکھی وہ اصول سنت ہے کیونکہ ان لوگوں نے مسائل کو قرآن و حدیث کی روشنی میں حل کیا اور قرآن و حدیث کو چھوڑ کر کسی اور شخص کے قول کو دلیل نہیں بنایا، نہ اس کو حجت سمجھا لہذا ان کا یہ طریقہ بے شک سنت تھا اور وہ چاروں برحق تھے رحمہم اللہ (خلاصہ تلاش حق ص ۸۸)

اس عبارت میں ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے طریقہ کو سنت قرار دیا اور چاروں کو حق تسلیم کر لیا ان کے مسائل کو قرآن و حدیث کے مسائل قرار دیا تو اب ان کو شریعت ساز کیوں کہا جاتا ہے؟ اور جب یہ چاروں حق ہیں اور قرآن و حدیث کے مسائل بتاتے ہیں تو قرآن و حدیث کے مسائل میں ان کی تقلید کرنا کس آیت یا حدیث کی رو سے شرک ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ جس طرح یہودی علماء نے حرام حلال کرنے کا منصب خود سنبھال لیا تھا اسی طرح بانی فرقہ بھی اپنی خواہش نفسانی کو معبود بنا بیٹھا جس چیز کو چاہے حلال حرام کر دے۔ کفر کو اسلام اور اسلام کو کفر بنا دے، یہ اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

## شریعت ساز

قرآن پاک خداوند قدوس کی آخری کتاب ہے جو سات مختلف متواتر قراتوں میں امت کو ملی۔ یہ قاری صاحبان قرآن کے پہنچانے والے ہیں نہ کہ خدا کے قرآن کے مقابلہ میں نیا قرآن بنانے والے۔ اب اگر کوئی جاہل ان قاریوں کو قرآن ساز کہے تو یہ اس کی جمالت کی انتہاء ہوگی۔ خدا کا قرآن، قرآن مجید



مصحف عثمانی، قاری عاصم کی قرات یہ ایک ہی حقیقت کی ترجمانی ہے نہ کہ الگ الگ چیزیں۔ عبارتِ اتناشتی و حسنک واحد

اسی طرح اصحاب صحاح ستہ نے احادیث جمع کیں۔ ان احادیث کے بارہ میں یہ کہنا کہ یہ نبی ﷺ کی احادیث ہیں یہ بھی صحیح ہے، اور یہ کہنا کہ یہ بخاری کی احادیث ہیں، یہ ترمذی کی احادیث ہیں، یہ بھی صحیح ہے۔ کیونکہ اہل اسلام کے نزدیک محدثین رحمہم اللہ حدیث ساز نہیں بلکہ حدیث پہچاننے والے ہیں۔ اسی طرح بانی فرقہ نے ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے مسائل کو قرآن و سنت سے ماخوذ مانا ہے تو قرآن و سنت کے مسائل کی مجتہدین کی طرف نسبت کر کے اس کو فقہ حنفی کہنا ایسا ہی ہے جیسا نبی کی حدیث کو نسائی کی حدیث کہنا۔ بات پہنچانے اور بنانے میں زمین و آسمان کا فرق ہے اس لئے ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کو شریعت ساز کہنا ایسی ہی جہالت ہے جیسے محدثین کو حدیث ساز کہنا یا ساتوں قاریوں کو قرآن ساز کہنا۔ جس فرقے کے بانی کی جہالت کا یہ عالم ہو کہ بات بتانے اور بات بنانے میں فرق نہ جانتا ہو اس کے چیلوں کی جہالت کا کیا حال ہوگا؟

ع جس کی بہاریہ ہے اس کی خزاں نہ پوچھ

ایسے ہی لوگوں کے بارہ میں ہے

تنگ برما رہ گزار دیں شدہ ست

بر لنیمے راز دار دیں شدہ ست

## نسبتی نام

نام تعارف اور امتیاز کے لئے ہوتا ہے۔ نسبت جتنی بڑی ہوگی تعارف کم اور جتنی چھوٹی ہوگی تعارف اور پہچان زیادہ واضح ہوگی۔ آپ حج کے لئے تشریف لے گئے وہاں کسی مصری نے آپ سے پوچھا، آپ کہاں رہتے ہیں؟ آپ نے کہا میں پاکستانی

ہوں۔ اس کو آپ کا تعارف ہو گیا۔ حج سے واپسی پر کراچی میں آپ سے کسی نے پوچھا آپ کہاں رہتے ہیں؟ آپ نے کہا میں پاکستانی ہوں وہ ہنس پڑا کہ یہاں ہم سب پاکستانی ہیں۔ اب آپ نے کہا میں پنجابی ہوں تو اس کو تعارف ہو گیا۔ اب کوئی جاہل یوں کہے کہ اس نے اپنا پاکستانی تعارف چھوڑ کر اپنے کو پنجابی کہا ہے اب یہ پاکستان نہیں رہا اس جاہل کو یہ بھی معلوم نہیں کہ پنجاب پاکستان کا ہی صوبہ ہے۔ پنجابی کہنے سے پاکستانی ہونے کی نفی نہیں ہوئی بلکہ اور تاکید ہو گئی۔ اب کراچی سے آپ بہاولپور پہنچے۔ کسی نے پوچھا آپ کہاں رہتے ہیں؟ آپ نے کہا پاکستان میں یا پنجاب میں، تو ان کا مقصد پورا نہیں ہوا۔ ہاں آپ کہیں میں ملتان میں رہتا ہوں تو ملتان کا نام لینے سے پنجاب اور پاکستان میں رہنے کی مزید تاکید ہو گئی۔ بالکل اسی طرح جب پادری ”بوٹا کل“ ہمیں پوچھے گا آپ کون ہیں؟ تو اس کافر کو ہم یوں تعارف کرائیں گے کہ ہم مسلمان ہیں۔ پھر جب کوئی رافضی کلب علی ہمیں پوچھے گا کہ آپ کون ہیں؟ تو اس بدعتی کو ہم اپنا تعارف یوں کرائیں گے کہ ہم اہل سنت والجماعت ہیں تو اہل سنت والجماعت کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ ہم نے مسلمان کا نام چھوڑ دیا بلکہ اس سے تو اور تاکید ہو گئی کہ یہ سچا پکا ناجی مسلمان ہے۔ پھر ہمیں کس حنبلی نے پوچھا آپ کون ہیں؟ تو ان کے ساتھ ہمارا اختلاف اجتہادی مسائل میں ہے ہم نے کہا ہم حنفی ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اہل سنت نہیں رہے یا مسلمان نہیں رہے بلکہ حنفی کے لفظ میں اہل سنت اور مسلمان ہونا یقیناً شامل ہے..... تو بانی فرقہ کا یوں لکھنا تم نے مسلمان نام چھوڑ کر حنفی رکھا ہے یہ ایسا جھوٹ اور جہالت ہے جیسے کوئی اس سے کہے کہ تو صوبہ سندھ اور ملک پاکستان سے باغی بن کراچی میں بیٹھا ہے۔ اس کے جھوٹ اور جہالت پر یہی کہا جاسکتا ہے کہ خدا جب دین لیتا ہے عقل بھی چھین لیتا ہے۔ اس سے ہم نے بارہا یہ مطالبہ کیا کہ کوئی آیت یا حدیث پیش کرو کہ سنی یا حنفی کہلانے سے انسان مسلمان نہیں رہتا لیکن ایسے خاموش ہیں جیسے صُـمُّ بُکْمُ والی آیت ان ہی کے لئے نازل ہوئی ہے۔



## مسعودی فرقہ اور قرآن :

اس میں شک نہیں کہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے جناب رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی مگر سوال یہ ہے کہ چودھویں صدی کے مسلمانوں کو یہ قرآن کس واسطے سے ملا، ظاہر ہے کہ رسول پاک ﷺ اور ہمارے درمیان واسطہ امت ہے، ہمارے ملک میں قرآن پاک لانے والے سب اہل سنت والجماعت خفی ہیں جو ہمارے نزدیک کامل ترین مسلمان ہیں اس لئے ہمیں یہ قرآن مسلمانوں کے ذریعہ سے ملا۔ بانی فرقہ، اہل سنت والجماعت کو مشرک اور غیر مسلم کہتا ہے تو اسے یہ قرآن مشرکوں اور غیر مسلموں کے ذریعے ملا۔ یہودی بھی غیرت سے اتنے کورے نہیں کہ وہ اس کتاب پر اعتماد کریں جس میں ان کے اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان واسطہ غیر یہودی ہوں۔ ہندو اور عیسائی بھی کسی ایسی کتاب کو الہامی ماننے کو تیار نہیں جس میں واسطہ غیر ہندو یا غیر عیسائی ہوں، مگر بانی فرقہ کی غیرت قابلِ داد ہے کہ جن کو مشرک اور غیر مسلم کہتا ہے قرآن پاک کے بارہ میں انہی پر اعتماد کر رہا ہے۔ وہ تو کوئی ایسا قرآن لائے جو مسلمین بمعنی غیر مقلدین کے تواتر سے ملا ہو، تواتر تو کجا وہ غیر مقلدین کی سند سے خبر واحد کے طور پر بھی قرآن کو ثابت نہیں کر سکتا۔

## چند سوالات

بانی فرقہ کو دوسروں سے سوالات کرنے کا بہت شوق ہے، اپنے غلط سلط و سوسوں کو سوالات کا نام دے کر چلتا کر دیتے ہیں جن کا تعلق نہ قرآن سے ہوتا ہے نہ حدیث سے مگر دوسروں کے سوالات کا جواب دینا موصوف کے بس کی بات نہیں، وہاں اولاً تو موت کی سی خاموشی طاری ہوتی ہے اگر کوئی جواب دہی پر زیادہ مجبور کرے تو گالی گلوچ پر اتر آتے ہیں اور عجیب پینترے بدلتے ہیں .... ایک صاحب کو فرماتے ہیں: ”سوال کرنے والے کو چاہئے کہ سوال میں جن اقسام کا ذکر ہے ان کا ثبوت قرآن مجید

اور حدیث سے دیں اور پھر سوال کریں، یہ اقسام بالکل لغو اور خود ساختہ ہیں۔“ (الجماعۃ القدیمہ ص ۲۹)..... جناب! آپ بھی جو سوالات پوچھتے ہیں وہ قرآن و حدیث میں ہوتے ہیں؟

(۱) آپ نے اپنی کتابوں میں اصول حدیث کی اصطلاحات اور راویوں کی اقسام بیان کی ہیں ان کا ثبوت قرآن و حدیث سے دے کر جواب دہی کا صحیح نمونہ قائم فرمائیں گے؟  
(۲) آپ قرآن اور حدیث کے ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر دونوں کو ایک طرح نہیں مانتے، قرآن کی کسی آیت کی سند تلاش نہیں کرتے مگر حدیث کو بغیر سند کے بالکل نہیں مانتے، یہ فرق قرآن کی آیت میں ہے یا حدیث میں یا بقول جناب کسی لغو اور خود ساختہ اصول پر؟

(۳) قراء حضرات کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ قرآن پاک کی سات قراتیں متواتر ہیں جن میں آپس میں اختلافات ہیں، چار ائمہ جن کو آپ برحق مانتے ہیں، ان کا اختلاف برداشت نہیں کر سکے ان سب کو چھوڑ دیا تو یہ سات قاریوں کا اختلاف کس آیت یا حدیث کی بنا پر برداشت کر لیا؟ اسی طرح ان سب کو بھی کیوں نہ چھوڑا تاکہ قرآن سے ہی نجات مل جاتی؟

(۴) جناب اور جناب کا فرقہ ساتوں قراتوں پر تلاوت کرتا ہے یا صرف ایک قرات پر؟ ایک قرات پر تلاوت کرنے پورے قرآن پاک کی تلاوت کا ثواب ملتا ہے تو ائمہ اربعہ میں سے ایک کی تقلید کرنے میں بھی پوری سنت پر عمل کرنے کا ثواب ملتا ہے یا نہیں؟ ورنہ فرق کسی ایک آیت یا حدیث سے واضح کریں۔

(۵) سات قراتوں میں سے چھ کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر صرف ایک قرات پر ہمیشہ تلاوت کرنا آپ کی رائے پر مبنی ہے یا خدا اور رسول کا حکم ہے تو اس کا حوالہ دیں۔

(۶) ان سات مختلف فیہ قاریوں میں مکی، مدنی، بصری قاری بھی تھے آپ نے ان سب کو چھوڑ کر قاری عاصم کو فی قرات کو ہی اختیار کیوں کیا؟ مکہ، مدینہ سے تعلق توڑ

کر ان عراقیوں سے تعلق کیوں جوڑا؟ جن کے بارے میں جناب کا فرمان ہے: ”عراقی برائے نام مسلم تھے۔ نہ انہیں قرآن سے محبت تھی نہ حدیث سے وہ توفیق پرور اور دین کے دشمن تھے“ (تفہیم الاسلام ص ۱۱۳)

(۷) آپ نے نزدیک ان سات قراتوں کا مجموعہ قرآن ہے یا ہر قرات الگ الگ مکمل قرآن ہے اور اگر سب کا مجموعہ قرآن ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کا حکم ادخلو فی السلم کفافة کے تحت آپ باقی قراتوں پر تلاوت کیوں نہیں کرتے صرف ساتویں حصے کی تلاوت کیوں کرتے ہو؟

(۸) اگر ہر قرات الگ الگ مکمل قرآن ہے تو کیا آپ ﷺ پر سات قرآن نازل ہوئے تھے؟ جس طرح جناب ایک دین چار مذہب کا طعنہ دیا کرتے ہیں، کیا ایک خدا اور سات قرآن کہنا بھی درست ہے؟

(۹) اگر آج کوئی غیر مسلم آپ کے فرقہ میں شامل ہو تو آپ اسے سات قرآنوں میں سے کون سا قرآن دیں گے کہ وہ ادخلو فی السلم کفافة کے تحت سچا مسلم بن سکے؟

(۱۰) کیا یہ ساتوں قراتیں حضور ﷺ پر نازل ہوئی تھیں یا ان سات قاریوں پر؟ کیا یہ ساتوں قاری قرآن ساز نہ تھے؟

(۱۱) آپ نے اپنا فرقہ ۱۳۹۵ھ میں کراچی میں بنایا، قرآن کو فے والا مانا (قاری عامم رحمہ اللہ کی قرات) صحاح ستہ روس کے علاقے کی لکھی ہوئی مانیں آخر مکہ مدینہ سے آپ کو اتنی نفرت کیوں ہے؟

(۱۲) آپ کو اسماء الرجال کی کتابوں سے سطحی قسم کا تعلق ہے تو آپ نے قاری عامم کو فی رحمہ اللہ کو بالاتفاق ثقہ پایا یا مختلف فیہ، آخر ضعیف اور مختلف فیہ کا قرآن ہی آپ کو کیوں پسند آیا؟ یہ سب رائے سے کیا یا نص سے؟

(۱۳) بخاری کی روایت کے مطابق آنحضرت ﷺ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ

کے زمانہ میں سات حروف (طریقوں) پر قرآن کی تلاوت ہوتی رہی۔ حضرت عثمانؓ نے چھ حروف پر تلاوت قرآن سے سختی سے منع فرمادیا۔ اب آپ حضور ﷺ کی تابع داری میں سات حروف پر قرآن کی تلاوت کرتے ہیں یا حضور ﷺ کے خلاف حضرت عثمان کی رائے کی تقلید کرتے ہیں؟ کیا خلیفہ کو پورے چھ یا چھ حصے قرآن کی تلاوت سے روکنے کا قرآن و حدیث کے تحت حق تھا؟ اگر تھا تو وہ آیت یا حدیث بتائیں جو خود حضرت عثمانؓ نے سنا کہ اس سے منع کیا؟

### سطحی مطالعہ

بانی فرقہ نے بالکل بجا فرمایا کہ سطحی نظر سے حدیث کا مطالعہ غلط فہمی اور گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے ورنہ حقیقت بین نگاہیں اس کے رموز کو پالیتی ہیں، سطحی نظر سے تو قرآن کا مطالعہ بھی گمراہ کن ہوتا ہے (تفہیم ص ۲۲۶) پھر لکھتے ہیں: ”اگر قرآنی تشریح کو اس طرح آزاد چھوڑ دیا جائے تو قرآن مجید بازیچہ اطفال بن جائے گا، کوئی کچھ معنی کرے گا اور کوئی کچھ، اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہو گا کہ الحاد کو پنپنے کا موقع ملے گا۔۔۔۔۔ اس اختلاف اور الحاد کے سد باب کے لئے ضروری ہے کہ قرآن مجید کے ہر لفظ کے ایک معنی مقرر ہوں“ (تفہیم ص ۴۳) اس سے معلوم ہوا کہ قرآن سے گمراہی بھی پھیل سکتی ہے اور الحاد بھی پنپ سکتا ہے، اگر کوئی سطحی مطالعہ اور خود رائی کرے لیکن خود بانی فرقہ اس بیماری کا مریض ہے۔ اللہ و رسول نے یہ واضح فرمادیا تھا کہ کتاب و سنت میں فقیہ کا فہم قابل اعتماد ہے۔ امت میں یہی ایک ایسا طبقہ ہے جس کے صواب پر دواجر اور خطاء پر بھی ایک اجر ہے۔ اس لئے فقیہ اور اس کے مقلد کو کوئی خطرہ نہیں ان کا دینی عمل یقیناً مقبول ہے اور ایک اجر بھی یقینی ہے اور دوسرے اجر کے امیدوار ہیں، ہاں یہاں وہ فقیہ مراد ہو گا جس کا فقیہ ہونا شرعی دلیل یعنی اجماع امت سے ثابت ہو ورنہ وہی معاملہ ہو گا۔

ہر بو الہوس نے حسن پرستی شعار کی  
اب آبروئے شیوہ اہل نظر گئی

## قرآن پر نظر عنایت

بانی فرقہ فرماتے ہیں قرآن ہر لحاظ سے ایک مکمل کتاب ہے۔ یہ ایک خوش نما جملہ تو ضرور ہے مگر حقیقت کچھ بھی نہیں۔ نہ نماز کا طریقہ اس میں ہے نہ کسی اور عمل کا اور پھر وہ ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ یہ عجیب بات ہے (تفہیم ص ۲۲۶)

مزید فرماتے ہیں: ”قرآن کا اسلام تو بڑا آسان ہے۔ دعا مانگ لو صلوٰۃ ادا ہو گئی، پاکیزگی اختیار کر لو زکوٰۃ ہو گئی، صلوٰۃ میں ریاخ خارج ہو جائے وضو سلامت رہے، ناچ رنگ کی محفلیں قائم کرو کوئی ممانعت نہیں، فنون لطیفہ سے کوئی حرج نہیں، تاش اور شطرنج سے لطف اٹھاؤ کوئی مضائقہ نہیں، قحبہ خانہ کھولو کوئی ممانعت نہیں (ایضاً ص ۲۳۲) قرآن پاک میں عریانیت کا درس ہے (ایضاً ص ۲۳۶) اب کون کافر کہہ سکتا ہے کہ بانی فرقہ کا گھر قرآن کے اسلام سے خالی ہو گا بلکہ اس فرقہ کا ہر فرد اس اسلام کی تلاش میں تو مسلم بنا ہے۔

یہ مسلمان ہیں کہ جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

حق بقی دار رسید۔ مزید جوش میں آکر فرماتے ہیں: ”قرآن پاک میں بھی ایسی آیات پائی جاتی ہیں جس سے بظاہر رسول اللہ ﷺ کی منزلت کو بڑا دھکا لگتا ہے“ (ایضاً ص ۲۴۷) اس آیت اور اس قسم کی دوسری آیات سے مترشح ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ معاذ اللہ گنہگار تھے۔ اس آیت سے ثابت ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ معاذ اللہ شریعت الہیہ میں تبدیلی کر دیا کرتے تھے اور وہ بھی محض اپنی بیویوں کو خوش کرنے کے لئے۔

آیت بالا سے ثابت ہوا کہ اسلام خونریزی کو بہت پسند کرتا ہے۔ کیا ان آیات سے دشمنان اسلام کو اسلام پر ہنسنے کا موقع نہیں ملتا؟ (ایضاً ص ۲۴۸)

مزید فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”لوگوں کے حساب کا وقت قریب آگیا اور وہ ابھی تک غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، اعراض کر رہے ہیں“ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ حساب کا وقت قریب آگیا لیکن زمانہ شاہد ہے کہ تقریباً ایک ہزار چار سو سال گزر چکے، وقت حساب ابھی تک نہیں آیا، یہ کیسا قرب ہے (ص ۲۶۴)

قرآن پاک کی قطعیت پر تو قرآن کی آیات سے بھی چوٹ پڑتی ہے (ص ۲۵۵) مزید لکھتے ہیں: ”وہ مسلم رہ کر بھی قرآن مجید کا انکار کر سکتے ہیں۔ وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو ایک مانتے ہیں۔ فرشتوں پر، کتب سماوی پر اور رسولوں پر ایمان ہے لیکن یہ قرآن وہ قرآن نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا، اس میں تحریف ہو چکی ہے اور مسلمانوں کا جم غفیر اس تحریف پر ایمان رکھتا ہے اور خود قرآن کی عبارت بھی اس پر شاہد ہے۔ (ص ۲۶۹)

بانی فرقہ کی عبارت پڑھ کر سوامی دیا نند کیوں نہ اسے کہے گا

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہوگی

یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

پنڈت شردھانند کیوں نہ خوشی میں جھوم کر کہے گا

میاں من و تو صلح فساد

قدسیاں نعرہ زناں حوریاں رقص کنان

پادری فائدہ کی روح خوشی میں پکار رہی ہوگی

”جو مجھ سے نہ ہو سکا وہ تو نے کر دکھایا“

آہ! حنفی شافعی غیر مسلم ہیں اور قائلین تحریف مسلم، نہ قرآن قطعی ہے نہ نبی

ﷺ کی شان باقی۔ قرآن پاک بھی پکار رہا ہے

”ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں نہ ہو“

آہ! من از بیگانگان ہرگز نہ نالم کہ با من ہرچہ کرد آں آشنا کرد



## بانی فرقہ اور سنت

حدیث کی جس قدر مستند کتابیں آج دنیا میں ملتی ہیں ان کے مولفین یا تو مجتہدین ہیں جیسے امام اعظم، قاضی ابویوسف، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل وغیرہم رحمہم اللہ جن کو بانی فرقہ شریعت ساز قرار دیتا ہے اور شریعت سازی کفر و شرک ہے۔ ان پر قرآن کی احبار و رہبان والی آیات فٹ کرتا ہے..... یا کتب حدیث کے مولفین مقلدین ہیں جن کا ذکر طبقات حنفیہ، طبقات مالکیہ، طبقات شافعیہ اور طبقات حنابلہ میں ملتا ہے، ان کو بانی فرقہ مشرک اور غیر مسلم کہتا ہے۔ ان غیر مسلمانوں کی جمع کردہ کتابیں تو بانی فرقہ کے نزدیک نہ لائق اعتماد ہیں نہ ہو سکتی ہیں اور مقدمہ مسلم ص ۱۱ کے حوالہ سے گزرا کہ احادیث کے راوی اہل سنت ہیں جو بانی فرقہ کے نزدیک غیر مسلم ہیں۔ بانی فرقہ صرف ایک حدیث بھی پیش نہیں کر سکتا جس کی سند کے ہر راوی راوی کے بارہ میں یہ ثابت کر دے کہ کان لا یجتہد ولا یقلد۔ کہ وہ نہ مجتہد تھا، نہ مقلد بلکہ غیر مقلد تھا۔

## تحقیق حدیث

حدیث کی بحث میں تین باتیں قابل تحقیق ہوتی ہیں

(۱)..... کہ اس کا نبی پاک ﷺ سے ثبوت ہے۔

(۲)..... اس کا جو مطلب میں نے سمجھا وہی مراد رسول ہے۔

(۳)..... اس حدیث کا اگر کسی آیت یا دوسری حدیث یا تعامل سے تعارض ہے تو اس کا

حل تلاش کیا جائے، اور یہ تینوں کام بادل لیل ہوں نہ کہ بے دلیل۔ بانی فرقہ کے نزدیک

دلیل صرف قرآن اور حدیث ہے، یعنی اللہ کا فرمان یا رسول ﷺ کا بیان، اس لئے بانی

فرقہ کا فرض تھا کہ وہ جس حدیث کو صحیح یا ضعیف وغیرہ کہتا، اللہ یا رسول ﷺ کا فرمان

نقل کرتا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور یہ ضعیف ہے۔ محدثین نے جن احادیث کو صحیح یا

ضعیف وغیرہ کہا ہے وہ اپنی رائے یا اجتہاد سے کہا ہے اور بانی فرقہ لکھتا ہے ”کسی شخص کا اجتہاد و قیاس نہ مُنَزَّلُ مِنَ اللّٰہ ہے اور نہ وہ اصل دین ہے۔“ (جماعت المسلمین اور اہل حدیث ص ۴) لیکن بانی فرقہ ایک بھی حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے پر اللہ یا رسول ﷺ کی شہادت پیش نہیں کر سکا، امتیوں نے وہ بھی مابعد خیر القرون کے جن احادیث کو اپنی رائے سے صحیح یا ضعیف کہا ہے بس ان کی اندھی تقلید کی ہے، لیکن پھر بھی پوری ڈھٹائی سے لکھتا ہے: ”جماعت المسلمین الحمد للہ تقلید سے بالکل مبرا ہے۔ ہم وہی کام کرتے ہیں جو سنت سے ثابت ہیں، ہمارے ہاں قیاس و رائے سے مسئلے نہیں بنتے، لہذا انشاء اللہ تقلید کا گزر نہیں ہو سکتا“ (ایضاً ص ۷)..... دروغ گویم بر روئے تو..... اسی کو کہتے ہیں تقلید کے سمندر کی اتھاہ میں ڈوب کر بھی کہتا ہے تقلید کا گزر نہیں ہوا۔ اس کے ہاں مجتہد امام شافعی رحمہ اللہ کی تقلید تو شرک ہے لیکن اس کے مقلدین ابن حجر اور نووی وغیرہ کی تقلید فرض عین ہے۔ عجیب بات ہے کہ حجر پرستی تو شرک ہو اور ابن حجر پرستی پر ایمان ہو۔ حدیث کی تحقیق میں دوسری بحث اس کا مطلب سمجھنے کی ہے۔ صرف اس کا ثبوت کافی نہیں جب تک اس کا صحیح مطلب نہ سمجھا جائے۔ دیکھئے جن آیات قرآنی سے قادیانی اجرائے نبوت اور وفات مسیح اور اہل قرآن انکار حدیث نکالتے ہیں ان آیات کے ثبوت میں ذرہ بھر شبہ نہیں صرف اس کے مطلب میں اختلاف ہے۔ محدثین نے صرف اپنی رائے سے بعض حدیثوں کو صحیح اور بعض کو ضعیف کہا ہے، مگر دوسری دو باتوں کی تحقیق میں محدثین کی اپنی رائے کا بھی دخل نہیں۔ ان ہردو کی تحقیق فقہاء کے ذمہ رہی.....

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الفقه ثمرۃ الحدیث فقہ حدیث ہی کا پھل ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فقہاء نے یوں ہی فرمایا ہے اور وہ حدیث کے معانی زیادہ جانتے ہیں (ترمذی) اور آپ ﷺ نے فرمایا: رب حامل فقہ غیر فقیہ۔ بانی فرقہ فقہاء کو شریعت ساز کہتا ہے حالانکہ وہ مطلب حدیث میں خود رائی، خود



شریعت سازی کر رہا ہے۔ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور، دکھانے کے اور کی مثال اس نے پوری کر دی۔ اس کا فرض تھا کہ جہاں قرآن و حدیث کا مطلب سمجھنے میں امت میں اختلاف ہو وہ براہ راست خدا اور رسول ﷺ سے اپنے بیان کردہ مطلب کو ثابت کرتا وہ تو اس کے بس کی بات نہیں مگر وہ اپنی سمجھ کو عین خدا اور رسول ﷺ کی سمجھ جانتا ہے۔ وہ ساری امت کے بارے میں کہتا ہے کہ اس سے خطانہ صرف ہو سکتی ہے بلکہ خطا ہوئی کا قائل ہے مگر اپنے فہم کو معصوم عن الخطاء سمجھتا ہے۔ جو الٹی سیدھی بات اسے سمجھ آئی اس کو عین مراد خدا اور رسول ﷺ کہتا ہے۔ اگر کوئی اس کے خود ساختہ مطلب کو تسلیم نہ کرے تو یہ نہیں کہتا کہ اس نے میری سمجھ اور میرے فہم کا انکار کیا بلکہ بلا جھجک یہ کہتا ہے کہ اس نے خدا اور رسول ﷺ کا انکار کیا اور اس کے بدعتی چیلے بھی اس کی بات کے انکار کو خدا و رسول ﷺ کا انکار کہتے ہیں۔ اسی طرح حدیث کی تحقیق میں تیسری بات رفع تعارض میں اس کا عجیب طریقہ ہے کہ ایک حدیث کا غلط ترجمہ کر کے احادیث میں حقیقی تعارض پیدا کرتا ہے۔ پھر جتنی احادیث اس کے غلط ترجمے کے خلاف ہوں ان سب احادیث کے احادیث ہونے کا انکار ہی انکار کرتا ہے۔

### مثال سے وضاحت

یہ حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ جو تاپہن کر نماز پڑھتے تھے۔ یہ حدیث متواترات میں سے ہے۔ تقریباً چھپن (۵۶) صحابہؓ نے اس کو روایت کیا ہے اور ایک غیر متواتر حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ بغیر جوتوں کے بھی نماز پڑھتے تھے۔ یہ حدیث اگرچہ سنداً متواتر نہیں مگر امت میں عملی تواتر اسی حدیث پر ہے اور ان حدیثوں میں کوئی حقیقی تعارض بھی نہیں، لیکن اگر پہلی حدیث کا ترجمہ یوں کریں کہ آپ ﷺ ہمیشہ جوتے پہن کر نماز پڑھتے تھے زندگی بھر میں ایک بھی نماز جوتے اتار کر نہیں پڑھی جو شخص جوتے اتار کر نماز پڑھتا ہے وہ نبی والی نماز نہیں پڑھتا تو یہ نہ صرف نبی پاک ﷺ

پر جھوٹ ہے بلکہ ساتھ ہی دوسری حدیث کا انکار بھی ہے۔ اسی طرح آپ بعد تحریمہ رفع یدین کرتے تھے، آپ بعد تحریمہ رفع یدین نہیں کرتے تھے، دو وقت میں یہ عمل ہو تو کوئی تعارض نہیں، لیکن جب کوئی یہ جھوٹ بولے کہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ بعد تحریمہ رفع یدین کرتے تھے، زندگی کی ایک نماز بھی بغیر رفع یدین کے نہیں پڑھی، یہ نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ پر جھوٹ ہے بلکہ اس جھوٹ کے بعد بہت سی احادیث کا انکار کرنا پڑتا ہے جو ترک رفع یدین کی ہیں۔ ہم بانی فرقہ سے کہتے ہیں کہ تم ہمیشہ رفع یدین کرنے والا جھوٹ چھوڑ دو تو تمہیں احادیث میں نہ تعارض نظر آئے گا نہ دوسرے پہلو کی احادیث کا انکار کرنا پڑے گا مگر وہ اس پر ضد کر رہا ہے کہ میں اس جھوٹ کو نہیں چھوڑوں گا، البتہ ہر اس حدیث کو جو میرے جھوٹ کے خلاف ہوگی اس کو جھوٹا کہوں گا مگر اپنے جھوٹ پر ڈٹا رہوں گا۔

### احادیث کا پوسٹ مارٹم

حدیث کے صحیح یا ضعیف ثابت کرنے کے لئے تو ضروری تھا کہ خدا یا رسول ﷺ سے ثبوت پیش کرتا مگر وہ تو اس کے بس کی بات نہیں۔ اسماء الرجال اور امتیوں کی رائے پر مبنی اصول حدیث کے استعمال میں بھی خیانتیں کرتا ہے۔ ذرا ذرا بات پر حدیث کو جھوٹا کہتا ہے کہ اس میں انقطاع ہے حالانکہ اول تو یہ جرح ہی متفق علیہ نہیں اور جو اس کو جرح مانتے ہیں وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ جرح متابعات و شواہد سے ختم ہو جاتی ہے مگر یہ ظالم، احادیث صحیحہ کو جھوٹی کہنے میں کسی اصول کا پابند نہیں۔ اس سے ایک ہی سوال کرتا ہوں کہ تابعین رحمہم اللہ سے تو اتنا بدظن ہے کہ ان کے مرسل، شواہد اور متابعات کے بعد بھی حجت نہیں اور بخاری (۲۵۶ھ) کی بے سند تعلیقات حجت ہیں۔ جرح و تعدیل میں تفہیم الاسلام میں زیادہ مدار دو کتابوں پر رکھا ہے، ابن حجر (۸۵۲ھ) کی تقریب اور شرف الدین غیر مقلد (۱۳۸۱ھ) کی برق اسلام

دونوں آپ کے نزدیک غیر مسلم ہیں۔ ان پر ایسا اندھا اعتماد ہے کہ پہلا نویں صدی میں پہلی صدی کے راوی کو بلا دلیل ضعیف کہہ رہا ہے، بلا سند بیان کر رہا ہے، مگر احادیث کو جھوٹا کہنے کے شوق میں آٹھ سو سال کا انقطاع نظر نہیں آتا۔ دوسرا چودھویں صدی میں پہلی صدی کے راویوں پر بے دلیل اور بے سند جرح نقل کر رہا ہے اور تیرہ سو سال کا انقطاع نظر نہیں آتا۔ خیر القرون سے دشمنی کی اس سے بدترین مثال نہیں ملتی۔ آپ کوئی آیت یا حدیث پیش تو کریں کہ آٹھ سال کا انقطاع قبول نہ کرنا اور آٹھ سو سال کا قبول کرنا..... تیرہ دن کا انقطاع قبول نہ کرنا اور تیرہ سو سال کا انقطاع قبول کرنا۔ الغرض احادیث رسول ﷺ کو جھوٹا کہنے میں اس شخص نے کھلے منکرین حدیث کو بھی نیچا دکھا دیا ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ

میں یہ عرض کر آیا ہوں کہ حدیث کی تحقیق میں تین باتوں کی ضرورت ہے: (۱) ثبوت حدیث کی تحقیق۔ (۲) دلالت حدیث کی تحقیق، (۳) رفع تعارض۔ یہ تینوں باتیں کتاب و سنت میں نہیں ملتیں۔ اس لئے ہم امتیوں کے محتاج ہیں۔ محدثین رحمہم اللہ نے صرف پہلی بات پر اپنی رائے زنی کی ہے۔ ہاں فقہاء و مجتہدین رحمہم اللہ نے تینوں باتوں کی مکمل تحقیق فرما کر اس کا نچوڑ قابل عمل مسئلہ کی صورت میں پیش کر دیا ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث کے موافق جو بات کتاب و سنت میں نہ ملے اس میں اجتہاد پر فیصلہ ہوگا۔ اس لئے ان تینوں باتوں کے لئے ہم امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید کرتے ہیں اور مسعودی فرقہ والے مسعود جیسے ان پڑھ کی۔ ان دونوں میں کتنا فرق ہے۔ اس بارہ میں خود بانی فرقہ کا اعتراف حق پڑھ لیجئے۔ ایک شخص نے اسے خط لکھا: ”میں بفضلِ خدا خفی ہوں قرآن مجید، سنت رسول ﷺ اور مسلک صحابہ کرامؓ کے بعد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی اتباع کرتا ہوں اور خفی کہلاتا ہوں۔ بفضلہ

تعالیٰ مطمئن ہوں لیکن حنفی ہونا جزو ایمان نہیں سمجھتا اور ان کی اتباع اس لئے کرتا ہوں کہ انہوں نے قرآن و حدیث کو خوب سمجھا۔ حدیثوں کو سمجھنا اور جانچنا بڑی قابلیت کا کام ہے، انہوں نے قرآن و حدیث کو خوب سمجھا اور ہم کو نہایت آسان طریقہ سے سمجھایا، جبھی تو آج ایک ہزار سال سے زائد زمانہ سے لوگ ان کی اتباع کرتے چلے آ رہے ہیں۔ نہ صرف کراچی اور سجاول بلکہ ساری دنیا میں ان کی اتباع کی جاتی ہے اور انشاء اللہ قیامت تک کرتے رہیں گے۔ آپ اندازہ لگائیے کہ ان ایک ہزار برسوں میں کیسے کیسے زبردست محدث قابل ترین علماء کرام، عابد، زاہد، مجتہد، امام، فقیہ گزرے ہیں جو ان کے مقلد ہوئے اور ان کا اتباع کرتے تھے۔ امام صاحب رحمہ اللہ کا شمار تابعین میں تھا۔ امام صاحب کی مبارک آنکھوں نے صحابہ کرامؓ کو دیکھا.....

غور کیجئے امام صاحب رحمہ اللہ کا رتبہ کتنا بڑا ہے۔ بڑے بڑے امام وقت آپ کے شاگرد گزرے ہیں۔ آج ان کے مقابلے میں اگر اپنی عقل کو کوئی ترجیح دے اور ان کو برا بھلا کہہ کر جملاء میں اپنا مقام حاصل کرنا چاہے تو یہ اس کی خود غرضی اور نادانی بلکہ جہالت ہے۔ (خلاصہ تلاش حق ص ۱۵) بانی فرقہ اس کے جواب میں لکھتے ہیں: ”میں ان تمام فضائل کو تسلیم کرتا ہوں جو آپ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق بیان کئے ہیں۔ میں کسی چیز میں اپنے کو ان کا ہم پلا تو کجا، ان کی خاک پا کے برابر بھی نہیں سمجھتا“ (خلاصہ تلاش حق ص ۲۲) مسعودی فرقہ غور کرے کہ جو لوگ امام اعظم رحمہ اللہ کی تقلید و رہنمائی میں کتاب و سنت پر عمل کریں ان کو تو آپ مشرک اور غیر مسلم کہتے ہیں اور آپ کا امام جو ہمارے امام کی خاک پا کے برابر بھی نہیں اس کی تقلید کو فرض مانا جاتا ہے۔

قیام حشر کیوں نہ ہو کہ اک کلچری سنجی  
کرے ہے حضور بلبل بستاں نوا سنجی

# فرقہ جماعت المسلمین....

## تحقیق کے آئینہ میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد :

برادرانِ اسلام! اسلام میں فرقہ بندی کی ابتداء اس ملک میں دورِ برطانیہ میں شروع ہوئی۔ عوام میں دین کے بارے میں ذہنی آوارگی اور عملی بے راہ روی پیدا کی گئی۔ اس ذہنی آوارگی کے نتیجہ میں نت نئے فرقے پیدا ہو کر فتنے پھیلا رہے ہیں۔ اُن فرقوں میں ۱۳۹۵ھ میں ایک فرقہ غیر مقلدین سے پیدا ہوا، جو مسعود احمد صاحب کو امام مفترض الطاعتہ مانتا ہے۔ کچھ لوگ اُس کے دام میں پھنس گئے، کیونکہ وہ قرآن و حدیث کے نام سے دھوکا دیتا ہے۔ اس فتنہ کی طرف حضرت شیخ الحدیث والنفیر مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب مہتمم جامعہ عربیہ احسن العلوم گلشن اقبال نمبر ۲ کراچی نے بارہا توجہ دلائی۔ لیکن بعض دیگر مصروفیات کی بنا پر کچھ لکھنے کی نوبت نہ آئی، مورخہ ۲ رجب ۱۴۱۲ھ کو حضرت موصوف الجامعۃ الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی حضرت اقدس مولانا ذاکر حبیب اللہ مختار صاحب دام ظلہم کی صاحبزادی کی شادی کی تقریب میں تشریف لائے اور غریب خانہ پر بھی قدم رنجہ فرمایا۔ تو اصرار فرمایا کہ اس نئے فرقہ کے بارے میں مختصر سی تحریر ضرور لکھنا چاہیے۔ چنانچہ چند گھنٹوں میں یہ مختصر سی تحریر لکھی ہے۔

گر قبول افتدز ہے عز و شرف

فقط محمد امین صفدر غفرلہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ۔

اما بعد۔ برادرانِ اسلام! یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ بڑے صغیر پاک و ہند میں اسلام لانے اور اسلام پھیلانے کا سہرا صرف اور صرف اہلِ سنت والجماعت کے سر ہے۔ لاکھوں کافروں نے ان کی دعوت پر اسلام قبول کیا۔ وہ بھی اہلِ سنت مسلمان ہی کہلائے اور تقریباً ایک ہزار سال اس ملک میں اسلامی حکومت قائم رہی اور کتاب و سنت پر مبنی فقہ حنفی اس ملک کا قانون رہا۔

اس کے بعد انگریز حکومت یہاں قائم ہوئی۔ یہاں کے سب سنی مسلمان ایک مذہب حنفی کے پابند تھے۔ نہ یہاں اختلاف تھا نہ فرقہ پرستی کا نشان تھا۔ ملکہ و کٹوریہ نے مسلمانوں کے اس اتفاق و اتحاد کی فضا کو ختم کرنے کے لئے آزادی مذہب (تقلید سے آزادی) کا اشتہار دیا جو وکٹوریہ کی سلور جوبلی کے موقع پر تقسیم کیا گیا۔

حکومتِ برطانیہ کی خوشنودی کے لئے کچھ لوگ پابندی مذہب حنفی سے آزاد ہو کر غیر مقلد بن گئے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان غیر مقلد لکھتے ہیں۔ فرمانروایانِ بھوپال کو ہمیشہ آزادی مذہب (غیر مقلدیت) میں کوشش رہی ہے جو خاص منشا گورنمنٹ انڈیا کا ہے.....

دولتِ عالیہ برٹش نے اس معاملہ میں قدیماً حدیثاً ہر جگہ انصاف پر نظر رکھی ہے۔ کسی جگہ مجرد تہمت و افترا پر کارروائی خلاف واقعہ نہیں فرمائی بلکہ اشتہار آزادی مذہب جاری کئے (ترجمانِ دہلیہ صفحہ ۳) مزید لکھتے ہیں ”اگر کوئی بدخواہ و بداندیش سلطنتِ برٹش کا ہوگا تو وہی شخص ہوگا جو آزادی مذہب (غیر مقلدیت) کو ناپسند کرتا ہے اور ایک خاص مذہب (حنفی) پر جو باپ دادوں سے چلا آ رہا ہے جما ہوا ہے (ایضاً صفحہ ۵) ایک اور مقام پر



آپ لکھتے ہیں۔ ”یہ آزادی مذہب ہماری مذہبِ جدیدہ (حنفی شافعی وغیرہ) سے عین مراد قانون انگلشیہ سے ہے۔ (ایضاً ۲۰) پھر لکھتے ہیں ”یہ لوگ (غیر مقلد) اپنے دین میں وہی آزادی برتتے ہیں جس کا اشتہار بار بار انگریزی سرکار سے جاری ہوا ہے۔ خصوصاً دربارِ دہلی سے جو سب درباروں کا سردار ہے۔ جو رسائل و مسائل ردِ تقلید و تقلید مذہب میں اب تک تالیف ہوئے ہیں۔ وہ شہدِ عدل ہیں۔ اس بات پر کہ مدعی اس طریقہ کے قیدِ مذہب خاص سے آزاد ہیں اور جس قدر رسائل بجواب ان مسائل کے طرف سے مقلد ان مذہب کے لکھے گئے ہیں وہ سب بہ آواز بلند پکارتے ہیں کہ ہم مذہب خاص کے مقید و مقلد ہیں۔ ہم پر پیروی فلاں وہاں فرض و واجب ہے۔ آزادی مذہب سے کچھ واسطہ نہیں، یہ آزادی سرکار برٹش کو یا اُن کو جو اس حکومت میں اظہارِ اپنی آزادی مذہب خاص کا کرتے ہیں مبارک رہے۔ اب تامل کرنا چاہئے کہ دشمن سرکار (انگریزی) کا وہ ہوگا جو کسی قید (مذہبِ حنفی) میں اسیر ہے یا آزاد و فقیر (غیر مقلد) ہے (ایضاً ۳۲)

اور خفیوں کے بارہ میں لکھا ہے ”یہ چاہتے ہیں کہ وہی تعصبِ مذہبی و تقلیدِ شخصی اور ضد اور جہالتِ آبائی جو ان میں چلی آتی ہے قائم رہے اور جو آسائش رعایا ہند کو بوجہ آزادی مذہب گورنمنٹ نے عطا کی ہے وہ اٹھ جائے اور امنِ عالم باقی نہ رہے۔ سارے مسلمان ایک مذہبِ خاص کے پابند ہو کر خوب اپنا تعصبِ گورنمنٹ سے ظاہر کریں اور جب موقع پاویں مثل زمانہِ غدر کے فساد برپا کریں۔ (ایضاً صفحہ ۵۶) بمقابلہ گورنمنٹ ہند فرقہ موحدین کو ہتھیار اٹھانا خلافِ ایمان و اسلام کے ہیں۔ (ایضاً صفحہ ۱۶)

خلاصہ یہ نکلا کہ انگریز سے پہلے پاک و ہند کے سنی مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد تھا۔ سب مذہبِ حنفی کے پابند تھے۔ نہ کوئی تفرقہ تھا نہ اختلاف۔ اس لئے خطرہ تھا کہ اگر یہ لوگ اسی طرح متحد رہے تو یہ انگریز گورنمنٹ کے خلاف جہاد پر نکلتے رہیں گے اور حکومتِ برطانیہ خاک میں مل جائے گی۔ چنانچہ مسلمانوں کے اتحاد کو ختم کرنے کے

لئے گورنمنٹ برطانیہ نے آزادی مذہب کا اشتہار دیا جو لوگ اس اشتہار کی وجہ سے حنفی مذہب چھوڑ کر غیر مقلد بن گئے وہ سرکار برطانیہ کے فرمانبردار سمجھے گئے۔ انہوں نے بھی انگریز کے خلاف جہاد کو خلاف ایمان و اسلام مان لیا۔ لیکن جن لوگوں نے اس اشتہار پر عمل نہ کیا اور مثل سابق سنی مسلمان رہے اُن کو متعصب، ضدی، سرکار برطانیہ کا دشمن کہا گیا۔ اُن کے جہاد کو غدر اور فساد کا نام دیا گیا۔ اس تقلیدِ امامِ اعظمؒ کے چھوڑنے کا سبب کوئی آیت قرآنی یا حدیث نبوی نہیں تھی۔ صرف ملکہ و کٹوریہ کا اشتہار اس کی دلیل تھا۔

جب مذہب سے آزادی اختیار کر کے لوگ شتر بے مہار بن گئے پھر کیا تھا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا اور ہر روز نئے نئے اختلافات اور نئے نئے فرقے بننے لگے۔ مولانا عبد الاحد خانپوری فرماتے ہیں کہ ”نیچری فرقہ (جو معجزات و کرامات کے منکر ہیں) قادیانی فرقہ (جو ختم نبوت و حیات مسیح علیہ السلام کا منکر اور مرزا قادیانی کو نبی مانتا ہے) چکڑالوی فرقہ (جو منکرینِ سنت ہیں ان اہل حدیثوں (غیر مقلدین ہی سے نکلے (ملخصاً کتاب التوحید والسنة صفحہ ۲-۱)

خود اہل حدیث کہلانے والوں میں جو الگ الگ فرقاں بنیں امام جماعت غرباء اہل حدیث ان کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں:

(۱) جماعت غرباء اہل حدیث ۱۳۱۳ھ

(۲) کانفرنس اہل حدیث ۱۳۲۸ھ

(۳) امیر شریعت صوبہ بہار ۱۳۳۹ھ

(۴) فرقہ ثنائیہ ۱۹۳۸ھ

(۵) فرقہ حنفیہ عطائیہ ۳۰-۱۹۲۹ء

(۶) فرقہ شریفیہ ۱۳۴۹ھ

(۷) فرقہ غزنویہ ۱۳۵۳ھ (۸) جمعیت اہل حدیث ۱۳۷۰ھ

(۹) انتخاب مولانا محی الدین ۱۳۷۸ھ (خطبہ امارت صفحہ ۲۶)



یعنی صرف ۶۵ سال میں یہ فرقہ ۹ فرقوں میں بٹ گیا۔ ان کا عجیب انداز ہے۔ وعظ فرقہ بندی کے خلاف کرتے ہیں۔ لیکن نئے نئے فرقے بناتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ ائمہ نے اختلاف ڈالا۔ حالانکہ اس ملک میں سب حنفی تھے۔ یہاں شافعی، مالکی، حنبلی اختلاف کا وجود ہی نہ تھا۔ اس ملک میں غیر موجود اختلاف کی برائیاں بیان کرتے اور خود اس ملک میں نئے نئے اختلاف پیدا کرتے، پروفیسر محمد مبارک غیر مقلد شاگرد مولوی عطاء اللہ حنیف بھوجیالوی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ ”جماعت غرباء اہل حدیث کی بنیاد صرف محدثین کی مخالفت کے مقصد کے لئے رکھی گئی۔ صرف یہی مقصد نہیں بلکہ تحریک مجاہدین یعنی سید احمد شہید کی تحریک کی مخالفت کر کے انگریز کو خوش کرنے کا مقصد پنہاں تھا (علماء احناف اور تحریک مجاہدین صفحہ ۴۸) ان معروضات سے بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ پاک و ہند میں مسلمانوں میں افتراق و انتشار کا باعث غیر مقلدیت ہی بنی۔ فرقہ بندی اور نئے اختلافات ترک تقلید کے درخت کے ہی کانٹے ہیں۔ البتہ ان ساری خامیوں کو عمل بالمحدیث کے پردہ کے نیچے چھپا کر ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور کی مثال کو پورا کیا جاتا ہے۔ فرقہ در فرقہ در فرقہ مسعودیہ یہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ ملکہ وکٹوریہ کے اشتہار مذہب آزادی کی بنا پر فرقہ غیر مقلدین پیدا ہوا جس کا مشن یہ تھا۔ ”انگریز سے جہاد حرام اور مسلمانوں میں تفرقہ بازی، اختلاف و انتشار پھیلانا فرض۔“

اس فرقہ سے ایک اور فرقہ پیدا ہوا جس کا نام ”غرباء اہل حدیث“ تھا اس کا مقصد بھی آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس فرقہ میں ایک شخص مسعود احمد نامی تھا، جس نے اہل حدیث ہوتے ہوئے کتاب ”تلاش حق“ لکھی، جسے جماعت اہل حدیث کراچی نے شائع کیا۔ ایک رسالہ التحقیق فی جواب التقليد لکھا۔ اسے بھی جماعت غرباء اہل حدیث نے شائع کیا۔ مسعود احمد اگرچہ عالم نہیں ہے مگر جماعت اہل حدیث نے اس کی بہت عزت افزائی کی۔ مثل مشہور ہے کہ خر بوزے کو دیکھ کر خر بوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ جماعت

غرباءِ اہلِ حدیث میں سلسلہ امارت تھا۔ مسعود صاحب کا دل بھی امیر بننے کے لئے انگڑائیاں لینے لگا لیکن فرقہ جماعتِ غرباءِ اہلِ حدیث میں رہتے ہوئے یہ شوق پورا ہونا محال تھا۔ اس لئے انہوں نے فرقہِ اہلِ حدیث میں ایک ضمنی شاخ بنالی۔ اُس فرقہ کا نام جماعتِ المسلمین رکھا۔ تقریباً دس سال فرقہِ ضمنی شاخ کی حیثیت سے رکھا۔ اُس کے دودھ سے پل کر ۱۳۹۵ھ میں جماعتِ غرباءِ اہلِ حدیث سے بغاوت فرما کر اس فرقہ در فرقہ کو جماعتِ المسلمین کہنے لگا خود امیر بن گیا اور امیر کی اطاعت کے نام سے رسالہ لکھ کر ثابت کر دیا کہ مسعود احمد کی اطاعت فرض ہے۔ البتہ اتنی ترقی کی کہ جماعتِ غرباءِ اہلِ حدیث کے امیر یہ کہتے تھے کہ جو میری اطاعت نہ کرے وہ اہلِ حدیث نہیں۔ انہوں نے یہ تاثر دیا کہ جو مسعود احمد کو امام نہ مانے جس کی اطاعت فرض ہے وہ سرے سے مسلم ہی نہیں۔ اسلامی اصطلاحات کے مفہوم بدلنے کی مشق تو اہلِ حدیث ہوتے ہوئے ہی انہوں نے کر لی تھی۔ ہاں بعض الفاظ کا معنی بدلنے سے رہ گیا تھا وہ حوصلہ اب پورا کر لیا۔ اُس نے سب سے پہلے اسلام اور مسلم کا معنی بدلا۔

### مسلم کا معنی :

مسعود احمد صاحب نے تلاشِ حق نامی کتاب میں جو اہلِ حدیث ہوتے ہوئے لکھی۔ اگرچہ وہ اب اہلِ حدیث کو غیر مسلم کہتے ہیں مگر اس کتاب کو آپ نے کانٹ چھانٹ کر کے مشرف بہ اسلام فرمالیا۔ ختنہ وغیرہ کرنے کے بعد اس کا نام خلاصہ تلاشِ حق رکھا اُس میں آپ فرماتے ہیں ”غرض یہ کہ مسلمین یعنی کسی امام کی تقلید نہ کرنے والے ہمیشہ رہے ہیں۔ (خلاصہ تلاشِ حق صفحہ ۴۱) اس کتاب میں ہے کہ ایک شخص نے مسعود صاحب کو لکھا، ”ہم کلمہ پڑھتے ہیں، قبلہ کی طرف منہ کرتے ہیں۔ حج کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں۔ خدا کی توحید پر ایمان ہے۔ رسالت پر بھی ایمان ہے۔ پھر کس جرم میں آپ ہم کو اسلام سے خارج کرتے ہیں حالانکہ تقلید

کرتے ہوئے بھی ہم ان ساری باتوں کے قائل ہیں اور ایمانِ کامل رکھتے ہیں اور ہم تقلیدِ اسی لئے کرتے ہیں کہ ایمانِ سلامت رہے۔ کوئی شخص ہمارے ایمان پر ڈاکہ نہ ڈال سکے۔ (ایضاً صفحہ ۱۱۸-۱۱۷)

مسعود صاحب جواب میں لکھتے ہیں ”خدا کی وحدانیت پر ایمان رکھنے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے کے باوجود بھی آپ مسلم نہیں، اس لئے کہ آپ شرک کرنے کے مرتکب ہیں۔ کیونکہ آپ نے تقلید کو داخل فی الدین کیا ہے اس کو واجب قرار دیا ہے۔ اس لئے آپ شرک کے مرتکب ہوئے (خلاصہ تلاشِ حق - صفحہ ۱۳۱-۱۳۲) مزید لکھتے ہیں۔ سوال مرقومہ بالا میں جو باتیں وارد ہوئی ہیں ان سب باتوں پر بریلویوں، مرزائیوں، رافضیوں، منکرینِ حدیث اور جملہ فرقِ باطلہ کا اتفاق ہے تو کیا وہ سب مسلم ہیں؟ (صفحہ ۱۳۳)

مسعود صاحب نے ان تمام مفسرین، محدثین، سلاطینِ اسلام کو مرزائیوں جیسا غیر مسلم بنادیا، جن کا ذکر طبقاتِ حنفیہ، طبقاتِ مالکیہ، طبقاتِ شافعیہ اور طبقاتِ حنابلہ میں آتا ہے۔ ان میں امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد، امام نسائی، امام ترمذی، امام ابنِ ماجہ، امام دارقطنی، امام بیہقی، صاحبِ مشکوٰۃ، حافظ ابنِ حجر وغیرہ شامل ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسعود صاحب تک قرآن پہنچانے والے مشرک، حدیث جمع کرنے والے مشرک، اسماء الرجال لکھنے والے غیر مسلم، مسعود صاحب قرآن پاک کی صرف ایک آیت اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک حدیث ایسی سند سے پیش کر دے جس کے راویوں نے ائمہ کی تقلید کرنے والوں کو مشرک اور غیر مسلم کہا ہو۔ مسعود احمد نے اپنی کتابیں ان غیر مسلموں کے حوالوں سے لکھی ہیں۔ مسعود صاحب غیرت کسی چیز کا نام ہے یا نہیں؟ ہمیں کوئی یہودی بھی ایسا نہیں ملا جس نے اپنی عبادت کا طریقہ غیر یہودیوں یعنی ہندوؤں وغیرہ کے حوالوں سے لکھا ہو۔ لیکن آپ کا سارا دین ہی غیر مسلموں کے حوالوں پر مبنی ہے۔

الغرض مسعود احمد نے مسلمین کا مطلب غیر مقلدین کیا ہے اس لئے مسعود کی جماعت المسلمین کا مطلب جماعت غیر مقلدین ہے اور یہ فرقہ چونکہ مسعود احمد کی اطاعت کو فرض مانتا ہے اس لئے اس کا نام مسعودی فرقہ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث میں جہاں لفظ مسلمین آیا ہے اس سے یہ فرقہ ہرگز مراد نہیں، جیسے قرآن میں لفظ ربوہ سے مرزائیوں کا شہر ہرگز مراد نہیں۔ قرآن پاک کے حزب اللہ سے مسعود احمد صاحب اپنے حریف مسعود الدین کی جماعت مراد نہیں لیتے۔ تو مسلمین سے اپنا فرقہ کیسے مراد لے کر قرآن پر جھوٹ بولتے ہیں جب کہ یہ فرقہ ابھی عمرِ بلوغ کو بھی نہیں پہنچا۔

جب مسعود صاحب قرآن میں لفظ سنت سے مراد اہل سنت نہیں لیتے، قرآن میں لفظ حدیث سے اہل حدیث مراد نہیں لیتے بلکہ انہیں کہتے ہیں کہ اہل حدیث مرکب اضافی ہے اور حدیث کا لفظ مفرد ہے اس سے اہل حدیث مرکب کا ثبوت کیسے ہوا۔ مسعود صاحب کا حافظہ بہت کمزور ہے اس لئے وہ یہاں بھول گئے کہ جماعت المسلمین مرکب ہے۔ قرآن نے مسلمین بتایا تھا۔ مسعود نے قرآن کے خلاف اپنے فرقہ کا نام جماعت المسلمین رکھ لیا۔ جماعت المسلمین بمعنی جماعت غیر مقلدین اور مسعودی فرقہ قرآن و حدیث میں کہیں بھی نہیں آیا۔ یہ لوگ رات دن قرآن و حدیث پر جھوٹ بولتے ہیں۔

جھوٹ پر جھوٹ۔ کسی بھوکے سے کسی نے پوچھا تھا دو اور دو کتنے؟ اُس نے کہا چار روٹیاں۔ اس نے روٹیاں مراد لے لی تھیں۔ اسی طرح اس فرقے کو جہاں مسلم کا لفظ نظر آئے اُس سے مسعودی فرقہ مراد لیتا ہے۔ یہ تو قرآن و حدیث پر جھوٹ ہے، اور سب اہل اسلام پر جھوٹ بولا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے نام کو چھوڑ کر فرقہ وارانہ ناموں سے اپنے آپ کو موسوم کیا۔ (صفحہ ۳) کتنا بڑا جھوٹ ہے۔ مسعود صاحب پہلے اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے تھے اب انہوں نے یہ نام چھوڑ دیا ہے، کیا کسی سنی حنفی نے کبھی یہ کہا کہ ہم مسلمان نہیں ہیں۔ ان کے بارہ میں یہ جھوٹ کیوں لکھا

کہ انہوں نے نام چھوڑ دیا۔ وہ ان تمام آیات اور احادیث پر ایمان رکھتے ہیں جن میں مسلمانوں کا ذکر ہے اور مسلمان کہلاتے ہیں۔

## دعوة المسلمین :

مسعود احمد بانی فرقہ بخاری صفحہ ۱۳۴ کی حدیث سے بھی دھوکا دیتا ہے۔ جس میں حائضہ عورتوں کو مسلمانوں کی دعا میں شامل ہونے کا حکم ہے، لیکن یہ نہیں بتایا کہ بخاری میں اسی صفحہ پر اس سے صرف پانچ سطر اوپر دعوة المومنین کا لفظ ہے اور بخاری (صفحہ ۳۶-ج ۱) پر بھی مومنین کا لفظ ہے۔ اس حدیث سے جماعت غیر مقلدین مسعودی فرقہ مراد لینا رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ ہے۔

تلوم جماعت المسلمین:۔ بانی فرقہ مسعود احمد اس حدیث میں امام سے اپنا نام ہونا مراد لیتا ہے، جیسے مرزا قادیانی قرآن میں لفظ عیسیٰ سے اپنے آپ کو مراد لیتا ہے حالانکہ اس حدیث میں امام سے مراد خلیفہ ہے جیسا کہ خود حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں صراحۃً آگیا ہے (دیکھو ابوداؤد صفحہ ۵۸۲ ج ۲) اور بیچارے مسعود کو خلافت تو کیا ملتی وہ ایک غیر مسلم حکومت کے ماتحت غلامی کی زندگی بسر کر رہا ہے اور جماعت المسلمین سے سنی مسلمان مراد ہے کیونکہ مسلم صفحہ ۱۲۷ ج ۲ پر اس جماعت کے مخالفین کے بارہ میں صراحۃً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لا یستنون نسبتی فرمایا ہے جب وہ غیر سنی ہیں تو یقیناً جماعت المسلمین سے مراد سنی مسلمان ہیں، مگر بانی فرقہ یہ الفاظ جن میں سنت کا ذکر ملتا ہے ہرگز نقل نہیں کرتا۔ اس حدیث سے اپنا فرقہ مراد لینا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر صریح جھوٹ ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ اس حدیث میں جس فتنہ کا ذکر ہے وہ بالکل قرب قیامت کا زمانہ ہے۔ ابوداؤد صفحہ ۵۸۳ ج ۲ پر صریح حدیث موجود ہے کہ گھوڑی حاملہ ہوگی مگر اس کے بچہ جننے سے پہلے قیامت آجائے گی۔ کیا واقعی یہ وہ زمانہ ہے۔ مسعود صاحب

! قرآن نے تو یہود کی یہ عادت بتائی ہے۔ یحرفون الکلم عن مواضعه وہ باتوں کو اپنے موقع سے ہٹا کر بے موقع استعمال کرتے ہیں۔ آپ نے قرآنی آیات اور احادیث کو بے موقع استعمال کر کے یہود کی یاد تازہ کر دی ہے۔

اگر آپ کو یہی شوق ہے کہ آپ کے اس نوزائیدہ فرقے کا ذکر کسی حدیث میں مل جائے تو اُس کے لئے مناسب ترین حدیث ہے یوشک ان یأتی علی الناس زمان لا ینقی من الاسلام الا اسمہ۔ یعنی ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگوں میں صرف اسلام کا نام باقی رہ جائے گا۔ (جیسا کہ مسعودی فرقہ کا عنوان جماعت المسلمین ہے۔ مگر اسلام، انقیاد کا نشان تک مفقود ہے) اُن کے پاس قرآن کے صرف الفاظ ہوں گے اس سے استنباط احکام کی اہلیت سے بالکل کورے ہوں گے، اُن کی مساجد اگرچہ آباد ہوں گی مگر وہ ہدایت کا سرچشمہ نہیں ہوں گی، ان کے علماء زمین کے رہنے والوں میں سب سے شریر ہوں گے۔ (کیونکہ باقی شریر دنیا میں شرارتیں کرتے ہیں اور مسجد سے باہر شرارتیں کرتے ہیں مگر اُن کی شرارتوں کے اڈے ان کی مساجد ہوں گی، اور وہ دین میں شرارتیں اور فتنے پھیلائیں گے، وہ اُن فتنوں کے بانی بھی ہوں گے اور اُن فتنوں کے سرپرست بھی ہوں گے،) (شعب الایمان نیہتی بحوالہ مرعاة صفحہ ۳۲۱ ج ۱) دیکھئے یہ بات مشاہدہ میں آچکی ہے کہ آپ کی مسجد سے ان پڑھ نوجوان نکل کر ہر دفتر ہر بازار ہر دکان پر اور ہر بس میں فتنہ پھیلاتے ہیں اور مسلمانوں کو کافر مشرک کہتے ہیں۔ ساتھ ساتھ اپنی جہالت کا بھی پورا پورا اعتراف کرتے ہیں کہ ہم عالم نہیں ہیں۔ پھر ساتھ یہ بھی جھوٹ بولتے ہیں کہ ہم قرآن وحدیث پر بھی عمل کرتے ہیں جب ہم ان کے سامنے قرآن وحدیث رکھتے ہیں کہ اس سے صرف ایک رکعت کی مکمل ترتیب اور مسائل دکھا دو تو صم بکم عمی فہم لا یرجعون کا مجسم مصداق آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔



لطیفہ: ایک دن اس فرقہ کا ایک آدمی آیا اُس کے ہاتھ میں بانی فرقہ کی کتاب تلاشِ حق تھی۔ اُس کا دعویٰ تھا کہ ہم صرف قرآن و حدیث کو مانتے ہیں۔ میں نے پوچھا مسعود احمد کی اطاعت و تقلید کو فرض مانتے ہو اور داخل فی الدین سمجھتے ہو یا نہیں۔ اُس نے کہا ہم مسعود احمد کی پیروی معروف میں بحکم قرآن و حدیث فرض سمجھتے ہیں۔ میں نے کہا ائمہ اربعہ کے مقلدین بھی ائمہ کی تقلید معروف میں کرتے ہیں تم اس کو شرک و کفر کہتے ہو، مسعود احمد کی تقلید کو فرض مانتے ہو۔ جس کے پاس معروف ہے ہی نہیں منکرات ہیں، اس پر وہ بہت تملایا۔ میں نے کہا یہ کتاب خلاصہ تلاشِ حق ۱۹۸ صفحات کی کتاب ہے تم یہ بتاتے ہو کہ ہم صرف قرآن و حدیث کو مانتے ہیں، ان ۱۹۸ صفحات میں قرآن پاک کی کتنی آیات ہیں احادیث صحیحہ کتنی ہیں؟ اور جھوٹ اور خیانتیں کتنی ہیں؟ میں نے کہا اس میں قرآن پاک کی ایک آیت بھی نہیں جو موافق موقع لکھی گئی ہو کہ مجتہد کی تقلید مسائل اجتہاد یہ میں شرک و کفر ہے۔ ایک بھی حدیث اس مضمون کی نہیں ہے۔ ہاں جھوٹ اور خیانتیں بہت ہیں۔

(۱) بانی فرقہ لکھتا ہے کہ صاحب درمختار نے امام ابو حنیفہؒ کی طرف نسبت کر کے شرائط امامت میں یہ مسئلہ لکھا ہے۔

اُسے امام بنایا جائے جس کا سر سب سے بڑا اور ذکر (آلہ تاسل) سب سے چھوٹا ہو (خلاصہ تلاشِ حق ۲۴) بانی فرقہ نے ایک ہی سانس میں صاحب درمختار پر تین جھوٹ بول دیئے کہ انہوں نے قال ابو حنیفہؒ سے قول بیان کیا ہے۔ اس کو شرط نماز کہا ہے، وہاں ذکر (آلہ تاسل) کا لفظ ہے۔

(۲) بانی فرقہ لکھتا ہے کہ حضرت واکل دوسری مرتبہ شوال ۱۰ھ میں مدینہ منورہ تشریف لائے تھے (البدایہ والنہایہ) دوسری مرتبہ آمد پر بھی ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رفع یدین کرتے تھے (صحیح مسلم ص ۷۴) بانی فرقہ نے جو

بات البدایہ والنہایہ کی طرف منسوب کی ہے وہ بھی جھوٹ ہے اور جو صحیح مسلم کی طرف منسوب کی ہے وہ بھی جھوٹ ہے۔ صحیح مسلم میں نہ دوبارہ آنے کا ذکر ہے۔ نہ صحابہ کی رفع یدین کا۔

(۳) بانی فرقہ لکھتا ہے حضرت عمرؓ کے بیٹے پوتے سب رفع یدین کرتے تھے بلکہ بیٹے تو رفع یدین نہ کرنے والوں کو کنکریاں مارا کرتے تھے (مسند احمد) تلاشِ حق ص ۱۸۵، یہ دونوں باتیں کہ حضرت عمرؓ کے بیٹے پوتے سب رفع یدین کیا کرتے تھے بلکہ بیٹے تو نہ کرنے والوں کو کنکریاں مارتے تھے ہرگز ہرگز امام احمد کی مسند میں نہیں ہیں، آپ پہلے حضرت عمرؓ کے بیٹوں اور پوتوں کی فہرست بحوالہ کتب بتائیں۔ پھر سب کا رفع یدین کرنا مسند احمد سے سندوں سے دکھائیں اور کنکریاں مارنا بھی رکوع کے وقت رفع یدین نہ کرنے والوں کو بیٹوں کا عمل دکھائیں۔

(۴) حضرت عمرؓ نے رکوع جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کر کے نماز پڑھنے کا طریقہ مسجد نبوی میں برسرِ عام سکھایا خلاصہ تلاشِ حق ص ۸۰-۱۸۶ پھر صلوٰۃ المسلمین۔۔۔۔۔ منہاج المسلمین۔۔۔۔۔ تفسیر قرآن عزیز۔۔۔۔۔ پر بانی فرقہ نے اُس کی سند کو متصل اور صحیح قرار دیا ہے۔ جو بالکل جھوٹ ہے، بانی فرقہ میں صداقت کا ایک ذرہ بھی موجود ہے تو اس کی سند کا اتصال اور اس سند کی صحت دلائل سے ثابت کر دے۔

(۵) بانی فرقہ نے نصب الراية (صفحہ: ۴۱۶-ج ۱) کی عبارت نقل کرنے میں بھی شرمناک خیانت سے کام لیا ہے میں نے کہا آپ ان جھوٹوں کی اشاعت اس نام سے کر رہے ہیں کہ یہ قرآن وحدیث کی دعوت ہے۔

### مسعودی فرقہ اور قرآن:

بانی فرقہ اور اُس کے مقلدین قرآن کا نام لے کر عوام کو دھوکا دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ قرآن رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کے ذریعہ ہم تک پہنچا۔ یہ



اُمت جن کے ذریعہ قرآن پاک وہند میں آیا، اہل سنت والجماعت حنفی تھے ہم ان کو مسلمان کہتے ہیں تو گویا ہمیں یہ قرآن مسلمانوں کے ذریعہ سے ملا۔ بانی فرقہ اُن کو مشرک اور کافر قرار دیتا ہے، تو اُن کو یہ قرآن مشرکوں اور کافروں کے ذریعہ ملا۔ وہ ان مشرکین اور کفار پر اعتماد کیسے کر سکتے ہیں وہ کوئی ایسا قرآن لائیں جو غیر مقلدین کی سند متواتر سے ان کو ملا ہو۔ یہ بھی مشاہدہ ہے کہ اس فرقہ کے اکثر لوگ قرآن پاک کی ناظرہ تلاوت بھی صحیح نہیں کر سکتے۔ بانی فرقہ کا موجودہ قرآن کے بارے میں اعتقاد یہ ہے وہ لکھتا ہے کہ ”قرآن ہر لحاظ سے ایک مکمل کتاب ہے، یہ ایک خوش نما جملہ تو ضرور ہے مگر حقیقت کچھ بھی نہیں۔ نہ نماز کا طریقہ اس میں ہے نہ کسی اور عمل کا اور پھر وہ ہر لحاظ سے مکمل ہے یہ عجیب بات ہے“ (”تفہیم الاسلام ص ۲۲۶“)

”قرآن کا اسلام تو بڑا آسان ہے دعا مانگ لو صلوٰۃ ادا ہوگئی، پاکیزگی اختیار کر لو زکوٰۃ ادا ہوگئی۔ صلوٰۃ میں ریح خارج ہو جائے وضو سلامت رہے، ناچ و رنگ کی محفلیں قائم کرو کوئی ممانعت نہیں، فنون لطیفہ سے دلچسپی لو کوئی حرج نہیں، تاش اور شطرنج سے لطف اٹھاؤ کوئی مضائقہ نہیں، قحبہ خانہ کھلو کوئی ممانعت نہیں“ (ایضاً ص ۲۳۲) ”قرآن پاک میں عریانیت کا درس ہے“ (ص ۲۳۶-۲۳۷) ”قرآن میں بھی ایسی آیات پائی جاتی ہیں۔ جن سے بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منزلت کو بڑا دھکا لگتا ہے“ (ص ۱۳۷-۲۳۸) ”کیا ان آیات سے دشمنانِ اسلام کو اسلام پر ہنسنے کا موقع نہیں ملتا؟“ (ص ۲۳۸) ”قرآن کی قطعیت پر تو قرآن کی آیات سے بھی چوٹ پڑتی ہے۔ ستیا رتھ پر کاش وغیرہ کتابیں ملاحظہ ہوں“ (ص ۲۵۵) ”وہ مسلم رہ کر بھی قرآن کا انکار کر سکتے ہیں۔۔۔ مسلمانوں کا ایک تجم غفر تحریف پر ایمان رکھتا ہے“ (تفہیم الاسلام ص ۲۶۹) معلوم ہوا کہ مسعودی فرقہ کے امام مفترض الطاعت کے نزدیک قرآن نہ مکمل ہے نہ قطعی ہے۔ قرآن دشمنانِ اسلام پر ہنسنے کا موقع دیتا ہے۔ قرآن رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی منزلت کو بڑا دھکا لگاتا ہے۔ قرآن عریانیت کا درس دیتا ہے،

ناج، رنگ، تاش، شطرنج اور چکلے کھولنے سے منع نہیں کرتا، قرآن کی تحریف کا قائل بھی مسلم ہے، قرآن کا انکار کر کے بھی انسان مسلم ہی رہتا ہے، غیر مسلم تو صرف ائمہ کی تقلید سے ہوتا ہے۔

### مسعودی فرقہ اور حدیث:

حدیث کی جس قدر مستند کتابیں آج دنیا میں ملتی ہیں ان کے مؤلفین یا تو مجتہدین ہیں جن کو بانی فرقہ شریعت ساز قرار دیتا ہے اور شریعت سازی شرک و کفر ہے، ان پر قرآنی آیات احبار و زہبان والی فٹ کرتا ہے، یا کتب حدیث کے مؤلفین مقلدین ہیں جن کا ذکر طبقاتِ حنفیہ، طبقاتِ مالکیہ، طبقاتِ شافعیہ اور طبقاتِ حنابلہ میں ہے جن کو بانی فرقہ مشرک اور غیر مسلم کہتا ہے۔ اس لئے ان کتابوں سے تو اُن کا کوئی تعلق ہی نہیں، وہ کوئی ایسی حدیث کی کتاب پیش کریں جس میں حدیث مجتہدین کو شریعت ساز اور ان کے مقلدین کو مشرک اور غیر مسلم کہا ہو اور ہماری کتب حدیث کا مطالعہ بھی اُس نے بہت سطحی نظر سے کیا ہے وہ خود لکھتا ہے ”سطحی نظر سے حدیث کا مطالعہ غلط فہمی اور گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ورنہ حقیقت میں اس کے رموز پالیتی ہیں، سطحی نظر سے تو قرآن کا مطالعہ بھی گمراہ کن ہو سکتا ہے (تفہیم الاسلام ص ۱۳۵) خود بانی فرقہ کی گمراہی کی بنیاد قرآن و حدیث کا یہی سطحی مطالعہ ہے۔

کتب احادیث کا مطالعہ کرنے والا اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ کتب حدیث میں دو قسم کی احادیث ہیں:

(۱) جو ایک ہی بات سے متعلق ہو، اُن کے معارض کوئی دلیل شرعی نہ ہو، ان پر اُمت کے عمل میں بھی اختلاف نہ ہو، ایسی احادیث پر سب ائمہ نے عمل کیا ان کی مثال سورج کی روشنی کی سی ہے جو ساری دنیا میں گھر گھر پھیلی ہوئی ہے۔

(۲) دوسری قسم وہ احادیث ہیں جن میں آپس میں اختلاف و تعارض پایا جاتا

ہے۔ ان میں صحابہ کا عمل بھی مختلف ہے، ایسی احادیث کو بعض علاقوں میں عملی تواتر نصیب ہوا بعض دوسرے علاقوں میں اُن کے بظاہر مخالف دوسری احادیث کو عملی تواتر نصیب ہوا۔ ان احادیث کی مثال چاند کے ثبوت کی طرح ہے ایک علاقے میں عید کا چاند نظر آگیا سارا ملک عید پڑھ رہا ہے۔ دوسرے ملک میں چاند نظر نہیں آیا سب نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ دونوں ملک مسلمان ہیں، موطا امام مالک میں کتنی ایسی احادیث ہیں جو سنداً صحیح ہیں لیکن اہل مدینہ کا تعامل اُس پر نہ ہونے کی وجہ سے امام مالک نے بھی اُن پر عمل نہیں کیا۔ اسی طرح امام اعظم امام ابوحنیفہؒ بھی ایسی روایات میں اُن روایات پر ہی عمل کرتے ہیں جن پر اہل کوفہ کا تعامل ہو۔ اُس کے مخالف احادیث اس علاقہ میں تو تواتر عملی کے خلاف ہونے کی وجہ سے شاذ کہلاتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ آخری زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو کذاب اور دجال ہوں گے وہ ایسی احادیث تمہارے پاس لائیں گے جو تمہارے باپ دادا نے نہ سنی ہوں گی۔ (یعنی ان پر اُس علاقہ میں عمل نہ ہوگا۔ عملی تواتر اُن کے خلاف ہوگا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُن سے بچنا، ایسا نہ ہو کہ تم کو فتنہ اور گمراہی میں مبتلا کر دیں (صحیح مسلم ص ۱۰ ج ۱) بانی فرقہ مسعود احمد نے بالکل یہی کام کیا جس کو رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ اور گمراہی قرار دیا تھا کہ جن احادیث کے موافق اس ملک میں صدیوں سے عملی تواتر موجود تھا۔ اُن کو جھوٹا اور ضعیف کہہ کر ناقابل عمل قرار دیا اور جو احادیث اس ملک کے صدیوں کے عملی تواتر کے خلاف تھیں اور عملاً شاذ تھیں اُن کو پیش کر کے فتنہ اور گمراہی پھیلانی۔

### اجماع اُمت:

آپ نے بانی فرقہ کا عقیدہ اسلام کے بارے میں معلوم کر لیا کہ اُس کے نزدیک مسلم کا مطلب غیر مقلد ہے۔ قرآن پاک کے بارے میں بھی اُس کے عقائد آپ کے سامنے آگئے احادیث کے بارے میں بھی اس کا سارا زور متعارضات پر ہے

اور متعارضات میں سے اُن احادیث پر عمل اور اُن کی دعوت جو اس ملک میں تو اتر عملی کے خلاف ہونے کی وجہ سے شاذ ہیں کاش وہ من شد شد فی النار کی وعید سے ڈر جاتا۔

تمام اہل سنت اجماع اُمت کو دلیل شرعی مانتے آئے ہیں اجماع اُمت کا مخالف بھٹک کتاب و سنت دوزخی ہے۔ بانی فرقہ اجماع اُمت کو دلیل شرعی نہیں سمجھتا۔ اس لئے اس نے اجماع کی تعریف ایسی بیان کی کہ اس کا تحقق ہی نہ ہو سکے، چنانچہ لکھتا ہے اجماع اُمت سے مراد یہ ہے کہ صحابہ سے لے کر قیامت تک سب مسلم اُس پر اتفاق کر لیں (خلاصہ تلاشِ حق ص ۱۱۷) اجماع کی تعریف نہ قرآن میں، نہ سنت میں، نہ اصول میں، مسعود صاحب نے اسی لیے اس پر کوئی حوالہ نہیں دیا، گویا یہ تعریف اگرچہ گندہ مگر ایجاد بندہ کی مصداق ہے۔ لیکن بعض جگہ بانی فرقہ کو خود اجماع کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ چنانچہ اسی کتاب کے ص ۳۲ سے ص ۳۶ تک اس بات پر زور دیا ہے کہ بخاری و مسلم کے صحیح ہونے پر اُمت کا اتفاق و اجماع ہے۔ کیا مسعود صاحب بتا سکتے ہیں کہ یہ اجماع کس مقام پر کس سنہ میں ہوا تھا جہاں تمام صحابہ سے لے کر قیامت تک کے مسلم جمع تھے۔ مسعود جی یہ تو ابنِ صلاح کا قول ہے جو نہ خدا نہ نبی نہ صحابی نہ تابعی نہ تبع تابعی نہ مجتہد بلکہ امام شافعی کا مقلد جو آپ کے نزدیک سرے سے مسلم ہی نہیں۔

### اجتہاد و قیاس:

تمام اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ ”القیاس مظہر لا مثبت“ کہ قیاس کتاب و سنت کے پوشیدہ مسائل کو تلاش کرنے کا نام ہے، از خود مسائل گھڑنے اور شریعت سازی کا نام قیاس و اجتہاد نہیں ہے، اہل سنت کا اتفاق ہے مجتہد شارح یعنی شریعت ساز نہیں ہوتا بلکہ شارح یعنی کتاب و سنت کی تشریحات کا ماہر ہوتا ہے وہ اجتہادی مسائل میں واسطہ فی البیان اور واسطہ فی التفہیم ہوتا ہے۔ اہل سنت والجماعت

کے نزدیک ایسے مسائل اجتہاد یہ میں جو کتاب و سنت میں ہی پوشیدہ ہیں۔ مجتہد پر اجتہاد واجب ہے اور عامی پر تقلید واجب ہے، بانی فرقہ مسعود احمد جس نے اسلام اور اجماع کا معنی بگاڑا۔ اسی طرح اجتہاد اور تقلید کا معنی بھی بگاڑا۔ اہل سنت کے ہاں اجتہاد کا مطلب ہے کتاب و سنت کے پوشیدہ مسائل کی تلاش اور اس نے اجتہاد کا معنی یوں بگاڑا کہ قرآن و سنت کے خلاف مسائل گھڑنا اور کتاب و سنت کے خلاف شریعت سازی کرنا۔ یہ مطلب محض جھوٹ اور افتراء ہے، کسی مجتہد سے بانی فرقہ اجتہاد کا یہ مطلب ثابت نہیں کر سکتا، اور تقلید کا مطلب سب اہل سنت والجماعت کے ہاں یہی ہے کہ ائمہ مجتہدین نے جو مسائل کتاب و سنت ہی سے تلاش کئے ہیں اُس مجتہد کی رہنمائی میں کتاب و سنت سے ہی ظاہر شدہ احکام پر عمل کرنا۔ مگر بانی فرقہ نے تقلید مجتہد کا یہ غلط مطلب گھڑا کہ کتاب و سنت کے خلاف مجتہدین کے از خود گھڑے ہوئے مسائل پر عمل کرنا، اسی جھوٹ کی بناء پر اُس نے فتنہ کھڑا کر دیا ہے حالانکہ مجتہد کی تقلید کا یہ مطلب بانی فرقہ کا خانہ ساز ہے۔ مقلدین پر بہتان اور افتراء ہے، مقلدین کی کسی مستند کتاب سے بانی فرقہ تقلید مجتہد کی یہ تعریف ہرگز نہیں دکھا سکتا۔

جادو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے:

بانی فرقہ اگرچہ مجتہدین کو شریعت ساز کہتا ہے مگر ایک جگہ اُس کے قلم سے حق بات نکل ہی گئی، لکھتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ چاروں اماموں نے جس اصول پر مسائل کی بنیاد رکھی وہ اصول سنت ہے کیونکہ ان لوگوں نے مسائل کو قرآن و حدیث کی روشنی میں حل کیا اور قرآن و حدیث کو چھوڑ کر کسی اور شخص کے قول کو دلیل نہیں بنایا نہ اُس کو حجت سمجھا۔ لہذا اُن کا یہ طریقہ بے شک سنت تھا اور وہ چاروں برحق تھے۔ رحمہم اللہ (خلاصہ تلاشِ حق ص ۸۸) ایسے ہی موقع پر کسی نے کہا ہے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں      زلیخانے کیا خود چاک دامن ماہ کنعان کا

ہے۔ محدثین نے جتنے باب باندھے اسی قبر کے لئے باندھے۔ فقہاء نے قبر کے جتنے مسائل بیان کئے وہ اسی قبر کے بیان کئے۔ مگر عثمانی نہ قرآن کو مانے نہ احادیث متواترہ کو، نہ محدثین اور فقہاء کے اجماع کو۔ وہ کہتا ہے کہ قبر جسم مثالی کو کہتے ہیں (عذاب برزخ ص ۹۲)۔ آپ قرآن پاک کی ایک آیت پڑھیں کہ اللہ تعالیٰ نے جسم مثالی کو قبر فرمایا ہو۔ صرف ایک صحیح حدیث پڑھیں کہ آنحضرت ﷺ نے جسم مثالی کو قبر فرمایا ہو۔ اب تو فرقہ پرست دائیں بائیں جھانک رہا تھا۔ میں نے کہا تم بھی منکر قرآن ہو اور عثمانی بھی منکر قرآن تھا۔ میں نے کہا میں نے خود عثمانی سے یہ کہا تھا کہ میں تیرے لڑ بچے سے ثابت کرتا ہوں کہ تو کتاب و سنت کا منکر ہے۔ اس موضوع پر مجھ سے مناظرہ کر لو۔ مگر عثمانی کا یہ حال تھا کہ:

زمیں جبہ نہ جبہ گل محمد

### رسولوں کا انکار:

میں نے ان چاروں سے کہا کہ مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے سب سچے رسولوں پر ایمان لانا شرط ایمان ہے۔ قرآن و سنت اس پر شاہد ہیں اور عثمانی کہتا ہے کہ صرف ایک رسول (محمد ﷺ) پر ایمان رکھنا چاہئے۔ باقی رسولوں پر ایمان نہیں رکھنا چاہئے۔ لوگ اور وہ چاروں بھی کہنے لگے کہ یہ بات تو جاہل سے جاہل مسلمان بھی نہیں کہہ سکتا۔ یہ بالکل جھوٹ ہے عثمانی، نے کہیں یہ نہیں لکھا نہ کبھی کہا۔ میں نے کہا عثمانی نے تو اپنے فرقے کی بنیاد اسی لئے رکھی۔ وہ کہتا ہے کہ باقی لوگ آمنوا باللہ ورسولہ کی بجائے آمنوا باللہ ورسولہ کی تلقین کرتے ہیں لیکن ہم اس کو صحیح نہیں سمجھتے (دعوة الی اللہ ص ۱۵، ۱۶)

سب کہنے لگے کہ یہ تو صاف قرآن کا انکار ہے۔ وہ فرقہ پرست کہنے لگا کہ تم لوگ ایسی حدیثیں مانتے ہو جن کے راوی کذاب ہیں۔ عثمانی نے ہمیں جھوٹوں اور کذابوں سے بچا لیا۔ میں نے کہا کہ تم جو قرآن پڑھتے ہو وہ قاری حفص کی روایت



اب سوال یہ ہے کہ جو امام برحق ہیں۔ انہوں نے مسائل قرآن و حدیث کی روشنی میں حل فرمائے۔ ان کا یہ طریقہ سنت ہے تو اُن مسائل کی پیروی عین کتاب و سنت کی پیروی ہے، اس تقلید کو فکرِ شرک کیسے کہا جاتا ہے۔

**امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:**

ائمہ اربعہ کو بانی فرقہ نے برحق مان لیا اب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پڑھیے، ایک شخص نے اُسے خط لکھا ”میں بفضلِ خدا خفی ہوں قرآن مجید۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلک صحابہ کرام کے بعد امام ابو حنیفہ کی اتباع کرتا اور خفی کہلاتا ہوں، اور بفضلہ تعالیٰ مطمئن ہوں لیکن خفی ہونا جزوِ ایمان نہیں سمجھتا اور ان کی اتباع اس لئے کرتا ہوں کہ انہوں نے قرآن و حدیث کو خوب سمجھا، حدیثوں کو سمجھنا اور جانچنا بڑی قابلیت کا کام ہے۔ انہوں نے قرآن و حدیث کو خوب سمجھا اور ہم کو نہایت آسان طریقہ سے سمجھایا۔ جب ہی تو آج ایک ہزار سال سے زائد زمانہ سے لوگ ان کی اتباع کرتے چلے آتے ہیں نہ صرف کراچی اور سجاول بلکہ ساری دنیا میں ان کی اتباع کی جاتی ہے اور انشاء اللہ قیامت تک کرتے رہیں گے، آپ اندازہ لگائیے کہ اُن ایک ہزار سے زائد برسوں میں کیسے کیسے زبردست محدث قابل ترین علماء کرام، عابد، زاہد، مجتہد، امام فقیہ گزرے ہیں جو ان کے معتقد ہوئے اور ان کی اتباع کرتے تھے امام صاحب کا رتبہ کتنا بڑا ہے بڑے بڑے امام وقت آپ کے شاگرد گزرے ہیں، آج اُن کے مقابلے میں اگر کوئی اپنی عقل کو ترجیح دے اور اُن کو بُرا بھلا کہہ کر جھلاء میں اپنا مقام حاصل کرنا چاہے تو یہ اُس کی خود غرضی اور نادانی بلکہ جہالت ہے۔

(خلاصہ تلاشِ حق ص ۱۵)

بانی فرقہ مسعود احمد صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں۔ ”میں اُن تمام فضائل کو تسلیم کرتا ہوں جو آپ نے امام ابو حنیفہ کے متعلق بیان کئے ہیں، میں کسی بھی

چیز میں اپنے کو ان کا ہم پلہ تو کجا ان کی خاک پا کے برابر بھی نہیں سمجھتا (خلاصہ تلاشِ حق ص ۲۲) مسعودی فرقہ غور کرے کہ جو لوگ امامِ اعظم کی تقلید و رہنمائی میں کتاب و سنت پر عمل کریں اُن کو آپ لوگ مشرک اور غیر مسلم قرار دیتے ہیں اور آپ کا امام جو بہ اقرار خود ہمارے امام کی خاک پا کے برابر نہیں اُس کی تقلید کو فرض مانا جاتا ہے۔

تِلْكَ اِذَا قَسَمَ ضَيْزَىٰ.

### فرقہ بندی:

گزشتہ سطور میں واضح کر چکا ہوں کہ دورِ برطانیہ میں ملکہ و کٹوریہ کے اشتہارِ آزادی مذهب پر لبیک کہتے ہوئے جو لوگ قیدِ مذہب یعنی تقلیدِ امام سے آزاد ہو گئے اُن میں فرقے ہی فرقے بنتے چلے گئے کہ لوگ ان فرقوں سے تنگ آ گئے، اس فرقہ بندی کا ایک ہی علاج تھا کہ یہ لوگ اپنی آوارگی چھوڑ کر پھر تقلیدِ امام کی طرف آجاتے تو اس فرقہ در فرقہ اور اختلاف در اختلاف سے بچ جاتے۔ اہلِ اسلام کی صفوں میں پھر اتحاد و اتفاق پیدا ہو جاتا، مگر یہ علاج حکومتِ برطانیہ کے لئے سخت خطرہ تھا، ان فرقہ پرستوں کا طریقہ یہ رہا کہ فرقہ پرستی کی برائی بیان کرتے، فرقہ بندی کے اپنے گناہ کو ائمہ اربعہ کے سر تھوپتے۔ ان کو دل کھول کر بُرا بھلا کہتے کہ لوگ کہیں اُن کی تقلید کی طرف واپس نہ چلے جائیں اور ہمارے فرقے مٹ نہ جائیں، ائمہ اربعہ پر فرقہ پرستی کا بہتان باندھ کر خود ایک اور فرقہ بنا لیتے۔ یہی کچھ اس فرقہ کے بانی نے کیا فرقہ پرستی کی برائی بیان کرتے کرتے خود ایک نیا فرقہ بنا لیا اور گالیاں بدستور مذاہب اربعہ کو دے رہے ہیں۔ ہم پہلے اپنے بارے میں عرض کرتے ہیں اسلام ہمارا دین ہے ہم مسلمان ہیں جس نام کی وجہ سے ہم دوسرے دینوں سے ممتاز ہیں، نام نہاد نہ ہم ہندو ہیں نہ عیسائی نہ یہودی۔ پھر رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے موافق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت مختلف فرقوں میں بٹ گئی ان میں نجات پانے والی جماعت کا نام اہل



سنت والجماعت ہے اس نام سے باقی نام نہاد اسلامی فرقوں شیعہ، معتزلہ، جہمیہ، قدریہ وغیرہ سے ممتاز، پھر اہل سنت والجماعت میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور صحابہ کی پاک جماعت کے طریقوں کو چارائتمہ کرام نے مرتب اور مدون فرمایا، جس طرح قرآن پاک کو سات قاریوں نے مرتب فرمایا۔ اب کسی علاقے میں کسی قاری کی متواتر قرأت کے مطابق سب لوگ تلاوت کر رہے ہیں۔ کسی علاقے میں دوسرے قاری کی قرأت پر تلاوت کر رہے ہیں۔ جس طرح ان سات قرأتوں کو کوئی بے وقوف سات قرآن نہیں کہتا۔ سات ٹکڑے نہیں کہتا، جس نے ایک قرأت پر قرآن کریم کی تلاوت کی اس کو پورے قرآن کی تلاوت کا ثواب ملا اسی طرح جس نے ایک امام کی تقلید میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیا اُسے پوری سنت پر عمل کرنے کا ثواب ملا۔ جس طرح قرآن پاک کی مختلف سات یا دس قرأتوں کو فرقہ دارانہ قرأتیں کہنا پرلے درجہ کی جہالت ہے، اسی طرح مذاہب اربعہ کو فرقے قرار دینا ان کے اختلاف کو فرقہ دارانہ قرار دینا یہ جہالت کی انتہا ہے، مذہب کا معنی راستہ ہوتا ہے جو منزل سے ملانے کے لئے بنایا جاتا ہے اور فرقہ کا معنی خود بانی فرقہ نے کٹنے والا کیا ہے۔ مذہب ملانے والا، فرقہ کاٹنے والا دو متضاد باتیں ہیں مذہب کو فرقہ کہنا دن کو رات، آسمان کو زمین، گرم کو سرد کہنے سے بڑھ کر حماقت ہے۔ جس طرح قاریوں کا اختلاف قرأت صحابہ سے آیا۔ کتب احادیث میں بعض اختلافی احادیث صحابہ سے مروی ہیں، کتب احادیث میں صحابہ کے مختلف اجتہادی فتاویٰ درج ہیں تو کیا یہ عقلمند یہاں بھی فرقہ دارانہ صحابہ، فرقہ دارانہ احادیث، فرقہ دارانہ قرآن کہہ کر یہ اعلان کرے گا کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرقہ واریت کو چھوڑنے کا حکم دیا۔ سب فرقہ دارانہ صحابہ کو چھوڑ دو سب فرقہ دارانہ احادیث کو چھوڑ دو۔ سب فرقہ دارانہ قرآنوں اور فرقہ دارانہ رسولوں کو چھوڑ دو۔ چونکہ مسعود صاحب نے خود اکابر سے کٹ کر فرقہ بنایا اپنے آپ کو امام مفترض الطاعت بنایا، اُس کا رات دن، نیند اور بیداری فرقہ واریت میں ڈوبی ہوئی ہے، اس لئے وہ

جس کو گالیاں دینا چاہتا ہے اُس کے ساتھ لفظ فرقہ وارانہ اپنی طرف سے لگا کر اُس کو کوسنا شروع کر دیتا ہے۔ جب گالیاں دے کر تھک جاتا ہے تو اُن ہی فرقہ وارانہ کتب حدیث سے متروک العمل احادیث چُن کر اپنے فرقے کو اُس پر لگاتا ہے، انہیں فرقہ وارانہ مذاہب کے علماء کو احبار و زُہبان مان کر اُن کے فیصلے نقل کرتا ہے کہ فلاں حدیث صحیح ہے فلاں ضعیف ہے۔ انہیں فرقہ وارانہ مذاہب کے اسماء الرجال اور علمِ اصول سے سرقہ کرتا ہے۔ زبان سے ان کو مشرک بھی کہتا ہے، ان کی جوتیاں بھی چاٹتا ہے۔ اُن کی قے تک چاٹ جاتا ہے۔ مذاہب کو فرقہ وارانہ کہنا اس بدعتی فرقہ کی جہالت ہے۔

### اختلافِ اُمت:

بانی فرقہ چونکہ خود سراپا اختلاف ہے۔ اس لئے اختلافِ اختلاف کے نعرے لگاتا ہے، لیکن جیسا کہ گزر چکا ہے اختلافِ احادیث میں بھی ہے، اختلافِ قرأت میں بھی ہے، اختلافِ صحابہ میں بھی ہے، اختلافِ اصول حدیث میں بھی ہے، اختلافِ اسماء الرجال میں بھی ہے، اختلافِ محدثین میں بھی ہے، ان سب اختلافات کو وہ برداشت کرتا ہے، مگر مجتہدین کے اختلاف کو خوب اُچھالتا ہے۔ اختلاف کی بُرائی میں جو آیت یا حدیث مل جائے اُسے صرف ائمہ اربعہ کے اختلاف پر چسپاں کرتا ہے حالانکہ وہ خود بھی مانتا ہے کہ اختلاف دو قسم کا ہوتا ہے۔ وہ لکھتا ہے ”اختلاف ایک فطری امر ہے ہو جایا کرتا ہے (تفسیر قرآن عزیز ص ۷۵ جلد اول) یقیناً ائمہ مجتہدین کا اختلاف بھی فطری ہے خود بانی فرقہ جدید لکھتے ہیں۔ اجتہادی اختلاف اعمال میں تو ہو سکتا ہے اور اس کو گوارہ کیا جاسکتا ہے۔۔۔۔۔ ائمہ کا اختلاف اجتہادی تھا اور صرف اعمال میں تھا (خلاصہ تلاشِ حق ص ۶۶) اور آپ پڑھ چکے ہیں کہ بانی فرقہ چاروں ائمہ کو برحق مانتا ہے (خلاصہ تلاشِ حق ص ۸۸) پھر اُن کے اختلاف کا شور کس لئے کرتا ہے۔

ہاں اختلاف کی دوسری قسم کو بانی فرقہ نے لعنت لکھا ہے (تفسیر قرآن عزیز

۵۲ جلد اول) اب دونوں کو مثال سے سمجھیں ایک شخص کراچی شہر میں ہے جو سینکڑوں مساجد کے محراب کو دیکھ رہا ہے اور ہزاروں نمازیوں کو قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے دیکھ رہا ہے کہ سب مغرب کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ شخص سب کے خلاف شمال کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہا ہے اور سب نمازیوں کی نماز کو باطل کہتا ہے، جب پوچھو تو بخاری شریف کھول کر بیٹھ جاتا ہے کہ اس میں صحیح حدیث موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمایا رفع حاجت کے وقت نہ قبلہ کی طرف منہ کرو نہ پشت کرو، بلکہ رفع حاجت کے وقت یا مشرق کی طرف منہ کرو یا مغرب کی طرف، بخاری شریف کی اس صحیح حدیث سے ثابت ہو گیا کہ قبلہ نہ مشرق کی طرف ہو سکتا ہے نہ مغرب کی طرف، جس طرح میں نے بخاری شریف سے ثابت کر دیا کہ قبلہ ہرگز ہرگز مغرب کی طرف نہیں ہو سکتا تمہاری ساری نمازیں باطل ہیں اگر کوئی شخص بخاری کی صریح حدیث سے مجھے دکھا دے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ قبلہ شمال کی طرف نہیں ہو سکتا تو میں شمال کا صریح لفظ دیکھ کر مبلغ پچاس لاکھ روپے انعام دوں گا۔ کیا مسعود صاحب اس آدمی سے یہ انعام لے سکیں گے اگرچہ وہ شخص یہ اختلاف حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بخاری شریف کے نام سے کر رہا ہے مگر اُس کے اس بین اختلاف کو اُمت میں تفرقہ قرار دیا جائے گا۔ قرآن و حدیث میں جہاں بھی تفرقہ کی مذمت ہے وہ وہی تفرقہ و اختلاف ہے جو پتہ (پوری وضاحت) کے بعد کیا جائے۔ ہاں فطری اختلاف کی مثال یہ ہے کہ سندھ کے جنگل میں رات ہو گئی۔ آسمان پر بادل ہیں کوئی ستارہ نظر نہیں آتا قبلہ کا علم نہ کوئی بتلانے والا ہے، اب چار لوگوں نے تھری سوچ بچار کیا، ایک کا دل اس طرح مائل ہوا کہ قبلہ اس طرف ہے حالانکہ وہ مشرق ہے، دوسرے کا دل مائل ہوا کہ اس طرف ہے حالانکہ وہ شمال ہے تیسرے کا دل جنوب کی طرف مائل ہوا چوتھے کا مغرب کی طرف سب نے نمازِ عشاء پڑھ لی۔ اب دیکھئے ان چاروں میں یقیناً صرف ایک منہ قبلہ کی طرف تین چہرے یقیناً یقیناً قبلہ سے مڑے

ہوئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے سب کی نماز قبول فرمائی۔ ہاں اتنا فرق ہوا جس نے نماز مغرب کی طرف پڑھی اُس کی نماز قبول اور اجر دو ملے باقی تینوں کی نماز قبول مگر اجر ایک ایک ملا۔ ایسے اختلاف کو اجتہادی اختلاف کہتے ہیں یہ ایک فطری اختلاف ہے، کیا مسعود صاحب ان چاروں نمازیوں پر تفرق و اختلاف کی مذمت والی آیات و احادیث فٹ کر کے ان کو کافر مشرک قرار دیں گے۔ مسعود صاحب کا اجتہادی اختلاف پر ان آیات کو چسپاں کرنا یہودیوں کی طرح یحرفون الکلم عن مواضعہ پر عمل ہے۔ الغرض مسعود صاحب نے اپنے مفترض الطاعتہ امام بننے کے بعد اسلام کے معنی بدلے، اجتہاد کے معنی بدلے، تقلید کے معنی بدلے، مذہب کے معنی بدلے، فرقہ وارانہ کا لفظ بے موقع استعمال کیا، اختلاف فطری کو اختلاف لعنت قرار دیا۔

### مسعود صاحب کی عادت:

مسعود صاحب لوگوں کے سامنے یہ دعوت لے کر کھڑے ہوئے کہ میں ہر مسئلہ قرآن و حدیث سے دکھا سکتا ہوں مگر اس میں وہ بُری طرح ناکام ہوئے تو اپنی اس ناکامی پر پردہ ڈالنے کے لئے پھر وہ فقہ کو گالیاں دینا شروع کر دیتے ہیں، کبھی تو وہ فقہ کی کتابوں سے ایسے مسائل پیش کرتے ہیں جو نہ مفتی بہ ہیں نہ معمول بہ، مسعود صاحب مذہب حنفی ان مسائل کا نام ہے جن پر احناف کا فتویٰ اور متواتر عمل ہے، شاذ اور متروک اقوال مذہب حنفی ہرگز نہیں، جس طرح قرآن وہی ہے جو اُمت میں تواتر کے ساتھ ہر جگہ پڑھا جا رہا ہے نہ کہ کسی کتاب میں مذکور شاذ و متروک قرأتوں کو قرآن کہا جائے ایسا شیعہ، عیسائی اور ہندو تو کرتے تھے، آپ نے بھی مفتی بہ اور معمول بہ مسائل کو چھوڑ کر غیر مفتی بہ، اور شاذ مسائل پر اعتراض شروع کر دیا اس کا جواب ہماری طرف سے وہی ہے جو آپ نے منکرین حدیث برق صاحب کو دیا ”ضعیف حدیث کے ہم جواب دہ نہیں، ضعیف حدیث پر اعتراض کرنا بھی فضول ہے (تفہیم الاسلام ۲۵۰) ہم

بھی کہتے ہیں شاذ غیر مفتی بہ اور متروک العمل اقوال مذہب اقوال مذہبی حنفی نہیں، ان اقوال پر اعتراض بھی فضول ہے اور ہم ان کے جواب دہ بھی نہیں ہیں۔

اور بعض اوقات مسعود صاحب منکرین حدیث کی تقلید پر اتر آتے ہیں، جیسے وہ کہا کرتے ہیں کہ احادیث میں بہت سے گندے مسائل ہیں بہت سی حدیثیں قرآن کے خلاف ہیں، یہی کچھ مسعود صاحب نے فقہ کے بارے میں کہا کہ میرے خیال میں اس کا جواب بھی وہی بہتر ہے جو مسعود صاحب نے منکرین حدیث کو دیا ہے۔ لکھتے ہیں ”اگر سب (محدثین) نے مل کر کسی حدیث کو قرآن مجید کے خلاف نہیں سمجھا اور ہم ان کو قرآن مجید کے خلاف سمجھیں تو کیا یہ ہماری سمجھ کا قصور ہے یا ان سب اگلے پچھلے محدثین کی سمجھ کا قصور ہے (تفہیم الاسلام ج ۲۶۰) مسعود صاحب ہزاروں محدثین اور فقہاء امام صاحب کے مقلد گزرے ہیں جیسا کہ آپ کو بھی اعتراف ہے، اگر ان سب نے ان مسائل کو خلاف حدیث نہیں کہا، تو اصل بات یہی ہے نہ آپ کو حدیث کی سمجھ آئی نہ فقہ کے مسئلہ کی سمجھ آئی، کیونکہ اصل کتابیں تو آپ کو پڑھنی نہیں آتیں۔ یہ سارا آپ کی سمجھ کا ہی قصور ہے۔

### آخری بات!

بانی فرقہ نے اپنے بارے میں اپنے فرقہ کو یہ باور کر رکھا ہے کہ وہ بہت بڑا محقق ہے اور وہ اپنی کتاب میں سب صحیح احادیث نقل کرتا ہے، اس لئے بیچارے سادہ لوح لوگ اس کی باتوں میں پھنس جاتے ہیں، اس مختصر رسالہ میں صرف چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔ بانی فرقہ نے ۱۳۹۵ھ میں یہ فرقہ بنایا اور ۱۳۹۸ھ میں نماز کی کتاب بنام ”صلوٰۃ المسلمین“ شائع کی، اس میں لکھا ”اس کتاب میں کوئی ضعیف حدیث نہیں لی گئی، اگر کوئی صاحب اس کتاب کی کسی حدیث کے ضعیف ہونے کی نشاندہی فرمائیں گے تو انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں اسے اس کتاب میں درج نہیں کیا جائے گا (ص ۲۴)



اس کتاب میں سب سے زیادہ زور مسئلہ رفع یدین پر لگایا ہے۔ چنانچہ ضمیمہ (۱) صفحہ ۳۱۰ پر اس پر پہلی حدیث ابو بکر صدیقؓ سے لایا ہے اس کی سند کا پہلا راوی امام بیہقی مقلد امام شافعی (تذکرۃ الحفاظ، طبقات الشافعیہ) اُن کا مستقل رسالہ حیات الانبیاء پر ہے۔ یہ دونوں باتیں مسعود کے نزدیک شرک ہیں۔

(۲) دوسرا راوی ابو عبد اللہ الحافظ یہ شیعہ ہے اور فرقہ میں ہونا مسعود کے ہاں شرک ہے۔ (۳) الصفار کا سماع السلمی سے ثابت نہیں اور منقطع روایت بانی فرقہ کے نزدیک باطل اور ناقابلِ اعتبار ہے (تفہیم الاسلام ۹۳ صفحہ ۱۰۹-۱۱۳) (۴) یہی ابو النعمان محمد بن الفضل عارم ضعیف ہے (تہذیب التہذیب صفحہ ۴۰۴ ج ۹) ایسی روایت کو بانی فرقہ کذب و بہتان کہتا ہے (تفہیم صفحہ ۱۳۸)

دوسری روایت حضرت عمرؓ سے نقل کی ہے (۵) جو اس کو متصل السند کہا ہے جو بالکل غلط ہے۔ متصل سند پیش کرے ورنہ یہ باطل اور ناقابلِ اعتبار ہے۔ (۶) اس کے دو راوی خلیفہ اور سلیمان غیر معروف ہیں۔ خود بانی فرقہ ایسی روایت کو جھوٹ اور افتراء کہتا ہے (تفہیم صفحہ ۱۳۶) (۷) صفحہ ۳۱۲ پر حضرت علیؓ کی روایت لکھی ہے۔ جس میں عبد الرحمن بن ابی الزناد ضعیف اور منفرد ہے۔ اور اذا قام من المسجدین کا ترجمہ جب دور کعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے کیا ہے۔ جو غلط ہے۔ (۸) عبد اللہ بن عمرؓ کی حدیث کے مرفوع موقوف ہونے میں اختلاف ہے۔ (۹) مالک بن الحویرث کی حدیث کا مدار ابو قلابہ ناصبی پر ہے۔ جو بانی فرقہ کے نزدیک فرقہ پرست اور مشرک ہے۔ (۱۰) حضرت وائل کی سند کا راوی محمد بن جادہ شیعہ یعنی فرقہ پرست اور مشرک ہے (۱۱) حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کا مدار ابن جریج پر ہے جس نے مکہ مکرمہ میں رہ کر ۹۰ عورتوں کے ساتھ متعہ کیا اور دوسرا راوی یحییٰ بن ایوب غافقی ضعیف ہے۔ (۱۲) حضرت جابرؓ کی روایت میں ابو حذیفہ ضعیف ہے (۱۳) انسؓ کی روایت کی سند حمید مدلس کی روایت کو بانی فرقہ مشکوک کہتا ہے۔ (تفہیم صفحہ ۱۱۴-۱۱۵) تمام صحابہ رفع یدین کرتے تھے، نہ

حسن بصری تمام صحابہ کو ملے نہ اس کی سند صحیح کہ قنادہ مدلس ہے اور جزءِ رفع یدین کا راوی محمود بن اسحاق الخزاعی کا ترجمہ و توثیق ثابت نہیں (۱۵) صفحہ ۲۵۳ پر حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعدؓ، حضرت سعیدؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت ابوعبیدہؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت زیاد بن حارثؓ ۱۱ صحابہ کا نام لکھا ہے کہ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رکوع جاتے، رکوع سے سر اٹھاتے اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے۔ اگر مسعود صاحب ان گیارہ صحابہ سے صحیح سندیں دکھادیں تو ہم فی سند ایک ہزار روپیہ انعام دیں گے۔ اور اُس کے فرقہ والوں سے بھی عرض ہے کہ جو شخص ایک سانس میں گیارہ صحابہ پر جھوٹ بولتا ہے آپ اُس امام کی اطاعت فرض جانتے ہیں۔ (۱۶) صفحہ ۲۵۲-۲۵۳ پر صحابہ کی ایک مجلس کا ذکر کیا ہے کہ ۱۷ صحابہ اُس مجلس میں تھے۔ وہ کسی صحیح سند سے حدیث میں سترہ کا لفظ نہیں دکھا سکتا۔ جس روایت کا حوالہ دیا ہے اس میں سترہ کی بجائے عشرہ کا لفظ ہے اور روایت بھی ضعیف ہے اس کی سند میں عبدالحمید بن جعفر ہے (۱۷) اس کا راوی محمد بن عمرو بن عطاء ۴۰ھ میں پیدا ہوا۔ وہ دس پندرہ سال کی عمر میں ہی یہ روایت کر سکتا ہے جبکہ اُن ۱۷ میں سے حضرت زیدؓ ۲۸ھ، حضرت ابومسعودؓ ۳۸ھ، حضرت سلمانؓ ۳۲ھ، حضرت عمارؓ ۳۸ھ، حضرت ابو قنادہؓ صحیح قول پر ۳۸ھ، حضرت محمد بن مسلمہؓ ۴۲ھ، حضرت ابواسیدؓ ۳۰ھ، حضرت حسنؓ ۴۹ھ میں انتقال فرما چکے تھے۔ تو رفع یدین کے ثبوت کے لئے یہ پرانی قبریں اکھاڑ کر ایک مردہ کانفرنس کیسے قائم کی گئی۔ بانی فرقہ حدیث اور تاریخ دونوں سے لاعلم ہے۔ (۱۸) صفحہ ۲۵۵ پر حضرت وائلؓ کی حدیث جو ابو داؤد سے نقل کی ہے اُس کے ساتھ صراحت تھی کہ تمام صحابہ پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے بانی فرقہ نے یہاں بہت بڑی خیانت کی ہے (۱۹) حمید بن ہلال کی روایت کی سند میں ابی بلال راسی ضعیف ہے اور اُس میں نہ رکوع کی رفع یدین کا ذکر ہے۔ نہ تیسری رکعت کے شروع کا

ہے (۲۰) سعید بن جبیر کے اثر میں الحسین بن عیسیٰ ضعیف اور عبدالمالک بن سلیمان بھی ضعیف ہے۔ ایک ہی مسئلہ میں بیس جھوٹ ہیں۔ پھر کسی ایک حدیث میں بھی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا اکابر صحابہ میں سے ایک صحابی بھی ہمیشہ یہ اختلافی رفع یدین کرتے رہے (۲۱) مسئلہ قرآنہ خلف الامام میں سکات میں قرآنہ کی حدیث ص ۳۳۸ پر حضرت عبداللہ بن عمرو سے نقل کی ہے اور اس کی سند کو صحیح کہا ہے سند میں امام بیہقی مقلد امام شافعی، ابو عبداللہ رافضی، محمد بن عبداللہ الشمری، عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز کی توثیق ثابت نہیں ابوالصلت لہروی، رافضی خبیث - ابو معاویہ مرجئی خبیث عمرو بن محمد اور شعیب بن محمد مدلس، بانی فرقہ کے علم و انصاف کا یہ حال ہے کہ ایک ہی سند میں دو رافضی، دو مزید فرقہ پرست دو مجہول اور مدلس ہیں مگر سند صحیح ہے ناطقہ سر بگر بیان ہے کہ اسے کیا کہیے (۲۲) صفحہ ۳۴۴ پر پھر عبداللہ بن عمرو کی حدیث نقل کی ہے اور سند کو حسن کہا ہے جب کہ سند میں بیہقی مقلد امام شافعی عبد الحمید بن جعفر منکر حدیث دونوں فرقہ پرست مشرک ابوبکر حنفی غیر معروف ہے (۲۳) آمین بالجہر کے ثبوت میں صفحہ ۳۷۴ پر ام الحسن سے جو حدیث نقل کی ہے اس کی سند میں ہارون الدعور رافضی، اسماعیل بن مسلم ضعیف، ابی اسحاق مدلس اور ابن ام الحسن مجہول اور بانی فرقہ اس حدیث سے استدلال فرما رہے ہیں اور اس کے فرقہ کے لوگ رات دن یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ مسعود صاحب جیسا محقق کوئی نہیں اس کی اطاعت فرض ہے، حالانکہ وہ بیچارہ علوم دینیہ میں بالکل کورا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے فتنے سے اپنے محبوب کی اُمت کو بچائے۔ آمین یا اللہ العالمین





# کراچی کا عثمانی فرقہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آجکل عجیب مادر پدر آزادی کا دور آگیا ہے۔ دین کے نام پر دین بیزاری کی منظم سازشوں کے جال پھیلائے جا رہے ہیں۔ ایک مجلس میں جانے کا اتفاق ہوا۔ اس مجلس میں ایک صاحب جن کی نہ صورت شرعی، نہ سیرت، علماء اسلام پر برس رہے تھے کہ یہ مولوی فرقتے بناتے ہیں، فرقہ پرست ہیں، دین فروش ہیں اور یہود کے احبار اور ہبان کی طرح حرام خور ہیں، امامت اور دین کے کاموں کی تنخواہ لیتے ہیں جو بالکل حرام ہے۔ جو امام تنخواہ لے، اس کی اقتداء میں نماز بالکل نہیں ہوتی۔ یہ سب مولوی مشرک ہیں، دین سے خود دور ہیں، دوسروں کو دین سے دور کرتے ہیں۔ خدا کے نبی فرماتے تھے میری اجر ت اللہ کے ذمے ہے۔ یہ تنخواہ لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری آیت کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو۔ یہ نماز میں چند آیات پڑھ کر تنخواہ کی صورت میں ان آیات کی قیمت وصول کرتے ہیں۔ کچھ لوگ اسکی ہاں میں ہاں ملا رہے تھے اور کچھ خاموش تھے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ یہود کے احبار اور ہبان جن کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ کیا کیا گناہ کرتے تھے؟ وہ جھٹ بولا ”وہ اپنی مرضی سے حلال حرام کے فتوے لگاتے تھے۔ غلط فتوے لکھ کر کہہ دیتے تھے ہذا من عند اللہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ لوگوں کا مال ناحق کھاتے تھے“ جو دین کا کام کر کے تنخواہ لیتا ہے وہ دین فروش ہے، یہودی ہے، فرقہ پرست ہے۔ میں نے پوچھا آپ نے جو فتویٰ دیا ہے کہ امام کے لئے تنخواہ لینا حرام ہے ایسے امام کے پیچھے نماز

نہیں ہوتی، وہ دین فروش یہودی ہے یہ واقعہ قرآن، حدیث یافتہ میں ہے یا آپ نے یہودی احبار اور ہبان کی طرح خود ہی گھڑ لیا ہے؟ یہ تو واضح ہے کہ احبار اور ہبان کے ایجنٹ تو آپ ہیں اور الزام علمائے کرام پر لگا رہے ہیں۔ وہ آیت یا حدیث پیش کرو کہ تنخواہ دار امام کی اقتداء میں نماز نہیں ہوتی۔ وہ کہنے لگا: کیا انبیاء علیہم السلام نے نہیں فرمایا کہ ہمارا اجر اللہ پر ہے۔ میں نے کہا اگر کوئی ڈاکٹر کہہ دے کہ میں دوا کے پیسے نہیں لیتا اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ جو دوا کے پیسے لے وہ حرام لے رہا ہے؟ آپ یہ دکھائیں کہ کسی نبی نے یہ فرمایا ہو کہ جو امام تنخواہ لے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں؟ کہنے لگا یہ صاف طور پر تو کسی آیت یا حدیث میں نہیں البتہ یہ ہے کہ میری آیات کو نہ بیچو۔ میں نے پوچھا یہ آیت آپ نے کہاں سے پڑھی ہے؟ کہنے لگا قرآن پاک میں ہے۔ میں نے پوچھا وہ قرآن پاک آپ کو کہاں سے ملا؟ اس نے کہا: میں نے دکان سے خریدا تھا۔ میں نے کہا: اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو آیات کے بیچنے سے منع فرمایا تھا مگر ملک میں پورا قرآن پاک بیچا اور خرید جا رہا ہے کیا یہ اس آیت کے خلاف نہیں؟ اور اس خریدے ہوئے قرآن پاک پر تلاوت کیسے جائز ہے؟ کیا وہ تمام ادارے جو قرآن پاک کی نشر و اشاعت کر رہے ہیں اور قرآن پاک فروخت کرتے ہیں وہ سب دین فروش اور یہود کے احبار و رہبان ہیں؟ اور آپ ان سے خرید کر پڑھتے ہیں۔ اب وہ صاحب خاموش! میں نے پوچھا آپ کا شغل؟ فرمانے لگے میں ایک کالج میں اسلامیات کا پروفیسر ہوں۔ میں نے کہا آپ اسلامیات پڑھا کر تنخواہ تو نہیں لیتے؟ چپک کر بولا کیوں نہیں، تنخواہ تو لیتا ہوں۔ میں نے کہا پھر تو آپ خود ہی دین فروش نکلے۔ آپ کے فتویٰ کے مطابق تو آپ بھی احبار اور رہبان ہیں اور دنیا بھر میں اسلامیات کے پروفیسر دین فروش ہیں۔ میں نے پوچھا جناب کی تنخواہ کتنی ہے؟ کہنے لگا صرف اٹھارہ ہزار روپے۔ میں نے کہا جو امام بیچارہ صرف ایک ہزار روپے تنخواہ لیتا ہے اس کو آپ دین فروش اور بڑا حرام خور کہتے ہیں تو اٹھارہ ہزار تنخواہ لینے والا تو یقیناً بڑا دین فروش اور حرام خور ہوگا۔ میں نے پوچھا کہ ہر

اسلامی حکومت میں اسلامی تحقیقاتی ادارے ہیں، جن میں دینی تحقیقات پر کام ہوتا ہے۔ اور کام کرنے والے ہزاروں روپے تنخواہ حکومت سے وصول کرتے ہیں۔ کیا یہ سب حکومتیں اور ادارے دین فروش ہیں اور یہودی مشن کے پرزے ہیں؟ کہنے لگا: نہیں وہ دین فروش تو نہیں البتہ وقت کی پابندی کی تنخواہ لیتے ہیں۔ میں نے کہا تو ائمہ مساجد اور معلمین کے بارے میں بھی یہی مان لیں۔ کہنے لگا: نہیں وہ تو نماز کی مزدوری لیتے ہیں۔ میں نے کہا: جب امام مسجد کسی دوسری جگہ کام کے لئے جاتا ہے تو وہاں وہ نماز پڑھتا ہے یا نہیں؟ کہنے لگا: یقیناً پڑھتا ہے۔ میں نے کہا: کیا وہ نماز کے بعد کھڑا ہو کر لوگوں سے مزدوری مانگتا ہے کہ میں نے نماز پڑھی ہے، مجھے ایک سو روپے مزدوری دے دو۔ کہنے لگا: نہیں میں نے کہا: صاف معلوم ہو گیا ہے کہ وہ نماز کی تنخواہ نہیں لیتا وقت کی پابندی کی تنخواہ لیتا ہے۔

### فرقہ پرستی:

کہنے لگا: یہ مولوی فرقہ پرست ہیں اور فرقہ پرستی شرک ہے۔ کوئی حنفی ہے، کوئی شافعی، کوئی مالکی ہے، کوئی حنبلی، میں نے کہا: آپ تو پروفیسر ہیں، آپ کو تو اتنا بھی علم نہیں کہ یہ چاروں مذاہب ہیں نہ کہ فرقے۔ فرقے نظریات کے اختلاف سے بنا کرتے ہیں اور ان مذاہب میں عقائد و نظریات میں اتفاق ہے۔ صرف عملی راستے میں اجتہادی اختلاف ہے۔ یہ چار راستے ہیں اور چاروں راستوں کی منزل ایک ہی ہے، منزلی محمدی ﷺ۔ حدیث پاک میں نبی اقدس ﷺ نے فرقوں کا ذکر فرمایا کہ جو نبی پاک ﷺ کی سنت اور اجماع سے کٹنے والے ہیں وہ فرقے ہیں۔ جو نبی پاک ﷺ کی منزل سے ملانے والے ہیں وہ مذاہب ہیں۔ آپ پروفیسر ہو کر اتنی بڑی غلطی کر رہے ہیں کہ مذاہب جو منزل سے ملانے والا ہے اور فرقہ جو منزل سے کاٹنے والا ہے اس میں فرق نہیں جانتے۔ میں نے کہا کہ آپ نے ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی کی باتیں یاد کی ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی باتیں نہیں۔ جھٹ بولا میرا تعلق عثمانی صاحب سے ہی ہے۔

میں نے کہا پھر تو تو خود بھی فرقہ پرست ہے اور پکا مشرک ہے۔ اس نے امت میں سے دین سے ناواقف چند لوگوں کو ساتھ ملا کر ایک فرقہ بنا لیا۔ اب اسکا فرقہ بھی آگے چار پانچ فرقیوں میں بٹ چکا ہے۔ کہنے لگا: چلو فرقہ ہی سہی مگر اس نے اپنے فرقے کا نام تو قرآن پاک سے دیکھ کر رکھا ہے (حزب اللہ)۔ میں نے کہا: یہ تو ایسا ہی ہے جیسے مرزائیوں نے شہر بسایا اور اس کا نام قرآن سے دیکھ کر ”ربوہ“ رکھ لیا۔ حالانکہ نہ اس ربوے کا قرآن سے کوئی تعلق ہے نہ اس ”حزب اللہ“ کا قرآن سے واسطہ ہے۔

### توحید:

وہ کہنے لگا کہ سب نبیوں کی تعلیمات کا پہلا سبق توحید تھا۔ عثمانی نے ساری عمر توحید پر کام کیا۔ کسی سڑک پر نظر پڑی تو اس کا نام توحید روڈ رکھ دیا۔ کوئی محلہ دیکھا تو نام توحید نگر رکھ دیا، کوئی مسجد بنائی تو اس کا نام توحید مسجد رکھ دیا۔ میں نے کہا کیا یہی توحید کا کام ہے؟ اگر یہی کام ہے تو یہ کام کسی نبی نے نہیں کیا۔ کسی نبی نے نہ کسی سڑک کا نام توحید روڈ رکھا، نہ کسی محلہ کا نام توحید نگر رکھا اور نہ ہی کسی مسجد کا نام توحید مسجد رکھا۔ ہاں آپ عثمانی کے لٹریچر سے توحید، شرک، اسلام، کفر اور بدعت کی جامع مانع تعریف دکھادیں تو ہم ان پانچ تعریفوں کے دکھانے پر آپ کو پانچ ہزار روپے انعام دیں گے۔ تعریف جامع مانع ہو اور مستند اور باحوالہ ہو۔ اب جتنے پڑھے لکھے لوگ تھے وہ اس کے سر ہو گئے کہ یہ تعریفات دکھاؤ؟ مگر وہ کہاں سے دکھاتا۔ بہت پریشان ہوا۔ میں نے خود عثمانی سے یہ پانچوں تعریفیں پوچھی تھیں وہ بھی نہ کر سکا تھا۔ آخر تو کس باغ کی مولیٰ ہے۔

### دین داری:

کہنے لگا میں تو عثمانی صاحب کی دین داری سے بہت متاثر ہوا ہوں، میں نے کبھی اس کی زبان سے جھوٹ سنا نہ اس کی زبان سے کبھی کسی کی برائی سنی۔ اس کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ اور حوالے اتنے صحیح دیتا کہ فوٹو سٹیٹ لگا دیتا میں نے کہا:

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت

دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

میں نے کہا کہ میں نے بھی اس کے لڑیچر کا مطالعہ کیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ

میں آپ سے ان باتوں میں اتفاق نہیں کر سکتا۔ عثمانی لکھتا ہے:

(۱)..... اس (حدیث) میں محمد بن محمد بن النعمان بن شبل کا تفرد ہے اور وہ منکر

الحدیث ہے۔ امام ابن جوزی کہتے ہیں کہ یہ روایت موضوع ہے (میزان الاعتدال

ص ۱۲۹ ج ۳، ص ۲۶ ج ۴) (مزار میلے ص ۳۵) مگر افسوس کہ یہ بات میزان الاعتدال

میں بالکل نہیں۔ لوگ پکاراٹھے کہ یہ جھوٹ ہوا۔

(۲)..... مزار میلے صفحہ ۲۷ پر ہے: ”اس میں محمد بن موسیٰ البصری کو کذاب اور وضاع

(دروغ گو اور روایتیں اپنی طرف سے بنانے والا) کہا گیا ہے۔

(۳)..... ابن عدی کہتے ہیں کہ محمد بن موسیٰ حدیث بناتا تھا۔

(۴)..... ابن حبان کہتے ہیں کہ اپنی طرف سے روایتیں بناتا تھا۔

(۵)..... اور اس نے ایک ہزار سے زیادہ حدیثیں گھڑی ہیں (میزان الاعتدال

ص ۱۴۱ ج ۳، ص ۵۰ ج ۴) یہ پانچوں باتیں میزان الاعتدال میں نہیں ہیں۔ لوگ

حیران تھے کہ ایک ہی سانس میں پانچ جھوٹ، تو بہ تو بہ خدا بچائے۔

(۶-۱۱)..... مزار میلے ص ۳۶ پر ہے: اس روایت میں محمد بن مروان کا تفرد ہے اور:

۱..... محمد بن مروان متروک الحدیث ہے۔

۲..... جریر کا کہنا ہے کہ محمد بن مروان کذاب ہے۔

۳..... عقیلی کا قول ہے کہ ابن نمیر کہتے ہیں کہ محمد بن مروان الکلی کذاب ہے۔

۴..... امام نسائی اس کو متروک الحدیث کہتے ہیں۔

۵..... صالح کہتے ہیں کہ وہ روایتیں گھڑا کرتا تھا۔

۶..... ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جو موضوع روایات بیان



کرتے ہیں (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۳۲، ج ۴ ص ۳۲) یہ چھ کی چھ باتیں میزان الاعتدال میں نہیں ہیں۔ لوگ پریشان تھے کہ جھوٹ میں اتنی ترقی۔ اب تو پروفیسر صاحب بت بنے بیٹھے تھے۔ نہ ہاں نہ ہوں۔

## زبان کی شستگی:

میں نے کہا کہ کہنے کو تو عثمانی نے لکھا ہے کہ شریعت کی بنیاد جس طرح تین چیزوں پر ہے قرآن، حدیث اور اجماع۔ اس کے بعد کہیں قیاس کا نمبر آتا ہے (ایمان خالص ص ۳۲ ج ۱) یعنی وہ اجماع کو شریعت کی بنیاد مانتا ہے۔ اب دیکھئے جن بزرگوں کے کمال اولیاء اللہ ہونے پر امت کا اجماع ہے ان کے بارے میں وہ کیسی زبان استعمال کرتا ہے: حضرت ابراہیم بن ادہم ۱۶۲ھ، حضرت رابعہ بصری ۱۸۵ھ، تیسری صدی ہجری کے حضرت معروف کرخی ۲۰۶ھ، حضرت ذوالنون مصری ۲۴۵ھ، حضرت سری سقطی بغدادی ۲۵۹ھ، حضرت بایزید بسطامی ۲۶۱ھ، حضرت ابو عبد اللہ ترندی ۲۸۵ھ، چوتھی صدی کے حضرت ابو بکر شبلی ۳۳۴ھ، پانچویں صدی کے حضرت علی ہجویری المعروف بدائتہ گنج بخش لاہوری ۴۶۵ھ، حضرت ابواسماعیل بروی ۴۸۱ھ، چھٹی صدی ہجری کے امام غزالی ۵۰۵ھ، حضرت عبد القادر جیلانی ۵۶۱ھ، حضرت احمد رفاعی ۵۷۸ھ، ساتویں صدی کے خواجہ معین الدین اجمیری چشتی ۶۳۳ھ، خواجہ بختیار کاکی ۶۳۴ھ، خواجہ فرید الدین گنج شکر ۶۷۰ھ، مولانا جلال الدین رومی ۶۷۲ھ، آٹھویں صدی کے خواجہ نظام الدین اولیاء ۷۲۵ھ، امیر حسن بن علاء بخاری دہلوی المعروف خواجہ حسن دہلوی ۷۳۶ھ، نویں صدی کے شاہ مدار ۸۵۰ھ، شاہ مینا لکھنوی ۸۷۰ھ، خواجہ باقی باللہ ۱۰۱۲ھ، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۱۰۵۲ھ، حضرت مجدد الف ثانی ۱۰۳۴ھ، شاہ عبد الرحیم ۱۱۳۱ھ، شاہ ابو الرضا محمد ۱۱۰۰ھ، شاہ ولی اللہ ۱۱۷۶ھ، شاہ عبد العزیز ۱۲۳۹ھ، شاہ اسماعیل شہید ۱۲۴۶ھ، سید احمد شہید ۱۲۴۶ھ (وغیرہم) یہ سارے حضرات جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے دین اتحاد کے علم بردار تھے۔ (جس کا بانی عبد اللہ بن سبا یمنی یہودی تھا۔) (ایمان خالص

ص ۸۴) آج جو دین اسلام کے نام سے دنیا میں پایا جاتا ہے وہ انہی حضرات کا ایجاد کردہ ہے۔ قرآن و حدیث کے دین سے بالکل الگ، یکسر ممتاز، دین بندگی کی بجائے دین خدائی۔ (ایمان خالص اول ص ۸۵) دیکھئے ان سب حضرات کے بارے میں صاف لکھ دیا ہے کہ ان لوگوں نے اسلام کے نام سے جو دین پیش کیا وہ قرآن و حدیث کا دین نہیں تھا۔ اللہ، رسول کا دین نہیں تھا بلکہ یمنی یہودی عبد اللہ بن سبا کا ایجاد کردہ دین تھا۔ یہ حضرات اپنے آپ کو خدا کے بندے نہیں سمجھتے تھے بلکہ معاذ اللہ نمرود اور فرعون کی طرح اپنے آپ کو خدا کہلاتے تھے اور لوگ ان کو خدا مانتے تھے۔ اس پر لوگ بہت مشتعل ہو گئے کہ ان بزرگوں نے اس ظالم کا کیا بگاڑا تھا کہ ان کو یہودی اور فرعون جیسا کہہ رہا ہے۔ اگر ہم اسے یہودی اور فرعون کہیں تو تم برداشت کرتے ہو۔ میں نے بتایا کہ عثمانی کے مرنے سے صرف پندرہ دن پہلے اس بات پر مشتعل ہو کر چند باغیرت نوجوانوں نے بلال گنج لاہور میں اس کی ٹھکائی کی تھی۔ وہ پنجاب کا دورہ کینسل کر کے واپس کراچی گیا اور ٹھیک پندرہویں دن اپنا حساب کتاب دینے کے لئے بلا لیا گیا۔ کیا یہ زبان درازی نہیں؟ افسوس کہ آپ اس کی زبان کی پاکیزگی کے قصیدے پڑھ رہے ہیں۔ اب وہ صاحب تو ایسے تھے کہ کالو تو بدن میں لہو نہیں۔ مگر اس کے دوستاھی اور آدھمکے۔ ایک وکیل صاحب تھے اور ایک ڈاکٹر صاحب، ان کے پیچھے ایک صاحب آئے جو داڑھی والے تھے اور بقول ان کے وہ ان کے فرقہ پرست، دین فروش مولوی صاحب تھے۔

### عثمانی اور قرآن:

وہ فرقہ پرست کہنے لگا عثمانی نے قرآن کی تعلیمات کو عام کیا۔ میں نے کہا میں نے تو خود عثمانی کو کہا تھا کہ تو قرآن کو نہیں مانتا۔ وہ اس پر بہت بگڑا، میں نے قرآن پاک کی آیات پیش کیں جن میں قبر کا ذکر تھا لا تقم علی قبرہ آپ اس منافق کی قبر پر کھڑے نہ ہوں۔ آپ ﷺ یقیناً اسی گڑھے پر کھڑے ہونا چاہتے تھے میں نے کہا قرآنی آیات اور احادیث متواترہ میں اسی گڑھے کو قبر کہا گیا ہے جس میں میت کو رکھا جاتا

## وسوسہ نمبر ۱۹

جو لوگ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کے موافق تمام فرقوں سے علیحدہ نہیں ہوئے کیا وہ رسول اللہ ﷺ کے نافرمان نہیں ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میری نافرمانی کی اس نے (جنت میں جانے سے) انکار کر دیا۔

## الجواب

اہل سنت والجماعت پہلے دن سے ہی سب فرقوں سے الگ اور نبی ﷺ کی سنت اور صحابہؓ کی جماعت سے وابستہ ہیں۔ بخاری، مسلم، ابوداؤد کی حدیث اہل سنت کے نزدیک موجودہ زمانہ سے متعلق ہی نہیں بالکل قرب قیامت سے متعلق ہے، البتہ مسعود احمد کے نزدیک اس زمانہ سے متعلق ہے، لیکن اس نے حدیث کی نافرمانی کر کے اپنے اور اپنے فرقہ پر جنت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام کر لی کیونکہ اسے فرقوں سے الگ ہو کر درختوں کی جڑیں چبانے کا حکم تھا نہ کہ از خود نئی جعلی جماعت المسلمین بنانے کا، ہاں تو بہ کا دروازہ اب بھی کھلا ہے، اگر وہ اپنے بدعتی فرقے کو توڑ کر اور سب بدعتی فرقوں سے الگ ہو کر ناجی جماعت المسلمین اہل سنت والجماعت میں شامل ہو جائے تو ممکن ہے اس کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں۔





کردیا ہے۔ ان سب کا انکار کسی دلیل شرعی پر مبنی نہیں محض نفس پرستی پر مبنی ہے۔ چنانچہ اس نے اللہ اور رسول ﷺ کی اتباع کا ذکر قرآن کے حوالے سے کیا ہے اور بس۔

## اللہ کی اتباع

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونه اولیاء قلیلاً ما تذکرون (اعراف: ۳) چلو اسی پر جو اتر اتم پر تمہارے رب کی طرف سے اور نہ چلو اس کے سوا رفیقوں کے پیچھے، تم بہت کم دھیان کرتے ہو۔

## رسول کی اتباع

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحبکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم۔ واللہ غفور رحیم (آل عمران: ۱۳) تو کہہ! اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ سے تو میری راہ چلو تاکہ محبت کرے تم سے اللہ اور بخشنے گناہ تمہارے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

## اجماع کی اتباع

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا (النساء: ۱۱۵) اور جوئی کوئی مخالفت کرے رسول کی جب کہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں کے رستے کے خلاف تو ہم حوالہ کریں گے اس کو وہی طرف جو اس نے اختیار کی اور ڈالیں گے اس کو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ پہنچا۔

فائدہ اکابر علماء نے اس آیت سے یہ مسئلہ بھی نکالا ہے کہ اجماع امت کا مخالف اور منکر جہنمی ہے یعنی اجماع امت کا ماننا فرض ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کا ہاتھ مسلمانوں کی جماعت پر ہے جس نے جدا راہ اختیار کی وہ دوزخ میں جا پڑا۔ (تفسیر عثمانی

ص ۱۲۵

## مجتہد کی اتباع

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ (لقمان ۱۵) راہ چل (تقلید کر) اس کو جو رجوع ہوا میری طرف۔ مجتہد نے غیر منصوص حکم کے لئے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف رجوع کیا اور ان کا حکم تلاش کر کے اسے سبیل یعنی مذہب بنایا (مرتب کر دیا) غیر مجتہدین کو ایسے مسائل اجتہادیہ میں اس کے مذہب کی تقلید کا حکم دیا۔ بانی فرقہ نے صرف دو کی اتباع کا ذکر کیا اور دو کی اتباع کا ذکر چھوڑ دیا اور یہود کی طرح بعض کتاب پر ایمان لایا اور بعض کا انکار کر دیا۔

کتاب و سنت کے ماننے کے لئے بانی فرقہ صحاح ستہ کو چھوڑ کر مستدرک حاکم کی طرف بھاگا ہے حالانکہ ابوداؤد ص ۹/ ج ۲، ابن ماجہ پر فرمان نبوی ﷺ موجود تھا: العلم ثلاثۃ و ماسوی ذالک فضل، آیہ محکمۃ اوسنۃ قائمۃ او فریضۃ عادلۃ۔ علم تین ہیں (۱) آیت محکمہ، (۲) سنت قائمہ، (۳) فریضہ عادلہ۔ کتاب اللہ (آیت محکمہ) تلاوتاً متواتر ہے، سنت قائمہ عملاً متواتر ہے اور متواتر سند کی محتاج نہیں ہوتیں، جس طرح سورج گواہی کا محتاج نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ خبر واحد جو قرن اول میں خبر واحد تھی مگر قرن ثانی و ثالث میں مشہور ہو گئی وہ بھی سند کی محتاج نہیں ہوتی جیسے چودھویں رات کا چاند کسی گواہی کا محتاج نہیں رہتا۔ اس تمہید کے بعد اس کے وسوس کا نمبر وار جواب ملاحظہ فرمائیں۔

وسوسہ نمبر ۱

کیا رسول اللہ ﷺ اہل حدیث، حنفی، شافعی، حنبلی یا مالکی تھے؟

الجواب

اہل حدیث اور اہل قرآن دو فرقے انگریز کے دور میں بنے۔ فرقہ کو مذاہب اربعہ

کے ساتھ شمار کرنا جہالت کی دلیل ہے۔ اہل اسلام کی کتابوں میں مذاہب اربعہ کا ہی ذکر ملتا ہے۔ ان چار کی اصول و فروع کی کتابیں ہیں۔ خود بانی فرقہ کو اعتراف ہے کہ اہل حدیث پہلے زمانے میں محدث کو کہتے تھے جو اہل صرف، اہل نحو، اہل منطق کی طرح ایک علمی طبقہ ہے نہ کہ مذہبی فرقہ۔ ہاں دورِ برطانیہ میں یہ فرقہ کا نام ہو گیا جو لاندہب ہے۔ شاید کل کو بانی فرقہ یوں بھی وسوسہ چھوڑے کہ کیا رسول اللہ ﷺ اہل صرف، اہل نحو، اہل منطق کہلاتے تھے؟ اب سمجھئے کہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کیا ہیں؟ جن کی صحیح ترتیب بھی بانی فرقہ کو معلوم نہیں۔ ائمہ اربعہ بلکہ سب مجتہدین کا اعلان ہے القیاس مضر لا مثبت (نور الانوار) کہ قیاس سے مسائل گھڑے نہیں جاتے بلکہ کتاب و سنت کی تہ میں پوشیدہ مسائل کو اصول شرعیہ کی مدد سے ظاہر کیا جاتا ہے جیسے کنواں کھودنے والا پانی کو پیدا نہیں کرتا۔ ہاں خدا کے پیدا کئے ہوئے پوشیدہ پانی کو ظاہر کرتا ہے۔ اب بانی فتنہ کا مجتہدین کو شریعت ساز کہنا ایسی ہی جہالت ہے کہ وہ کنواں کھودنے والے کو خالق الماء کہے۔ تو ائمہ رحمہم اللہ نے جب کتاب و سنت کے ہی پوشیدہ مسائل کو ظاہر فرمایا تو ان کی تقلید میں ان مسائل پر عمل کرنا کتاب و سنت پر ہی عمل ہے جیسے کسی کے کنویں سے پانی پینا، خدا کا ہی پیدا کیا ہوا پانی پینا ہے۔ خود بانی فرقہ کو بھی یہ بات معلوم ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے: ”اس میں شک نہیں کہ چاروں اماموں نے جن اصول پر مسائل کی بنیاد رکھی وہ اصول سنت ہے کیونکہ ان لوگوں نے مسائل کو قرآن و حدیث کی روشنی میں حل کیا اور قرآن و حدیث کو چھوڑ کر کسی اور شخص کے قول کو دلیل نہیں بنایا نہ اس کو حجت سمجھا۔ لہذا ان کا یہ طریقہ بے شک سخت تھا اور وہ چاروں برحق تھے“ (خلاصہ تلاش حق ص ۸۸) صاف اعتراف کر لیا کہ ان کے مسائل کتاب و سنت کے ہی مسائل ہیں کیونکہ ان کے اصول سنت پر مبنی ہیں، جیسے حساب کے قاعدوں سے جو جواب نکلے اس کو حساب کا جواب کہا جاتا ہے نہ کہ سوال نکالنے والے کی ذاتی رائے۔ اب سوال ہے کہ یہ مسائل جو کتاب و سنت کے مسائل ہیں حضور

اقدس ﷺ کے زمانے میں موجود تھے یا نہیں؟ تو یقیناً موجود تھے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس وقت ان مسائل کا یہ نام نہ تھا کہ فقہ حنفی کے مسائل کہا جاتا۔ جیسے قرآن پاک کی ساتوں قراتیں حضور ﷺ کے زمانہ میں موجود تھیں لیکن اس وقت ان کا نام قاری عاصم کی قرات یا قاری حمزہ کی قرات نہیں تھا۔ اسی طرح صحاح ستہ کی صحیح احادیث رسول پاک ﷺ کی ہی احادیث ہیں مگر اس وقت ان احادیث کو یہ نہیں کہتے تھے کہ یہ بخاری کی حدیث ہے وہ نسائی کی، فلاں ابن ماجہ کی ہے فلاں ابو داؤد کی۔ تو اگر فقہ کا انکار صرف اس وجہ سے ہے کہ اس کا نام اس وقت فقہ حنفی نہ تھا تو اس قرآن کا بھی انکار کر دو کیونکہ اس وقت اس کا نام قاری عاصم کی قرات نہ تھا اور صحاح ستہ کی احادیث کا بھی انکار کر دو کہ حضور ﷺ کے زمانے میں ان کو صحاح ستہ کی احادیث نہیں کہا جاتا تھا۔ یا قرآن کی کسی آیت یا صحیح حدیث سے یہ فرق بیان کرو کہ قرآن کو ماننے کے لئے سات قاریوں کے نام قرآن میں دکھانے ضروری نہیں، صحاح ستہ کی احادیث کو ماننے کے لئے صحاح ستہ والوں کے نام قرآن و حدیث میں دکھانے ضروری نہیں، لیکن فقہ کو ماننے کے لئے ائمہ فقہ کا نام قرآن حدیث میں دکھانا ضروری ہے۔

### چور پکڑا گیا

در اصل فقہ کو ماننے کا حکم قرآن پاک کی نصوص اور احادیث متواترۃ المعنیٰ میں ہے اور بانی فرقہ مطلق فقہ کا ہی منکر ہے اور قرآن کی ان آیات اور احادیث کا منکر ہے ہمارا مطالبہ یہ تھا کہ ایک آیت یا ایک ہی حدیث پیش کریں کہ اللہ تعالیٰ نے یا رسول اللہ ﷺ نے فقہ کو ماننے سے منع کیا ہو وہ یہ قیامت تک پیش نہیں کر سکتا اور اگر فقہ کو مانا ہے تو اپنا اصول فقہ اور فروع فقہ کی جامع کتب پیش کرو، وہ بھی اس کے پاس نہیں تو اپنی اس چوری کو چھپانے کے لئے الناسوال کر دیا جیسے کوئی منکر قرآن کہے کہ تم قاری عاصم کا قرآن پڑھتے ہو نہ کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا، تم قاری عاصم کا نام قرآن میں دکھاؤ ورنہ قرآن کو نہیں مانتا یا کوئی منکر حدیث کہے کہ تم بخاری عجمی کی حدیثیں مانتے ہو نہ کہ محمد

عربی کی، تم کسی حدیث میں بخاری عجمی کا نام دکھاؤ ورنہ حدیث کو نہیں مانتا۔ شاباش! بانی فرقہ نے اپنی جمالت سے کیا وسوسہ گھڑا کہ اس اصول پر خود قرآن و حدیث کا ثبوت مشکل ہو گیا۔

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو

وسوسہ نمبر ۲

کیا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے مذاہبِ خمسہ یعنی اہل حدیث، حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی میں سے کسی ایک کی پیروی کا حکم دیا تھا؟

الجواب

جی ہاں جیسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ قرآن پڑھو جس قدر آسان ہو اور آج ہم قرآن قاری عاصم کوئی ہی کی متواتر قرات پر پڑھ رہے ہیں۔ اس کے بغیر اس حکم خداوندی پر عمل ممکن ہی نہیں۔ اسی طرح اللہ نے حکم دیا کہ تم فیہ کی اتباع کرو اور یہاں مذہب حنفی کے سوا کسی فیہ کا مذہب عملاً متواتر ہی نہیں اور اس پر عمل کئے بغیر اس حکم الہی کو ماننے کا کوئی طریقہ ہی نہیں۔ آپ ہی فرمائیے کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے بخاری اور ترمذی کی احادیث کے ماننے کا حکم دیا تھا؟ آپ ﷺ نے کراچی کے ۱۳۹۵ھ میں بننے والے بدعتی فرقے میں شامل ہونے کا حکم دیا تھا؟ صریح حدیث سے جواب دیں۔

وسوسہ نمبر ۳

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لانے کے بعد مُنْزَل مِنَ اللّٰهِ دین اسلام کی پیروی کریں گے یا مذاہبِ خمسہ میں سے کسی ایک کی؟

الجواب

یہ بات تو یقینی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مسعودی فرقے کی طرح لامذہب نہیں

ہوں گے۔ وہ منصوص مسائل میں نصوص کی اور اجتہادی مسائل میں خود مجتہد اور صاحبِ مذہب ہوں گے البتہ بعض بزرگوں کے کشف سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اجتہادات سیدنا امام اعظم رحمہ اللہ کے اجتہادات کے موافق ہوں گے اور یہ کشف کسی آیت یا حدیث کے خلاف نہیں اور اسلام منزل من اللہ وہی ہے جو تشریعاً کتاب و سنت میں منصوص ہے اور تقریباً اجماع و قیاس سے واضح ہے..... جب تو نے خود اعتراف کیا ہے کہ ائمہ اربعہ کے مسائل قرآن و حدیث سے ماخوذ ہیں تو ان کو منزل من اللہ کے مقابل رکھنا جہالت ہی نہیں بے حیائی بھی ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے: بے حیاباش و ہرچہ خواہی کن۔ سوال کرنے سے پہلے ہمارے دعویٰ کو یاد کر لو کہ اجتہادی مسائل میں مجتہد پر اجتہاد واجب ہے اور غیر مجتہد پر تقلید اور غیر مقلد پر تعزیر واجب ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے مجتہد ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر جاہل بھی مجتہد بن بیٹھے۔

وسوسہ نمبر ۴

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں دوبارہ تشریف لا کر ”مسلم“ کہلائیں گے یا اہل حدیث، حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی، دیوبندی، بریلوی، سنی، شیعہ وغیرہ؟

الجواب

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ”مسلم“ بمعنی غیر مقلد تو ہرگز نہیں کہلائیں گے نہ ہی وہ بانی فرقہ پر ایمان لانے کو فرض جانیں گے، اس وسوسے میں تو جہالت کے ساتھ جھوٹ کی بھی حد کردی۔ کیا حنفی، مالکی، شافعی اور دیوبندی ”مسلم“ نہیں کہلاتے؟ کتنا بڑا جھوٹ ہے کہ وہ مسلم نہیں کہلاتے، یہ ایسا ہی وسوسہ ہے کہ بانی فرقہ کراچی کہلاتے ہیں یا پاکستانی۔ جس طرح کراچی کو پاکستان سے باہر سمجھنے والا جاہل اور کذاب ہے اس سے بڑا جاہل اور کذاب وہ ہے جو حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کو غیر مسلم سمجھتا ہے بلکہ ان سب کو غیر مسلم کہنے والا بنص حدیث خود غیر مسلم ہے۔



## وسوسہ نمبر ۵

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہمارا نام مسلمین رکھا (الحج: ۷۸) کیا اللہ تعالیٰ کے نام رکھنے کے بعد کوئی اور فرقہ دارانہ نام رکھا جاسکتا ہے؟ تو کیا یہ شریعت سازی نہیں؟

## الجواب

اللہ تعالیٰ نے ۱۳۹۵ھ میں کراچی میں مسعود کے بنائے ہوئے بدعتی فرقے کا نام کہیں مسلمین بمعنی غیر مقلدین نہیں رکھا، جیسا کہ قادیانیوں کے شر ربوہ کا نام اللہ تعالیٰ نے ہرگز نہیں رکھا، اگرچہ قرآن میں دو جگہ ربوہ کا لفظ موجود ہے مگر قادیانیوں کے ربوہ کے ساتھ قرآنی الفاظ کا کوئی تعلق نہیں۔ اسی طرح مسعودی فرقہ جو قادیانیوں کے ربوہ کے بھی بعد بنا اس کا تعلق قرآن و حدیث میں مذکور لفظ مسلمین سے کیسے ہو سکتا ہے؟ مسلم نام کے بعد کسی دوسرے امتیاز کے لئے نام رکھنے سے قرآن و حدیث میں کہیں منع نہیں کیا گیا۔ اس کو اپنی طرف سے منع کرنا یقیناً شریعت سازی ہے۔ جس طرح یہود کے احبار و رہبان اپنی طرف سے حرام و حلال کرتے تھے اسی طرح بانی فتنہ نے محض اپنی طرف سے اس کو ناجائز کہا ہے، جو شریعت سازی ہے۔ قرآن پاک میں آل یعقوب علیہ السلام کو مسلم کے ساتھ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کہا گیا ہے یہ مسلم کے ساتھ ہی نام ہیں یا نہیں؟ ہاں قرآن پاک (۹:۱۰) میں ہے کہ فرعون اپنے آپ کو انا من المسلمین کہتا تھا۔ اس کہنے کے بعد اس نے واقعاً اپنا کوئی نام نہیں رکھا تو مسعود صاحب کا پیش رو یقیناً وہی ہے۔ کیا مسعود صاحب قرآن و حدیث سے ثابت کر سکتے ہیں کہ فرعون نے آخری وقت میں انا من المسلمین کہنے کے بعد اپنا کوئی اور دینی نام بھی رکھا ہو؟ مسعود صاحب! بہر حال آپ اکیلے نہیں، آپ کا اتنا بڑا ساتھی اور بھی ہے اور منافقین کو بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: قولوا اسلمنا و لما یدخل الایمان فی قلوبکم۔ کہو اپنے آپ کو مسلمین کیونکہ تمہارے دلوں میں ایمان ہی نہیں (حجرات: ۱۳) دیکھئے یہ آپ کے پیش رو مسلمین ہیں جن کا دل ایمان سے خالی تھا اور آپ

کے بارہ میں بھی رسول اقدس ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی تھی: عن علی قال قال رسول اللہ ﷺ یوشک ان یأتی علی الناس زمان لا یتقی من الاسلام الا اسمہ ولا یتقی من القرآن الا رسمہ مساجدہم عامرة وہی خراب من الہدی علمائہم شر من تحت ادیم السماء من عندہم تخرج الفتنة وفيہم تعود..... (مشکوۃ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسا زمانہ آئے گا کہ نام مسلمین کے اور اسلام کی کوئی چیز ان میں نہیں ہوگی ان مسلمین کی مساجد بہت آباد نظر آئیں گی مگر ہدایت سے خالی و برباد ہوں گی (آپ کی مسجد دیکھ کر حضور ﷺ کے مبارک الفاظ کا پورا مصداق سامنے آگیا) ان مسلمین کے علماء خدا کے آسمان کے نیچے سب سے بڑے شرارتی ہوں گے ان سے فتنوں کے سوا کچھ نہیں نکلے گا، ان کا اوڑھنا بچھونا وہ فتنے ہی ہوں گے.... مسعود صاحب! جس نے مسلمین کے مولوی دیکھے ہیں ان کو اس حدیث کے مضمون میں ذرہ بھر بھی شک نہیں ہو سکتا۔ ہر کہ شک آرد کافر گردد۔ کیا آپ کے نزدیک وہ تمام فقہاء اور محدثین اور سلاطین اسلام جن کا ذکر طبقات حنفیہ، طبقات مالکیہ، طبقات شافعیہ اور طبقات حنابلہ میں ہے، وہ سب غیر مسلم ہیں؟ بخاری شریف میں بعض تابعین کے عثمانی اور علوی کہلانے کا ذکر ہے۔ وہ بھی سب غیر مسلم ہیں؟

وسوسہ نمبر ۶

ایک نبی کی امت ہونے کی حیثیت سے کیا ساری امت کا نام اہل حدیث، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، دیوبندی، بریلوی، سنی، شیعہ وغیرہ ہو سکتا ہے؟

الجواب

ایک خدا کے ایک قرآن کی جس طرح سات قراتیں ہیں۔ ان میں سے ہر قرات مکمل قرآن ہے اسی طرح مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب پر عمل کرنا پوری سنت



پر عمل کرنا ہے۔ جس طرح ساتوں قراتیں قرآن ہی کہلاتی ہیں اسی طرح سارے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی امت محمدیہ ﷺ ہی ہیں، البتہ ۱۳۹۵ھ کا مسعودی فرقہ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر مسعود احمد کو امام مفترض الطاعتہ مانتا ہے وہ یقیناً امت سے خارج ہے۔

وسوسہ نمبر ۷

کیا مذاہب خمسہ یعنی اہل حدیث، حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی، رسول اللہ ﷺ پر نازل کئے گئے تھے؟

الجواب

جب آپ نے خود مانا کہ ائمہ اربعہ کے مسائل قرآن و حدیث کی روشنی میں حل ہوئے اور وہ سنت اور حق ہیں تو یہ منزل من اللہ کی ہی تشریح ہوئی۔ اہل حدیث تو لایزہد ہیں۔

وسوسہ نمبر ۸

کیا مذاہب خمسہ کا مجموعہ اسلام ہے؟ یا ہر مذہب علیحدہ علیحدہ مکمل دین اسلام ہے؟

الجواب

مذاہب اربعہ کی مثال قرآن کی سات قراتوں کی ہے، ہر قرات مکمل قرآن ہے، اسی طرح ہر مذہب مکمل سنت ہے، آپ کے یہ سارے وساوس قرآن، سنت پر مبنی نہیں بلکہ شیعہ سے چوری کئے ہوئے ہیں، اگر آپ چوری ثابت ہونے پر ہاتھ پاؤں کٹوانے کو تیار ہیں تو ہم پوری نشاندہی کر دیں گے۔

وسوسہ نمبر ۹

اگر مذاہب خمسہ کا مجموعہ اسلام ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے حکم ”ادخلو فی السلم كافة“ دین اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ (البقرہ: ۲۰۸) کے تحت ان مذاہب

# نام نہاد جماعت المسلمین یعنی مسعودی فرقہ کے سوالات کے جوابات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سوالات از فتح جنگ ضلع انک (مخانب مسعودی فرقہ نام نہاد جماعت المسلمین)

## مقدمہ

لکھا ہے احباب سے گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات قرآن مجید اور صحیح احادیث سے دے کر دل کی تسلی فرمائیں۔

- (۱) دین میں نیا کام نکالنا کیسا ہے؟
- (۲) کیا ایک درہم سے کم نجاست غلیظہ معاف ہے؟
- (۳) کیا گردن کا مسح پشت کف سے کرنا حضور ﷺ سے ثابت ہے؟
- (۴) کیا رفع یدین حضور ﷺ نے منسوخ فرما دیا تھا؟
- (۵) کیا حضور ﷺ زبان سے نماز کی نیت کرتے تھے؟
- (۶) مرد و عورت کی نماز میں فرق؟
- (۷) کیا ائمہ اربعہ کی تقلید کا حکم حضور ﷺ نے دیا ہے؟
- (۸) امام اعظم سے قبل کے مسلمان کس کی تقلید کرتے تھے؟

## وضاحت:

کتاب و سنت اور تعامل خیر القرون سے ثابت ہے کہ دلائل شرعیہ چار ہیں۔

کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع امت اور قیاس شرعی۔ اس لئے سوال یوں کرنا چاہئے کہ دلیل شرعی سے جواب دینے والا خواہ قرآن پاک سے جواب دے یا حدیث پاک سے یا اجماع امت سے یا قیاس شرعی سے وہ جواب شرعی جواب ہی سمجھا جائے گا۔ مسعودی فرقہ کا بانی مسعود احمد اصول فقہ سے بالکل جاہل ہے، اگر اس نے اصول فقہ کی پہلی کتاب اصول الشاشی بھی پڑھی ہوتی تو وہ جانتا کہ اصول فقہ چار ہیں۔

سوال کرنے کا یہ طریقہ کہ فلاں مسئلہ کا جواب صرف قرآن سے دو یا صرف حدیث سے دو، اس کا حکم نہ قرآن مجید میں ہے، نہ صحیح احادیث میں، نہ خیر القرون میں۔ تمام مسائل کے لئے سوال کا یہ طریقہ کسی نے اختیار نہیں کیا۔ یہ طریقہ خالص دور برطانیہ کی بدعت ہے۔ یہ سوال کرنے والا اجماع امت کا منکر ہے حالانکہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میری امت کا اجماع گمراہی پر نہیں ہوگا اور اجماع سے الگ ہونے والا دوزخی ہے (ترمذی ص ۳۱۵) یہ حدیث مسعودی فرقہ اور سائل کے دوزخی ہونے کی دلیل ہے، یہ سوال کرنے والا فقہ اور قیاس شرعی کا بھی منکر ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فاعتبروا یا اولی الابصار۔ علامہ سیوطی، علامہ عینی اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں الاعتبار هو القیاس (حاشیہ بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۶) اور آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جب حاکم اجتہاد سے فیصلہ کرے اور صواب کو پہنچے تو اس کو دواجر ملتے ہیں اور اگر خطا ہو جائے تو ایک اجر (بخاری ص ۱۰۹۲ ج ۲ مسلم ص ۷۶ ج ۲) اور آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے (مشکوٰۃ) اسی لئے شیطان کو فقہ اور فقہاء سے بڑی چڑ ہے۔ خدا بچائے مسعودی فرقہ کا امام اگر اس طرح شرط لگا کر سوال کرنے کو کمال سمجھتا ہے تو اس کا بڑا بھائی منکر حدیث اس سے سوال کرتا ہے کہ تم نے ”صلوٰۃ المسلمین“ نامی کتاب میں جتنے مسائل لکھے ہیں وہ سارے مسائل صرف قرآن پاک کی صریح آیات سے ثابت کر دو، مسعودی فرقہ کا بانی اپنے بڑے بھائی کے سوال سے ایسا بھاگا ہے کہ آج تک اس کو منہ نہیں دکھایا۔ اب بھی سارے مسعودی فرقہ کو اس بڑے بھائی کی لٹکار

ہے کہ مسعود کو کہو، تا مسعود نہ بنے اور صلوٰۃ المسلمین کے ہر ہر مسئلہ پر ایک ایک صریح آیت پیش کر دے لیکن اس کا بڑا بھائی بار بار یہ شعر گنگنا رہا ہے کہ:

ع نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

قیامت ہے کہ منکریں حدیث سے ٹکست کھا کر بھاگنے والا بھگوڑا اہل سنت و

الجماعت کا منہ چڑاتا ہے

قیام حشر کیوں نہ ہو کہ اک کلچری سمجھی

کرے ہے حضور بلبل بستاں نوا سخی

(۲) سائل نے لکھا ہے کہ ”صحیح احادیث“ سے جواب دیں۔ سائل کے

نزدیک صحیح اور ضعیف ہونا بھی قرآن و حدیث سے دیکھا جائے گا کہ جس حدیث کو نبی معصوم ﷺ صحیح فرمائیں وہ صحیح ہے اور جس کو ضعیف فرمائیں وہ ضعیف ہے تو اس معیار پر ذرا اپنی مایہ ناز کتاب ”صلوٰۃ المسلمین“ کی ہر ہر حدیث کا صحیح ہونا نبی معصوم ﷺ سے ثابت کر دیں لیکن مسعودی فرقہ والے کسی ایک حدیث کے بارے میں یہ صراحت آنحضرت ﷺ سے نہیں دکھا سکتے، اگر سائل کا خیال ہے کہ جس حدیث کو مسعودی صحیح کہے وہ صحیح اور جس کو مسعودی ضعیف کہے وہ ضعیف ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہئے کہ مسعودی بے چارہ اتنی اہلیت نہیں رکھتا، وہ ایک طرف دعویٰ کرتا ہے کہ جس طرح حنفی شافعی فرقہ ہیں اسی طرح اہل حدیث بھی ایک فرقہ ہے اور وہ سب فرقوں کو گمراہ کہتا ہے لیکن ڈوب مرنے کی بات ہے کہ انہیں فرقوں سے بھیک مانگ مانگ کر کتاب لکھتا ہے۔ اس کی کتاب ”صلوٰۃ المسلمین“ غیر مقلدوں کی کتابوں نیل الاوطار شوکانی، مرعاة المفاتیح رحمانی، اور صلوٰۃ النبی البانی، وغیرہ سے مسروق ہے، وہ تو ابن حجر شافعی کی جوتیاں سر پر اٹھائے ہوئے ہے اور نودی شافعی کی تے چاٹنے والا ہے اسے صحیح ضعیف کی کیا تمیز۔ وہ تو ایک مطلب پرست آدمی ہے اپنی کتاب صلوٰۃ المسلمین ص ۲۷۲ پر ایک حدیث کے بارہ میں لکھتا ہے محمد بن

اسحاق کی وجہ سے ضعیف ہے اور ص ۳۰۶ پر جو حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ سے لکھتا ہے کہ امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے تو نماز نہیں ہوتی اس کی سند ترمذی اور ابوداؤد میں دیکھ لیں وہی محمد بن اسحاق ہے اور وہی ہے اب یہ حدیث کیسے صحیح ہوگی۔

جب کسی حدیث کا صحیح یا ضعیف ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منصوص نہیں اس میں امتیوں کے اجتہاد پر ہی دارو مدار ہے اور اجتہاد کو مسائل ماننا نہیں۔ پھر جب امتیوں سے ہی پتہ چلتا ہے تو پھر جس حدیث پر خیر القرون کے مجتہد امام اعظم اور ہزاروں فقہاء اور محدثین کا عمل ہو، اس کے صحیح غیر منسوخ ہونے میں کیا شبہ ہے۔ اب امام صاحب کے صدیوں بعد کا کوئی محدث جو نہ اجتہاد رکھتا ہو نہ درجہ فقہت اپنے مذہب کی رعایت یا تعصب کی رو سے یا اپنی تحقیقات کے لحاظ سے کسی امام کے زمانہ کے بعد کے راوی کی وجہ سے اس کو ضعیف کہے تو اس حدیث پر خیر القرون کے مجتہد اعظم اور ہزاروں فقہاء، اولیاء اور محدثین کے مقابلہ میں اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ اگر کہو کہ محدثین نے اصول بنائے ہیں تو سوال یہ ہے کہ محدثین امتی ہیں نبی نہیں اگر ان اصولوں میں ان کی تقلید واجب ہے تو پھر مجتہدین کی تقلید کیوں حرام ہے۔ کیا مسائل یا اس کا امام نامسعود ایک آیت قرآنی یا ایک ہی صحیح حدیث پیش کر سکتا ہے کہ امتیوں میں سے محدثین کی تقلید واجب ہے اور مجتہدین کی شرک اور حرام، اگر ایسا نہ کر سکو اور قیامت تک نہ کر سکو گے تو تم نے اپنی نفسانی خواہشوں کو کیوں خدا بنا رکھا ہے، تمہارا پیشوا محدثین کی اس بات کو تو وحی آسمانی سمجھتا ہے جو اس کی نفسانی خواہش کے موافق ہو اور محدثین کی ہی ان باتوں کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتا ہے جو اس کی نفسانی خواہش کے خلاف ہو۔

(۳) مسعودی فرقہ کا دعویٰ ہے ہر مسئلہ صرف قرآن اور صحیح حدیث سے

ثابت ہے، اس پر ہم نے انہیں چیلنج دیا کہ نماز توحید و رسالت کے بعد سب سے اہم رکن ہے اس پر تمہارے امام نے ادھر ادھر فرقوں سے بھیک مانگ کر پونے پانچ سو صفحے کی کتاب بھی لکھی ہے اور اس کتاب پر اسے بڑا ناز بھی ہے مگر پھر بھی نماز کے مکمل مسائل وہ

قرآن حدیث سے ثابت نہیں کر سکا اور نہ کر سکتا ہے۔ یہ چیلنج کیا تھا کراچی، لاڑکانہ، شہداد کوٹ اور کئی دوسرے شہروں میں، مسعودی فرقہ پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ مسعود تو ان مقامات سے مناظرہ کے وقت ایسا غائب ہوا جیسے گدھے کے سر سے سینگ، دنیا انگشت بدنداں تھی کہ رات دن قرآن حدیث کا نام لینے والے اپنی نماز ثابت کرنے سے بھی عاجز ہیں۔ شور سے آسمان سر پر اٹھاتے مگر نماز ثابت نہ کر سکے۔ اب بھی اگر مسعودی فرقہ میں دم ختم ہے تو وہ اپنے پیشوا کو تیار کرے وہ نماز کے مکمل مسائل قرآن و حدیث سے ثابت کرے اور اس کی کتاب صلوٰۃ المسلمین میں جو خیانتیں اور جھوٹ ہیں ان کا جواب دے ورنہ میدان حشر میں محاسبہ کے لئے تیار رہے۔

بہت قریب ہے روز محشر، چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر

جو چپ رہے گی زبان خنجر، لہو پکارے گا آستیں کا

اب شرم اتارنے کے لئے یہ سوال نامہ پھیلایا جا رہا ہے تاکہ عوام کو پریشان کیا

جاسکے۔ ہم ان سوالات کے جوابات ادلہ اربعہ سے عرض کرتے ہیں۔

(۱) سوال: دین میں نیا کام نکالنا کیسا ہے؟

الجواب: آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فہو رد (متفق علیہ) جس نے دین میں ایسا نیا کام نکالا جو دین میں سے نہیں وہ مردود ہے۔ دین میں نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نہ قرآن سے ثابت ہو اور نہ سنت سے نہ اجماع امت سے نہ قیاس شرعی سے، جو بات ان چاروں دلیلوں میں سے کسی دلیل سے ثابت ہو وہ دین کی بات ہے اگر چاروں دلیلوں میں سے کسی سے بھی ثابت نہ ہو تو وہ مردود ہے۔ ان مردود بدعات میں سے ایک یہ مسعودی فرقہ بھی تھی جس کا وجود آج سے چند سال پہلے نہ تھا، مسعود احمد نامی غیر مقلد پہلے اپنے آپ کو اہل حدیث لکھتا رہا پھر کسی حدیث میں لفظ جماعت المسلمین نظر پڑا تو اس نے اپنے فرقہ کا یہ نام رکھ لیا، یہ بالکل ایسا ہی فریب ہے جیسے مرزا قادیانی کو قرآن پاک میں حضرت آدم کا نام نظر آیا تو کہنے لگا یہ میرا ذکر ہے میں

آدم ہوں، حضرت ابراہیمؑ کا نام نظر پڑا تو کہنے لگا میں ابراہیم ہوں، حضرت یوسف کا نام نظر پڑا تو کہنے لگا کہ میں یوسف ہوں، عیسیٰ کا نام دیکھا تو کہا یہ بھی میرا نام ہے، حتیٰ کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا اسم گرامی نظر آیا تو معاذ اللہ محمد رسول اللہ بن بیٹھا، حضرت مریم کا نام دیکھا تو مریم بن بیٹھا حالانکہ ان پاک ناموں سے اس کو کیا نسبت تھی۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک کجا فرشتہ کجا دجال ناپاک

قادیانیوں نے قرآن پاک میں لفظ ربوہ دیکھا فوراً ایک شہر بنا کر نام ربوہ رکھ دیا، بھلا اس ربوہ کو اس ربوہ سے کیا نسبت؟ جیسے جہنم کو جنت سے کوئی نسبت نہیں اسی طرح مسعود نے جماعت المسلمین کا لفظ دیکھا جھٹ ایک فرقہ بنا کر اس کا نام جماعت المسلمین رکھ دیا اور فخر شروع کر دیا کہ ہمارا نام حدیث میں آیا ہے جیسے قادیانی کہتا ہے ہمارے شہر کا نام قرآن میں ہے، یہ ایسا ہی فریب ہے جیسے اس حدیث کو پڑھ کر کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا خدا کو سب ناموں سے پیارا نام عبد اللہ ہے، اب رکیس المنافقین عبد اللہ بن ابی اور رئیس المفسدین عبد اللہ بن سبایہ حدیث سنا کر فخر کریں کہ ہم دونوں عبد اللہ خدا تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیارے ہیں، قادیانیوں کو قرآنی لفظ ربوہ کے غلط استعمال اور مسعودیوں کو جماعت المسلمین کے غلط استعمال پر فخر نہیں کرنا چاہئے بلکہ شرم کرنا چاہئے آپ اس پر خوش نہ ہوں کہ ہم ہی ایسا فریب کر پائے ہیں آپ سے پہلے بھی ایسے فریبی ہو گزرے ہیں جو قرآن حدیث کا اس طرح غلط استعمال کرتے تھے۔ چنانچہ ایک نعیم نامی شخص نے دعویٰ نبوت کر دیا اور بڑے زور شور سے کہنے لگا کہ مسلمانو! مجھ پر ایمان لے آؤ ورنہ قیامت کو سخت باز پرس ہوگی، مسلمانوں نے پوچھا تم ہو کون؟ پتہ تو چلے اس نے جھٹ آیت پڑھ دی نم لتستلن یومئذ عن النعیم۔ ایک دوسرا امین نامی شخص کھڑا ہوا اور رسول ہونے کا دعویٰ کر دیا کسی نے پوچھا اجی حضرت آپ کون؟ کہاں سے آئیے اس نے فوراً کہا کیا قرآن میں نہیں انسی لکم رسول امین۔ بالکل اسی طرح اس بدعتی نے اپنے مسعودی فرقہ کا نام جماعت المسلمین رکھ دیا اور اس کی مثال کو پورا کر



دکھایا۔ مع برعکس نہند نام زنگی کا فور

اس بدعتی فرقہ کی عمر تو قادیانیوں کے ربوہ سے بھی چھوٹی ہے، بہر حال دین میں نیا کام نکالنا عند الرسول مردود ہے اور ان میں سے ہی ایک یہ فرقہ مسعودی بھی ہے۔  
سوال: کیا ایک درہم سے کم نجاست غلیظہ اگر کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو اس کو دھوئے بغیر نماز ہو جائے گی؟

الجواب: نجاست غلیظہ اگر ایک درہم سے کم لگی ہو بدن یا کپڑے پر تو نماز جائز ہے مگر مکروہ ہے (طحطاوی شرح مراۃ الفلاح ص ۹۰) اس مسئلہ میں حنفیہ کے خلاف لامذہب بہت پروپیگنڈہ کرتے ہیں اس لئے یہاں دونوں مذاہب بیان کئے جائیں گے تاکہ بضدھا تتبین الاشیاء کے موافق بات صاف ہو جائے۔

۱۔ دم مسفوح بہتا ہوا رگوں کا خون غیر مقلدین کے مذہب میں سوائے حیض کے خون کے باقی ہر انسان حیوان کا خون پاک ہے (بدور الابلہ ص ۲۱ نواب صدیق حسن خان غیر مقلد) اس لئے احناف کے ہاں انسان یا کتے یا خنزیر کا خون ایک درہم سے زائد لگا ہو تو نماز نہیں ہوگی ایک درہم ہو تو نماز جائز مگر مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی اور ایک درہم سے کم ہو تو بھی نماز جائز مگر مکروہ تنزیہی ہوگی اور لامذہبوں کے نزدیک پورا چھ فٹ جسم بھی خون، قے، شراب (المرأۃ الحقیقی) منی، گوبر بچوں کے پیشاب سے بھرا ہوا ہو پھر بھی پاک ہے اور نماز بلا کراہت جائز تو ان کا فرض ہے اس چھ فٹ کا ثبوت پہلے دیں پھر ایک درہم سے کم کا سوال کریں۔ رہا انسان کا پیشاب پاخانہ تو اس سے بھی پاک ہوتا ان کے ہاں شرط نہیں۔ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں پس مصلیٰ بانجاست بدن آثم است و نماز باطل نیست نمازی کا جسم نجاست والا ہو تو اس کی نماز ہو جائے گی لیکن وہ گناہگار ہوگا (بدور الابلہ ص ۳۹) اور نواب میر نور الحسن صاحب لکھتے ہیں ہر کہ درجلہ ناپاک نماز گزارد نماز صحیح باشد جس نے ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھی تو نماز اس کی صحیح ہے (عرف الجادی ص ۲۲) اگر مسعودی فرقہ والا کہے کہ یہ ہمارا عقیدہ نہیں یہ تو غیر مقلدوں کا



ہے تو ہم کہتے ہیں کہ تم کہتے ہو کہ ہم بھی ائمہ کی تقلید سے خارج ہیں۔ نیز جس طرح حنفیہ کے درہم والے مسئلہ پر تمہارے امام نے اعتراض کیا ہے غیر مقلدوں کے اس مسئلے پر اعتراض نہیں کیا تو گویا اس کو مسلم ہے ورنہ وجہ فرق بتاؤ کہ کسی حدیث میں آیا ہے کہ احناف پر تو ایک درہم کا بھی اعتراض کرو لیکن غیر مقلدوں کا پورا جسم بھی نجس ہو تو اسے معاف کر دو۔ ہاں احناف کے مسلک پر اعتراض کرنا محض ان کے مسئلہ کی حقیقت سے جہالت پر مبنی ہے۔

حدیث اول: عن عائشة ان رسول اللہ ﷺ قال اذا ذهب احدكم الى الغائط فليطيب بثلاثة احجار تجزى عنه، رواه ابو داود و النسائي و احمد و الدارقطني و قال صحيح حسن (نیل الاوطار ص ۸۸ ج ۱)

حدیث دوم: عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا تغوط احدكم فليتمسح بثلاثة احجار فان ذلك كافية رواه الطبرانی (نصب الراية ص ۲۱۵ ج ۱)

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اگر پاخانہ کے بعد صرف تین ڈھیلوں سے پاخانہ کے مقام کو پونچھ لیا جائے تو یہ جائز اور کافی ہے۔ اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ جمہور سلف اور اہل فتویٰ کا اجماع ہے کہ ڈھیلوں کے استعمال کے بعد پانی سے استنجا کرنا صرف افضل ہے (عمدة القاری شرح صحیح بخاری ص ۲۰ ج ۱) اور ظاہر اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ ڈھیلوں سے وہ مقام پاک نہیں ہوتا بلکہ نجاست اتنے مقام پر خشک ہو جاتی ہے ان دونوں احادیث اور امت کے اجماع سے کہ پانی سے استنجا صرف افضل ہے دو باتیں معلوم ہوئیں، ایک یہ کہ قلیل نجاست معاف ہے دوسرے یہ کہ قلیل اور کثیر میں حد فاصل وہ مقام ہے۔ امام محمدؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے انہوں نے امام حماد سے انہوں نے امام ابراہیم نخعیؒ سے روایت کیا ہے کہ اگر خون یا پیشاب وغیرہ ایک درہم کی مقدار میں لگ جائے تو نماز دوبارہ پڑھو اور اگر درہم سے کم ہو تو نماز جاری رہنے دو (کتاب الآثار

ص ۲۸) امام ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ اصل بات تو یہی ہے کہ جتنا مقام استنجا کا ہے اتنا صاف ہے لیکن لوگ (صحابہ و تابعین) بار بار اس مقام کا نام لینا پسند نہیں کرتے تھے اس کی وضاحت درہم سے کر دیتے تھے (بدائع الصنائع ص ۸۰ ج ۱) اس سے معلوم ہوا کہ نفس مسئلہ میں تو اتفاق ہے صرف قدر درہم کی تعبیر مسعودی فرقہ کو پسند نہیں، یاد رہے یہ تعبیر بھی امام ابو حنیفہؒ کی اپنی ایجاد نہیں بلکہ انہوں نے جلیل القدر تابعی امام ابراہیم نخعیؒ سے روایت کی ہے اور ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ تعبیر عام رائج ہے لیکن پھر بھی ہمیں ضد نہیں اگر مسعودی فرقہ درہم کا نام نہیں لینا چاہتا تو ہم ان کو مجبور نہیں کرتے وہ درہم کی بجائے موضع استنجا کا نام لے دیا کریں بلکہ مسئلہ سمجھانے کے لئے وہ اگر مقام ننگا کر کے دکھلا بھی دیا کریں کہ اتنی مقدار معاف ہے تو پھر بھی ہم مسعودی فرقہ کو معاف کر دیں گے۔

نوٹ: امام زہری نے بطریق ابوسعلمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا۔ تعاد الصلوة من قدر الدرهم من الدم یعنی ایک درہم کی مقدار خون لگا ہو تو نماز کو دوبارہ پڑھا جائے گا۔

اور ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا اگر کپڑے میں ایک درہم کے برابر خون لگا ہوا ہو تو کپڑے کو دھویا جائے اور نماز دوبارہ پڑھی جائے (سنن الدار قطنی ص ۱۵۴ ج ۱) یہ حدیث امام زہریؒ سے دوسندوں سے مروی ہے۔

۱۔ روح بن غطیف عن الزہری

۲۔ نوح بن ابی مریم عن یزید الهاشمی عن الزہری (موضوعات ابن جوزی) اس حدیث کو ابن الجوزی نے موضوع قرار دیا ہے اور دلیل یہ بیان کی ہے کہ اسکا راوی نوح کذاب ہے اسی کو محمد طاہر ثپنی نے تذکرۃ الموضوعات ص ۳۳ پر درج کیا ہے اس کو موضوع کہنے کے لئے زیادہ زور ابن حبان نے دیا ہے، دلیل یہ دی ہے کہ اس کا راوی روح بن غطیف جھوٹی حدیثیں بناتا تھا، یہ اس کا دعویٰ ہے دلیل یہ ہے کہ اس نے یہ درہم والی جھوٹی حدیث بنائی ہے جب یہ پوچھا گیا کہ اس کے جھوٹی ہونے کی کیا دلیل ہے تو فرماتے ہیں

کہ روح بن غطیف کے دو شاگرد ہیں ایک قاسم بن مالک الحزنی ہے دوسرا نصر بن حماد ہے، پہلے کی روایت کے یہ الفاظ ہیں نَعَادُ الصَّلَاةَ مِنْ قَدَرِ الدَّرْهِمِ مِنَ الدَّمِ دوسرے کے الفاظ یہ ہیں لَا نَعَادُ الْمَرِيضَ إِلَّا بَعْدَ ثَلَاثٍ (میزان الاعتدال ص ۶۰ ج ۲) بتائیے اس دلیل میں کچھ بھی وزن ہے کیا ایک سند سے دو حدیثیں روایت نہیں کی جاسکتیں، بالفرض ایک ہی اگر حدیث ہوتی تو بھی قاسم بن مالک کی روایت قابل قبول ہوتی کہ وہ مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کا راوی اور حسن الحدیث ہے (میزان الاعتدال ص ۳۷۸ ج ۲) اور اسی سند کا شاہد بھی نوح بن ابی مریم سے موجود ہے اور نصر بن حماد صرف ابن ماجہ کا راوی ہے اور ضعیف ہے (میزان الاعتدال ص ۲۵۰ ج ۳)۔ دوسری سند کا راوی نوح الجامع امام ابو حنیفہؒ کا خصوصی شاگرد ہے، یہ آپ کی فقہ کے جامع ہیں یہ امام صاحبؒ کے زمانہ میں ہی قاضی ہو گئے تھے امام صاحبؒ ان کو ہدایات دیتے رہتے تھے (کتاب الوصیۃ) جس سے ظاہر ہے کہ امام صاحبؒ کو ان پر اعتماد تھا ان کے اعتماد کے بعد بعض متعصب لوگوں کی جرح جو محض تعصب پر مبنی ہو کوئی وقعت نہیں رکھتی اور امام صاحب کے علاوہ امیر المومنین فی الحدیث امام شعبہ بن الحجاج بھی ان سے حدیث روایت کرتے تھے حالانکہ شعبہ ثقہ راوی کے علاوہ کسی سے حدیث روایت نہیں کرتے تھے، اور ابن عدی کہتے ہیں وہ موثقیں یکتب حدیثہ (تہذیب التہذیب ص ۲۸۸ ج ۱۰) اس لئے یہ حدیث موضوع نہیں، دونوں سندیں مل کر اور پھر علماء کے فتویٰ کی نید سے قابل احتجاج ہونے میں شبہ نہیں بہر حال احتاف کا یہ مسئلہ حدیث واجماع سے خود ہے۔ فَللّٰہِ الْحَمْدُ۔

سوال: کیا آنحضرت ﷺ گردن کا مسح پشت کف سے کرتے تھے؟

الجواب: فرمان رسول ﷺ: عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ بِيَدَيْهِ عَلَى عُنُقِهِ وَفِي الْفَلَاحِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ رواه ابو الحسين بن فارس باسناده وقال معاذ الحديث ان شاء الله حديث صحيح (تلخيص الحبير

ابن حجر ص ۳۴ ج ۱)

و عن عمر رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال من توضأ و مسح علی عنقه و فی الغل یوم القیامۃ رواہ الدیلمی بسند ضعیف (اتحاف سادۃ المتقین شرح احیاء علوم الدین ص ۳۶۵ ج ۲)

عمل رسول: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے گردن کا مسح فرمایا (مجمع الزوائد ص ۹۴ ج ۱)

(۲) طلحہ بن مصرف اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے گردن کا مسح کیا (ابوداؤد)

(۳) عمرو بن کعب اپنے باپ دادا سے راوی ہیں کہ آپ ﷺ نے گردن کا مسح فرمایا۔

رواہ ابو السکن (زجاجة المصابیح ص ۱۰۱ ج ۱)  
موقوف حدیث: حضرت طلحہ بن موسیٰ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے سر کے ساتھ گدی کا مسح کیا قیامت کے دن اس کی گردن طوق سے بچائی جائے گی رواہ ابو عیینہ (زجاجة المصابیح ص ۱۰۱ ج ۱) یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے مگر ایسی بات میں رائے کا کوئی دخل نہیں اس لئے ایسی موقوف حدیث محدثین کے نزدیک مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتی ہے۔ یہ چھ احادیث گردن کے مسح کے بارہ میں ہیں جن میں سے بعض سندیں تو حسن لذاتہ ہیں اور بعض حسن لغیرہ، اور محدثین کا اصول ہے کہ فضائل اعمال اور استحباب کے ثبوت کے لئے تو ضعیف حدیث بھی دلیل بن جاتی ہے۔

اب ہم مسعودی فرقہ کو مع ان کے امام چیلنج کرتے ہیں کہ وہ صرف ایک صریح حدیث پیش کر دیں کہ آنحضرت ﷺ نے گردن کے مسح کو کف پشت سے منع فرمایا ہو اگر وہ حدیث صحیح پیش نہ کر سکے تو حسن درجہ کی حدیث ہی پیش کر دے اور اگر یہ بھی ہمت نہ ہو تو ایک ضعیف حدیث ہی پیش کر دے لیکن ساری مسعودی پارٹی قیامت تک ان چھ کے مقابلہ میں ایک حدیث بھی پیش نہیں کر سکے گی۔

رہا پشت کف کا ذکر تو اس کی احادیث میں صراحت تو نہیں ہاں ان احادیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔

۱۔ آپ ﷺ مسح ہاتھوں سے کرتے تھے۔

۲۔ مسح سر کے ساتھ کرتے تھے اب سر کا مسح شروع ہوا تو ہتھیلیاں مستعمل ہیں تو اس سے مسح گردن کر لیا ہاں اگر مسعودی فرقہ اپنے امام سمیت کسی حدیث سے اس (پشت کف) سے مسح کا منع ہونا ثابت کر دے تو ہم چھوڑ دیں گے ہاں وہ حدیث سے یہ بھی دکھائے کہ پھر گردن کا مسح پاؤں سے کیا جائے یا کس سے۔

سوال: کیا رسول اللہ ﷺ نے رفع الیدین منسوخ فرمادیا تھا؟

جواب: مسئلہ رفع الیدین میں مسعودی فرقہ نے بہت غلو سے کام لیا ہے حتیٰ کہ اس فرقہ کے پیشوا نے اس مسئلہ پر اپنی کتاب صلوٰۃ المسلمین میں تقریباً ۸۷ صفحات لکھے ہیں لیکن کتمان حق کا یہ عالم ہے کہ اپنا موضوع تک پورا نہیں لکھا۔

تمام اہل اسلام جانتے ہیں کہ دین اسلام کامل ہے اس لئے مسئلہ کا موضوع وہی کامل ہے جو مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہو، اہل سنت والجماعت کے ہاں تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین سنت ہے اس کے بعد ساری نماز میں کسی جگہ رفع یدین سنت نہیں؟ اس سے سننے والے کو پوری بات سمجھ آگئی کہ پہلی تکبیر کے بعد کسی بھی جگہ رکوع جاتے رکوع سے اٹھاتے، سجدوں میں جاتے، سجدوں سے اٹھتے، دوسری، تیسری، چوتھی رکعت کے شروع میں کسی جگہ رفع یدین سنت نہیں، دیکھئے مسئلہ پوچھنے والے کو رفع یدین کے متعلق پوری نماز کا مسئلہ معلوم ہو گیا اس کے برعکس مسعودی فرقہ کا عمل یہ ہے۔

۱۔ پہلی رکعت اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین لازمی سنت ہے اور سجدوں کو جاتے اور سجدوں سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرنا بالکل ممنوع یا منسوخ ہے، یہ ہے ان کا عمل مگر یہ فرقہ اتنا بزدل ہے اور انہیں اپنا موقف اتنا کمزور معلوم ہوتا ہے کہ یہ موضوع لکھنے سے بھی ڈرتے ہیں۔

نوٹ: مسعودی فرقہ کے پاس اس مکمل مسئلہ کے لئے ایک بھی صحیح صریح غیر معارض حدیث موجود نہیں ہے۔

مگر مسعودی فرقہ کا بانی لکھتا ہے کہ اس رفع یدین کے مکمل مسئلہ کو پچاس صحابہ نے روایت کیا ہے (صلوٰۃ المسلمین ص ۴۳۰) لیکن بقول امام مسعودی فرقہ امام بیہقی کا علم حدیث عراقی سے بہت کم تھا اور امام بخاریؒ نے مجہول کے صیغہ سے بغیر سند کے صرف ۷ اصحابہ کا نام لیا ہے (ص ۴۲۶) گویا امام بخاریؒ کا علم حدیث امام بیہقی سے بھی کم رہا۔

نوٹ: امام بخاریؒ کے جس رسالہ جزء رفع یدین کے حوالے سے مسعودی فرقہ کا امام لکھتا ہے اس کا کوئی پختہ ثبوت امام بخاریؒ تک نہیں، اس کا بیان کرنے والا محمود بن اسحاق الخزازؒ ہے جس کا ترجمہ نہ تقریب میں ہے نہ تہذیب التہذیب میں نہ تذکرۃ الحفاظ میں نہ میزان الاعتدال میں۔

صحیح بخاری میں امام بخاریؒ صرف دو صحابہ سے حدیث لائے ہیں ایک حضرت ابن عمرؓ سے جس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے اور دوسری حضرت مالک بن الحویرثؓ سے جس کا متن بخاری میں ناقص ہے نسائی میں مکمل ہے، اس مکمل متن کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں خود آپس میں متعارض ہیں کیونکہ حدیث ابن عمرؓ میں ہے کہ حضور ﷺ سجدوں میں رفع یدین نہیں کرتے تھے (بخاری) حضرت مالک بن الحویرثؓ کی حدیث میں ہے کہ سجدوں کے وقت بھی رفع یدین کرتے تھے (نسائی۔ احمد) دونوں حدیثوں میں سے کسی حدیث میں بھی نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین سے منع فرمایا تھا۔ حضرت مالک بن الحویرثؓ کی حدیث میں تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کا ذکر بھی نہیں ہے۔ کاش مسعودی فرقہ کا امام پہلے ان ہی حدیثوں کو مکمل نقل کر کے ان کا تعارض رفع کرتے جب ان دو کا تعارض بھی رفع نہ کر سکا تو عوام کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے پچاس، انیس، سترہ صحابہ کا نام لینا محض دھوکا دینا ہے۔

(رفع یدین) پھر مسعودی فرقہ کے بانی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہمارا مکمل مسئلہ رفع یدین عشرہ مبشرہ سے ثابت ہے (ص ۴۳۰)۔ عشرہ مبشرہ کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

(۱) حضرت ابو بکر صدیق ؓ (۲) حضرت عمر فاروق ؓ۔ (۳) حضرت عثمان غنی ؓ (۴) حضرت علی ؓ (۵) حضرت طلحہ ؓ (۶) حضرت زبیر ؓ (۷) حضرت سعد ؓ (۸) حضرت سعید ؓ (۹) حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ (۱۰) حضرت ابو عبیدہ ؓ۔

ہم نے شہداد کوٹ (سندھ) لاڑکانہ اور کراچی میں بار بار چیلنج کیا کہ مسعودی فرقہ اور ان کا امام ان عشرہ مبشرہ کی دس حدیثیں صحیح غیر معارض اسناد کے ساتھ پیش کر دیں ہم آج ہی رفع یدین شروع کر دیں گے لیکن یہ دُعا دبا کر بھاگ گئے۔

(۱) حضرت صدیق ؓ کی حدیث میں نہ سجود کی رفع یدین کی ممانعت نہ دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین کی ممانعت نہ تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کا حکم صرف رکوع میں رفع کا عمل جس میں دوام نہیں ہوتا اور خود حضرت صدیق ؓ تحریمہ کے بعد والی رفع یدین چھوڑ گئے تھے (دارقطنی بیہقی) تو اب مسعودی فرقہ کو کیا ملا، نہ ہی اس کی سند میں محمد بن اسماعیل السلمی کا سماع ابوالنعمان محمد بن الفضل سے ثابت، پس نہ دلیل ثابت ہوئی نہ دلالت۔

(۲) حضرت صدیق اکبر ؓ کی روایت نامکمل نقل کی ہے اس کی سند کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ پورے خیر القرون میں رکوع کی رفع الیدین ایسی غیر معروف اور متروک تھیں، کہ سارے علاقہ میں اگر کوئی ایک آدھ کر بیٹھتا تو فوراً سوال ہوتا تھا۔

(۳) پھر حضرت عمر ؓ کا موقوف قول پیش کیا لیکن سند کے راویوں عبداللہ بن القاسم اور عیسیٰ بن سلیمان کا ثقہ ہونا ثابت نہیں کر سکے اور حضرت نے خود رفع یدین کو ترک فرمایا جو طحاوی اور ابن ابی شیبہ میں موجود ہے۔

(۴) حضرت علی ؓ کی روایت پیش کی ہے مگر یہ روایت ابن ابی الزناد نے



اس وقت روایت کی جب اس کا حافظہ صحیح نہ تھا اور حضرت علی نے خود رفع یدین ترک فرما دی تھی (طحاوی، ابن ابی شیبہ، موطا امام محمد)۔ اس کے علاوہ کسی عشرہ مبشرہ سے کوئی روایت موجود نہیں کوئی صحیح اسناد پیش کرو، ورنہ جھوٹ بول بول کر عوام کو دھوکا دینے سے باز آ جاؤ۔

(۵) سوال میں جو لفظ منسوخ کا ذکر کیا ہے اگر منسوخ کا یہی معنی ہے کہ چھوڑ دینا ترک کر دینا تو ترک رفع یدین کی احادیث بہت ہیں۔ عن ابن عمر ان النبی ﷺ كان يرفع يديه اذا افتتح الصلوة و اذ ركع و اذ رفع رأسه من الركوع فلا يرفع ولا بين السجدين (مسند الحمیدی ص ۲۷۷ ج ۲)

سند اس کی نہایت صحیح ہے حمیدی اور سفیان بن عیینہ دونوں مکہ مکرمہ کے ممتاز محدثین سے ہیں اور زہری سالم اور ابن عمر رضی اللہ عنہما مدینہ منورہ کے ممتاز محدثین میں سے ہیں، سند کے راوی مکہ اور مدینہ کے محدثین ہیں اور بس۔ اور ترک رفع یدین کی احادیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (نسائی) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ (ابوداؤد) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (الاستذکار) حضرت ابوما لک اشعری رضی اللہ عنہ (مسند احمد) حضرت علی رضی اللہ عنہ (علل دارقطنی) اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

سوال: کیا رسول اللہ ﷺ نماز کی نیت زبان سے کرتے تھے؟  
الجواب: آنحضرت ﷺ سے کسی حدیث میں نہ یہ ملتا ہے کہ زبان سے نیت کرتے تھے نہ یہ ملتا ہے کہ زبان سے نیت کرنے کو منع فرماتے تھے، تو جس مسئلہ کا ذکر احادیث میں نہ ہو حدیث مشہور حدیث معاذ رضی اللہ عنہ کے موافق اس مسئلہ کا فیصلہ مجتہد سے لیا جائے گا، اگر مجتہدین نے کسی فیصلے پر اتفاق کر لیا تو وہ اجماعی مسئلہ ہوگا اگر ان میں اختلاف ہو گیا تو فقہ حنفی کا مفتی بہ قول عمل میں اختیار کیا جائے گا۔

نیت شرائط نماز میں سے ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں انما الاعمال بالنيات اور نیت اصل میں دلی پختہ ارادے کا نام ہے (بدائع الصنائع ص ۱۲۷ ج ۱) اب



سوال یہ ہے کہ نمازی تین قسم کے ہیں۔ منفرد۔ امام۔ مقتدی اور نمازیں بھی مختلف قسم ہیں۔ نفل، سنت، فرض، واجب، آپ کا اگر خیال ہے کہ سب مسائل صراحۃً حدیث سے ثابت ہیں تو فرمائیے۔

۱۔ کیا رسول پاک ﷺ نفل، سنت، واجب، فرض کی نیت دل میں کرتے تھے یا ان میں امتیاز کیلئے طریقہ اختیار کرتے تھے، جواب حدیث صریح صحیح غیر معارض سے پیش فرمائیں۔

۲۔ کیا آنحضرت ﷺ دل میں فجر، عصر، مغرب، عشاء کے فرائض کی نیت کرتے تھے تو حدیث صریح صحیح غیر معارض پیش کریں۔

۳۔ اکیلا آدمی مثلاً عصر کے فرض ادا کرنا چاہتا ہے وہ دل میں کس کس چیز کی نیت کرے، جواب حدیث صحیح صریح غیر معارض سے دیں۔

۴۔ مقتدی عصر کی نماز باجماعت پڑھتا ہے وہ دل میں رکعات، فرض عصر اقتداء قبلہ وغیرہ کس کس چیز کی نیت کرے، جواب حدیث سے دیں۔

۵۔ امام عشاء کی نماز کی جماعت کرا رہا ہے عورتیں بھی شامل جماعت ہیں اس کو صحیح حدیث سے بتائیں کہ دل میں کس کس چیز کی نیت کرے جواب حدیث سے دیں۔

۶۔ نماز جنازہ میں دل میں کس کس چیز کی نیت آنحضرت ﷺ کیا کرتے تھے، جواب حدیث سے دیں۔

۷۔ آنحضرت ﷺ نے یوم خندق میں جو چار نمازیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء قضا کی تھیں ان میں علیحدہ کیا کیا نیت کی تھی حدیث صحیح پیش کریں۔

۸۔ دل میں نیت کس وقت کرنی چاہئے تحریمہ سے پہلے یا بعد اور کب تک دل کی نیت ضروری ہے سلام تک یا کیا؟ جواب حدیث صحیح سے دیں۔

۹۔ آنحضرت ﷺ سجدہ تلاوت کے وقت دل میں کیا نیت کیا کرتے تھے، صحیح حدیث بیان فرمائیں۔

۱۰۔ ایک شخص نماز سے فارغ ہوا دوسرے نے پوچھا کیا پڑھا ہے وہ سوچنے لگا نماز اس کی صحیح ہے یا غلط، جواب صحیح حدیث سے دیں۔

الف۔ اگر کوئی شخص صرف زبان سے نیت کرے دل میں نیت نہ ہو تو نماز نہیں ہوتی کیونکہ انما الاعمال بالنیات کے موافق دل کی نیت اصل تھی جب وہ نہ پائی گئی تو نماز نہ ہوئی یہ زبانی نیت اصل نیت کی رافع ہے اس لئے بدعت سیئہ ہے۔

ب۔ ولا عبرة للذكر باللسان فان فعله لتجتمع عزيمة قبله فهو حسن، كذا في الكافي ومن عجز عن احضار القلب يكفيه اللسان كذا في الزاھدی (عالمگیری ص ۶۵ ج ۱) زبان کی محض نیت کا کوئی اعتبار نہیں، ہاں اگر دل کے ارادہ کی مضبوطی کے لئے زبان سے نیت کرے تو بہتر ہے (عالمگیری) احبہ السلف سلف نے اس کو پسند فرمایا ہے (در مختار ص ۲۹ ج ۱) کیونکہ زبان دل کی ترجمان ہے اور یہ بدعت حسنہ ہے کیونکہ اس کو مشائخ نے مستحسن قرار دیا ہے تاکہ دل کی نیت مضبوط ہو اور دل کے دوسواں دفع ہوں (شرح نقایہ ص ۶۷ ج ۱ ملا علی القاری)

اگر ان مسائل کے خلاف آپ کوئی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کر دیں تو ان مسائل کو ترک کر دیں گے۔

سوال: کیا آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں اور عورتیں سینے کے اوپر۔

سوال: کیا آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ مرد تشہد میں اٹنے پاؤں پر بیٹھیں اور عورتیں بطور تورک اٹنے کو لہے پر۔

الجواب: جواب سے قبل دو تین باتیں تمہیداً سمجھ لیں تاکہ فہم مراد میں آسانی ہو۔

۱۔ کتاب و سنت میں تمام جزئی مسائل تصریحاً نہیں ہوتے بلکہ بعض تعلیم۔ مثلاً قرآن پاک میں ہے کہ حیض والی عورت کے بارہ میں سوال ہوا اس کا جواب تو اتنا ہی تھا کہ فاسعتر لوان النساء عورتوں سے دور رہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے جواب سے پہلے ایک علت

بیان فرمادی قل هو اذی کہہ دیجئے وہ ناپاکی ہے۔ اس میں ایک قاعدہ بتا دیا کہ حائضہ سے صحبت منع ہونے کی وجہ ناپاکی ہے۔ اب اسی علت سے نفاس کا حکم بھی معلوم ہو گیا کیونکہ ناپاکی کی علت وہاں بھی پائی گئی اور اسی علت کی بناء پر نفاس کے تمام مسائل کو حیض کے مسائل پر قیاس کر لیا گیا۔ مثلاً نفاس والی مسجد میں داخل نہ ہو، قرآن کو ہاتھ نہ لگائے، قرآن پاک کی تلاوت نہ کرے، نماز نہ پڑھے، روزہ نہ رکھے، مرد سے ہمبستر نہ ہو وغیرہ۔ اگر آپ قیاس کو نہ مانیں تو نفاس والی عورت کے لئے قرآن پڑھنے، نماز، روزہ، صحبت وغیرہ کے بارے میں حضور ﷺ کا ایک ایک صریح حکم سنا دیں۔

۲۔ بالکل اسی طرح عورت کی نماز کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے دو قاعدے ارشاد فرمائے؛ عن یزید بن حبیب انه رضی اللہ عنہ مر علیٰ امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضمما بعض اللحم الى الاض فان المرأة فی ذلك لیست كالرجل۔ رواہ ابو داؤد فی مسیله۔

رسول اقدس ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنا گوشت (جسم) زمین کے ساتھ چمٹا دو کیونکہ عورت اس (نماز) میں مرد کی مثل نہیں۔ دیکھئے حضرت ﷺ نے قاعدہ بتا دیا کہ عورت کی نماز مرد کی طرح نہیں لیکن آپ نے حضرت ﷺ کے اس حکم کو نہیں مانا۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما مرفوعاً اذا جلست المرأة فی الصلوة وضعت فخذهما علی فخذهما الاخری فاذا سجدت الصقت بطنها علی فخذهما فاستر ما یکون فان الله تعالیٰ ينظر اليها ويقول يا ملائکتی انی قد غفرت لها (رواہ ابن عدی و البیهقی کنز العمال ص ۱۱۷ ج ۴)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران کو دوسری ران پر رکھے پھر جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں پر رکھے اور جتنا زیادہ

ستر (پردہ پوشی) ہو سکے کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرماتے ہیں گواہ رہو میں نے اس عورت کو بخش دیا۔ (کنز العمال ص ۱۱ ج ۴)

اس حدیث میں آپ ﷺ نے دوسرا قاعدہ ارشاد فرما دیا کہ عورت کی نماز کے مسائل میں سب سے زیادہ اہمیت ستر کی ہے اس لئے جس حالت میں ستر زیادہ ہوگا وہی نماز عورت کی خدا کو زیادہ محبوب ہوگی اور ذریعہ مغفرت بنے گی۔

۴۔ چنانچہ مرد کے لئے فرض نماز مسجد میں پڑھنا ضروری ہے عورت کے لئے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ ثواب ہے (بوجہ ستر)

۵۔ نماز باجماعت میں مرد کے لئے اول صف افضل ہے، عورت کے لئے آخر صف افضل ہے (بوجہ ستر)

۶۔ نماز باجماعت میں امام کا وسط صف میں کھڑا ہونا بالاتفاق مکروہ ہے لیکن عورت وسط صف میں ہی کھڑی ہو۔ (بوجہ ستر)

۷۔ آپ کے مرد ننگے سر نماز پڑھتے ہیں اور عورتیں ننگے سر نماز نہیں پڑھتیں۔

۸۔ آپ کے مرد ٹخنے اور آدمی پنڈلیاں ننگی کر کے نماز پڑھتے ہیں جب کہ عورتیں پنڈلیاں اور ٹخنے ڈھانپ کر نماز پڑھتی ہیں۔

بہر حال یہ شریعت مقدسہ کا قاعدہ کلیہ ہے کہ عورت نماز اس طرح ادا کرے

جس میں ستر کا زیادہ سے زیادہ اہتمام ہو۔

۹۔ آنحضرت ﷺ تکبیر تحریرہ میں دو طرح ہاتھ اٹھاتے رہے، کبھی کانوں تک کبھی

کندھوں تک، پھر آپ ﷺ نے آخری عمر میں حضرت وائل کو جب نماز سکھائی تو حکم دیا

کہ تم اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت کندھوں تک (اس حالت میں ہاتھوں کی

انگلیاں کندھوں تک پہنچ جاتی ہیں) رواہ الطبرانی۔ اب دیکھئے آنحضرت ﷺ نے خود

بوجہ ستر عورت مرد کی نماز میں فرق کر دیا۔

۱۰۔ ابو حنیفہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما انہ سئل کیف کان النساء یصلین

علی عہد رسول اللہ ﷺ قال کن ثم امرن ان يحتفزن (جامع المسانید ص ۴۰۰ ج ۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ عورتیں عہد رسالت میں نماز کیسے پڑھتی تھیں فرمایا چارزانوں بیٹھتی تھیں پھر انہیں حکم دیا گیا کہ خوب سمٹ کر بیٹھیں۔ (جامع المسانید ص ۴۰۰ ج ۱)

اب دیکھئے حدیث میں دو طرح بیٹھنا آتا تھا، ایک پاؤں کھڑا کر کے دوسرا بیٹھا کر بیٹھنا، اور سمٹ کر سرین پر بیٹھنا جسے تورک کہتے ہیں۔

۱۔ عہد رسالت میں بوجہ ستر عورت کو نماز میں تورک کی طرح بیٹھنے کا حکم دیا گیا جب کہ مرد پہلے طریقے پر ہی بیٹھے رہے۔

۲۔ عن علی رضی اللہ عنہ قال اذا سجدت المرأة فلتحتفزن ولتضم فخذیہا۔ رواہ ابن ابی شیبہ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عورت جب سجدہ کرے تو اس کو سمٹ کر سجدہ کرنا چاہئے اور سارے جسم کو ملا کر سجدہ کرنا چاہئے۔

دیکھئے اس طرح سجدہ کرنا مرد کے لئے بالاتفاق مکروہ ہے مگر عورت کے ستر کا اہتمام اس میں زیادہ تھا اس لئے یہ حکم دیا گیا۔

۱۲۔ اسی طرح ائمہ اربعہ کا اجماع اس پر ہے کہ عورت سینے پر ہاتھ باندھے (اللفظ علی مذاہب اربعہ، در مختار ص ۳۲۷ ج ۱، عالمگیری ص ۷۳ ج ۱) اور اس اجماع کی بنیاد وہی قاعدہ ہے جو حدیث میں آگیا لانہ استرلہا (شرح وقایہ ص ۷۳ ج ۱) کہ اس میں ستر کا زیادہ اہتمام ہے۔

اور دوسری حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ تھی من السنة وضع الکف علی الکف تحت السرة (احمد) نماز کا سنت طریقہ یہ ہے کہ ہتھیلی ہتھیلی پر رکھ کر ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں، اس سنت پر بھی عمل جاری رہا۔ دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق

صریح حدیث سے نہیں حدیث میں مذکور قاعدہ ستر کے مطابق بیان کر دی گئی، آپ کسی صحیح حدیث سے جو صریح ہو ان دونوں قسم کی احادیث پر عمل کرنے کا طریقہ بتادیں تو ہم یقیناً صریح کو علت پر ترجیح دیں گے اگر آپ صریح حدیث تطبیق کی پیش نہ کر سکیں تو مجتہد نے حدیث کی بیان کردہ علت کو سامنے رکھ کر دونوں قسم کی احادیث پر عمل کرنے کا جو طریقہ بتایا ہے اسے کیوں چھوڑا جائے۔

نوٹ: اگر آپ ان دونوں قسم کی احادیث سے ایک کو صحیح دوسری کو ضعیف قرار دیں تو ان کا صحیح یا ضعیف ہونا حدیث صحیح صریح سے ثابت کریں کیونکہ آپ کے نزدیک امتی کا قول شرعی دلیل نہیں ہم امتیوں کے اجماع اور مجتہد کے ارشاد کو دلیل سمجھتے ہیں اس لئے مجتہد کی تطبیق کے مقابلہ میں کسی غیر مجتہد کی بات نہیں مانتے اور خیر القرون کے مجتہد کے مقابلہ میں مابعد خیر القرون کے کسی آدمی کی بات تسلیم نہیں کرتے کیونکہ خیر القرون کی خیریت منصوص بالا حدیث ہے۔

سوال: کیا رسول اللہ ﷺ نے ائمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید کا حکم دیا ہے؟  
جواب: کتنا غلط سوال ہے، سوال صحیح یوں ہے کہ دلائل اربعہ شرعیہ میں سے کسی دلیل سے ائمہ اربعہ کی تقلید کا حکم بتائیں، فرقہ مسعودی کے پیشوانے یہ جاہلانہ سوال کہاں کیا، پہلے یہ ہی سمجھنے کی بات ہے، روافض کا بنیادی عقیدہ ہے کہ امام منصوص من اللہ ہوتا ہے جس طرح انبیاء علیہم السلام منصوص من اللہ ہوتے ہیں، اس پر اہل سنت والجماعت کا ان پر سوال ہے کہ جس طرح قرآن و حدیث میں انبیاء کے اسماء گرامی اور ساتھ ان کے منصب رسالت و نبوت کی صراحت ہے اسی طرح آپ اپنے بارہ اماموں جن کو منصوص من اللہ سمجھتے ہو کے نام مع منصب قرآن و حدیث میں دکھائیں، اور اہل سنت والجماعت کا یہ سوال بالکل صحیح تھا کیونکہ ان کے دعویٰ کے موافق تھا لیکن رافضی اپنے دعویٰ کے موافق دلیل پیش کرنے سے سو فیصد عاجز ہیں اور تا قیامت عاجز رہیں گے ان شاء اللہ العزیز۔ اب انہوں نے لا جواب ہو کر اپنی شرمندگی اتارنے کے لئے یہ سوال کرنا شروع

کر دیا کہ تم ائمہ اربعہ کی تقلید کا حکم قرآن و حدیث میں دکھاؤ جو بالکل غلط سوال تھا کیونکہ اہل سنت والجماعت کا دعویٰ ائمہ اربعہ کے بارہ میں شیعہ کی طرح منصوص من اللہ ہونے کا نہیں ہے چنانچہ اہل سنت والجماعت نے ان سے کہا کہ تمہارا یہ سوال جھوٹ پر مبنی ہے، پہلے ہماری معتبر کتابوں سے ہمارا یہ عقیدہ دکھاؤ کہ ائمہ اربعہ منصوص من اللہ ہیں لیکن وہ یہ جھوٹ اور بہتان ثابت نہ کر سکے، ان کے اس سوال کو ہمارے دعویٰ سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

(۱) چونکہ مسعودی فرقہ کا بانی بھی رافضیوں کی طرح ائمہ کے بارہ میں منصوص من اللہ ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے اسی لئے اس نے نص کا مطالبہ کیا ہے اس لئے ہم اس کو وہی جواب دیتے ہیں کہ ہماری معتبر کتابوں سے پہلے ائمہ اربعہ کے منصوص من اللہ ہونے کا عقیدہ دکھائیں ورنہ جھوٹ اور بہتان سے شرمائیں وہ بھی جو چوری کر کے سوال کیا ہے، جھوٹ کے ساتھ چوری کا گناہ بھی سر لیا ہاں تمہارا عقیدہ چونکہ یہ ہے کہ امام منصوص من اللہ ہوتا ہے جیسا کہ اس سوال سے ظاہر ہے اس لئے مسعودی فرقہ کا فرض ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کا ایسا حکم دکھائیں کہ پندرہویں صدی میں مسعود احمد گورنمنٹ ملازم کو امام ماننا فرض ہوگا۔ دیدہ باید۔

(۲) نیز آپ جن کو امام مانتے ہیں امام عبد اللہ بن مبارک، امام شافعیؒ، امام دارقطنیؒ، امام بیہقیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام یحییٰ بن آدمؒ، امام ابو حاتمؒ، امام حاکم (دیکھو صلوٰۃ المسلمین ص ۲۹۹) ان کو امام ماننے کا حکم رسول پاک ﷺ نے کس حدیث میں دیا ہے۔

(۳) اگر تقلید کے انکار کی یہی دلیل ہے کہ ائمہ اربعہ کی تقلید کا حکم حضور ﷺ نے نہیں دیا تو فرمائیے آج قرآن پاک سات متواتر قراتوں پر پڑھا جا رہا ہے آپ ان قاریوں کے نام اور ان کی قراتوں کے موافق قرآن پڑھنے کا حکم کسی حدیث صحیح صریح میں دکھائیں۔

(۴) اگر آپ کے پاس اپنے فرقہ کی کوئی آٹھویں قرات ہو تو اس کی متواتر سند پیش فرمائیں یا قرآن کی تلاوت کا بھی اسی اصول پر انکار کر دیں۔



(۵) اگر تقلید کے انکار کی یہی وجہ ہے کہ ائمہ اربعہ کا نام حدیث میں نہیں آیا تو ذرا بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ ان چھ کتابوں اور ان کے مؤلفین کے اسماء گرامی اور ان کا صحاح ستہ ہونا حدیث صحیح سے دکھائیں ورنہ اپنے اصول پر ان کو بھی چھوڑ دیں۔

(۷) آپ ہی کسی حدیث صحیح صریح غیر معارض سے ثابت کر دیں کہ آنحضرت ﷺ نے ائمہ اربعہ کی تقلید سے منع فرمایا ہو۔

سوال: امام ابوحنیفہؒ سے پہلے جو مسلمان تھے وہ کس کی تقلید کرتے تھے؟

الجواب: وما كان المؤمنون لينفروا كافة۔ فلو لا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون (التوبہ۔ ع ۱۵)

قرآن پاک کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ جو جہاد کے لئے چلنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا سب کو جہاد پر جانا زیبا نہیں کیوں نہ ہر جماعت میں ایک ایک دودو فقہ حاصل کریں اور فقہ حاصل کرنے کے بعد جب ان لوگوں کے پاس جائیں (جنہوں نے فقہ حاصل نہیں کی) تو اپنی قوم کو ڈرائیں شاید کہ وہ ڈرمان لیں۔

اس آیت میں ایک لفظ طائفہ کا ہے جس کا اطلاق ایک پر بھی ہوتا ہے دو پر بھی اور زیادہ پر بھی و الطائفة اسم للواحد و الاثنين فصاعداً (نور الانوار ص ۱۷۷) دوسرا لفظ فقہ کا ہے جس کا معنی ہے الشق و الفتح (کشاف، شامی) یعنی پھاڑنا اور کھولنا۔

یعنی ایک مسائل تو وہ ہوتے ہیں جو صراحة الفاظ میں ہوتے ہیں دوسرے بہت سے مسائل ان الفاظ کی تہ میں ہوتے ہیں ان احکام کا استنباط اور استخراج کرنا، اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ میں دو جماعتیں تھیں ایک چھوٹی سی جماعت فقہاء کی تھی جس میں ہر قوم کے ایک ایک دودو آدمی شامل تھے یہ فقہ کی تربیت حاصل کرتے تھے اس جماعت کو



آنحضرت ﷺ اس طرح ترغیب دیتے من یرد اللہ بہ خیراً بفقیہہ فی الدین (بخاری) اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائیں اس کو فقیہ بناتے ہیں چونکہ اس فقہ استنباط اور اجتہاد میں خود فقیہ کے فہم کا بھی دخل ہوتا ہے اور فقیہ نبی نہیں نہ ہی معصوم ہے تو آنحضرت ﷺ ان کی ہمت بندھاتے کہ تم تو ہر حال میں خدا سے اجر پانے والے ہو اگر صواب کو پایا تو دو اجر ملیں گے اور اگر چوک ہو گئی تو بھی ایک اجر ملے گا (بخاری) پھر گھبرانے کی کیا ضرورت۔ دوسری بڑی جماعت عام صحابہ کی تھی جو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ان کی طرح مستقل طور پر حاضر باش نہ تھی۔

آنحضرت ﷺ ان فقہاء صحابہ کو اپنی اپنی قوم میں بھیج دیتے ساری قوم والے اپنی قوم کے اس فقیہ سے فقہی مسائل پوچھ پوچھ کر عمل کرتے، کسی امتی مجتہد کے فقہی مسائل کو بلا مطالبہ دلیل تسلیم کر کے عمل کر لیتا اسی کا نام تقلید ہے ان فقہاء صحابہ کے ہزاروں فتاویٰ حدیث کی کتابوں مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ میں موجود ہیں جن میں صرف مسئلہ ہی ذکر ہے لیکن دلیل کا کوئی ذکر نہیں نہ مسئلہ بتانے والے نے دلیل ذکر کی ہے اور نہ ہی مسئلہ پوچھنے والوں نے دلیل کا مطالبہ کیا ہے، ان ہزاروں فتاویٰ سے تواتر اور قطعیت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ دور صحابہ میں تقلید بلا تکلیف جاری تھی، ایک بھی غیر مقلد نہ تھا اور تاریخ و سیر کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر ایک قوم میں ایک ہی فقیہ عالم کو بھیجا جاتا تھا اس قوم کے سارے لوگ اس ایک فقیہ سے ہی تمام مسائل پوچھ کر عمل کرتے تھے اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔

(۲) حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں صحابہ و تابعین ہمہ در یک مرتبہ نہ ہووند بلکہ بعضے ایشان مجتہد ہووند و بعضے مقلد قال اللہ تعالیٰ لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم (قراۃ العینین ص ۲۵۱) یعنی صحابہ اور تابعین سارے ایک درجہ اور مرتبہ کے نہ تھے بلکہ ان میں سے بعض مجتہد تھے اور بعض مقلد جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں البتہ جان لیں گے ان میں سے وہ لوگ جو استنباط و اجتہاد کر سکتے ہیں۔

(۳) آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا وہاں بہت سے مسائل آپ اجتہاد سے بتاتے تھے اور پورے یمن والے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی تقلید شخصی کرتے تھے، کسی شخص کا نام بھی نہیں بتایا جاسکتا جو غیر مقلد ہو اور اس نے تقلید کے خلاف آواز اٹھائی ہو۔

(۴) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی فتویٰ دینے سے پہلے فرمایا کرتے تھے کہ یہ فتویٰ میں اجتہاد ورائے سے دے رہا ہوں (جامع بیان العلم ص ۵۱ ج ۲) لوگ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ان اجتہادی فتاویٰ پر عمل کرتے تھے، اسی کو تقلید کہتے ہیں، اور دور صدیقی میں ایک بھی غیر مقلد کا نام پیش نہیں کیا جاسکتا۔

(۵) حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود اپنے اجتہاد ورائے سے فتویٰ دیتے (میزان الکبریٰ للشعرانی ص ۴۹ ج ۱) اور اپنے قاضیوں کو بھی یہی حکم بھیجتے کہ اجتہاد سے فیصلے کرو (جامع بیان العلم ص ۵۶ ج ۲) اس دور میں بھی کسی ایک غیر مقلد کا نام پیش نہیں کیا جاسکتا۔

(۶) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تو بیعت ہی اس شرط پر کی گئی کہ آپ سنت العرین کی تقلید کریں گے (شرح فقہ اکبر ص ۷۹)

(۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی فرمایا کرتے تھے اجتہاد برائی میں اپنی رائے و اجتہاد سے فتویٰ دیتا ہوں (شرح فقہ اکبر ص ۷۹)

چنانچہ خلفائے راشدین کے کئی فتاویٰ مصنف ابن ابی شیبہ میں موجود ہیں جن میں نہ ان حضرات نے مسئلہ کے ساتھ دلیل بیان فرمائی نہ عمل کرنے والوں نے دلیل کا مطالبہ کیا اسی کا نام تقلید ہے اور جس طرح پورے ۲۳ سالہ دور نبوت میں کسی ایک غیر مقلد کا نام نہیں ملتا اسی طرح پورے تیس سالہ دور خلافت راشدہ میں کسی ایک بھی غیر مقلد کا نام کسی حدیث یا تفسیر یا تاریخ کی کتاب میں نہیں ملتا۔

(۸) حضرت امام غزالی فرماتے ہیں تقلید تو اجماع صحابہ سے ثابت ہے کیونکہ وہ عوام کو فتوے دیتے (جن میں دلائل کا ذکر نہیں کرتے تھے) اور عوام کو یہ حکم نہیں دیتے

تھے کہ خود درجہ اجتہاد تک پہنچیں، اور یہ بات ان کے علماء اور عوام کے تواتر سے محل ضروریات کے ثابت ہے (المصنفی ص ۳۸۵ ج ۲)۔ ضروریات ایسی یقینی باتوں کو کہتے ہیں جن کو خاص عام سب جانتے ہیں جیسے نمازوں کی فرضیت، ایسے ہی رمضان کے روزوں کی فرضیت، ایسے ہی تواتر سے صحابہ کے دہر میں تہلیل کا ثبوت ہے۔

(۹) حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں ثم انهم نغفروا فی البلاد و صار کل واحد مقتدی ناحیة من النوی الخ یعنی ”پھر صحابہ مختلف شہروں میں پھیل گئے اور ان میں سے ہر ایک، ایک علاقہ کا مقتدا بن گیا، یعنی ایک ایک علاقہ کے لوگ ایک ہی صحابی کی تہلیل شخصی کیا کرتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ وہ صحابہ اپنے علاقہ والوں کو استنباط اور رائے سے فتوے دیا کرتے تھے (الانصاف ص ۳)

(۱۰) مکہ مکرمہ والے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تہلیل شخصی کرتے تھے اور آپ کا فتویٰ دینے کا معمول یہ تھا کہ کتاب وسنت کے بعد حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اقوال پر فتویٰ دیتے۔ اگر ان کے اقوال سے بھی مسئلہ نہ ملتا تو قال فیہ (دارمی ص ۵۹ ج ۱) مستدرک وقال الحاکم والذہبی صحیح ص ۳۴ ج ۱) السنن الکبریٰ لمبہمی ص ۱۱۵ ج ۱، جامع بیان العلم ص ۵۷ ج ۲)۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ہزاروں فتاویٰ مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں مذکور ہیں جن میں آپ نے دلیل ذکر کی نہ لوگوں نے دلیل پوچھی۔

(۱۱) مدینہ منورہ میں حضرت زید بن ثابتؓ کا فتویٰ چلتا تھا اور اہل مدینہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہہ دیا تھا لا نأخذ بقولک و ندع قول زید (بخاری ص ۲۳۷ ج ۱) لا نأبعلک یا ابن عباس و انت تحالف زیداً (عمدة القاری ص ۷۷ ج ۲، نحو فتح الباری ص ۲۶۳ ج ۳) آپ جب فتویٰ دیتے تو فرماتے انما اقول برأیی (جامع بیان العلم ص ۵۸ ج ۲) اس وقت سے لے کر آج تک مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں تہلیل شخصی پر ہی عمل در آمد ہے۔

(۱۲) بصرہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ چلتا تھا ان کے کئی فتاویٰ مصنف عبد الرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں مذکور ہیں جن کے ساتھ دلیل مذکور نہیں اور اہل بصرہ بلا مطالبہ دلیل ان فتاویٰ پر عمل کرتے تھے اور ان کی تقلید شخصی کرتے تھے۔

(۱۳) حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں لا خلاف بین فقہاء الامصار و سائر اہل السنة و ہم اہل الفقه و الحديث فی نفی القیاس فی التوحید و اثباتہ فی الاحکام الا داؤد بن علی (جامع بیان العلم ص ۷۴ ج ۲) یعنی داؤد بن علی ظاہری سے پہلے تمام شہروں میں تمام اہل سنت فقہاء اور محدثین میں کبھی اس میں اختلاف نہیں ہوا کہ توحید (عقائد) میں قیاس جائز نہیں اور احکام میں جائز ہے اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین پورے خیر القرون میں ایک شخص بھی اس کا منکر نہ تھا اور ایسے مسائل جو مجتہد قیاسی شرعی سے ثابت کرے ان کو ماننے کا نام ہی تقلید ہے تو خیر القرون میں تقلید میں کوئی اختلاف نہ تھا۔

(۱۴) دارالعلم کوفہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ چلتا تھا آپ اولہ اربعہ سے فتویٰ دیتے تھے (نسائی ص ۲۶۴) اور اکثر مسائل میں فرماتے اقول فیہ برأیی (جامع بیان العلم ص ۵۸ ج ۲) یعنی میں رائے سے یہ قول بیان کرتا ہوں۔ آپ کے بہت سے فتاویٰ کتب حدیث میں منقول ہیں آپ اپنے قول کے ساتھ دلیل بیان نہیں فرماتے تھے اور تمام اہل کوفہ بلا مطالبہ دلیل ان اقوال پر عمل کرتے تھے اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔

(۱۵) علامہ احمدی فرماتے ہیں اما الاجماع فهو انه لم تزل العامة فی

زمن الصحابة و التابعین قبل المخالفین یستفتون المجتہدین و یتبعونہم فی الاحکام الشرعیة و العلماء منهم یباعدون الی اجابة سوالہم من غیراشارة الی ذکر الدلیل و لا ینہونہم عن ذلك من غیر نکیر فکان اجماعاً علی جواز اتباع العامی للمجتہد مطلقاً (الاحکام ص ۱۷۱ ج ۳) مسئلہ تقلید پر امت کے اجماع کی دلیل یہ ہے کہ زمانہ صحابہ و تابعین سے لے کر مخالفین (داؤد ظاہری وغیرہ) کے ظہور تک

لوگ مجتہدین سے مسائل پوچھتے اور احکام شرعیہ میں ان کی تقلید کرتے اور علماء جوابات میں دلیل کا اشارہ تک نہ کرتے اور علماء و عوام کے اس طرز عمل پر کوئی انکار نہ کرتا نہ روکتا پس ثابت ہوا کہ عہد صحابہ تابعین سے ہی اس پر اجماع ہے کہ عالمی مجتہد کی تقلید کرے۔

(۱۶) دمشق، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ دمشق میں رہتے تھے جب فتویٰ دیتے تو فرماتے یہ میری رائے ہے (جامع بیان العلم ص ۵۸ ج ۲) ان کے جو فتاویٰ اور اقوال کتب حدیث میں ملتے ہیں ان کے ساتھ دلیل کا کوئی ذکر نہیں لوگ بلا مطالبہ دلیل ان اقوال پر عمل کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ عہد صحابہ و تابعین میں اجتہاد و تقلید کا دور تھا ایک بھی غیر مقلد اس دور میں موجود نہ تھا اگرچہ تابعین کے دور کا حال بھی بعض مندرجہ بالا عبارتوں میں آگیا ہے تاہم مختصر اُمزید پڑھ لیں۔

(۱۷) شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں فعند ذلك صار لكل عالم من علماء التابعين مذهب على حiale فانصب في كل بلد امام (انصاف ص ۶) تابعین میں سے ہر عالم کا ایک ایک مذہب قرار دیا گیا اور ہر شہر میں ایک ایک صاحب مذہب امام قائم ہو گیا یعنی ہر شہر والے اس اپنے ہی امام کے مذہب پر عمل کرتے تھے اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔

(۱۸) حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں اذا اختلفت مذاهب الصحابة و

التابعين في مسئلة فالمختار عند كل عالم مذهب اهل بلده (ص ۷) یعنی جب صحابہ اور تابعین کے مذاہب میں اختلاف ہوتا تو ہر عالم کے نزدیک اس کے اپنے شہر کا مذہب مختار قرار پایا اور اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔

(۱۹) دور تابعین میں ہزاروں لوگ حج کے موقع پر مکہ مکرمہ تشریف لاتے۔

خليفة وقت سرکاری طور پر منادی کروا تا کہ لا يفتي الناس الا احد هذين الامامين عطاء بن ابي رباح و مجاهد (شذرات الذهب لابن العماد ص ۱۴۸ ج ۱) حضرت عطاء اور حضرت مجاہد کے ہزاروں فتاویٰ مصنف عبد الرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں

موجود ہیں ان اقوال کے ساتھ کوئی دلیل مذکور نہیں سب تابعین اور تبع تابعین بلا مطالبہ دلیل ان اقوال پر عمل کرتے تھے، نہ کوئی خلیفہ پر اعتراض کرتا کہ ایسی منادی خلیفہ کی طرف سے کیوں ہر سال کرائی جاتی ہے نہ حضرت عطاء اور حضرت مجاہد پر کوئی اعتراض کرتا کہ تم اپنے اقوال کے ساتھ دلیل بیان کیوں نہیں کرتے اور نہ ہی ان ہزاروں لوگوں پر کوئی اعتراض کرتا کہ تم بلا مطالبہ دلیل ان اقوال پر عمل کیوں کرتے ہو۔

(۲۰) حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں فہذا کیف ینکرہ احد مع ان

الاستفتاء بین المسلمین من عہد النبی ﷺ و لا فرق بین ان یستفتی هذا دائماً و یستفتی هذا حیناً بعد ان یکون مجمعاً علی ما ذکرناہ (عقد الجید ص ۳۹) یعنی اس تقلید کا انکار کیسے کیا جاسکتا ہے جب کہ فتویٰ لینا مسلمانوں میں عہد نبوی ﷺ سے آج تک رائج ہے (اور فتاویٰ میں دلیل کا التزام نہیں کیا جاتا) اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ سارے فتوے ہمیشہ ایک ہی سے لے (جو کہ تقلید شخص ہے) یا کسی دوسرے سے بھی فتویٰ لے اور یہ فتویٰ لینا اور ان پر عمل کرنا امت میں اجماعاً ثابت ہے۔

(۲۱) خلیفہ عبد الملک نے عطاء اور زہری سے اپنے زمانے کے ہر شہر کے عالم

کے بارہ میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ :

- ۱۔ مکہ معظمہ میں عطاء بن ابی رباح
- ۲۔ مدینہ میں نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہ
- ۳۔ بصرہ میں حسن بصری
- ۴۔ کوفہ میں ابراہیم نخعی
- ۵۔ یمن میں طاؤس
- ۶۔ یمامہ میں یحییٰ بن ابی کثیر
- ۷۔ شام میں مکحول
- ۸۔ عراق میں میمون بن مہران
- ۹۔ خراسان میں ضحاک

یہ ان شہروں کے فقہاء تھے (مناقب موفق ص ۷ ج ۱، معرفت علوم

الحدیث ص ۱۹۸) دیکھئے پوری اسلامی سلطنت میں دور تابعین میں ہر شہر کے لوگ اپنے شہر کے ایک ایک فقیہ کی تقلید شخص کرتے تھے ایک تو مناقب موفق میں ان ائمہ کو فقیہ کہا گیا

ہے اور کسی کے فقہی اقوال کو تسلیم کر لینا ہی تقلید ہے، دوسرے ان سب کے اقوال مصنف عبدالرزاق مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الآثار وغیرہ میں درج ہیں، ان اقوال کے ساتھ دلائل مذکور نہیں جس سے صاف معلوم ہوا کہ یہ فقہاء بلا ذکر دلیل فتویٰ دیتے تھے اور ان کے شہر والے بلا مطالبہ دلیل ان اقوال پر عمل کرتے تھے اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔

(۲۲) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی شیخ عز الدین بن عبد السلام سے نقل

کرتے ہیں لان الناس لم یزالوا من زمن الصحابة رضی اللہ عنہ الى ان ظهرت هذه المذاهب الاربعة یقلدون من اتفق من العلماء من غیر نکیر من احد یعتبر انکاره ولو کان ذلك باطلاً لانکروه (عقد الجید ص ۳۶) سب لوگ زمانہ صحابہ سے مذاہب اربعہ کے ظہور تک تقلید کرتے رہے اور کسی قائل اعتبار شخص نے اس (تقلید) کا انکار نہ کیا۔ اگر یہ تقلید باطل ہوتی تو صحابہ تابعین اس پر ضرور انکار کرتے۔ یہ عبارت نص ہے کہ مذاہب اربعہ سے پہلے بھی تقلید رہی اور کوئی منکر تقلید موجود نہ تھا۔

(۲۳) امام حُرّنی فرماتے ہیں الفقہاء من عصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الى یومنا

هذا وهلم جرا استعملوا المقائیس فی الفقہ فی جمیع الاحکام فی امر دینہم قال و اجمعوا ان نظیر الحق حق و نظیر الباطل باطل (جامع بیان العلم ص ۶۶ ج ۲) ”تمام فقہاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آج تک تمام احکام دینیہ میں قیاس کرتے آئے ہیں اور ان کا اجماع ہے کہ حق کی نظیر حق ہے اور باطل کی نظیر باطل ہے“ اور فقہاء کے فقہی اقوال پر عمل کرنے کا ہی نام تقلید ہے۔

(۲۴) امام حُرّنی فرماتے ہیں سب سے پہلا منکر قیاس ابراہیم نظام ہے اور پھر

اس کی تقلید میں بعض معتزلہ نے بھی قیاس کا انکار کیا حالانکہ صحابہ تابعین اور تمام شہروں کے فقہاء قیاس کرتے تھے (اور غیر فقہاء ان کی تقلید کرتے رہے) (فتح الباری قسطلانی

یعنی بخاری حاشیہ ۸۸-۱۰)

(۲۵) علامہ تفتازانی فرماتے ہیں صحابہ سے قیاس کرنا وقت نہ ہونے نص کے



تواتر سے ثابت ہے (تکوین توضیح ص ۳۶۷)

(۲۶) امام نوویؒ داؤد ظاہری کے ترجمہ میں فرماتے ہیں قال امام الحرمین الذی ذهب الیه اهل التحقيق ان منکرى القياس لا يعدون من علماء الامة و حملة الشريعة لانهم معاندون مباہتون فيما ثبت استفاضۃ و تواتر آلاں معظم الشريعة صادرة عن الاجتهاد و لا تفسى النصوص بعشر معشارها و هؤلاء ملتحقون بالعوام (تہذیب الاسماء)

امام الحرمین فرماتے ہیں محققین کی تحقیق یہ ہے کہ منکرین قیاس کا شمار نہ علماء امت میں ہے نہ حاظرین شریعت میں کیونکہ وہ معاند لوگ ہیں اور بہتان باندھنے والے ہیں اور جو چیز (قیاس کا حجت شرعی ہونا) تواتر کے ساتھ ثابت ہے اس کے منکر ہیں حالانکہ شریعت کے اکثر مسائل اجتہاد سے حل کئے گئے ہیں اور صریح نصوص میں دسواں حصہ مسائل بھی نہیں ہیں اور یہ لوگ عوام میں شامل ہیں۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے تھلید فقہاء اور مجتہدین کی عوام زمانہ رسول اللہ ﷺ سے کرتے رہے ہیں اس کا انکار تواتر کا انکار ہے لیکن جس طرح صحابہ و تابعین کی جمع کی ہوئی مکمل حدیث کی کوئی کتاب آج دنیا میں موجود نہیں ہے ہاں بعد کے جن محدثین نے کتابیں جمع فرمائیں ان کا حوالہ ہی آج دیا جاتا ہے مثلاً رواہ البخاری، رواہ مسلم آج کہا جاتا ہے، ورنہ صحاح ستہ والوں سے پہلے کبھی کسی نے رواہ البخاری وغیرہ نہیں کہا تھا اسی طرح صحابہ و تابعین کی مکمل فقہ جو متواتر ہو وہ آج موجود نہیں ہے ہاں ائمہ اربعہ نے ان فتاویٰ کو اپنی فقہ میں لے لیا۔ اسی لئے اب حوالہ میں قال ابو حنیفۃ قال الشافعی کہا جاتا ہے۔

نوٹ: مسائل فروعی بعض ایسے ہیں جن پر صحابہ کا اتفاق تھا ان میں ائمہ اربعہ کا بھی اتفاق ہے، اور بعض مسائل ایسے ہیں جن میں صحابہ میں اختلاف تھا ان اختلافات میں ائمہ اربعہ نے ایک ایک پہلو کو اختیار کر لیا ہے۔



# مسعودی فرقہ کے چند اعتراضات کے جوابات

محترم قارئین حضرات! ”مسعودی فرقہ“ کے  
امیر ثانی نے ”الخیر“ میں شائع ہونے والے  
حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب نور اللہ مرقہ  
کے ایک مضمون کا جواب لکھا تھا۔ یہ مضمون اس کا  
”جواب الجواب“ ہے۔ (ادارہ)

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى - اما بعد :  
۱۹۴۷ء میں قادیانیوں نے ایک شہر بنایا اور اس شہر کا نام ربوہ رکھ دیا۔  
ربوہ کا لفظ قرآن پاک میں دو جگہ آیا ہے۔ مگر اس ربوہ (شہر) کو قرآن پاک کے  
ربوہ سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ اُتریوں کہا جائے کہ :  
ع      برنگس نہند نام رنگی کا فور

کہ حبشی جس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے، اس کا نام ”کافور“ رکھ دیا جائے جو  
نہایت سفید ہوتا ہے، تو اس نام سے اس حبشی کا رنگ تبدیل نہیں ہو جاتا۔ کسی  
اندھی عورت کا نام چراغ بی بی رکھ دیں تو اس کی آنکھیں روشن نہیں ہو جاتیں۔  
اسی طرح کراچی میں ایک کلرک مسعود احمد نامی نے جو پہلے بیلوی تھا، پھر غریاء  
اہل حدیث میں شامل ہو گیا، پھر ایک چھوٹا سا نیا فرقہ بنا کر اس کا نام جماعت

المسلمین رکھ لیا، اور اپنی اس نئی فرقے کے علاوہ سب مسلمانوں کو غیر مسلم قرار دے دیا۔ اس بدعتی فرقہ کے بارے میں ایک مختصر سا تبصرہ لکھا گیا تھا۔ اس کے بعد کچھ تفصیل کتاب تجلیات صفحہ ۱ جلد اول ص ۲۵۵ تا ۳۰۵ پر کی گئی۔ ان تبصروں کے بعد کافی عرصہ جناب مسعود احمد صاحب زندہ رہے، مگر جواب سے جواب ہی رہا۔ ان کے آنجنابی ہونے کے بعد اس فرقے کے امیر کوئی محمد اشتیاق صاحب بنے ہیں۔ چند روز قبل ایک صاحب نے ایک کتابچہ مجھے دیا جس کا نام ہے ”جماعت المسلمین پر امین اذکاروی کے اعتراضات اور ان کے جوابات“ مرتبہ محمد اشتیاق امیر جماعت المسلمین۔“ فرقہ کے امیر ثانی نے کتابچہ کی ابتداء طنز و تشبیہ سے کی ہے، ”مقلد محقق نہیں ہو سکتا۔“ موصوف نے تحقیق کے نام پر بڑے دھوکے اور فریب دیئے ہیں، اس سے زبردست غلطیاں ہوئیں، تنقید برائے تنقید، اعتراض برائے اعتراض کر کے وقت خراب کیا۔ اپنا یہ حسن اخلاق ظاہر کر کے ص ۲ پر دوسروں کو حسن اخلاق کا درس دیا ہے۔ تاکہ دیگران را نصیحت خود میاں فضیحت پر عمل ہو جائے۔

### ابتدائیہ :

فرقہ کے امیر ثانی نے ابتداء اس طنز سے کی ہے کہ مقلد محقق نہیں ہوتا۔ ایک منفی فرقہ کا امیر منفی بات ہی کر سکتا ہے، کامل اور مثبت بات اس کی قسمت میں کہاں؟ پوری بات یہ ہے کہ اجتہادی مسائل میں ہر شخص اجتہاد کی اہلیت نہیں رکھتا، اس لئے جو اجتہاد کامل ہو اس پر اجتہاد واجب ہے۔ اسے مجتہد کہتے ہیں۔ جو شخص خود اجتہاد کامل نہ ہو، وہ مجتہد کی تحقیقی بات پر عمل کر لیتا ہے، اسے مقلد کہتے ہیں۔ یعنی مجتہد کی تحقیق پر عمل کرنے والا۔ تیسرا وہ شخص ہے جو نہ خود اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہو اور نہ ہی مجتہد کی تقلید کرے، بلکہ نا اہل ہو کر اپنی ناقص رائے سے دین میں فتنہ ڈالے، اس کو غیر مقلد کہتے ہیں۔ اب ان نا اہلوں میں سے کچھ

وگوں نے اپنا نام جماعت المسلمین رکھ لیا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک محقق لمبیب ہے، جس کی طب کا لوہا ہم عصر اطباء مانتے ہیں۔ دوسرا مریض ہے، جو انما شفاء العی السوال کے مطابق محقق طبیب سے علاج کروا کر صحت یاب ہو جاتا ہے۔ تیسرا بھی مریض ہے، مگر وہ نہ خود علاج کی اہلیت رکھتا ہے، نہ محقق طبیب سے علاج کرواتا ہے۔ طب کے ایک دو اردو رسالے رکھے ہوئے ہیں۔ ان کو سمجھے بغیر دوائی استعمال کرتا ہے اور غلط اور ناقص دوائیوں سے اپنے مرض کو اتنا بگاڑ لیتا ہے کہ اب محقق طبیب اس کو لا علاج مریض قرار دے دیتا ہے۔ یہی مثال اشتیاق پارٹی کی ہے کہ لا علاج مریض ہو کر صحت یاب مریض کو عدم تحقیق کے طعنے دے رہے ہیں۔ اس لئے ہم بھی اشتیاق صاحب کے طعن و تشنیع کو لا علاج مرض کی بحرانی کیفیت کا اثر سمجھتے ہیں۔ اس کا تجربہ ہر شخص آسانی سے کر سکتا ہے۔ آپ موصوف سے پوچھیں کہ جو اجتہاد کا اہل ہو وہ کون ہے؟ تو وہ کہے گا مجتہد۔ آپ پوچھیں کہ جو مجتہد کی تحقیق پر عمل کرے تو وہ کون ہے؟ وہ کہے گا مقلد۔ پھر پوچھیں جو نہ اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہو، نہ تقلید کرے، بلکہ اپنی ناقص رائے کو نبی کی رائے اور معصوم عن الخطاء سمجھے، وہ کون ہے؟ تو وہ ہچکچائے گا۔ آپ فوراً یاد دلادیں کہ وہی آپ کی جماعت المسلمین ہے۔

مثال : ایک آدمی کا آپ پتہ پوچھیں کہ آپ سے کہاں ملا جائے، وہ کہے شہر ملتان، صوبہ پنجاب، ملک پاکستان۔ اور دوسرے آدمی سے سارا دن آپ پتہ پوچھتے رہیں کہ آپ کا پتہ۔ وہ بار بار یہی کہتا ہے کہ میں پاکستانی ہوں۔ تو کیا آپ کو یقین نہ ہو جائے گا کہ یہی لا علاج مریض ہے۔ ایک شخص اپنا تعارف کراتا ہے، میرا نام ہے محمد عمر شاہ بن محمد انور شاہ، قوم سید۔ دوسرا سارا دن یہی گردان کرتا ہے میں آدم کا بیٹا، میں آدم کا بیٹا، تو کیا آپ کو یقین نہ ہو گا کہ یہی بیچارہ لا علاج مریض ہے۔

## طیب اور پنساری :

مریض کو اپنے علاج میں اصل واسطہ طیب سے پڑتا ہے۔ اگر طیب دوا اپنے ہی پاس سے دے دے تو پنساری کے پاس جانے کی مریض کو ضرورت نہیں رہتی۔ ہاں اگر طیب خود کسی مریض کو پنساری کے پاس بھیجے کہ فلاں دوا اتنی مقدار میں لے آؤ۔ اس میں نہ مریض کی رائے کا دخل ہو، نہ پنساری کی رائے کا۔ صرف طیب کی تجویز ہو تو یہ بالکل صحیح طریق علاج ہے۔ لیکن اگر کوئی عقل مند طیب کے پاس نہ جائے، کسی مشہور ترین اور سب اطباء میں مسئلہ کتاب سے کسی دوا کی خاصیت پڑھ کر اور مشہور ترین پنساری سے وہ دوا خرید کر خوراک بھی خود متعین کرے، پرہیز سے نفرت کرے اور اپنی بیماری کو بگاڑے۔ تو یہ سارا نقصان اس کی اپنی خود رائی کا ہے۔ اس میں پنساری کا کیا قصور؟ اسی طرح شرعی طریق علاج میں فقہاء طیب ہیں اور محدثین پنساری۔ اختلافی روایات میں ہم فقیہ اعظم کے مشورہ سے روایت پر عمل کرتے ہیں، اور یہ محض اپنی رائے سے ”ایک مجموعہ“ سے روایت لے لیتے ہیں اور یہ ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ فلاں بہت بڑا پنساری ہے۔

## تقلید کا مطلب :

اس نئے فرقہ کے امیر ثانی تقلید سے بہت ٹالاں ہیں۔ مگر تقلید کی حقیقت سے بالکل ناواقف ہیں۔ بانی فرقہ نے تقلید کی تعریف نقل کرنے میں بھی تقلید ہی سے کام لیا ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالعزیز بن احمد بن محمد البخاری الحنفی المتوفی ۷۳۰ھ سے نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ ”تلاش حق“ ص ۱۶۰ اور ”خلاصہ تلاش حق“ ص ۱۳۳ پر ہے : **التقلید اتباع الانسان غیرہ فیما یقول او یفعل معتقدا للحقیۃ فیہ من غیر نظر وتامل فی الدلیل کان هذا المتبع جعل قول الغیر او فعله قلادة فی عنقه من غیر مطالبة**

دلیل۔ ”تقلید (کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ) کسی آدمی کا دوسرے کے قول یا فعل کی اتباع کرنا محض حسن عقیدت سے کہ جس میں (مجتہد کی) دلیل پر غور نہ کرے۔ گویا اس اتباع کنندہ نے دوسرے کے قول یا فعل کو اپنے گلے کا ہار بنا لیا بلا دلیل طلب کرنے کے۔“

اس تعریف سے کئی باتیں معلوم ہوئیں۔ ۱۔ تقلید اتباع کا دوسرا نام ہے۔ جو لوگ تقلید اور اتباع میں فرق کرتے ہیں جیسا کہ بانی فرقہ نے بھی بعض جگہ کیا ہے، وہ تقلید کی تعریف بھول جانے کی وجہ سے کرتے ہیں۔ ۲۔ جس بات میں تقلید کی جاتی ہے وہ بات بادل میں ہوتی ہے اور مجتہد کے پاس اس کی تفصیلی دلیل ہوتی ہے۔ البتہ مقلد محض حسن عقیدت کی بنا پر اس کی بادل میں بات کو بلا مطالبہ دلیل تسلیم کر لیتا ہے۔ ۳۔ بانی فرقہ چونکہ عالم نہیں تھا اس لئے نقل نویسی بھی صحیح نہ کر سکا۔ اصل عبارت میں لفظ للحقیقہ ایک ”ق“ کے ساتھ تھا، بانی نے ایک اور ”ق“ بڑھا کر للحقیقہ بنا ڈالا۔ اس کو کاتب کی غلطی نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ اس نے ترجمہ میں بھی ”حقیقت“ ہی لکھا ہے۔ جس فرقہ کا امیر نقل نویسی بھی صحیح نہ کر سکے تو کیا اتخذا الناس روسا جہا لائل حدیث پاک اس پر صادق آئے گی یا نہیں۔ ۴۔ بانی فرقہ نے قلاۃ کا ترجمہ بریکٹ میں (پٹہ) کیا ہے۔ اور میں نے قلاۃ کا ترجمہ بار کیا ہے۔ قلاۃ کے معنی دونوں ہی ہیں مگر پٹہ جانور کے گلے میں ڈالا جاتا ہے۔ اس لئے جانور قلاۃ کا معنی پٹہ ہی کرتے ہیں اور ہار انسانوں کے گلے میں ڈالا جاتا ہے، اس لئے انسان قلاۃ کا معنی ہار ہی کرتے ہیں۔

”نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی۔“

بخاری میں باب القلائد والسحاب للنساء ہے کہ صحابیات نے گلے کے ہار صدقہ میں دے دیے۔ کیا بانی کے بعد ثانی ان کا ترجمہ صحابیات کے پٹے کرے گا۔ اور دوسرا باب ہے استعارة القلائد۔ کیا ام المؤمنین حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ان کا بار ادھار لیا تھا یا حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا پٹہ ادھار لیا تھا۔ کیا قلاوہ کا ترجمہ پٹہ کرنا طرہ تو نہیں۔ ثانی بانی اس کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ ۵۔ ثانی نے ص ۱۶ پر لکھا ہے: ائمہ کی تحقیق پر اعتماد کرنا کہ یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف تقلید نہیں ہے۔ تقلید مسائل میں ہوتی ہے، پھر تقلید ایک امام کی ہوتی ہے، متعدد امام کی تقلید نہیں ہوتی۔ امین صاحب (راقم الحروف) کو تقلید کی تعریف ایک بار پھر پڑھ لینی چاہئے۔ ”ہم نے سوچا تھا کہ بانی کے بعد ثانی شاید کوئی پڑھا لکھا آدمی ہوگا، لیکن معلوم ہوا کہ جناب صحیح اردو بھی نہیں لکھ سکتے۔ متعدد امام کی تقلید نہیں ہوتی۔ یہاں امام بصیغہ واحد غلط ہے، یہاں اماموں یا ائمہ جمع آنا چاہئے۔ مگر ہائے فرقہ کی قسمت! جناب من محدثین جو کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہتے ہیں تو کسی نص سے نہیں کہتے کہ اللہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو صحیح یا ضعیف کہا ہے، بلکہ وہ لوگ پہلے اپنی رائے اور اجتہاد سے کچھ اصول بتاتے ہیں۔ پھر اس رائے اور اجتہاد پر مبنی اصولوں سے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہتے ہیں۔ اس لئے ان کی اجتہادی رائے کو بلا مطالبہ دلیل ماننا تقلید ہے۔ (قواعد فی علوم الحدیث)

چنانچہ بانی فرقہ کے معتمد خاص جناب البانی صاحب کی شہادتیں پڑھیں۔ (۱) ایک حدیث پر ہیشمی نے کہا رجالہ رجال الصحیح۔ اسی بات کو سیوطی نے نقل کیا تو البانی صاحب فرماتے ہیں قلده السیوطی۔ سیوطی نے اس کی تقلید کی۔ (الضعیفہ ۲-۳۴۰) (۲) ایک حدیث کو سیوطی نے ضعیف کہا ہے۔ مناوی نے حافظ ابن حجر کے قول سے سیوطی کا رد کر کے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ جناب البانی صاحب لکھتے ہیں: وهذا تعقب واه جاء من التقليد والاستسلام لردا الحافظ ابن حجر دون تبصر (ص ۳۴۵)۔ کہ مناوی کا اس حدیث کو صحیح کہنا ابن حجر کی اندھی تقلید ہے۔ (۳) حافظ ابن حجر نے

ایک حدیث پر لکھا ہے: رجالہ ثقات، یہی بات ان کے حوالہ سے صفائی نے لکھی ہے۔ تو البانی لکھتے ہیں: قلده الصنعانی (ص ۳۶۲) صفائی نے اس کی تقلید کی ہے۔ (۴) ابن کثیر نے ایک حدیث کو صحیح کہا ہے۔ البانی نے لکھا ہے: قلده فی ذالک.... شوکانی، صدیق حسن خان، آلوسی (ص ۳۸۷) یعنی شوکانی، صدیق حسن اور آلوسی نے ابن کثیر کی تقلید کی ہے۔ (۵) صفائی نے ایک حدیث کو صحیح ماننے میں دارقطنی کی تقلید کی ہے ص ۳۹۳۔ (۶) حاکم اور ذہبی نے ایک حدیث کو صحیح علی شرط الشیخین کہا ہے۔ مناوی نے اس کو نقل کیا ہے۔ البانی صاحب لکھتے ہیں: قلده الحاکم والذہبی (الضعیفۃ ص ۱۳ ج ۴) (۷) اسی طرح الغماری کو مناوی کا مقلد کہا ہے (ص ۶۹)۔ (۸) قلده المناوی کہ مناوی نے ہیشمی کی تقلید کی ہے ص ۹۵۔ (۹) قلده الغماری کعادتہ (ص ۳۱۵)۔ (۱۰) خود اپنے بارے میں البانی لکھتا ہے قلده فی ذالک کله للجنة القائمة علی تحقیقہ (ص ۳۱۶) میں نے ان سب میں اس مجلس کی تقلید کی ہے جو تحقیق کے لئے قائم کی گئی۔ تلک عشرۃ کاملۃ۔

آخری حوالہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تقلید صرف ایک کی نہیں ہوتی، جماعت کی بھی ہوتی ہے۔ اس تحقیق سے یہ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ بانی اور ثانی محدثین کے مقلد ہیں اور تقلید ان کے ہاں شرک ہے۔ اس لئے دونوں اقراراً مشرک ہیں۔ ثانی صاحب! ہم نے تقلید کا معنی دوبارہ غور سے پڑھا لیا۔

**مسلمین :**

بانی فرقہ کے نزدیک مسلم کا معنی وہ نہیں جو سب مسلمان کرتے ہیں بلکہ ان کے ہاں مسلم کا معنی غیر مقلد ہے۔ لکھتا ہے ”غرض یہ کہ مسلمین یعنی کسی امام کی تقلید نہ کرنے والے ہمیشہ رہے ہیں۔“ (خلاصہ تلاش حق ص ۴۱) کیا اس عبارت کا صاف مطلب نہیں کہ جو کسی امام کی تقلید نہیں کرتا وہ مسلم ہے اور جو کسی امام کی



تقلید کرے وہ غیر مسلم ہے۔ ایک صاحب نے کہا ”ہم قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں، اللہ کی وحدانیت پر ہمارا ایمان ہے، حضور ﷺ کی رسالت پر ایمان ہے وغیرہ وغیرہ“ تو کیا پھر بھی ہم مسلم نہیں؟ بانی فرقہ جواب دیتا ہے ”ان سب باتوں کے باوجود بھی آپ مسلم نہیں، اس لئے کہ آپ شرک کے مرتکب ہیں (ص ۱۳۱) کیونکہ آپ نے تقلید کو داخل فی الدین کیا، اس کو واجب قرار دیا، لہذا آپ شرک کے مرتکب ہوئے (ص ۱۳۲) ان سب باتوں پر بریلویوں، مرزائیوں، رافضیوں، منکرین حدیث اور جملہ فرق باطلہ کا اتفاق ہے تو کیا وہ سب مسلم ہیں؟ (ص ۱۳۳) کیا ان عبارتوں میں صراحت نہیں کہ مقلدین غیر مسلم ہیں۔ جیسے مرزائی، رافضی، منکرین حدیث غیر مسلم ہیں۔ ثانی صاحب! میری دلیل تو شکل اول ہے جو بدیہی الانتاج ہوتی ہے۔ صغریٰ یہ ہے وہ تمام محدثین جن کا ذکر طبقات حنفیہ، طبقات مالکیہ، طبقات شافعیہ اور طبقات جنابلہ میں ہے، وہ مقلد ہیں۔ کبریٰ یہ ہے ہر مقلد مرزائیوں کی طرح غیر مسلم ہے۔ نتیجہ : یہ تمام محدثین مرزائیوں کی طرح غیر مسلم ہیں جن کی کتابوں سے صلوٰۃ المسلمین، منہاج المسلمین وغیرہ مرتب کی ہیں۔ جناب ثانی صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا ہے ”جو مقلد ہوتا ہے وہ اپنے مقلد ہونے کا خود اقرار کرتا ہے“ (ص ۱۳) یہ بات پڑھ کر شاید کچھ ان پڑھ مریدین جھوم گئے ہوں کہ ثانی تو بانی سے بھی بڑھ گیا۔ لیکن اہل علم تو سمجھ گئے کہ ثانی صاحب نہ قرآن کو مانتے ہیں، نہ حدیث کو، نہ کسی قانون کو، نہ ہی اپنی بات کو۔ کتاب و سنت اور دنیا کے ہر قانون میں ثبوت کے تین طریقے ہیں۔ اقرار، شہادت، نکل۔ فقہاء ان میں سے اقرار کو ثبوت قاصر کہتے ہیں۔ کیونکہ اقرار کرنے والا کسی وقت بھی اپنے اقرار سے رجوع کر سکتا ہے۔ جناب نے ایک ہی فقرے میں آیات و احادیث شہادت کا انکار کر ڈالا۔ کیوں ثانی صاحب! جناب کی طرح کوئی یوں کہے کہ ”صحابی وہ ہوتا ہے جو خود اپنے صحابی



ہونے کا اقرار کرے۔ تابعی وہ ہوتا ہے جو خود اپنے تابعی ہونے کا اقرار کرے۔  
 تبع تابعی وہ ہوتا ہے جو خود اپنے تبع تابعی ہونے کا اقرار کرے۔ تو ثانی صاحب  
 تاریخ سے کتنے صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا اقرار دکھا سکتے ہیں اور جس کا نہ دکھا  
 سکیں اس کے صحابی، تابعی، تبع تابعی ہونے کا انکار کریں گے؟

(۲) ثانی صاحب! جن محدثین کے مقلد ہونے کے لئے آپ فرماتے ہیں کہ  
 اقرار دکھایا جائے ان کو آپ محدث اور مسلم تو مانتے ہیں۔ تو کیا آپ تاریخ میں  
 ان کا اقرار دکھا سکتے ہیں کہ سب نے کہا ہو میں محدث ہوں، میں مسلم ہوں۔ اور  
 نہ دکھا سکیں اور قیامت تک نہ دکھا سکیں گے۔ تو ان کے محدث اور مسلم ہونے کا  
 انکار علی الاعلان شائع کرو گے؟

(۳) ثانی صاحب! جن راویوں کو جناب ثقہ یا ضعیف یا عادل یا کذاب کہتے  
 ہیں ان کا اقرار جناب پیش کر سکیں گے کہ راوی نے کہا ہو میں ثقہ ہوں، میں  
 ضعیف ہوں، میں کذاب ہوں، میں دجال ہوں وغیرہ۔ (۴) ثانی صاحب حنفی،  
 شافعی، مالکی، حنبلی سب اپنے مسلم ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ جناب ان کے اس  
 اقرار کو تسلیم کیوں نہیں کرتے۔ ہم نے تو سنا تھا کہ غیر مقلد وہ ہوتا ہے جو کسی کی  
 بات نہ مانے۔ آپ تو ایسے غیر مقلد نکلے جو اپنی بات پر بھی قائم نہ رہے۔ (۵) ثانی  
 صاحب! مقلد ہونے کے لئے تو اقرار ضروری ہے۔ تو کیا جن کو بانی یا ثانی نے حنفی  
 یا شافعی وغیرہ لکھا ہے، مثلاً علامہ زیلعی، علامہ عینی وغیرہ، ان کو جناب نے مقلد  
 کیسے مان لیا۔ ان کا اقرار باحوالہ تحریر فرمائیں۔ (۶) ثانی صاحب! اگر کسی کو مقلد  
 کہنے کے لئے اس کا اقرار دکھانا ضروری ہے تو کسی کو غیر مقلد کہنے کے لئے اس کا  
 اقرار دکھانا ضروری ہونا چاہئے۔ تو جناب جن محدثین کو غیر مقلد مانتے ہیں ان کا اپنا  
 اقرار دکھا دیں کہ میں نہ مجتہد ہوں نہ مقلد، بلکہ غیر مقلد ہوں۔ ثانی صاحب! ایسے  
 لگتا ہے جیسے جناب حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے فرد ہیں جن کے لینے کے

باٹ الگ ہوتے تھے اور دینے کے باٹ الگ ہوتے تھے۔ جناب جس کو جو مان لیں اس کا اقرار دکھانے کی ضرورت نہیں، لیکن دوسروں سے اقرار اقرار دکھانے کا مطالبہ ہے۔ (۷) ثانی صاحب! ایک مورخ تاریخ لاہور لکھے اور اس میں نمبر وار عنوان دے کر لاہوریوں کے حالات لکھے۔ تو پرائمری کلاس کے بچے بھی مان جاتے ہیں کہ جن کے حالات اس کتاب میں درج ہیں، وہ لاہوری ہیں۔ کوئی پرائمری سکول کا بچہ بھی ایسی بے ہودہ بات نہیں کہتا کہ ہر شخص کا اپنا اقرار نامہ پہلے دکھاؤ کہ اس نے خود کہا ہو کہ میں لاہوری ہوں، ورنہ میں ان کو لاہوری نہیں مانتا۔ (۸) ثانی صاحب! محدثین نے خود جو کتابیں محدثین کے حالات میں لکھی ہیں، وہ چار ہی قسم کی ہیں۔ طبقات حنفیہ، طبقات مالکیہ، طبقات شافعیہ، طبقات حنبلیہ۔ طبقات غیر مقلدین نامی کوئی کتاب کسی مسلمہ محدث یا مورخ نے نہیں لکھی۔ تو جس طرح تاریخ لاہور میں مذکور سب لاہوری ہیں، طبقات حنفیہ میں مذکور سب حنفی ہیں۔ جس طرح تاریخ ملتان میں مذکور سب ملتانی ہیں۔ اسی طرح طبقات شافعیہ میں مذکور سب شافعی ہیں۔ ثانی صاحب! جن کتابوں کی شہادت سے جناب ان کا مسلم ہونا مانتے ہیں، ان کا محدث ہونا مانتے ہیں۔ ان ہی سے ان کا مقلد ہونا ثابت ہے۔ جس طرح ان کا محدث ہونا اور مسلم ہونا ایک متواتر تاریخی شہادت ہے اسی طرح ان کا مقلد ہونا بھی متواتر تاریخی شہادت ہے۔ (۹) ثانی صاحب! جس قسم کی تاریخی شہادتوں سے جناب کسی راوی کا ثقہ یا ضعیف ہونا مانتے ہیں، حالانکہ ان کے بارہ میں شہادتوں میں سخت اختلاف بھی ملتا ہے۔ مگر محدثین کے مقلد ہونے میں کوئی تاریخی اختلاف نہیں ملتا۔ تو راویوں کے بارہ میں محدثین کی اختلافی آرا کو قبول کرنا اور مقلد ہونے کے بارہ میں ان کی اتفاقی شہادتوں کو ٹھکرانا کونسی عقل مندی ہے۔ ثانی صاحب! یہی وہ حنفی شافعی مالکی حنبلی محدثین ہیں جو مقلد ہیں اور بانی صاحب ان ہی مقلدین کو مرزائیوں جیسا غیر مسلم قرار دیتا ہے۔ (۱۰) ثانی

صاحب! اگر جناب مقلدین کو مسلم مانتے ہیں تو صاف اعلان شائع کریں کہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی مقلدین سب سچے اور یکے مسلم ہیں۔ بانی فرقہ نے جو ان کو غیر مسلم لکھا ہے وہ مسلمین کو غیر مسلم کہنے کی وجہ سے خود غیر مسلم تھا اور غیر مسلم ہی مرا ہے۔ البتہ ہم اس سے توبہ کر رہے ہیں۔ ثانی صاحب! دین میں ایچ بیج سے کام نہ لیں، بات صاف صاف کریں۔

### اختلافی احادیث :

بانی اور ثانی، اہل سنت کے خلاف یہ جھوٹا پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ ہم احادیث پر عمل کرتے ہیں اور حنفی احادیث کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ جن احادیث میں اختلاف ہے ان میں سب احادیث پر تو کوئی بھی عمل نہیں کرتا۔ احادیث متعارضہ میں سب کا دعویٰ ہے کہ وہ احادیث راجحہ پر عمل کرتے ہیں۔ کسی حدیث کا صحیح، ضعیف یا راجح اور مرجوح ہونا اللہ و رسول ﷺ نے تو بیان نہیں فرمایا۔ اس لئے ہم اس بارہ میں اپنے مجتہد کی تقلید کرتے ہیں۔ خیر القرون کے مجتہد حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے جن احادیث کو راجح قرار دیا، ہم ان پر عمل کرتے ہیں۔ اور ثانی صاحب اس بارہ میں بانی فرقہ کے مقلد ہیں۔ جب کہ بانی فرقہ کو اجتہاد کی ہوا بھی نہیں لگی۔ وہ مقلد کو مشرک اور غیر مسلم بھی کہتا ہے اور ان کی تقلید بھی کرتا ہے۔ اس نے اپنی ساری نماز صاحب مشکوٰۃ (مقلد شافعی) ابن حجر (مقلد شافعی) شوکانی (زیدی) البانی فرقہ پرست اہل حدیث وغیرہ سے لی ہے۔ جس طرح مشرکین خدا کو چھوڑ کر اس کے بندوں سے مرادیں مانگتے ہیں، یہ مجتہدین کی تقلید کو شرک قرار دیتے ہیں اور ان کے مقلدین کی تقلید کو عین ایمان سمجھتے ہیں۔ ثانی صاحب نے بارہ مسائل کا اشارہ کیا ہے۔

(۱) جس طرح جوتے اتار کر نماز پڑھنا امت میں عملاً متواتر ہے، اسی طرح ترک رفع یدین کی احادیث عملاً متواتر ہیں۔ جن کے بانی اور ثانی دونوں منکر ہیں۔ تو منکر

حدیث کون ہوا۔ یاد رہے کہ عملی تواتر کو بانی فرقہ قرآن کے تواتر سے بھی بڑا تواتر مانتا ہے۔ (۲) آئین بالجہر کا سنت ہونا کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ بانی اور ثانی سنت کی جامع و مانع تعریف سے جاہل ہیں۔ خلفائے راشدین (رضی اللہ عنہم) سے آج تک آہستہ آہستہ آئین کی احادیث پر اکثر امت میں متواتر عمل ہے، جس کا بانی اور ثانی منکر ہے۔ تو ان کے منکرین حدیث ہونے میں کیا شک ہے۔ (۳) صف بندی قدم سے قدم، کندھے سے کندھا ملانا لکھتا ہے۔ گھٹنے سے گھٹنا ملانا کیوں ذکر نہیں کیا جو ابو داؤد میں ہے۔ نیز یہ بھی فرمائیں، یہ حدیث کی کونسی قسم ہے قولی یا فعلی یا تقریری؟ نیز سنت کی تعریف فرما کر اس کی سنیت ثابت کریں۔ (۴) ہاتھ باندھنے میں ہم دائیں ہتھیلی بائیں ہتھیلی پر رکھتے ہیں جیسا کہ ابو داؤد، مسند احمد وغیرہ میں حدیث ہے جس پر آپ کا عمل نہیں۔ بائیں ہاتھ کے گٹ (رسغ) کو پکڑتے ہیں (ابو داؤد) جس پر آپ کا عمل نہیں اور ذراع پر دائیں ہاتھ کی انگلیاں رکھتے ہیں، سب حدیثوں پر ہمارا عمل ہے اور جناب افتومنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض کے مصداق کتنی احادیث کے منکر ہیں۔ (۵) تین چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا۔ اس مسئلہ کے بارہ میں امام ترمذی فرماتے ہیں: قال بعض اهل العلم المضبضة والاستنشاق من كف واحد يعجزى وقال بعضهم يفرقهما احب الينا وقال الشافعي ان جمعهما في كف واحد فهو جائز وان فرقهما فهو احب الينا۔ (ص ۶، ج ۱) یہی کچھ ہم کہتے ہیں۔ جناب کا غیر محبوب کو سنت سمجھنا سنت کی تعریف سے جہالت پر مبنی ہے۔ اور احادیث مفصل کے آپ منکر ہیں۔ (۶) ہمارے ہاں پورے سر کا مسح سنت ہے۔ جناب اگر حدیث میں تصریح دکھادیں کہ پورے سر کا مسح سنت نہیں فرض ہے تو ہم سنت کہنے سے رجوع کر لیں گے۔ مگر آپ اس وقت اس مسئلہ مسیح علی الناضیۃ والی متفق علیہ حدیث کے منکر ہیں۔ (۷) کسی حدیث میں

یہ صراحت نہیں کہ مرد اور عورت کی نماز میں فرق نہیں، یہ جناب کا جھوٹ ہے۔ (۸) امام کے سکات میں فاتحہ پڑھنے کی ایک بھی صحیح حدیث نہیں۔ اس لئے امام ابن تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں اس کو بدترین بدعت قرار دیا ہے۔ (۹) ذبح کرتے وقت جانور کا پچھ پیٹ میں مر جائے تو بوجہ مردار حرام ہے۔ اور اگر لٹاتے وقت چوٹ سے مرا تو مردیہ میں داخل ہو کر حرام ہے۔ اگر سانس بند ہو کر گلا گھٹنے سے مرا تو متخفہ میں داخل اور حرام ہے۔ آپ تو قرآن کے بھی منکر نکلے۔ (۱۰) تورک کے بارہ میں لم یتورک (ابوداؤد میں) ہے جس کے آپ منکر ہیں۔ تورک کو سنت کہنا سنت کی تعریف سے جہالت ہے۔ (۱۱) جلسہ استراحت کو سنت کہنا بھی سنت کی تعریف سے جہالت ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نماز کو خلاف سنت کہنا ہے اور سیدھے کھڑے ہونے والی حدیث کا انکار ہے جن پر امت میں متواتر عمل چلا آ رہا ہے۔ (۱۲) کلمہ شہادت کی انگلی کو آخر وقت تک اٹھائے رکھنا متواتر عمل کے خلاف اور شاذ ہے۔ جناب کا فرقہ بھی شاذہ، مسائل بھی شاذ، اس لئے حدیث پاک من شذ شذ فی النار سے ڈرنا چاہئے۔ (۱۳) کیا آپ یہ حلیہ اعلان شائع کر سکتے ہیں کہ ہم تمام اختلافی احادیث پر عمل کرتے ہیں۔ بہر حال احادیث متعارضہ میں احادیث راجحہ پر عمل ہوتا ہے۔

### دعوة المسلمین :

اس میں میرا اعتراض یہی ہے کہ (ص ۱۳۴، ج ۱ بخاری) پر لفظ دعوة المسلمین کے لفظ کو مسعودی لیتا ہے مگر ص ۴۶ پر دعوة المؤمنین ہے، اس کو چھپاتا ہے۔ جناب نے اپنی رائے یہ بیان کی کہ مسلمین نام ہے اور مؤمنین صفت ہے، مگر یہ فرق طبع زاد ہے حدیث میں نہیں۔ بہر حال بانی فرقہ سے کتمان کا اعتراض دور نہ ہو سکا۔ امام المسلمین جناب نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جماعت المسلمین کے امام ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما تھے (یہ عنما تنبیہ کا صیغہ

استعمال کرنا علم ہے یا جہالت) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ص ۶-۱۱) جناب نے اپنے اصول پر ان کا اپنا اقرار نقل نہیں فرمایا کہ ”میں جماعت المسلمین کا امام ہوں۔“ آئندہ ضرور مستند حوالہ پیش فرمائیں۔ (۲) یہ چاروں صاحب اقتدار تھے اور بانی فرقہ اقتدار سے محروم۔ (۳) کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد جماعت المسلمین مٹ گئی تھی۔ پھر چودھویں صدی کے آخر میں مسعود صاحب نے اس نام کی جماعت گھڑی؟ تو درمیانی زمانہ کے ائمہ کا ذکر بھی فرمادیں۔ ورنہ حقیقت سب کو معلوم ہے کہ قادیانوں کے ربوہ کی طرح یہ نام بھی مسعود نے گھڑا۔ اس جماعت کے نام سے لڑیچر بھی اسی نے گھڑا۔ چلو کم از کم تیرھویں اور بارہویں صدی کے ہی امام المسلمین کا نام دکھا دو۔ ہاں جناب نے فرمایا ہے کہ ابو داؤد کی خلیفہ والی حدیث شاذ یعنی ضعیف ہے۔ یہ فقرہ بالکل بے معنی ہے۔ اگر اس کو ضعیف کہنے کی وجہ شاذ ہونا ہے تو جناب شاذ کی تعریف سے ناواقف ہیں۔ ”شدوز“ ثقات کی مخالفت کا نام ہے۔ شاذ تو جب ہوتی ہے کہ کئی ایک ثقات یوں حدیث بیان کرتے کہ امام المسلمین کبھی خلیفہ نہیں ہوگا۔ پھر فنی کے خلاف اس اثبات والی حدیث کو شاذ کہا جاتا۔ جناب نے جب خود مانا کہ پہلے چاروں امام المسلمین خلیفہ تھے۔ اب بھی امام المسلمین کا خلیفہ ہونا تو اس کی موافقت ہے نہ کہ شدوز۔ انسان جس فن سے جاہل ہو، اس میں قدم رکھنے سے اسی طرح ذلیل ہوتا ہے۔

**امامت :**

بانی فرقہ نے لکھا تھا کہ درمختار میں شرائط امامت میں یہ مسئلہ لکھا ہے۔ شرط تو اس کو کہتے ہیں کہ اذافات الشرط فات المشروط۔ فقہ حنفی میں شرائط نماز یہ ہیں : ۱۔ بدن کا پاک ہونا، ۲۔ کپڑوں کا پاک ہونا، ۳۔ جگہ کا پاک ہونا، ۴۔ ستر کا چھپانا، ۵۔ نماز کا وقت ہونا، ۶۔ قبلہ کی طرف منہ کرنا، ۷۔ نیت کرنا

(تعلیم الاسلام ص ۴۴) ان کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ بانی فرقہ نے بہت بڑا جھوٹ بولا ہے کہ آلہ تاسل کا چھوٹا ہونا امامت کی شرائط میں سے ہے۔ اگر در مختار یا کسی بھی حنفی مذہب کی کتاب میں یہاں لفظ شرط دکھا دے تو مبلغ ایک لاکھ روپے انعام دیا جائے گا۔ اور اگر نہ دکھا سکے اور (ان شاء اللہ) ہرگز نہ دکھا سکو گے تو ایک لاکھ دفعہ لعنة اللہ علی الکاذبین کا وظیفہ روزانہ پڑھ لیا کریں تاکہ کاذب پر لعنت برستی رہے۔

### در مختار :

مذہب حنفی پر اعتراض کرنے سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اصل مذہب حنفی متون فقہ میں ہوتا ہے۔ ہاں شروح میں شارح کی تخریجات بھی ہوتی ہیں، جو اس وقت تک مذہب نہیں کہلاتیں جب تک مفتی بہ نہ ہوں۔ حضرت فقیہ محمد بن عبد اللہ بن احمد خطیب بن محمد خطیب بن ابراہیم خطیب بن خلیل بن تمر تاشی المتوفی ۱۰۰۴ھ نے فقہ کا ایک متن مرتب فرمایا جس کا نام ”تویر الابصار“ رکھا۔ مرتب کرنے کا مطلب یہ ہے جیسے مشکوٰۃ شریف پہلی کتابوں کو سامنے رکھ کر مرتب کر لی گئی، پھر فقیہ محدث عالم فاضل امام محمد بن علی بن محمد بن علی بن عبد الرحمن المعروف بہ حصکفی المتوفی ۱۰۸۸ھ نے اس کتاب کی شرح تحریر فرمائی۔ اس میں ”احق بالامامة“ کے عنوان کے تحت ص ۱۶ پر تحریر فرمایا ثم الاکبر راسا والاصغر عضوا۔ یعنی وہ امام بنے جس کا سر بڑا اور دوسرے عضو چھوٹے ہوں۔ کیونکہ سر کا بڑا ہونا اور دوسرے اعضاء کا متناسب ہونا دلیل ہے زیادتی عقل کی۔ مگر کلانی سز کی موقع سے ہو، بے موقع نہ ہو۔ کذا فی الطحطاوی (غایۃ الاوطار اردو ترجمہ در مختار ص ۲۹۰ ج ۱) علامہ وحید الزمان نے نزل الابرار میں بعض نسخوں سے عبارت یوں نقل کی ہے ثم الاکبر راسا و اصغر قدما۔ یعنی سر بڑا اور قدم چھوٹے ہوں اور مشہور محاورہ ہے سروں سے



سرداراں دے، پھر وڈے گنواراں دے۔ اس مسئلہ کا مطلب صرف یہ ہے کہ جسم مناسب ہو تو یہ اعتدال مزاج کی دلیل ہے۔ امام اگر معتدل مزاج ہو گا تو نمازی اس سے بدکیں گے نہیں، بلکہ زیادہ آئیں گے۔ اور حدیث پاک میں ہے کہ جماعت میں جتنے نمازی زیادہ ہوں گے اتنا ثواب بھی زیادہ ہو گا۔ اور اگر امام کا جسم بھی مناسب نہ ہو تو یہ اختلاف مزاج کا باعث ہو گا۔ جس سے امام میں چڑچڑاہٹ پیدا ہو گا۔ اور وہ اپنے چڑچڑے پن کی وجہ سے مقتدیوں کو لڑبھڑکھا دے گا۔ اور جماعت کے کم رہ جانے کی وجہ سے ثواب بھی کم ہو گا۔ اگر آپ اس مسئلے کو کسی آیت یا حدیث کے خلاف ثابت کر دیں تو کھلے دل سے اس غلطی کا اعتراف کر لیں گے۔ لیکن ہم ثانی یا بانی کو خدا اور رسول نہیں سمجھتے کہ جو مسئلہ ان کو سمجھ نہ آئے اس کو غلط سمجھ لیا جائے۔ درمختار شریف کی عبارت ثم الاکبر راسا والا صغر عضوًا میں عضوًا اسم جنس ہے۔ جیسے انسان اسم جنس ہے۔ یہ صیغہ واحد کا ہے مگر اس کا اطلاق جیسے واحد پر ہوتا ہے زیادہ انسان ہوں تو بھی انسان کہا جاتا ہے۔ اسی لئے مترجم نے اسم جنس کا لحاظ کرتے ہوئے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے ”اور دوسرے عضو چھوٹے ہوں۔“ اس کو اسم جنس لینے سے تو کسی خاص ایک عضو کا یہاں ذکر ہی نہیں، سب اعضاء کا ذکر ہے۔ اور اگر عضوًا کو اسم جنس مراد نہ لیں عضو واحد ہی مراد لیں تو جب درمختار کے ہی دوسرے نسخے میں قدما کا لفظ ہے تو قدم مراد ہوں گے نہ کہ کوئی اور عضو۔ بس درمختار شریف میں مسئلہ اتنا ہی ہے۔ بانی فرقہ نے جو اصغر عضوًا کا ترجمہ کیا ہے ”اور ذکر سب سے چھوٹا ہو“ (خلاصہ تلاش حق ص ۲۴) آخر بانی فرقہ کو سب اعضاء چھوڑ کر صرف اسی کا تذکرہ کیوں پسند آیا؟ ثانی صاحب! بانی تو جھوٹ لکھ کر آنجہانی ہو گیا۔ دیکھو مسلم میں حدیث ہے : اهدیٰ له عضو من لحم صید کہ حضور ﷺ کو شکار کے گوشت کا عضو دیا گیا۔ اس حدیث میں بھی جناب عضو کا ترجمہ ذکر ہی کریں



گے؟ (معاذ اللہ) مسند احمد میں حدیث ہے: اکل عضو اثم صلی ولم يتوضاء۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عضو تناول فرمایا، پھر نماز پڑھی، نیا وضو نہیں کیا۔ ثانی صاحب! کیا یہاں بھی آپ عضو کا ترجمہ ذکر ہی کریں گے؟ ثانی صاحب! ناقص مطالعہ والا مصنف بن بیٹھے تو ایسا ہی ذلیل ہوتا ہے۔ بہر حال بانی فرقہ نے در مختار پر ایسا گھناؤنا جھوٹ بولا ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔

### چھوٹے میاں :

یہ محاورہ تو سنا تھا کہ بڑے میاں سو بڑے میاں، چھوٹے میاں سبجان اللہ۔ بانی کا جھوٹ سن لیا، اب ثانی کا سنو، لکھتا ہے: ”در مختار میں عضو ہے اور عضو کی تشریح در مختار میں موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیے: ان المراد من العضو الذکر (رد المحتار ص ۴۱۳) کہ یقیناً عضو سے مراد ذکر ہے (سیف محمدی ص ۷۸) ثانی صاحب! جناب نے جو لکھا ہے کہ عضو کی تشریح در مختار میں موجود ہے۔ پھر عربی عبارت لکھی ہے۔ یہ اگر در مختار میں دکھا دیں تو دس لاکھ روپیہ انعام آپ کو دیا جائے گا جو مسلمہ فریقین کمیٹی کے سامنے دیکھ کر ادا کیا جائے گا۔ ایسے جھوٹ ثانی صاحب! کیا خدا کے پاس نہیں جاتا؟

رد المحتار : ثانی صاحب نے ایک کتاب کا نام رد المحتار (خ) کے ساتھ لکھا ہے جو بالکل غلط ہے۔ یہ لفظ رد المحتار (ح) کے ساتھ ہے۔ جو ایک لفظ صحیح پڑھ بھی نہیں سکتے، وہ آج دین کے پیشوا بنے بیٹھے ہیں۔

ع ہر شاخ پر الو بیٹھا ہے، انجام گلستاں کیا ہوگا

یہ کتاب، در مختار شریف کی شرح ہے اور شامی شریف کے نام سے مشہور ہے۔ علامہ شامی نے یہ کتاب ۱۲۴۹ھ میں مکمل فرمائی۔ علامہ شامی کا وصال تقریباً ۱۲۶۰ھ میں ہوا۔ علامہ شامی در مختار کی اس عبارت پر لکھتے ہیں: (ثم الاکبر راسا) لانه يدل على كبر العقل مع مناسبة الاعضاء له والا فلو

فحش الراس کبرا والاعضاء صفرا کان دلالتہ علی اختلال ترکیب مزاجہ المستلزم لعدم اعتدال عقلہ اھ ح و فی حاشیہ ابی السعود وقد نقل عن بعضهم فی هذا المقام مالا یلیق ان یدکر فضلا ان یکتب اھ و کانه یشیر الی ما قیل ان المراد بالعضو الذکر۔ (ترجمہ) ”کیونکہ سر کا بڑا ہونا دلیل ہے زیادتی عقل کی جبکہ دوسرے اعضاء بھی متناسب ہوں۔ ورنہ اگر سر بہت بڑا اور باقی اعضاء بہت چھوٹے ہوں تو یہ دلیل ہے مزاج کی ترکیب میں اختلال کی، جو لازم ہے عقل کی بے اعتدالی کو۔ اور حاشیہ ابو السعود میں ہے ان میں سے بعض نے اس مقام پر ایسی بات نقل کی ہے جس کا ذکر کرنا بھی لائق نہیں، چہ جائیکہ لکھی جائے۔ گویا وہ اشارہ کر رہے ہیں اس کی طرف جو کہا گیا ہے کہ عضو سے مراد ذکر ہے۔“

علامہ شامی نے پہلے عبارت کا صحیح مطلب بیان فرمایا ہے اور عضو کو اسم جنس قرار دے کر شرح اعضاء سے فرمائی ہے۔ پھر عضو سے ذکر مراد لینے والے مجہول قائل کی زبردست تردید فرمائی ہے کہ یہ بات تو قابل ذکر ہی نہیں چہ جائیکہ لکھی جائے۔ مگر یہ ثانی تو بانی کا بھی باپ نکلا۔ بدعتی فرقہ والو! خدا کے لئے اس کی نظریٹ کرواؤ۔ اس کو تردید نظر نہیں آئی۔ ایک پادری کتا تھا قرآن مجید میں ہے ان الله ثالث ثلاثة۔ یقیناً اللہ تین میں سے ایک ہے۔ ان الله هو المسيح بن مریم۔ یقیناً مریم کا بیٹا مسیح خدا ہے۔ وہ کتا تھا یقیناً قرآن پاک سے تثلیث یعنی تین خدا بھی ثابت ہو گئے اور عیسیٰ علیہ السلام کا خدا ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ حالانکہ قرآن میں یہ ہے کہ وہ لوگ کافر ہیں جو تین خدا مانتے ہیں یا مسیح کو خدا مانتے ہیں۔ اسی طرح علامہ شامی نے تو یہ تحریر فرمایا کہ عضو سے ذکر مراد لینا اس لائق ہی نہیں کہ اس کو ذکر کیا جائے۔ مگر ثانی صاحب نے لکھ مارا کہ یقیناً ذکر مراد ہے۔

اَنْ يَأَنَّ : لفظ اَنْ جس کا معنی ”کہ“ ہوتا ہے، اس کا ترجمہ ان کر دیا جس کا معنی ”یقیناً“ ہوتا ہے۔ آگے سیف محمدی کا نام لکھا ہے۔ یہ ایک لاندہ ب غیر مقلد محمد جو ناگزیر کی کتاب ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ :

ثانی صاحب لکھتے ہیں ”امام طحاوی کہتے ہیں فسرہ بعض المشائخ کہ در مختار کی بعض مشائخ نے یہ تفسیر کی ہے۔ یہ ثانی صاحب کا بہت بڑا علمی کمال ہے۔ امام طحاوی ۲۲۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۲۱ھ میں فوت ہو گئے اور صاحب در مختار ۱۰۲۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۸۸ھ میں فوت ہوئے۔ جو کتاب گیارہویں صدی میں لکھی گئی ہو اس کی شرح تیسری صدی میں کیے لکھی جاسکتی ہے۔ یہ تو ایسی حماقت ہے کہ فرقہ کا کوئی امیر ثالث یوں کہے کہ بلوغ المرام کی شرح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یوں لکھا ہے۔ اس بدعتی فرقہ کی قسمت کہ جو امیر ملتا ہے جہالت اور خیانت میں پہلے سے دوسرا بڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔

علامہ طحاوی رحمہ اللہ :

فقہ عمر، وحید دہر، محدث جلیل، علامہ محقق فاضل مدقق سید احمد طحطاوی المتوفی ۱۲۳۳ھ نے در مختار اور مراقی الفلاح کی شرح تحریر فرمائی ہے۔ انہوں نے مراقی الفلاح کی شرح میں لکھا ہے: فسر بعض المشائخ بالاصغر ذکر الانہ کبرہ الفاحش بدل غالباً علی دناءۃ الاصل و یحرر۔ کہ مشائخ میں سے کسی بعض نے (جو مجہول ہے) یہ تفسیر کی ہے کہ ”اصغر ذکراً“ کیونکہ اس کا بہت بڑا ہوتا ہے، اصل کی کینگی کی دلیل ہے۔ اور اس تفسیر پر غور کیا جائے۔ طحطاوی رحمہ اللہ نے اس مجہول تفسیر کو تسلیم نہیں فرمایا بلکہ غور کرنے کو کہا ہے۔ امام طحطاوی رحمہ اللہ تو ۱۲۳۳ھ میں فوت ہو گئے۔ علامہ شامی نے شامی شریف ان کے وصال کے ۱۶ سال بعد ۱۲۴۹ھ

میں لکھی اور پورے غور کے بعد اس تفسیر کی تردید کردی اور محشی ابوالسعود نے بھی اس تفسیر کی تردید کردی۔ جس کے قائل کا آج تک نام معلوم نہیں ہو سکا۔ ثانی صاحب نے ایک تو عبارت نامکمل نقل کی۔ دوسرے پہلے کو پیچھے کر دیا اور بعد والے کو پہلے کر دیا، جو احناف ۱۲۴۹ھ میں رد کر چکے ہیں۔ اس کو آج ۱۴۱۸ھ میں دوبارہ احناف کے کھاتے میں ڈالنا علم و عقل اور شرم و حیا کا دیوالیہ ہے۔ اللہ ہدایت دے۔ (آمین)

### مسئلہ رفع یدین :

یہ لوگ چار رکعت نماز میں دس جگہ ہمیشہ رفع یدین کرتے ہیں اور اٹھارہ جگہ کبھی رفع یدین نہیں کرتے۔ ان کا عقیدہ ہے جو اس طرح نماز نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ یہی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخر عمر تک پڑھتے رہے۔ ہمارا ان سے مطالبہ یہ ہے کہ جس طرح کلمہ طیبہ میں پہلے نفی ہے پھر اثبات۔ اسی طرح یہ ایک اور صرف ایک حدیث پیش کر دیں کہ (۱) پہلے اٹھارہ جگہ کی نفی دکھائیں (۲) پھر دس جگہ کا اثبات کندھوں تک (۳) پھر یہ کہ جو اس طرح نماز نہ پڑھے۔ اس کی نماز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باطل فرمایا ہو۔ (۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زندگی کی آخری نماز بھی اسی طرح پڑھی ہو۔ (۵) اس حدیث کا صحیح ہونا دلیل شرعی سے ثابت کیا جائے۔ اور یہ نہ بھولیں کہ دلیل آپ کے نزدیک اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ نہ کسی امتی کی رائے دلیل ہے نہ کسی کی تقلید دلیل ہے۔ لیکن بانی اور ثانی اس قسم کی ایک حدیث بھی نہ پیش کر سکے ہیں نہ آئندہ کر سکیں گے۔ یہ جو حدیث پیش کریں اس میں پہلے ۱۸ کی نفی کی گنتی کروائیں۔ پھر دس کے اثبات کی، وہ بھی کندھوں تک، پھر پوچھیں کہ اس میں ہمیشہ کس لفظ کا ترجمہ ہے اور نماز نہیں ہوتی یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے اور اس کو صحیح کسی امتی نے کہا ہے یا اللہ و رسول ﷺ نے۔ جب

تک پہلی پیش کردہ حدیث سے یہ پانچ باتیں دکھادیں تو آپ بھی یہ رفع یدین شروع کر دیں۔ اگر نہ دکھاسکیں اور پھر دوسری حدیث دکھانا چاہیں تو پہلے پہلی حدیث کے بارہ میں تحریر دیں کہ اس میں ہمارا مکمل دعویٰ نہیں تھا۔ ہم نے محض دھوکہ دینے کے لئے یہ حدیث پیش کی تھی۔ اب اس دھوکہ سے توبہ کرتے ہیں پھر اگلی دکھائیں۔ اس میں بھی نمبرواری باتیں پوچھیں۔

ترتیب :

چونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ یہ مکمل رفع یدین ۵۰ صحابہ سے روایت ہے۔ ان میں دس عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں تو احادیث دکھانے میں پہلے خلفائے راشدین سے بالترتیب پھر باقی عشرہ مبشرہ سے اسی ترتیب سے جو صلوٰۃ المسلمین ص ۴۵۳ پر ہے۔ ترتیب وار ایک ایک حدیث دکھائیں گے۔ اگر دعویٰ کے پانچوں حصے دکھا دیئے تو ہم لکھ دیں گے کہ دعویٰ ثابت ہو گیا اور ہم آئندہ رفع یدین شروع کر دیں گے۔ اور اگر نہ دکھاسکے تو وہ ہر حدیث کے بارہ میں لکھ کر دیں گے کہ ہم اپنا مکمل دعویٰ ثابت نہیں کر سکے۔ اس لئے اس جھوٹ اور فریب سے توبہ کرتے ہیں۔ آپ ترتیب سے پچاس صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی احادیث دیکھیں۔ وہ ایک بھی حدیث میں مکمل دعویٰ نہ دکھاسکیں گے۔ نبی پاک ﷺ تو نبی پاک ﷺ وہ کسی ایک صحابی، کسی ایک تابعی، کسی ایک تبع تابعی سے بھی یہ مکمل دعویٰ نہ دکھاسکیں گے۔

وائسٹ جی بی بی :

آپ دوسری مرتبہ سوال ۱۰ھ میں تشریف لائے۔ نہ مسلم میں نہ ابوداؤد میں، اور نہ ہی جزء رفع یدین بخاری میں اور نہ ہی کسی کتاب میں یہ ہے کہ سوال ۱۰ھ میں تحریمہ کے بعد بھی ۹ جگہ رفع یدین کرتے دیکھا۔ دوسری آمد کا بغیر سند کے ذکر ہے۔ مگر دوسری آمد میں صرف تحریمہ کی رفع یدین کی صراحت ہے (ابوداؤد)

باقی ۹ جگہ کی صراحت کہیں نہیں۔

**مسند احمد :**

ثانی صاحب فرماتے ہیں کہ بانی نے جو لکھا تھا کہ مسند احمد میں ہے کہ ابن عمر رفع یدین (دس جگہ) نہ کرنے والے کو کنکریاں مارتے تھے۔ امین نے کہا ہے کہ یہ مسند احمد میں نہیں ہے عدم تحقیق ہے۔ مسند احمد میں رفع یدین نہ کرنے والے پر کنکریاں مارا کرتے تھے، یہ چیز موجود ہے (ص ۹)۔ ثانی صاحب! یہ عدم تحقیق نہیں تحقیق ہے۔ آپ مسند احمد سے بسند صحیح دکھائیں کہ جو نماز میں دس جگہ ہمیشہ کندھوں تک رفع یدین نہیں کرتا تھا، اس کو ابن عمر رضی اللہ عنہ کنکریاں مارا کرتے تھے۔ ابن حجر نے بھی مسند احمد کا حوالہ نہیں دیا۔

**خطبہ عمر رضی اللہ عنہ، در مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم :**

اس میں نہ ۱۸ کی نفی ہے نہ دس کا اثبات، نہ ہمیشہ کا لفظ ہے نہ نماز نہ ہونے کا ذکر، نہ ہی دلیل شرعی سے اس کی صحت ثابت۔ بیہقی (مقلد شافعی)، حاکم (شیعہ)، الحسین بن علی بن محمد بن یحییٰ (نامعلوم)، اور سلیمان بن کیسان (مدنی)۔ بارہ میں نصب الراية میں ہے: لم يعرف من حاله بشئ۔ اسی طرح عبد اللہ بن قاسم کے بارہ میں نصب الراية میں ہے: لم يعرف من حاله بشئ (ص ۴۱۶ ج ۱) تو جناب کا فرمانا کہ نصب الراية نے اعتراض نہیں کیا، یہ بات غلط نکلی۔ رہا تقریب سے ان کے لئے مقبول کا لفظ دکھانا، تو یہ بھی جہالت ہے۔ کیونکہ ابن حجر نے وضاحت کی ہے: السادسة من ليس له من الحديث الا قليل ولم يثبت فيه ما يترك حديثه من اجله واليه الاشارة بلفظ مقبول حيث يتابع والافلين الحديث (ص ۱۰) جہاں متابع ہو گا تو مقبول ہو گا۔ اور اس سند میں دونوں کا کوئی متابع نہیں فلین الحديث پس دونوں کمزور حدیث والے ہوئے۔ میرے اعتراضات بحال رہے۔ اور جناب ”جواب الجواب“ سے

عاجز رہے۔ تہذیب میں رآی عمر روی کے مقابلہ میں آیا ہے کہ عمر بیہقی کی رویت ہے۔ ان سے روایت نہیں تو یہ سند متصل نہ ہوئی۔

### دارقطنی یا تعلیق المغنی :

جناب ثانی صاحب ص ۱۱ پھر ص ۱۳ پر بیہقی کا ایک بے سند قول لکھتے ہیں اور شروع میں لکھتے ہیں امام دارقطنی کہتے ہیں، اور آخر میں لکھتے ہیں: رواہ الدارقطنی۔ حالانکہ اس عبارت کا دارقطنی میں نام و نشان تک نہیں ہے۔ امام دارقطنی ۳۰۶ میں پیدا ہوئے اور ۳۸۵ میں فوت ہوئے۔ دارقطنی کا حاشیہ ”التعلیق المغنی“ کے نام سے مولانا شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد المتونی ۱۳۲۹ھ نے لکھا ہے۔ یہ عبارت اس حاشیہ میں ہے۔ امام بیہقی تک نہ تو اس غیر مقلد نے سند لکھی ہے اور نہ بیہقی کی کسی کتاب کا نام لیا ہے۔ ایسی بے سند اور بے ثبوت باتیں اس یتیم فرقے کا سرمایہ ہیں۔ پھر دو سراسوال یہ ہے کہ بیہقی نے صحت کا حکم کسی دلیل شرعی سے لگایا ہے یا بغیر دلیل کے۔ تو جناب بلا مطالبہ دلیل بیہقی کا قول قبول کر کے بانی کے فتویٰ سے مشرک اور غیر مسلم بن گئے۔ دیکھئے بانی کے فتوے کس طرح گھبرہ میں کام آ رہے ہیں۔ باسانید صحیحۃ یحتج بہا۔ دعویٰ بے دلیل ہے، چودھویں صدی کی کتاب کا حوالہ چوتھی صدی کی کتاب کے ذمہ لگانا یا جہالت ہے یا جھوٹ۔ ان دونوں کے مجموعے کا نام ہے مسعودی فرقہ۔

### حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ :

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جو حدیث بانی نے پیش کی، نہ اس میں ۱۸ کی نفی ہے نہ ۱۰ کا اثبات، نہ ہمیشہ کا لفظ ہے، نہ نماز نہ ہونے کی صراحت اور نہ ہی کسی دلیل شرعی سے اس کی صحت ثابت۔ امام بیہقی نے رجالہ ثقافت کہا ہے۔ لیکن ابن ترکمانی نے بیہقی کے بے دلیل دعویٰ کو دلیل سے غلط ثابت کر دیا کہ



رجال ثقہ کیسے؟ سلمیٰ متکلم فیہ ہے۔ عارم مختلط ہے۔ اور اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ سلمیٰ کا سماع عارم سے حافظ خراب ہونے سے پہلے کا ہے۔ صحیحین میں ایک روایت بھی عارم کی نہیں جس میں شاگرد سلمیٰ ہو۔ بخاری و مسلم کا سلمیٰ عن عارم کی سند سے اجتناب گویا واضح دلیل ہے کہ سلمیٰ کا سماع حافظ خراب ہونے کے بعد ہے۔ اور امام ابن ترکمانی نے یہ بھی فرمایا تھا کہ صرف رجال کا ثقہ ہونا صحت کے لئے کافی نہیں، جب تک الصغار کی السلمیٰ سے سماع کی تصریح نہ دکھاؤ۔ دیکھئے یہ امام ابن ترکمانی کا کلام ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ جناب کا یہ فرمانا کہ اگر روایت منقطع ہوتی توائمہ ضرور کلام کرتے۔ اس کلام سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ حافظ ابن حجر بھی امام ابن ترکمانی کے بعد پیدا ہوئے۔ اور بیہقی کا رجالہ ثقات بے دلیل دعویٰ تو نقل کر دیا مگر ابن ترکمانی کے مفصل جواب کا جواب الجواب نہ دے سکے۔ اور آج تک سب لوگ اس سے عاجز ہیں۔

**کنز العمال :**

جناب نے صاحب کنز العمال کا نام علاؤ الدین لکھا ہے (ص ۱۲) حالانکہ ان کا نام علی المتقی بن حسام الدین الہندی ہے۔ ان کا وصال ۹۷۵ھ میں ہے۔ یہ بھی ابن ترکمانی کے بعد پیدا ہوئے ہیں مگر ان کے جواب الجواب سے عاجز ہیں۔

**حدیث علی رضی اللہ عنہ :**

اس میں بھی نہ ۱۸ کی نفی نہ دس کا اثبات، نہ ہمیشہ کا لفظ نہ نماز نہ ہونے کا ذکر، نہ ہی کسی دلیل شرعی سے اس کی صحت ثابت، نہ ہی حضور ﷺ کے بعد اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل ثابت ہے۔ دعویٰ اور دلیل میں کوئی مطابقت ہی نہیں ہے۔ عبدالرحمن بن ابی الزناد مدنی، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر ہیں۔ مگر امام مالک نے موطا میں ان سے ایک حدیث بھی نہیں لی۔ امام ترمذی ہی فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے فرمایا کہ امام مالک اس کے ضعف کی طرف اشارہ



کرتے تھے۔ پھر ان کا حافظہ (جب بغداد سکونت پذیر ہوئے تو) بگڑ چکا تھا۔ اور رفع یدین کی حدیث جب تک دماغ صحیح تھا بیان نہ کی۔ حافظہ بگڑنے کے بعد بیان کی۔ اسی جرح مفسر کا جواب دیئے بغیر بلا کسی دلیل کے اس کو صحیح کہنا قابل اعتماد نہیں، محض اپنے مذہب کی پاسداری ہے۔

## سجدتین یا رکعتیں :

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں سجدتین ہے۔ اسی کو رکعتیں بنانے کے لئے جناب نے بہت دوڑ دھوپ کی ہے کہ حدیث ابن عمر میں رکعتیں ہے، مگر جناب فریب کے بغیر بات نہیں کر سکتے۔ ابوداؤد میں اس کے بعد صاف لکھا ہے: لیس بمرفوع انما هو قول ابن عمر۔ جب یہ حدیث نبوی ہی نہیں اور پھر ابوداؤد نے کہا کہ رکعتیں کا لفظ بھی متفق علیہ نہیں۔ تو جناب کے دھوکے میں کون آئے گا۔ (۲) ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ابوداؤد میں رکعتیں ہے مگر یہ نہ بتایا کہ مسند احمد، نسائی اور ترمذی میں سجدتین ہے اور بخاری نے صحیح میں صرف تحریمہ کی رفع یدین کا ذکر کیا ہے۔ (۳) صحیح بخاری کی عبارت نقل کرنے میں خیانت کی ہے۔ آخری عبارت ورواہ ابن طہمان عن ایوب و موسی بن عقبہ (منقہراً) جس سے روایت کا مرفوع ہونا مشکوک ہو گیا۔ اور اذا قام من الرکعتین بھی مشکوک ہو گیا۔ کیا ہر بات میں خیانت کی آپ نے قسم کھائی ہوئی ہے۔۔۔؟

## ابو قتلابہ :

جناب نے ص ۱۸ پر تقریب کا حوالہ دیا ہے: ثقة فاضل کثیر الارسال قال المجلی فیہ نصب یسیر۔ مگر خط کشیدہ عبارت (کثیر الارسال قال المجلی فیہ نصب یسیر) نہیں لکھی۔ جب اس میں ناصبیت ہے تو آپ کے نزدیک فرقہ پرست اور مشرک ہوا۔ خیانتوں سے

جیت نہیں ہوتی، ذلت ہی ہوتی ہے۔ اور نصر بن عاصم بھی فرقہ پر خارجی، اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے منحرف تھا۔ اس کا بھی جواب آپ نے نہیں دیا۔

### محمد بن مجاہد :

امام ابو عوانہ الوضاح نے اس کے بارہ میں کہا کان یغلو فی التشیع (انتہائی درجہ کا شیعہ تھا)۔ ذہبی نے کہا کہ اس سے گالیاں دینا محفوظ نہیں تو غلو کہاں ہوا۔ (میزان ص ۴۹۸، ج ۳) ذہبی نے اس کے شیعہ ہونے کی ہرگز نفی نہیں کی۔ جناب نے جھوٹ بولا کہ شیعیت کا الزام مردود ہے۔ جب وہ شیعہ ہے تو فرقہ پرست اور مشرک ہوا۔ اور غلو کی نفی کی بنیاد بھی ذہبی نے اپنے عدم علم پر رکھی ہے۔ محمد بن مجاہد کی وفات ۱۳۱ھ میں ہے اور ابو عوانہ کی ۱۷۶ھ میں۔ یہ محمد بن مجاہد کا ہم عصر ہے اور ذہبی کی وفات ۲۸۸ھ میں ہے۔ تو محمد بن مجاہد کے مذہب سے اس کا ہم عصر زیادہ واقف ہے یا چھ سو سال بعد والا۔ کبھی تو عقل سے بھی کام لے لیا کریں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس فرقہ کو علم اور عقل سے خدا واسطے کا بیر ہے۔

### فریب ہی فریب :

جناب نے ص ۱۹ پر طبرانی کے حوالہ سے حسین، سفیان، ابن عیینہ، قیس بن الربیع، زائدہ، شعبہ اور دوسرے ائمہ کو محمد بن مجاہد کا متابع قرار دیا ہے جو بالکل جھوٹ ہے۔ یہ سب راوی عاصم بن کلیب کے شاگرد ہیں۔ اس طریق کا محمد بن مجاہد کی سند سے کوئی تعلق نہیں۔ یا تو جناب متابعت کی تعریف سے جاہل ہیں یا جھوٹ پر بہت جری۔

### ابن جریج :

حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں نہ ۱۸ کی نفی ہے نہ ۱۰ کے اثبات پر

اتفاق۔ کیونکہ یحییٰ بن ایوب کے علاوہ ثقات رفع یدین کی بجائے تکبیر کا لفظ روایت کرتے ہیں (بخاری ص ۱۱۰ ج ۱) نہ ہمیشہ کا لفظ نہ نماز کا نہ ہونا نہ کسی دلیل شرعی سے اس کی صحت ثابت ہے۔ جناب نے بے سوچے سمجھے ابن جریج پر برا زور مارا ہے۔ بات یہ ہے کہ ابن جریج بدعتی ہے اور بدعتی جناب کے نزدیک مشرک اور فرقہ پرست ہے۔ تو آپ نے مشرک کی روایت کیوں پیش کی؟ ہاں جن لوگوں نے اس کی روایت لی ہے ان کا اصول یہ ہے کہ بدعتی کی وہ روایت جو اس کی بدعت کی تائید میں نہ ہو وہ لے لی جائے۔ اس لئے متعہ اور رفع یدین بدعتی شیعوں کا شعار ہے۔ تو یہ حدیث کسی اصول پر بھی قابل قبول نہیں۔

جابر بن عبد اللہ کی حدیث میں نہ ۱۸ کی نفی نہ ۱۰ کا اثبات نہ ہمیشہ کا لفظ نہ نماز کا نہ ہونا مذکور نہ ہی کسی دلیل شرعی سے اس کی صحت ثابت۔ جناب نے بھی مان لیا کہ متابعت کے قابل ہے۔ مگر کسی اصل کی متابعت سے پہلے اصل تو ثابت کر لیں۔ امام حسن بصری کا جو قول نقل کیا ہے نہ اس میں ۱۸ کی نفی ہے نہ دس کا اثبات نہ ہمیشہ کا لفظ ہے نہ ہی نماز نہ ہونے کی بات۔ اور نہ ہی کسی دلیل شرعی سے اس کی صحت ثابت ہے۔ سعید مختلط اور قتادہ مدلس ہے۔

### محمود بن اسحاق خزاعی :

بانی صاحب نے صلوٰۃ المسلمین ص ۳۵۵ پر حسن کا قول جزء رفع یدین کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ اور جزء رفع یدین کا راوی امام بخاری سے صرف یہ ایک شخص ہے۔ محمود بن اسحاق الخزاعی جس کی توثیق بطریق محدثین کہیں ثابت نہیں۔ اب اگر جناب کو یہ معلوم نہیں جزء رفع یدین کا راوی محمود بن اسحاق الخزاعی ہے تو اپنی جہالت پر جناب کو رونا چاہئے تھانہ کہ دوسروں کو گالیاں بکنا شروع کر دیں۔

## گیارہ صحابہ (رضی اللہ عنہم) :

جو نام م ۲۵۳ پر بانی نے دیئے ان کے حوالہ کے لئے جناب نے بیہقی کا نام اور بیہقی کی کتاب کا نام نہیں لکھا۔ وہ ضرور لکھیں! اور یہ بھی فرمائیں کہ بیہقی نے بھی یہ نام بے سند ہی ذکر کئے ہیں یا صحیح سند ہو تو ضرور لکھیں۔ بے سند بات کو جھوٹ کہنا بانی فرقہ کا ارشاد ہے۔ جب یہ بے سند ہیں تو بقول بانی جھوٹ ہی ہوئے۔

## پچاس صحابہ (رضی اللہ عنہم) :

کبھی آپ رعب ڈالنے کے لئے یہ کہتے ہیں کہ سیوطی نے پچاس صحابہ (رضی اللہ عنہم) کا ذکر کیا ہے۔ تحقیق الراش سیوطی کی کوئی کتاب نہیں۔ آپ کو ۴۹ معاف کر دیئے، سیوطی سے ایک ہی صحابی بیہقی کی مرفوع حدیث پیش کر دیں۔ جس میں ۱۸ کی نفی دس کا اثبات، ہمیشہ کا لفظ، نماز کے نہ ہونے کا ذکر ہو اور دلیل شرعی سے اس کی صحت ثابت ہو۔

## سترہ صحابہ (رضی اللہ عنہم) :

م ۲۵۲-۲۵۳ پر ان سترہ صحابہ (رضی اللہ عنہم) کا ذکر ہے جو بقول بانی حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے۔ جزء بخاری میں یا ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان، ابن حجر نے یہ لکھا ہو کہ یہ ۱۷ صحابہ حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے تھے تو آپ کو دس لاکھ روپیہ انعام دیا جائے گا۔ جہاں بھی ۱۷ کا لفظ نظر آجائے اس سے یہ خاص مجلس مراد لینا جہالت اور فریب کے سوا کچھ نہیں۔ آپ ان سترہ سے جن کے نام جزء بخاری سے لکھے ہیں جزء بخاری سے ۱۸ کی نفی، دس کا اثبات، ہمیشہ کا لفظ، نماز کا نہ ہونا، اور اس کا کسی دلیل شرعی سے صحیح ہونا ثابت کر دیں۔

نہ نخرائے گانہ کھواران سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں  
واکل جہیز آمد ثانی :

میں نے لکھا تھا کہ حضرت واکل جہیز کی آمد ثانی میں تحریمہ کے بعد کسی رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔ بانی صاحب فرماتے ہیں وہاں ہے کہ نماز میں رفع یدین کرے۔ تحریمہ کا رفع یدین نماز کے لئے ہوتا ہے، نماز میں نہیں ہوتا۔ فی الصلوۃ اور افتتاح الصلوۃ میں بڑا فرق ہے۔ اگر امین صاحب اس فرق کو سمجھ لیتے تو اعتراض نہ کرتے۔ مگر بانی صاحب جناب کو نظر نہ آئے تو امین کا کیا قصور۔ ابو داؤد شریف میں ہے ثم اتیتهم فرایتهم یرفعون ایدیہم الی صدورہم فی افتتاح الصلوۃ۔ پھر میں ان (صحابہ رضی اللہ عنہم) کے پاس آیا تو ان کو دیکھا کہ دونوں ہاتھ سینوں تک اٹھا رکھے ہیں شروع نماز میں۔

### قراءة خلف الامام :

رفع یدین کے مسئلہ میں دلیل سے عاجز رہنے کے بعد مسئلہ قراءۃ خلف الامام شروع کیا ہے۔ اس پر بانی فرقہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث پیش کی تھی۔ میں نے اس پر جرح کی تھی کہ (۱) امام بیہقی مقلد ہیں اور مقلد آپ کے ہاں مشرک ہوتا ہے۔ مشرک کی روایت کیسے حجت ہو گئی؟ امام بیہقی کا مقلد ہونا طبقات الشافعیہ اور شذرات الذہب میں صاف ثابت ہے۔ ثانی صاحب ان کے غیر مقلد ہونے پر کوئی حوالہ نہیں دے سکے۔ (۲) ابو عبداللہ رافضی ہے۔ ثانی صاحب اس کو شیعہ مانتے ہیں اور بانی اور ثانی کے نزدیک شیعہ فرقہ ہے اور فرقہ پرستی شرک ہے۔ اور بانی اور ثانی اس مشرک کے مقلد بن گئے ہیں۔ (۳) محمد بن عبداللہ کی توثیق مانگی تھی۔ ثانی صاحب اس کو ثقہ ثابت کرنے سے عاجز آ گئے اور بوکھلاہٹ میں لکھ مارا کہ توثیق نہیں تو کیا تضعیف ثابت ہے؟ ثانی صاحب! راوی مجہول ہوا۔ (۴) عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز کی توثیق

مانگی تھی۔ یہاں تو ثانی صاحب نے کمال کر دیا کہ اسی نام کے ایک امام ابو القاسم البغوی کی توثیق نقل کر دی۔ ثانی صاحب! ابو القاسم کا ابو الصلت کا شاگرد ہونا جناب صبح قیامت تک ثابت نہیں کر سکتے۔ یہ راوی قاضی جرجانی بخروزی ہے۔ ابو القاسم بغوی ہرگز نہیں ہے۔ (۵) عبد اللہ بن سلام ابو الصلت کا رافضی خبیث ہونا میں نے ذکر کیا تھا۔ جو میزان اور تہذیب دونوں میں موجود ہے۔ اس کا شیعہ ہونا بھی ذکر ہے اور شیعہ فرقہ ہے، اور بانی اور ثانی کے نزدیک فرقہ پرستی شرک ہے۔ میزان اور تہذیب کا حوالہ ثانی صاحب نے نہایت نامکمل نقل کیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ثانی صاحب خود ہی میزان اور تہذیب کی پوری عبارت نقل کر کے ترجمہ کر دیں۔ مگر ثانی صاحب کبھی بھی یہ ہمت نہ کریں گے۔ ہاں ثانی صاحب نے یہ خود مان لیا ہے کہ جب یہ راوی اکیلا ہو تو اس سے احتجاج نہیں لیا جائے گا (ص ۳۵) اس روایت میں بھی یہ اکیلا ہے اور ایک بھی شاہد کسی صحیح مرفوع سند سے موجود نہیں۔ ہمت ہو تو پوری سند سے کوئی شاہد لکھ کر اس کی توثیق ثابت کر دیں۔ (۶) ثانی صاحب بڑے تجاہل عارفانہ سے فرماتے ہیں: ”ابو معاویہ محمد بن خازم ثقہ ہے۔ معلوم نہیں امین صاحب نے کون سے ابو معاویہ کو مرجئی خبیث کہہ دیا ہے۔“ ثانی صاحب! اپنی نظر ضرور چیک کروائیں۔

اسی ابو معاویہ کے بارہ میں امام ابو داؤد فرماتے ہیں کان رئیس المر جثة بالكوفة۔ اور ابن حبان فرماتے ہیں متقنا ولكنہ مرجنا خبيثا (تہذیب التہذیب ص ۱۳۹ ج ۹) ثانی صاحب! مرجنہ فرقہ ہے اور جناب کے ہاں فرقہ بندی شرک ہے۔ کیا ساری دنیا کے مشرکوں کی تقلید جناب نے ہی اپنے اور اپنے بدعتی فرقہ کے لئے فرض کر لی ہے۔ (۷-۸) اس سند میں عمرو بن محمد اور شعیب بن محمد دونوں مدلس ہیں اور عن سے روایت کرتے ہیں، نہ کہیں تحدیث ہے اور نہ متابعت۔ اس کے جواب میں ثانی صاحب نے ایک ہی سانس میں دس

سے زائد محدثین پر جھوٹ بول دیا ہے کہ یہ مدلس کے عنعنہ کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ ثانی صاحب! ان محدثین کا اقرار پیش کریں کہ یہ مدلس کا عنعنہ بالکل صحیح حدیث ہے۔ الغرض یہ سند فرقہ پرستوں، رافضیوں، مرجنوں، مقلدوں، مجبولوں اور مدلسوں سے بھرپور ہے۔ ثانی صاحب! جس فن سے واقفیت نہ ہو وہاں ٹانگ نہیں اڑانی چاہئے۔

دوسری روایت میں بیہقی مقلد شافعی ہے جو آپ کے ہاں مشرک ہے۔ اور عبدالمجید بن جعفر فرقہ قدریہ کا ہے۔ وہ بھی آپ کے ہاں مشرک ہے۔ ابو عثمان بصری کی توثیق ثابت نہیں۔ پھر یہ کہنا کہ سند حسن نہیں صحیح ہے، محض دھاندلی ہے۔

### مسئلہ آئین :

مسعودی فرقہ کے لوگ جب اکیلے نماز پڑھتے ہیں تو فرض، سنت، نفل ہر نماز میں آئین آہستہ کہتے ہیں۔ اس کی کوئی حدیث نہ بانی فرقہ پیش کر سکا نہ ثانی۔ اگر کوئی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کریں تو ہم فی حدیث ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔ اسی طرح ان کے مقتدی بھی امام کے پیچھے گیارہ رکعتوں میں آہستہ آئین کہتے ہیں۔ اس پر بھی بانی اور ثانی دونوں حدیث پیش کرنے سے عاجز رہے ہیں۔ اگر صحیح صریح غیر معارض حدیث جس میں مقتدی اور گیارہ رکعت کی صراحت ہو پیش کریں تو فی حدیث ایک لاکھ روپیہ انعام دیا جائے گا۔

اسی طرح ان کا امام بھی گیارہ رکعتوں میں آئین آہستہ کہتا ہے۔ اس پر بھی کوئی حدیث صحیح صریح غیر معارض جس میں امام اور گیارہ رکعت کی صراحت ہو پیش کریں تو مبلغ ایک لاکھ روپے انعام دیا جائے گا۔ ان کے مقتدی صرف چھ رکعتوں میں ہمیشہ اونچی آواز سے آئین کہتے ہیں۔ اس پر بھی اگر صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش کریں جس میں مقتدی، چھ رکعت، اور ہمیشہ کے لفظ کی



صراحت ہو تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

بانی فرقہ نے ایک حدیث امام کے بارہ میں پیش کی جس میں نہ چھ رکعت کی صراحت اور نہ ہی یہ صراحت کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل تھا۔ اور سند کا یہ حال ہے کہ ہارون الاغور قدری فرقے کا ہے جو آپ کے ہاں مشرک ہے۔ اسماعیل بن مسلم المکی ضعیف ہے (تقریب) ثانی صاحب نے اسماعیل بن مسلم المخزومی کا صدوق ہونا ذکر کر دیا، وہ اور راوی ہے، محض دھوکا دیا ہے۔ المخزومی کی تعیین اس سند میں ثانی صاحب نہیں دکھا سکتے۔ اگر محدثین کے خلاف یہ کہیں کہ احتمال ہے کہ وہ ہو یا یہ ہو تو بھی ان کو فائدہ نہیں ادا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ ابواسحاق مدلس ہے (طبقات المدلسین) اور مختلط ہے (تقریب) اور ام الحصین کی توثیق بھی ثابت نہیں کی۔ افسوس اس بدعتی فرقے کا مدار اسی قسم کی سندوں پر ہے۔ کوئی راوی فرقہ پرست مشرک، کوئی ضعیف، کوئی مجہول، کوئی مدلس۔ ثانی صاحب کا اپنا دل بھی ان کو ملامت کر رہا ہے کہ جواب کا نام تو ہے مگر جواب نہ ارد۔ اور ثانی صاحب کو کہہ رہا ہے کہ آپ صبح و شام اس شعر کا وظیفہ پڑھا کریں :

اے میرے باغ آرزو کیا ہے باغ ہائے تو  
کلیاں تو گو ہیں چار سو کوئی کھلی نہیں  
اور رسالہ پڑھنے والا رسالہ پڑھ کر یہی گنگناتا ہے :

کیا شوخیاں دکھائے گا اے نشتر جنوں  
مدت سے ایک زخم جگر ہی چھلا نہیں

بانی صاحب تو میرا قرض سر پر لے کر ہی فوت ہو گئے تھے۔ ثانی صاحب نے

جواب کے لئے بہت خاک اڑائی، مگر نتیجہ یہی نکلا :

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا  
جو چیرا تو اک قطرہ خون نکلا



ثانی صاحب کو جواب کی ناکامی پر جو تلخی اور بوکھلاہٹ ہوئی ہے وہ اپنے امام مسعود احمد کی اطاعت سے بھی بھاگ نکلے۔ ان کے امام تو امام اعظم ابو حنیفہ کے مداح تھے۔ اپنے آپ کو ان کی خاک پا کے برابر بھی نہیں سمجھتے تھے۔ مگر ثانی صاحب حضرت امام صاحب کو ضعیف کہنے پر اتر آئے۔ حضرت امام صاحب کا وصال ۱۵۰ھ میں ہوا۔ اور ان کو ضعیف الدار قطنی (۳۸۵ھ) نے کہا، اور وجہ صرف یہ ہے کہ امام صاحب کی حدیث کی سند عن عبداللہ بن شداد عن جابر عن النبی بیان کی۔ جب کہ بعض نے سند عبداللہ بن شداد عن النبی بیان کی ہے۔ حالانکہ یہ کوئی وجہ ضعف نہیں۔ حضرت عبداللہ بن شداد کبھی اس کو مرسل بیان فرماتے، کبھی مسنداً۔ پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا واسطہ بیان کرنے میں امام صاحب ہی منفرد نہیں، بلکہ مسند احمد بن منیع میں حضرت قاضی شریک اور امام سفیان ثوری بھی حضرت جابر کا واسطہ بیان کرتے ہیں۔ تو کیا امام سفیان ثوری بھی ضعیف ہیں۔ (۲) ثانی صاحب لکھتے ہیں کہ امام نسائی (۳۰۳ھ) نے امام ابو حنیفہ کو ضعف حافظہ کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ امام نسائی کا یہ دعویٰ نہ صرف یہ کہ بے دلیل ہے بلکہ خلاف دلیل ہے۔ کیونکہ ثانی صاحب بھی جانتے ہیں کہ حافظہ کے بارے میں استاد کی شہادت قابل اعتماد ہوتی ہے نہ کہ سو سال بعد پیدا ہونے والے کا دعویٰ۔ امام حماد امام صاحب کے استاد ہیں وہ جب سبق پڑھاتے تو امام صاحب بحفظہ جمیع ما یقولہ ویخطتہ فیہ اصحابہ فاجلسہ بحذاء فی صدر الحلقة عشر سنین (الخیرات الحسان ص ۲۴) سب مسائل یاد کر لیتے اور دوسرے ساتھی خطا کرتے تو امام صاحب نے اس سال ان کو صدر حلقہ میں بٹھایا۔ یہ ہے امام صاحب کے حافظہ کی ناقابل تردید شہادت، امام نسائی نے باقاعدہ مسند امام اعظم کو جمع فرمایا جو دلیل ہے کہ اگر امام نسائی نے بے دلیل جرح کی بھی تھی تو بعد میں اس سے رجوع

کر لیا۔ حضرت امام صاحب سے تو اتر سے ثابت ہے کہ آپ روزانہ ایک رکعت میں پورا قرآن ختم فرماتے تھے۔ یہ آپ کے قوی الحافظہ ہونے کی دلیل ہے یا کمزوری حافظہ کی۔ شیخ الاسلام والمسلمین امام یزید بن ہارون فرماتے ہیں کان ابو حنیفۃ تقیا نقیا زاہدا عالما صدوق اللسان احفظ اہل زمانہ سمعت کل من ادرکتہ من اہل زمانہ یقول انہ ما رای افقہ منہ (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للصمیری ص ۳۶) امام یزید بن ہارون (جن کی پیدائش ۱۱۶ھ میں ہے اور وفات ۲۰۶ھ میں) فرماتے ہیں ”ابو حنیفہ پر ہمیز گار‘ پاکیزہ صفات‘ زاہد‘ عالم‘ زبان کے سچے اور اپنے اہل زمانہ میں سب سے زیادہ حافظہ والے تھے۔ میں نے ان کے معاصرین میں سے جتنے لوگوں کو بھی پایا سب کو یہی کہتے سنا کہ اس نے ابو حنیفہ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔ اب فیصلہ خود کرو کہ امام صاحب سب سے زیادہ حافظہ والے تھے یا کمزور حافظہ والے۔ حافظ الحدیث امام اسرائیل جو امام صاحب کے معاصر ہیں ان کی وفات ۱۶۱ھ میں ہوئی۔ فرماتے ہیں: نعم الرجل نعمان ما کان احفظہ لکل حدیث فیہ فقہ۔ امام صاحب کیا ہی خوب آدمی تھے ان کو وہ تمام احادیث یاد تھیں جن میں فقہی احکام ہوں اور ایک روایت میں فرماتے ہیں: کان قد ضبط عن حماد فاحسن الضبط عنہ۔ کہ انہوں نے حماد سے علم حاصل کیا ان کا حفظ ضبط بہت ہی اچھا تھا (مناقب موفق ص ۱۰۸ ج ۱)۔

مرجئہ : ثانی صاحب لکھتے کہ مقرر امام صاحب کو مرجئہ کہتے تھے۔ ثانی صاحب بھی عجیب تلون مزاجی میں مبتلا ہیں کبھی کہتے ہیں کہ بیہقی کا اقرار دکھاؤ کہ میں مقلد ہوں۔ گویا اقرار کے سوا وہ کچھ نہ مانیں گے اور یہاں امام صاحب کا اقرار موجود ہے۔ ولا نقول ان حسناتنا مقبولہ و سیئاتنا مغفورۃ لقول المرجئۃ۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہماری سب نیکیاں مقبول ہیں اور سب بدیاں بخش

ہوئی ہیں جیسا کہ فرقہ مرجنہ کا اعتقاد ہے (فقہ اکبر مترجم ص ۴۱) جب امام صاحب نے خود مرجنہ کا رد فرمادیا تو ان کو مرجنہ کتنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد لکھتے ہیں ”لفت میں ارجاء کے دو معنی آتے ہیں، تاخیر کرنا بھی اور امید دلانا بھی۔ بتابریں ارجاء کا اطلاق کئی ایک مسائل پر آ سکتا ہے۔ (۱) عمل کو ایمان سے موخر کرنا۔ (۲) حضرت علی کی خلافت کو درجہ اول سے درجہ چہارم میں موخر کرنا۔ (۳) صاحب کبیرہ کے حکم کو قیامت پر موخر کرنا اور اس دنیا میں اس کی نسبت کوئی قطعی حکم نہ لگانا کہ وہ جنتی ہے یا دوزخی۔ (۴) ایمان کے ہوتے ہوئے معاصی کا کچھ ضرر نہ دینا محض ایمان پر نجات کلی کی امید دلانا (تاریخ اہل حدیث ص ۴۲) ان چار معنوں سے چوتھے معنی کا خود امام صاحب نے رد کر دیا ہے پہلے تین معنی کوئی جرح نہیں۔ امام مقری کے قول میں بھی چوتھا معنی مراد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تو امام صاحب کے اتنے بڑے معتقد تھے کہ جب آپ سے حدیث روایت کرتے تو فرماتے حدثنا شاہنشاہ بہر حال یہ جرح بھی ثابت نہ ہوئی امام سفیان ثوری سے جو نقل کیا ہے کہ امام صاحب ثقہ تھے نہ مامون۔ اس کا راوی موفل (بن اسماعیل) ہے۔ امام ذہبی لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا ہے۔ ایسی بے بنیاد روایت کی بنا پر تو کوئی عام آدمی بھی مجروح نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ امت کا امام مجروح قرار پائے۔ امام صاحب کی عدالت اور حفظ امت میں تواتر سے ثابت ہے۔ اس لئے اس قسم کی شاذ، مردود روایات تواتر کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں جیسے متواتر قرآن پر شاذ و متروک روایات کا کوئی اثر نہیں پڑتا اور نصر بن شعیل کا جو قول نقل کیا ہے کہ امام صاحب متروک الحدیث تھے۔ ثقہ نہ تھے۔ اس کا راوی احمد بن سعید داری مجسمہ فرقہ کا بدعتی ہے۔ اہل بدعت کی بے دلیل جرح اہل سنت کے بارے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ ویسے بھی متروک الحدیث اس راوی کو کہتے ہیں جس پر جرح مفسر

ثابت ہو۔ اور امام صاحب پر آج تک کوئی ماں کا لعل جرح مفسر ثابت نہیں کر سکا۔  
 یاد رہے اسماء الرجال کی کتابیں بعض ایسی ہیں جن میں سب رطب و یابس جمع ہے۔  
 جیسے عقیلی، کامل ابن عدی وغیرہ اور جو منقح کتابیں ہیں جیسے مقدسی کی الاکمال،  
 مزنی کی تہذیب الکمال، ابن حجر کی تہذیب التہذیب اور تقریب التہذیب۔ ذہبی  
 کی تہذیب الکمال اور خزرجی کی خلاصہ! ان سب میں امام صاحب کی توثیق ہے  
 ان سب نے جرح کے اقوال کو بالاتفاق ترک کر دیا ہے اور یہ سب غیر حنفی ہیں۔  
 معلوم ہوا کہ ان سب محدثین کے ہاں بھی امام صاحب کی توثیق مقبول اور جرح  
 مردود ہے۔ ثانی صاحب کو بزرگوں کی یہ نصیحت یاد رکھنی چاہئے۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلشن اندر طعنہ پا کاں زند

اس کے بعد طنز و الزام کے نام سے اپنے معتقدین کو اشتعال دلانے کی  
 کوشش کی ہے۔ تاکہ معتقدین جواب کی ناکامی سے صرف نظر کر لیں، اور آخری  
 صفحہ پر مسلمین والی آیات کو اسی طرح اپنے فرقہ پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے  
 جیسے قادیانی قرآن میں مذکور لفظ ربوہ کو اپنے شہر پر چسپاں کرتے ہیں اور اشتیاق  
 صاحب کو کہتے ہیں کہ ہمارے شہر ربوہ کا قرآن میں دو جگہ ذکر ہے۔ تو اپنے شہر  
 کراچی کا نام قرآن میں ایک جگہ بھی دکھاؤ تو دس لاکھ روپیہ انعام۔ اور اشتیاق  
 قادیانیوں کے سامنے بالکل لا جواب ہیں۔ اس فرقہ کا اپنے آپ کو مسلمین کہنا ایسا  
 ہی ہے جیسا قرآن پاک میں ہے کہ فرعون نے آخری وقت کہا تھا: انا من  
 المسلمین۔ میں مسلمین میں سے ہوں (یونس ۹۰) ایسے مسلمین کو قرآن پاک  
 نے ان الفاظ میں تنبیہ کی ہے: قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی  
 قلوبکم تم کہو ہم مسلم ہیں پر ابھی نہیں گھسا ایمان تمہارے دلوں میں (الحجرات  
 ۱۴) اور ایسے مسلمین کے بارے میں قرآن کہتا ہے: یمنون علیکم ان  
 اسلموا قل لا تمنوا علی اسلامکم تجھ پر احسان رکھتے ہیں کہ وہ مسلم

ہوئے۔ تو کہہ مجھ پر احسان نہ رکھو اپنے مسلم ہونے کا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ ایسے لوگ بھی آئیں گے۔ لم یبق من الاسلام الا اسمہ کہ مسلم نام کے علاوہ اسلام ان کے قریب بھی نہ آیا ہوگا۔

### اقوال الرجال :

اشتیاق صاحب نے دعویٰ تو یہ کیا تھا کہ وہ صرف قرآن و حدیث کو مانتے ہیں۔ لیکن ساری کتاب اقبال الرجال سے بھر دی ہے۔ جن امتیوں کی آراء اشتیاق صاحب نے پیش کی ہیں، ان کی حیثیت واضح نہیں کی کہ ان امتیوں کو اشتیاق صاحب خدا مانتے ہیں یا رسول۔ اور ان کی رائے کو قبول کرنا تقلید ہے اور تقلید کو اشتیاق صاحب پڑھتے ہیں۔ تو اشتیاق صاحب تو بیسیوں پٹوں میں دبے ہوئے ہیں۔ بلکہ آپ کا تعارف ہی اگريوں ہو کہ اشتیاق صاحب پٹوں والے تو واقعاً حق بحق دارر سید ہوگا۔ اشتیاق صاحب ان آراء کو اگر اپنی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں تو وہ بقول خود رائے پرست مشرک ہوئے اور اگر کہیں کہ میں نے یہ آراء بطور الزام ذکر کی ہیں تو الزام تو مسلمات خصم پر بنی ہوتا ہے ہم نے کب ان لوگوں کی تقلید کا الزام کیا ہے۔ آئندہ احتیاط رکھیں۔



# مسعودی فرقہ کی کتاب صلوۃ المسلمین پر مختصر تبصرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد!

تعارف :

حضرات گرامی! گزشتہ دو تین شماروں میں آپ مسعودی فرقہ کو پہچان چکے ہیں۔ ہمارا نام اللہ تعالیٰ نے کافروں کے مقابلہ میں ”مسلمین“ رکھا۔ چنانچہ آج تک کفار کے مقابلہ میں ہم اسی نام سے متعارف ہیں اور ہمارے مقدس پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بدعتی فرقوں کے مقابلہ میں ہمارا نام اہل سنت والجماعت رکھا۔ زمانہ رسالت سے لے کر آج تک اہل بدعت کے مقابلہ میں ہم اسی نام سے متعارف ہیں۔ بعض فروعی مسائل میں احادیث مبارکہ کے اختلاف کی وجہ سے صحابہ کرامؓ میں اختلاف ہوا جو سینکڑوں مجتہدین صحابہؓ کے ان اقوال میں موجود ہے جو کتاب الآثار امام ابو یوسف، کتاب الآثار امام محمد رحمہ اللہ، موطا امام مالک رحمہ اللہ، مصنف عبد الرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ کتب احادیث میں پھیلا ہوا ہے۔ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ نے جب

سنت نبوی کو مدون کروایا تو یہ سینکڑوں مجتہدین کا اختلاف سمٹ سٹا کر چار ائمہ میں رہ گیا۔ ایسے فروعی مسائل میں مالکی، شافعی، حنبلی کے مقابل ہم ان اجتہادی مسائل میں حنفی نام سے متعارف ہیں۔ جیسے بھارتی کے مقابلہ میں ہم پاکستانی ہیں، سرحدی کے مقابلہ میں ہمارا تعارفی نام پنجابی ہے اور ملتان کے مقابلہ میں تعارف اور پہچان اوکاڑوی سے ہے۔ اسی طریقہ سے یہود کے مقابلہ میں ہم مسلم، خوارج و نواصب کے مقابلہ میں ہم اہل سنت والجماعت اور شوافع کے مقابلہ میں ہم حنفی ہیں۔ آج تک ہمارا واسطہ کسی ایسے جاہل سے نہیں پڑا جس نے ہمیں پوچھا ہو کہ تم اوکاڑوی ہو یا پنجابی یا یہ پوچھا ہو کہ تم اوکاڑوی ہو یا پاکستانی۔ البتہ ایسے شخص سے واسطہ ضرور پڑا ہے جو کبھی پوچھتا ہے کہ تم حنفی ہو یا مسلم اور کبھی پوچھتا ہے کہ تم سنی ہو یا مسلم، اسے بار بار سمجھایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ مسلم قرآن پاک میں کافروں کے مقابلہ میں ذکر فرمایا ہے تو اللہ تعالیٰ کے منشاء کے خلاف اس لفظ کو حنابلہ وغیرہ کے خلاف استعمال کر کے یہودیانہ تحریف کا ارتکاب کر رہا ہے۔ مگر اس کا مشن ہی یہ ہے کہ جس طرح ساری امت نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا ہے..... میں قادیانیوں سے مفادات جب ہی حاصل کر سکتا ہوں کہ پوری امت کو غیر مسلم قرار دوں۔ یہ لوگ اپنے فرقہ کے سوانہ کسی کو سلام کرتے ہیں اور نہ ہی کسی کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ مسعود صاحب حج کو گئے تو امام کعبہ کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھیں کہ امام کعبہ حنبلی ہے اور فرقہ پرست اور غیر مسلم بے مگر یہ عجیب بات ہے کہ فرقہ پرست غیر مسلم کی زیر امارت حج ادا کر لیا، نماز اور حج میں یہ فرق کرنا بانی فرقہ کو شاید بذریعہ وحی شیطانی معلوم ہوا ہو، ورنہ وحی رحمانی میں تو یہ فرق ہمیں نہیں ملا، امید ہے کہ فرقہ پرست مسعود ضرور وضاحت کرے گا۔

**صلوٰۃ المسلمین :**

بانی فرقہ نے ۱۳۹۵ھ میں اپنا فرقہ بنایا۔ اب ضرورت تھی کہ اپنے فرقہ پرستوں کو



کوئی الگ نماز بھی دیتا۔ چنانچہ ۳۹۸ھ میں اس نے ایک کتاب صلوۃ المسلمین نامی شائع فرمائی۔ اس کتاب میں سو فیصد مسائل غیر مسلموں سے لئے گئے۔ اس کتاب کا ناما تو ناصر الدین البانی کی کتاب صفة صلوۃ النبی ہے اور پتا شوکلانی زیدی اور ابن حجر شافعی مقلد کی کتابوں سے لیا گیا ہے۔ یہ تینوں بزرگ بانی فرقہ کے عقیدہ کے مطابق فرقہ پرست اور غیر مسلم ہیں۔ کسی یہودی نے بھی آج تک اپنی عبادت کی کتاب غیر یہودیوں کی کتابوں سے مرتب نہیں کی، کوئی سکھ ایسا نہیں ملتا جو اپنی عبادت کے طریقے ہنود کی کتابوں سے لیتا ہو لیکن بانی فرقہ کی غیرت و اعتنا بے مثال ہے کہ جب وہ خدا کے حضور کھڑا ہوتا ہے تو سر سے پاؤں تک مکمل غیر مسلم ہوتا ہے اور اس کے فرقہ پرست پجاری بھی غیر مسلم طریقہ سے نماز پڑھتے ہیں۔ کیونکہ اس کتاب کا ایک ایک مسئلہ ان لوگوں کی کتابوں سے چوری کیا ہوا ہے جن کو بانی فرقہ فرقہ پرست اور غیر مسلم کہتے ہیں۔ خصوصاً البانی صاحب سے تو اپنے رسالہ ”الجماعۃ القدیمہ“ میں بالکل منحرف ہو گئے ہیں۔

### متواتر نماز :

رسول اقدس ﷺ سے لے کر آج تک امت نماز پڑھتی چلی آ رہی ہے۔ ایک دن بھی اسلام میں ایسا نہیں گزرا جس دن نماز دنیا میں کسی جگہ ادا نہ کی گئی ہو، بانی فرقہ بھی اس بات سے انکار نہیں کر سکتا۔ بانی فرقہ کے روحانی آباء میں بعض غیر مقلدین رکوع کے بعد بھی سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں، ہاتھوں کو لٹکاتے نہیں۔ بانی فرقہ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے والوں سے ایک فیصلہ کن سوال کرتے ہیں ”ہاتھ باندھنے والوں کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکوع کے بعد ہاتھ باندھتے تھے، ہم اسے تسلیم کئے لیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ہاتھ باندھتے تھے تو صحابہ کرامؓ بھی ہاتھ باندھتے ہوں گے، پھر تابعین رحمہم اللہ بھی ہاتھ باندھتے ہوں گے اور اسی طرح یہ سلسلہ آگے چلتا رہا



ہوگا.....

ہمارا سوال یہ ہے کہ ہمیں وہ موڑ بتایا جائے جس موڑ پر پہنچ کر لوگوں نے ہاتھ باندھنے کے فعل کو یک لخت چھوڑ دیا، کسی نے بھی اس کی مخالفت نہ کی..... ہم نے جس موڑ کے متعلق سوال کیا ہے ظاہر ہے کہ ہاتھ باندھنے والوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ باہمی مذاکرہ میں وہ اس سوال کا جواب نہیں دے سکتے۔ لہذا یہ کہنا صحیح ہے کہ رکوع کے بعد کبھی ہاتھ باندھے ہی نہیں گئے، ہمیشہ ہاتھ چھوڑے گئے اور یہی عمل رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک سے قرن بعد قرن اور نسلا بعد نسل اور تواتر کے ساتھ نقل ہوتا رہا اور آج اسی تواتر عملی پر ہمارا عمل ہے۔ جو کام رسول اللہ ﷺ سے عملاً متواتر چلا آ رہا ہو اس پر آبائی تقلید کا طعن اہل علم کے شایان شان نہیں..... اگر کوئی عمل متواتر چلا آ رہا ہو اور عہد رسالت ﷺ یا عہد صحابہؓ میں اس کے ٹوٹنے کا مطلقاً ثبوت نہ ہو تو وہ عمل حجت ہوگا..... (صلوۃ المسلمین ص ۵۰۹ تا ص ۵۱۳ ملخصاً)

برادرانِ اہل سنت والجماعت! جس قرآن پاک کی مسلمان روزانہ تلاوت کرتے ہیں جس طرح وہ قرآن تلاوتا متواتر ہے اسی طرح جو نماز روزمرہ مسلمان پڑھتے ہیں یہ عملاً متواتر ہے۔ بلی فرقہ نے اس عملاً متواتر نماز کے خلاف محاذ بنالیا حالانکہ وہ خود بوقتِ ضرورت عملی تواتر کا قائل بن جاتا ہے جیسا کہ اوپر کے حوالہ میں گزرا۔

### حکایت :

ایک دن پانچ فرقہ پرست مسعودی میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تم لوگ دین ساز ہو، ہم صرف قرآن اور حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ اس پر کچے رہو گے کہ اپنی ہر بات کو قرآن و حدیث سے ثابت کر سکو۔ انہوں نے کہا بالکل، اگر ایک بات بھی ایسی نکل آئی جس کا ثبوت ہم آیت یا حدیث سے نہ دے سکے تو ہم اپنے

دعوے میں بالکل جھوٹے ہوں گے۔ میں نے کہا آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ صرف قرآن و حدیث کو مانتے ہیں تو دونوں کے ماننے کا طریقہ ایک ہی ہے یا الگ الگ؟ کہنے لگا کہ ایک ہی طریقہ ہے۔ میں نے کہا جس طرح ہر حدیث کی سند تلاش کرتے ہو پھر ہر راوی کے حالات تلاش کرتے ہو پھر کسی حدیث کو صحیح اور کسی کو ضعیف کہتے ہو، کیا قرآن پاک کی بھی ہر ہر آیت کی سند تلاش کرتے ہو، ہر ہر راوی کے حالات دیکھتے ہو، پھر بہت سی آیات کو بے سند اور بے ثبوت کہہ کر چھوڑ دیتے ہو؟ وہ کہنے لگے اگر قرآن پاک کے ساتھ ایسا سلوک کریں تو سارا قرآن ہی ہاتھ سے جاتا ہے۔ ہم قرآن پاک پر ایسا ظلم کیسے کر سکتے ہیں کہ اس کی تمام آیات اور ان کی ترتیب کا ثبوت ہی نہ دے سکیں۔ اس لئے ہم قرآن پاک کی ہر آیت کی سند تلاش نہیں کرتے، ہر حدیث کی سند تلاش کرتے ہیں اور واقعتاً فرق کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اس فرق پر کوئی آیت یا حدیث پیش کرو۔ کہنے لگے اس فرق پر تو کوئی آیت یا حدیث نہیں ہلے یہ فرق اس لئے کرتے ہیں کہ قرآن پاک تلاوتاً متواتر ہے اور احادیث متواتر نہیں ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ تو پہلے سوال کے جواب میں ہی جھوٹے ثابت ہو گئے کہ نہ آیت پیش کر سکے نہ حدیث اور عجب تو یہ ہے کہ اپنے معنوی امام کو بھی چھوڑ گئے۔ آپ نے فرق یہ بیان کیا کہ قرآن متواتر ہے اور حدیث متواتر نہیں۔ آپ کے فرقہ کا بیانی لکھتا ہے :

”حدیث کی حفاظت دو طرح سے ہوئی (۱) عملاً (۲) نقلاً۔ جو بات رسول اللہ ﷺ

نے فرمائی تھی اس پر ہر زمانے میں عمل ہوتا رہا۔ ہر زمانے میں وہ پڑھی جاتی رہی اور پڑھائی جاتی رہی، مثلاً حدیث میں ہے کہ نماز پانچ وقت کی فرض ہے۔ غم کی چار رکعت ہیں، مغرب کی تین رکعت ہیں، ہر رکعت میں ایک رکوع، اس کے بعد دو سجدے ہیں، سال میں دو عیدیں ہیں وغیرہ اس قسم کی بے شمار حدیثیں ہیں جو ہر زمانہ میں بچہ بچہ کی زبان پر تھیں اگر زبان سے بیان نہ بھی ہوئیں تو کم از کم ذہن میں اور عمل میں ہر ایک کے موجود تھیں، تواتر کے ساتھ ان پر عمل ہو رہا تھا اور تواتر کے ساتھ نقل کی جا رہی

تھیں۔ ان احادیث کی صحت قطعی اور ان کا تواتر قرآن مجید کے تواتر سے بھی زیادہ وسیع ہے۔ قرآن مجید کی آیات چند علماء اور حفاظ کی حفاظت میں تھیں لیکن یہ احادیث ہر عالم و جاہل اور مرد و عورت، چھوٹے اور بڑے کے عمل میں آرہی تھیں..... (تفہیم الاسلام ص ۱۵۷)

بانی فرقہ نے اس عبارت میں عملی تواتر کو اسنادی تواتر بلکہ قرآنی تواتر سے بھی برتر قرار دیا ہے۔ الحمد للہ! اہل سنت والجماعت کی نماز اسی تواتر سے ثابت ہے اور اسی متواتر نماز کے خلاف پہلا موڑ بانی فرقہ کی صلوۃ المسلمین ہے جس میں ساری امت کی متواتر نماز کو غلط قرار دیا ہے، اس کتاب کی منیثیت ایسی ہے جیسے کوئی ان پڑھ قرآن مجید کے خلاف شاذ اور متروک قراتیں کتابوں سے جمع کر کے اس کا نام قرآن المسلمین رکھ دے جو یقیناً ناقص بھی ہو گا اور شاذ و مردود بھی۔ بالکل اسی طرح یہ کتاب صلوۃ المسلمین مسائل میں نہایت ناقص ہے، نہ روزمرہ نماز کے مکمل مسائل ہیں، نہ مکمل ترتیب، اور متواترات کے خلاف شاذ روایات پر مبنی ہے۔ کوئی مسلمان جیسے متواتر قرآن کے خلاف کسی شاذ اور ناقص قرآن المسلمین کو قبول نہیں کر سکتا۔ اسی طرح کوئی مسلمان اس شاذ اور ناقص صلوۃ المسلمین کو ہرگز قبول نہیں کرتا.....

## دوسرا سوال :

پھر ان فرقہ پرستوں سے میں نے پوچھا کہ قرآن وحدیث کی تعریف کیا ہے؟ وہ پہلے تو شور مچانے لگے کہ سب جانتے ہیں۔ میں نے کہا کہ بتانے میں کیا گناہ ہے؟ جب بتانے میں کوئی گناہ نہیں اور نہ بتانے میں لوگ کہیں گے کہ آپ کو آتی نہیں تو آپ بتا ہی دیں تاکہ آپ پر جہالت کا الزام نہ رہے۔ تو ایک صاحب نے کہا ”قرآن وہ کتاب ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی، مصاحف میں لکھی ہوئی ہے اور بغیر کسی شبہ کے متواتر منقول ہے..... اور حدیث رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل اور تقریر کو کہتے



احادیث اور خیانتوں کی نشیبی کی مگر آج تک اصلاح نہیں کی گئی۔

### چوتھا سوال :

ائمہ اربعہ، محدثین اور فقہاء رحمہم اللہ نے احکام شرعیہ کی تفصیلات بیان فرمائی ہیں کہ وضو، نماز وغیرہ میں کتنے فرائض ہیں جن میں سے کسی ایک کے رہ جانے سے وضو، نماز باطل ہو جاتے ہیں اور بعض افعال یا اذکار کے ترک سے سجدہ سہولازم آتا ہے، بعض افعال پر آنحضرت ﷺ نے بغیر فرضیت و وجوب کے مواظبت فرمائی ان کو سنت کہا جاتا ہے اور جن کو پسند فرمایا مگر مواظبت نہ فرمائی ان کو مستحب کہا جاتا ہے۔ بانی فرقہ نے چوری امت کے خلاف یہ لکھ دیا ہے ”جس طریقہ سے رسول اللہ ﷺ نے صلوٰۃ ادا کی وہ طریقہ فرض ہے۔ اس طریقہ میں فرض، واجب، سنت اور مستحب کی تقسیم فرضی ہے“..... (صلوٰۃ المسلمین ص ۷۷)

سوال یہ ہے کہ بانی فرقہ نے یہاں تو یہ فرضی بات لکھ دی مگر صفحہ ۷۷ پر تعداد رکعات کی سرخی دے کر فرض، سنت، مستحب کی اس فرضی تقسیم کو تسلیم کر لیا۔ یہ بھی بتایا جائے کہ محدثین کی تقسیم حدیث صحیح، ضعیف، موضوع، مرسل، مدلس، مضطرب، معروف، منکر وغیرہ جس کو بانی فرقہ تسلیم کرتا ہے، قرآن و حدیث سے ثابت ہے یا محض فرضی؟ اس کے جواب میں ان پانچوں نے تسلیم کیا کہ حقیقت یہ ہے کہ ہم اپنے دعویٰ پر کہ ”ہم صرف قرآن و حدیث کو مانتے ہیں“ کبھی پورے نہیں اتر سکتے۔

### رسول پاک ﷺ سے بغاوت :

بانی فرقہ اس کتاب میں اکثر ان مسائل پر بھی احادیث پیش نہیں کر سکا جن پر امت کا اتفاق عمل ہے، صرف اختلافی مسائل پر زور مارا ہے مگر اختلافی احادیث میں سے بعض کے قبول اور بعض کے ترک کرنے میں کسی دلیل شرعی پر مدار نہیں رکھتا۔ یہ ہرگز نہیں ہوا کہ جن احادیث کو لکھتا وہ اللہ یا رسول ﷺ نے فرمایا کہ ان کو لکھ لو اور

جن کو چھوڑا وہ اللہ اور رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ ان کو چھوڑ دو، ایسی بظاہر اختلافی احادیث کے بارہ میں خود رسول اللہ ﷺ نے جو پیمانے دیئے تھے ان کو توڑ ڈالا.....

### معیار اول :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: لوگ میری طرف سے اختلافی احادیث بیان کریں گے، ان میں سے جو احادیث کتاب اللہ اور میری سنت کے موافق ہوں گی وہ میری طرف سے ہوں گی اور جو حدیثیں کتاب اللہ اور میری سنت کے خلاف ہوں گی وہ میری طرف سے نہیں۔ (الکفایہ خطیب بغدادی ص ۴۳۰) مگر بانی فرقہ نے تلاش کر کے وہ احادیث کتاب میں جمع کی ہیں جو متواتر قرآن اور سنت یعنی عملی تواتر کے خلاف تھیں، حالانکہ آنحضرت ﷺ نے ان سے منع فرمایا تھا۔

### معیار دوم :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میری امت کے آخری زمانہ میں ایسے جھوٹے اور دجال قسم کے لوگ ہوں گے جو تمہارے پاس کچھ احادیث لایا کریں گے وہ احادیث ایسی ہوں گی جو تمہارے باپ دادا نے نہیں سنی ہوں گی (یعنی باپ کے عملی تواتر کے خلاف ہوں گی) ان دجالوں اور کذابوں سے بچ کے رہنا، انہیں اپنے قریب نہ پہنکنے دینا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تم میں گمراہی اور فتنے پھیلا دیں۔ (صحیح مسلم ص ۱۰۰) بانی فرقہ نے یہی کیا، ایسی احادیث تلاش کر کے لکھیں جو جمہور امت کے عملی تواتر کے خلاف تھیں اور اس طرح امت مسلمہ کو متواتر سنتوں سے ہٹا کر گمراہی میں ڈال دیا، اور گھر گھر میں فتنہ ڈال کر کفار تک کو جب بنائی کا موقع دیا۔

### معیار سوم :

اختلافات کے ذکر کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا: میری اور خلفاء راشدین

کی سنت کو لازم پکڑنا۔ (ترمذی)

بانی فرقہ نے پوری کوشش اور محنت سے ایسی احادیث کو تلاش کیا جن پر خلفاء راشدینؓ کی موافقت وہ قیامت تک ثابت نہیں کر سکتا، الغرض اہل سنت والجماعت کو غلط قرار دینے کے لئے عملی توازن کے ساتھ نبی ﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں تک سے روگردانی کی اور خلفائے راشدینؓ کی سنت کو پس پشت ڈال دیا۔ اور اس پر دعویٰ یہ کہ ”اصلاح و وعالم ہم سے ہے۔“

زورِ علم :

عملاً متواتر نماز کے خلاف اس کتاب میں سب سے زیادہ جولانی بانی فرقہ نے رفع یدین کے مسئلہ میں دکھائی ہے، مگر اس کا صحیح حکم بھی بیان نہ کر سکا۔ اپنی کتاب خلاصہ تائش حق میں ۱۹۶۲ء میں رفع یدین کو فرض لکھا تھا (ص ۷۹) اس کتاب میں سارا زور اس کے سنت ہونے پر لگایا ہے لیکن کسی ایک حدیث میں نہ فرض کا لکھا دکھا سکا نہ سنت، اگر یہ الفاظ حدیث میں دکھا دے تو ہم اس لفظ کے ہر حرف پر ایک ایک ہزار روپیہ انعام دیں گے..... دیدہ باید۔

جھوٹ ہی جھوٹ :

بانی فرقہ صفحہ ۴۵۳ پر لکھتا ہے کہ جن صحابہ کرامؓ سے متنازع رفع یدین کی احادیث مروی ہیں ان میں (۱) حضرت عثمانؓ (۲) حضرت طلحہؓ (۳) حضرت زبیرؓ (۴) حضرت سعدؓ (۵) حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ (۶) حضرت ابو عبیدہؓ (۷) حضرت زید بن ثابتؓ (۸) حضرت ابی بن کعبؓ (۹) حضرت ابن مسعودؓ اور (۱۰) حضرت زیاد بن حارثؓ بھی ہیں۔ مگر بانی فرقہ قیامت تک ثابت نہیں کر سکتا کہ ان دس صحابہ کرامؓ نے کسی صحیح سند سے آنحضرت ﷺ سے متنازع رفع یدین روایت کی ہو بلکہ یہ بھی ثابت نہیں کر سکتا کہ یہ کیا صحابہؓ خود متنازع رفع یدین کرتے تھے؟ ایک ہی سانس میں



دس صحابہؓ پر جھوٹ بول دینا تو پنڈت شردھانند سے بھی ثابت نہیں کیا جاسکتا، بانی فرقہ خود ایسی بے سند باتوں کو موضوع اور جھوٹی کہتا ہے۔ (دیکھو ص ۲۸۶، ۲۸۷) اگر بانی فرقہ یا کوئی فرقہ پرست مسعودی ان دس صحابہ کرامؓ سے متنازعہ رفع یدین کی احادیث اور ان پر عمل صحیح سند سے ثابت کر دے تو ہر حدیث کے حساب سے مبلغ گیارہ ہزار روپیہ انعام حق محنت کے طور پر دیا جائے گا..... مرداں بکوشید

### دس یا سترہ :

بانی فرقہ صفحہ ۳۹۳ پر ابو حمید ساعدی کی حدیث میں ایک مجلس کا ذکر آتا ہے لکھتا ہے: اس مجلس میں دس صحابہؓ تھے بحوالہ ابو داؤد، ترمذی مگر صفحہ ۴۵۳ پر اسی مجلس کے ذکر میں ابو حمید کے علاوہ ۱۷ صحابہؓ کا نام تحریر کیا ہے اور حوالہ غیر مقلد وحید الزماں کی کتاب تسبیل القاری کا دیا ہے۔ کیا بانی فرقہ یا کوئی بھی فرقہ پرست مسعودی کسی صحیح سند سے یہ سترہ نام اس مجلس میں ثابت کر سکتا ہے؟

### فرضی کانفرنس :

بانی فرقہ نے حضرت ابو حمیدؓ سے جس مجلس کا ذکر کیا ہے اس کے راوی محمد بن عمرو بن عطاء ہیں جن کی پیدائش ۴۰ھ میں ہوئی (تہذیب) اگر یہ دس سال کی عمر میں اس مجلس کی کاروائی دیکھ رہے ہوں تو یہ مجلس ۵۰ھ میں ہوئی ہوگی، مگر شرکاء مجلس میں حضرت زیدؓ کا نام بھی لیا گیا ہے جو ۲۸ھ میں وصال فرما چکے ہیں، حضرت ابو مسعودؓ ۳۸ھ میں، حضرت سلمان فارسیؓ ۳۳ھ میں، حضرت عمار بن یاسرؓ ۳۸ھ، حضرت ابو قتادہؓ ۳۸ یا ۵۴ھ، حضرت محمد بن مسلمہؓ ۴۱ھ، حضرت ابواسیدؓ ۳۰ھ، حضرت امام حسنؓ ۴۹ھ میں وصال فرما چکے تھے۔ یہ بانی فرقہ کی ہی ہمت ہے تقریباً دس دس سال پرانی قبریں اکھاڑ رہا ہے کہ کسی طرح ۵۰ھ میں متنازعہ رفع یدین کا ثبوت مل جائے حالانکہ دور صحابہ کرامؓ ۱۱۰ھ یا ۱۲۰ھ تک رہا ہے مگر بانی فرقہ کی تحقیق ایق کے موافق



رفع یدین کے اکثر راوی ۵۰ھ سے قبل ہی دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ بانی فرقہ کو بڑی محنت سے ان کی دوبارہ حاضری کرائی پڑی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بانی فرقہ (قرآن وحدیث تو کجا) تاریخ سے بھی نااہل ہے (ص ۳۸۸)

### متفرقات :

صفحہ ۳۱۰ پر جو حدیث ابو بکرؓ کی پیش کی ہے اس کی سند کا پہلا راوی امام بیہقی ہے جو امام شافعی رحمہ اللہ کا مقلد اور حیات انبیاء علیہم السلام کا قائل ہے، دوسرا راوی حاکم غالی شیعہ ہے، تیسرا راوی عارم ہے جس کا حافظہ بہت بگڑ گیا تھا۔ صفحہ ۳۱۱ پر حضرت عمرؓ کا قول پیش کیا ہے اس سند میں بیہقی مقلد کے علاوہ سلیمان بن کیسان، عبد اللہ بن القاسم اور حسین بن علی تین راوی غیر معروف ہیں۔ صفحہ ۳۱۲ پر حضرت علیؓ کی حدیث پیش کی ہے جس کی سند کے راوی عبد الرحمن بن ابی الزناد کا حافظہ بغداد میں آنے کے بعد خراب ہو گیا تھا اور یہ حدیث اس سے سلیمان بن داؤد بغدادی نے روایت کی ہے پس صحیح نہ ہوئی۔ صفحہ ۳۱۲ پر عبد اللہ بن عمرؓ کی حدیث نقل کی ہے جس کا مرفوع ہونا ہی سرے سے مشکوک ہے۔ صفحہ ۳۱۲ پر حضرت مالک بن الحویرث کی روایت نقل کی ہے جس کا مدار ابو قلابہ ناصبی اور نصر بن عاصم خارجی پر ہے اور اس سے نسائی میں سجدہ کے وقت رفع یدین کرنا بھی مروی ہے بانی فرقہ نے اس بات کو چھپایا ہے۔ صفحہ ۲۱۳ پر حضرت وائلؓ کی حدیث ذکر کی ہے جس کی سند میں محمد بن حجادہ شیعہ ہے اور ابو داؤد میں اس سے سجدہ کی رفع یدین کا بھی ذکر ہے۔ صفحہ ۲۵۴ پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ رفع یدین تو بلا اشتیاء سب ہی صحابہ کرتے تھے اور دلیل میں حضرت وائلؓ کی حدیث بحوالہ ابو داؤد ذکر کی ہے مگر ابو داؤد میں اس دوسری آمد کے وقت صرف پہلی تکبیر کی رفع یدین کا ذکر ہے مگر بانی فرقہ اس میں رکوع کی رفع یدین کو شامل کر رہا ہے۔ صفحہ ۳۳۸ پر قرأت خلف الامام کی بحث میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ کی ایک حدیث لکھی

ہے کہ امام کے سککات میں مقتدی قرات کر لیا کرے، اس سند کا پہلا راوی امام بیہقی مقلد امام شافعی ہے، دوسرا راوی ابو عبد اللہ الحافظ رافضی خبیث ہے، تیسرا راوی ابو الصلت الہروی رافضی خبیث ہے، چوتھا راوی ابو معاویہ مرجیہ ہے یہ سب بانی فرقہ کے نزدیک فرقہ پرست اور مشرک ہیں اس کے علاوہ محمد بن عبد اللہ ابو الطیب الشعیری اور عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز القاضی الجرجانی ان دونوں کی توثیق ثابت نہیں اور شعیب اور محمد دونوں راوی مدلس ہیں۔ یہ ایک سند کا حال ہے جس کو بانی فرقہ صحیح کہہ رہا ہے۔

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اند کے باتو گفتم و زغم دل تریدم

کہ تو آزرده شوی ورنہ سخن بسیارست

الحاصل یہ کتاب صلوۃ المسلمین جو بانی فرقہ نے غیر مسلموں کی کتابوں سے جمع کی ہے ناقابل اعتماد بھی ہے اور مسائل نماز اور ترکیب نماز بیان کرنے میں نہایت ناقص بھی ہے۔ اکثر ضعیف روایات پر مبنی ہے جو عمل تواتر کے خلاف ہونے کی وجہ سے کسی طرح بھی درخور اعتناء نہیں۔ احادیث کے انتخاب اور ان کی تصحیح و تضعیف میں دلیل شرعی کا ہرگز خیال نہیں رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو متواتر قرآن کی طرح متواتر نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور فرقہ پرستوں کے وساوس سے محفوظ فرمائے۔ فقط



# انکار حدیث کا نیاروپ

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد!

برادران اسلام! اللہ تعالیٰ نے جس طرح کافروں کے مقابلہ میں ہمارا نام مسلم رکھا، اسی طرح اہل حدیث کے مقابلہ میں آنحضرت ﷺ نے ہمارا نام اہل سنت والجماعت رکھا اور اسی جماعت کو نجات پانے والی جماعت فرمایا۔ اہل سنت والجماعت کی سب سے اہم پہچان یہ ہے کہ وہ اختلافی احادیث میں ان احادیث پر عمل کرتے ہیں جو کتب اللہ شریف کے عین موافق ہوں اور سنت کے موافق ہوں یعنی ان کو عملی تواثر کا شرف نصیب ہو۔ سنت خلفائے راشدینؓ اور خیر القرون کے تعامل کے موافق ہوں۔ چنانچہ جب سے ہمارے ملک میں اسلام آیا یہی طریقہ جاری رہا۔ ہاں ایسے اجتہادی مسائل جو کتاب و سنت میں صراحتاً مذکور نہ ہوں ان میں عملی تواثر اس ملک میں صرف اور صرف مذہب حنفی کو نصیب ہوا۔ اس لئے ہم اہل سنت والجماعت کے ساتھ حنفی کہلاتے ہیں۔ ہمارے مقدس پیغمبر ﷺ نے جس طرح راہ نجات اور جماعت حقہ کے بارے میں وضاحت فرمائی اسی طرح گمراہوں کا ذکر بھی فرمایا۔

**اہل قرآن :**

آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے (کتاب اللہ) قرآن عطا فرمایا (جو امت میں سلاخ متواتر ہے) اسی طرح سنت بھی عطا فرمائی (جو امت میں عملاً متواتر ہے)۔ فرمایا:

”آخری زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو کہیں گے کہ ہمیں اللہ کی کتاب کفنی ہے، سنت کی ضرورت نہیں“ چنانچہ وہ فرقہ ملکہ و کٹوریہ کے دور میں اس ملک میں پیدا ہوا اور عوام مسلمانوں کو فریب دینے کے لئے اس فرقہ نے اپنا نام اہل قرآن رکھ لیا۔ اب عوام کو کہنے لگے کہ اہلسنت علماء جھوٹ کہتے ہیں کہ اہل قرآن نیا فرقہ ہے۔ اہل قرآن تو اس دن سے ہیں جس دن غار حرا میں خدا تعالیٰ کی طرف سے قرآن کا نزول شروع ہوا۔ وہ صحابہؓ جو اس قرآن پر ایمان لائے سب اہل قرآن تھے۔ جب قرآن حق اور یقیناً حق ہے تو اہل قرآن کے حق ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے؟ جو اہل قرآن کو جھوٹا کہتا ہے وہ پہلے قرآن کو معاذ اللہ جھوٹا ثابت کرے۔ سب تابعین اور تبع تابعین اہل قرآن تھے۔ محمد بن قاسم بھی اہل قرآن تھا اس نے نہ بخاری پڑھی، نہ مسلم، نہ ترمذی، نہ نسائی، نہ ابوداؤد، نہ ابن ماجہ بلکہ ان کتابوں میں اس کی روایت سے ایک بھی حدیث مروی نہیں۔ اگر حدیث اور سنت کا ماننا بھی اسلام کا حصہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اپنی نگرانی میں قرآن پاک کی طرح احادیث لکھواتے اور صحابہ کرامؓ اور تابعین رحمہم اللہ اس مجموعے کو اسی طرح حفاظت کے ساتھ ہمیں پہنچاتے جس طرح انہوں نے قرآن پاک پہنچایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان صحاح ستہ میں سے ایک بھی کتاب خیر القرون میں موجود نہ تھی۔ ادھر نواب صدیق حسن خان نے سب صحاح ستہ والوں کو عجمی اور فارسی النسل قرار دے دیا۔ (عون الباری و اتحاف النبلاء) اس پر اہل قرآن کو بھی مزید موقع مل گیا کہ قرآن عربی اور حدیث ایرانی! اس فرقے نے فضائل قرآن اور فضائل حفظ قرآن کی تمام روایات کو اپنے اوپر چسپاں کر لیا اور قرآن کے ماننے کا مطلب انکارِ سنت قرار دیا۔

### اہل حدیث :

سنت کے انکار کا جو انداز اہل قرآن نے اپنایا اس سے عوام کو وحشت سی تھی،

اس لئے عموماً گریجوئیٹ طبقہ تو ان سے متاثر ہوا مگر عام مسلمانوں میں وہ انکار سنت کا رجحان پیدا نہ کر سکے اس لئے عوام کی وحشت کو ختم کرنے کے لئے انکار سنت کا نرم طریقہ اختیار کیا گیا اور ایک نیا فرقہ وجود میں آیا جس نے اپنا نام اہل حدیث رکھا اور دعویٰ یہ کیا کہ جب سے حدیث ہے اسی وقت سے اہل حدیث ہیں۔ جب حدیث برحق ہے تو اہل حدیث بھی برحق ہیں۔ اہل حدیث کو غلط ثابت کرنا ہے تو حدیث کو غلط ثابت کرو۔ سنت، حفاظ حدیث اور محدثین کے فضائل میں جو کچھ ملا اس کو اپنے اوپر چسپاں کر لیا۔ ان حضرات کی ساری محنت اختلافی احادیث پر ہی ہوتی ہے۔ اختلافی احادیث میں سے یہ حضرات اس حدیث کو تلاش کرتے ہیں جو کتاب اللہ کے خلاف ہو۔ ہر ایسی حدیث کی تلاش میں رہتے ہیں جو سنت نبوی ﷺ اور سنت خلفائے راشدینؓ اور خیر القرون کے عملی قواعد کے خلاف ہو۔ کتاب و سنت کے مخالف احادیث پر عمل کر کے اس کا نام عمل بلحدیث رکھتے ہیں اور کتاب و سنت کی موافق احادیث کو ضعیف اور من گھڑت کہہ کر کتاب و سنت پر عمل کرنے والوں کو اصحاب الرائے کا نام دیتے ہیں۔ اجتہاد و قیاس کو کارائیس، اجتہادی مسائل میں مجتہدین کی تقلید کو شرک، ائمہ اربعہ کے خلاف بلا عذر دو نمازوں کو جمع کرنے کا جواز، بیس تراویح کو بدعت، باریک جرابوں پر مسح کے قائل ہیں اور اجماعی مسائل سے بھی انکار کرتے ہیں۔

### اختلاف نسخہ :

اب تو انہوں نے انکار حدیث کا ایک نیا ڈھنگ نکالا ہے کہ جو حدیث ان کی خواہش نفس کے خلاف ہوتی ہے فوراً کہہ دیتے ہیں کہ فلاں ملک میں اس کتاب کا جو قلمی نسخہ ہے اس میں یہ حدیث نہیں ہے اس لئے یہ حدیث بالکل من گھڑت ہے۔ کبھی کہتے ہیں یہ تحریف ہے۔ اس فرقہ نے تحریف کے معنی میں تحریف کر دی ہے۔ کہیں کاتب کی غلطی ہو اس کا عنوان تحریف، کہیں نسخہ کا اختلاف ہو اس کا نام تحریف

رکھ دیا ہے۔

### موطا امام مالک رحمہ اللہ :

موطا امام مالک رحمہ اللہ کے تقریباً سولہ نسخے ہیں۔ الحافظ المحدث صلاح الدین العلائی فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ سے مختلف جماعتوں نے موطا کو روایت کیا ہے۔ ان نسخوں میں تقدیم و تاخیر اور کمی بیشی روایات کی وجہ سے بہت اختلاف ہے۔ موطا ابی مصعب میں باقی تمام نسخوں سے ایک سو احادیث زائد ہیں، بعض میں کچھ احادیث موقوف ہیں، دوسرے نسخوں میں مرفوع ہیں، بعض نسخوں میں کچھ احادیث مرسل ہیں، دوسروں میں مسند ہیں، بعض ابواب کی کمی بیشی اور تقدیم و تاخیر ہے۔ (التعلیق المجدد ص ۱۹، ۲۰) اس قسم کی کمی بیشی کا نام سب محدثین کے خلاف غیر مقلدین نے تحریف رکھ لیا ہے۔

### صحیح بخاری :

امام بخاری رحمہ اللہ ۲۵۶ھ نے ”الجامع المسند الصحيح المختصر من امور رسول اللہ و سننہ و ایامہ“ نام سے کتاب لکھی۔ یہ کتاب تقریباً سولہ سال میں مکمل ہوئی، پھر بھی نظر ثانی اور حک و اضافہ کا سلسلہ اس میں اخیر دم تک جاری رہا۔ یہی وجہ ہے کہ فربری کے نسخہ میں جنہوں نے اس کو امام بخاری رحمہ اللہ سے بعد میں سنا ہے حماد بن شاکر کے نسخہ سے دو سو اور ابراہیم بن معقل کے نسخہ سے تین سو حدیثیں زیادہ مروی ہیں۔ (تدریب الراوی ص ۳۰) الحافظ المحدث ابو الولید الباجی (۷۴ھ) فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو ذر ہروی نے بیان کیا کہ ہمیں ابو اسحاق مستملی نے بتایا کہ میں نے صحیح بخاری کو اس کے اصل نسخہ سے جو فربری کے پاس موجود تھا نقل کیا، تو میں نے دیکھا کہ اس میں بعض چیزیں تو ناتمام ہیں اور بعض چیزوں کا مقام خالی ہے چنانچہ بعض تراجم اور ابواب ایسے تھے کہ ان کے بعد کچھ درج نہ

تھا۔ اور بعض حدیثیں ایسی تھیں کہ ان پر ابواب نہ تھے۔ پھر ہم نے ان میں سے بعض کو بعض سے ملا دیا۔ (التحدیل والتجریح ج ۱/ ص ۳۱۰) امام بخاری رحمہ اللہ نے چھ لاکھ احادیث سے اس کا انتخاب فرمایا۔ صحیح بخاری کو اگرچہ امام صاحب رحمہ اللہ سے ہزاروں آدمیوں نے سنا لیکن امام موصوف کے جن تلامذہ سے صحیح بخاری کی روایت کا سلسلہ چلا وہ یہ چار بزرگ ہیں :

(۱) ابراہیم بن معقل بن الحجاج النسفی ۲۹۳ھ یہ جامع بین الحدیث والفقہ حنفی بزرگ تھے۔ حافظ عبدالقادر قریشی نے الجواهر المضیہ فی تراجم الحنفیہ میں ان کا ذکر فرمایا ہے۔

(۲) حماد بن شاکر النسفی الحنفی ۳۱۱ھ (تاج العروس)

(۳) محمد بن یوسف القبری ۳۲۰ھ

(۴) ابوطلحہ منصور بن محمد بن علی البرزوی ۳۲۹ھ

ان چاروں میں سے ایک بھی غیر مقلد نہیں تھا کہ کسی تاریخ میں لکھا ہو کہ وہ نہ اجتہاد کی اہلیت رکھتا تھا اور نہ تقلید کرتا تھا۔

## ایک تازہ تحریف :

انڈیا کے مولوی محمد داؤد راز اور پاکستان کے پیر جھنڈا بدیع الدین راشدی اور جناب کرم الدین سلفی نے مکتبہ اہل حدیث کراچی سے بخاری شریف کی کتاب الصاۃ کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے اس میں رفع یدین کے باب میں ایک حدیث پر عمل جراحی کیا ہے: عن نافع ان ابن عمر کان اذا دخل فی الصلوۃ کبر و رفع یدیہ واذا رکع رفع یدیہ واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ رفع یدیہ واذا قام من الرکعتین رفع یدیہ و رفع ذالک ابن عمر الی النبیؐ رواہ حماد بن سلمة عن ایوب عن نافع عن ابن عمر عن النبیؐ و رواہ ابن

طہمان عن ایوب و موسیٰ بن عقبہ مختصراً (بخاری ج ۱/ ص ۱۰۲) ابن عمر ؓ نے پہلی تکبیر کے وقت اور رکوع کے وقت اور سمع اللہ لمن حمدہ کے ساتھ اور دو رکعتوں سے اٹھ کر رفع یدین کی اور بتایا کہ حضور اقدس ﷺ نے ایسا کیا۔ حماد بن سلمہ نے ایوب عن نافع سے اس کو مرفوع کیا ہے اور ابن طہمان نے ایوب اور موسیٰ بن عقبہ سے اس کو مختصراً روایت کیا ہے..... اس جگہ مختصر کا مطلب یہ ہے کہ ایک تو اس حدیث کو نبی پاک ﷺ تک مرفوع نہیں کیا۔ دوسرے یہ کہ اس میں اتنی جگہ یعنی دس جگہوں سے کم جگہ رفع یدین بیان کی ہے۔ چنانچہ موطا امام مالک اور موطا امام محمد دونوں میں دس جگہ کی رفع یدین کی جگہ صرف پانچ جگہ کی رفع یدین ہے اور دوسرے ان دونوں کتابوں میں یہ موقوف ہے یعنی عبد اللہ بن عمر ؓ کا فعل ہے نہ کہ نبی پاک ﷺ کی حدیث۔ اور ان دونوں کتابوں میں یہ مالک عن نافع عن ابن عمر کی سند سے روایت ہے جس کو امام بخاری رحمہ اللہ سنہری سند فرماتے ہیں اور امام ابو داؤد نے نہایت صراحت سے فرمایا کہ الصحيح قول ابن عمر لیس بمرفوع صحیح یہی ہے کہ یہ ابن عمر تک موقوف ہے، نبی پاک ﷺ کی حدیث ہرگز نہیں (ابو داؤد ج ۱/ ص ۱۱۵) امام کے آخری فیصلہ کا یہی مقصد تھا جو نام نہاد اہل حدیث کے خلاف تھا۔ اس لئے خط کشیدہ عبارت کو عربی متن سے ہی حذف کر دیا (دیکھو کتاب الصلوٰۃ ص ۲۹۵ حدیث نمبر ۷۰۰)

### مسند الحمیدی :

امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد عبد اللہ بن زبیر الحمیدی (۲۱۹ھ) نے مکہ مکرمہ میں بیٹھ کر ایک حدیث کی کتاب جمع کی جس کا نام ”مسند الحمیدی“ ہے۔ محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی نے اس کو آؤٹ کر کے شائع کرایا۔ یہ پہلے حیدر آباد دکن سے، پھر المکتبۃ السلفیۃ المدینۃ المنورۃ سے شائع ہوئی۔ اس کی ج ۲/ ص ۲۷۷ پر



ایک حدیث نبوی ﷺ ہے جو غیر مقلدین کی خواہش کے خلاف ہے۔ وہ حدیث پاک یہ ہے: **حدَّثَنَا الْحَمِيدِيُّ (قَالَ ثَنَا سَفِيَانُ) قَالَ ثَنَا الزَّهْرِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا ارَادَ أَنْ يَرْكَعَ وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَلَا يَرْفَعُ وَلَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ (الْحَمِيدِيُّ ج ۲/ص ۲۷۷ المكتبة السلفية المدينة المنورة)** حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ نے نماز شروع کی تو رفع یدین کیا موندھوں تک اور جب رکوع کیا اور رکوع سے سر اٹھایا تو پھر رفع یدین نہ کرتے اور نہ دونوں سجدوں کے درمیان کرتے۔ یہی حدیث محدث ابو عوانہ (۳۱۶ھ) نے بھی اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔ عن ابن عمر قال رایت رسول اللہ اذا افتتح الصلوة رفع يديه حتى يحاذي بهما وقال بعضهم حذو منكبيه واذا اراد ان يركع وبعد ما يرفع راسه من الركوع لا يرفعهما وقال بعضهم ولا يرفع بين السجدين والمعنى واحد (صحیح ابو عوانہ ص ۹۰/ج ۲ مطبوعۃ دار الباز مکہ مکرمہ) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اقدس ﷺ کو دیکھا جب نماز شروع کی تو رفع یدین کیا موندھوں تک اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین نہ کرتے اور بعض نے کہا کہ دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین نہ کرتے۔ مطلب سب راویوں کا ایک ہی ہے اور امام ابو عوانہ (۳۱۶ھ) نے اس کے بعد باقاعدہ اس حدیث پر الحمیدی، سفیان، زہری، سالم، ابن عمر مثله کا حوالہ بھی دیا ہے۔ ان دونوں حدیثوں میں امام سفیان بن عیینہ کی حدیث میں صراحت ہے کہ آپ ﷺ جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین نہ کرتے اور دنیا بھر میں حدیث کی کسی کتاب میں سفیان بن عیینہ محدث حرم مکہ کی سند میں یہ صراحت نہیں کہ آپ ﷺ جب رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو ہمیشہ

رفع یدین کرتے۔ ہمارے غیر مقلد دوست چار رکعت میں ہمیشہ دس جگہ رفع یدین کرتے ہیں اور اٹھارہ جگہ ہمیشہ ترک کرتے ہیں وہ اس حدیث میں محدث مکہ مکرمہ کی کسی سند میں دس جگہ کا اثبات اور اٹھارہ جگہ کی نفی نہیں دکھا سکتے اور محدث حرم کی یہ حدیث ان کے مسلک کے صراحتاً خلاف ہے۔ ان حضرات کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جو بھی حدیث رسول ان کی حدیث نفس سے نکلے اس کی سند کو فوراً ضعیف اور حدیث کو من گھڑت کہہ دیتے ہیں مگر یہاں یہ ہتھیار ناکام تھا کیونکہ یہ لوگ رفع یدین کرنے کی جو سب سے اعلیٰ درجہ کی حدیث بخاری اور مسلم کے نام سے بیان کرتے ہیں۔ وہ بھی اسی سند سے ہے۔ زہری، سالم، ابن عمر اگرچہ اس کو بھی مرفوع کرتے ہیں۔ سالم منفرد ہے اور اس میں دس جگہ ہمیشہ رفع یدین کرنے کا اثبات بھی نہیں اور اٹھارہ جگہ ہمیشہ ترک کی صراحت بھی نہیں اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ ایک سنت کے ترک سے بھی نماز خلاف سنت ہو جاتی ہے۔ ان کے عقیدہ کے موافق بخاری و مسلم کی اس متفق علیہ حدیث کے مطابق نماز پڑھنا بھی خلاف سنت ہے۔ لیکن چونکہ یہ اس حدیث سے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اس لئے حمیدی والی روایت کو من گھڑت نہیں کہنا چاہتے اور جو حدیث رسول ان کی حدیث نفس کے خلاف ہو اس کو ماننے کے لئے بھی ہرگز تیار نہیں ہوتے۔ اس لئے پہلی ہمت مولوی ارشاد الحق اثری نے کی اور رفع یدین پر ”ایک نئی کاوش کا تحقیقی جائزہ“ کے نام سے ایک کتابچہ لکھا اور سارا زور اس پر دیا کہ اس حدیث میں فلا یرفع اور لا یرفعہما کہ آپ رفع یدین نہیں کرتے تھے، شاذ ہے لیکن اس کو شاذ ثابت نہ کر سکے۔ کیونکہ اس کو ثابت کرنے کے لئے ضروری تھا کہ اس کے مقابلہ میں جس کو یہ صحیح حدیث کہتے ہیں اس حدیث رسول میں یہ جملہ دکھاتے کہ آپ ﷺ ہمیشہ رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے رہے تو اس موجبہ کلیہ کی نفیض سلبہ جزئیہ بن جاتی مگر وہ قضیہ مہملہ ہی دکھاتے ہیں اور اس کی نفیض ہی نہیں ہوتی۔ حدیث رسول ﷺ میں تو دوام رفع یدین پر کوئی نص نہیں ہاں

ان کی حدیث نفس اس دوام کی قائل ہے اور یہ حدیث رسول ﷺ ان کی اس حدیث نفس کے خلاف ہے اس لئے وہ بیچارے اس حدیث رسول کو شاذ کہتے ہیں۔ ان کا یہ جواب ان کی جماعت کو بھی پسند نہ آیا اسی لئے مولوی ارشد الحق کار سالہ چند دنوں کے بعد ہی ایسا مرحوم ہوا کہ اس کی قبر کا نشان تک نہیں ملکہ پھر شور مچایا کہ سات سمندر دور دمشق کے ”مکتبہ ظاہریہ“ میں جو ”مسند حمیدی“ کا قلمی نسخہ ہے اس میں اگرچہ یرفع یدیدہ بھی رکوع کے ساتھ نہیں ہے تو فلا یرفع بھی نہیں ہے۔ اس لئے یہ حدیث اگر ہمارے کام کی نہیں تو آپ کے کام کی بھی نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا کسی بھی قلمی نسخہ میں نہیں؟ یہ بات غلط ہے جب یہ حدیث نسخہ سعیدیہ، نسخہ دیوبندیہ، نسخہ عثمانیہ اور نسخہ کنڈیاں شریف میں موجود ہے تو اب اس کے ثبوت میں کیا شک؟ اس حدیث کا انکار صراحتاً نبی ﷺ کی صحیح صریح حدیث کا انکار ہے۔ مزید مزے داری کی بات یہ ہے کہ مسند حمیدی کا ”نسخہ دیوبندیہ“ میاں نذیر حسین کے دو شاگردوں نذیر حسین عرف زین العابدین اور محی الدین زینبی کا لکھا ہوا ہے جو دونوں غیر مقلد ہیں اور مسند ابی عوانہ کے قلمی نسخے کا فوٹو غیر مقلدین کے جماعتی آرگن الاعتصام میں شائع ہوا ہے۔ دونوں کے عکسی فوٹو کتاب حدیث اور اہل حدیث کے آخر میں لگا دیئے گئے ہیں۔

### صحیح مسلم :

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی جامع صحیح کا انتخاب تین لاکھ احادیث سے فرمایا۔ اگرچہ اس کتاب کو بہت سے حضرات نے پڑھا مگر اس کی روایت کا سلسلہ جس بزرگ کے دم قدم سے قائم ہوا وہ مشہور فقہ حنفی فقیہ شیخ ابواسحاق بن محمد بن سفیان نیشاپوری (۳۰۸ھ) ہیں۔ یہ مشہور حنفی فقیہ وزاہد ایوب بن الحسن نیشاپوری حنفی کے خواص اصحاب میں سے ہیں جنہوں نے فقہ کی تعلیم براہ راست امام محمد رحمہ اللہ سے حاصل کی تھی۔ بڑے عابد، زاہد اور مستجاب الدعوات تھے۔ جو لوگ تقلید مٹھی کو شرک کہتے ہیں

ان کو مسلم کا کوئی غیر مقلد راوی تلاش کرنا چاہئے۔ ہمیں فخر ہے کہ حدیث کی اس مقدس کتب کی روایت بھی ایسے حنفی بزرگ سے ہوئی جو جامع حدیث و فقہ کے ساتھ جامع بین الشریعة والطریقة بھی تھے۔

امام مسلم رحمہ اللہ کی ترمذی شریف کی طرح یہ عادت نہیں کہ ہر حدیث پر اس کا صحیح یا حسن ہونا لکھیں۔ ہاں اس میں امام مسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے نماز باجماعت کے طریقہ کے بارہ میں ایک حدیث پاک نقل فرمائی جس میں ارشاد نبوی ﷺ بھی ہے کہ: واذا قرأ فانصتوا اور جب امام قرآن پڑھے تو اے مقتدیو! تم خاموش رہو۔ اس حدیث پر امام مسلم نے خاص طور پر تحریر فرمایا کہ یہ جملہ جو میں نے روایت کیا ہے اس کے صحیح ہونے پر محدثین کا اجماع ہے چونکہ یہ حدیث پاک غیر مقلدین کی حدیث نفس کے خلاف تھی تو ان کے مناظر اسلام مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے آؤ دیکھانہ تاؤ اور اس حدیث کے صحیح مسلم میں ہونے سے ہی انکار کر دیا اور اخبارات تک میں اس انکار کو شائع کر دیا۔ جب علماء نے کہا کہ یہ تو دوسرے کے سورج کا انکار ہے تو بھی ضد پر قائم رہے اور کہا کہ اگر مولانا سید سلیمان ندوی فیصلہ فرمادیں کہ یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے تو میں اس حدیث کو مان لوں گا۔ آخر مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے بھی تحریری بیان اخبارات میں شائع کر دیا کہ صحیح مسلم شریف میں یہ حدیث موجود ہے لیکن مولانا ثناء اللہ نے پھر بھی حدیث رسول کو نہ مانا۔

### تازہ تحریف :

امام مسلم رحمہ اللہ نے ج ۱/ ص ۱۶۹ پر ایک حدیث پاک، روایت کی ہے: لا صلوة لمن لم يقرأء بام القرآن وفى رواية فصاعدا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نماز میں سورت فاتحہ اور کچھ زائد قرآن نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اس سے جس طرح یہ ثابت ہوا کہ نماز میں جس طرح سورت فاتحہ پڑھنا واجب

ہے اسی طرح قرآن میں سے کچھ زائد پڑھنا بھی واجب ہے، اسی طرح یہ بھی ثابت ہوا کہ اس حدیث کا مقتدی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ ہر مسلمان اس بات سے واقف ہے کہ یا تو اکیلا نمازی سورت فاتحہ کے بعد کچھ اور قرآن پڑھتا ہے یا امام۔ مقتدی پر سورت فاتحہ کے بعد کچھ زائد قرآن پڑھنا کسی کے نزدیک بھی واجب نہیں۔ حضرات غیر مقلدین کا دعویٰ تو یہ ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے ایک سوتیرہ سورتیں پڑھنی حرام ہیں اور ایک سورت فاتحہ پڑھنی فرض ہے۔ مگر اس حدیث میں اگر مقتدی کو بھی شامل کیا جائے تو مسئلہ یوں بنے گا کہ مقتدی پر جس طرح امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا واجب ہے، کچھ اور قرآن پڑھنا بھی واجب ہے اور یہ بات ان کی حدیث نفس کے خلاف تھی۔ آخر انہوں نے کراچی سے ہی صحیح مسلم کا ایک ترجمہ شائع کیا جس میں عربی، اردو دونوں ہیں اور اس میں فصاعداً کالفظ جس میں ایک سوتیرہ سورتوں کا حکم آپ نے بیان کیا تھا نکال دیا اور ذرا بھی خوفِ خدا نہ کیا۔

### ایک اور عجوبہ :

اس جماعت کے مشہور مناظر اسلام مولوی خالد گھرجاکی کے والد مولوی نور حسین گھرجاکی نے ایک رسالہ بنام اثباتِ رفعِ یدین لکھا، اس میں ص ۱۹ پر ایک سرخی قائم کی ”حضرت وائل بن حجر کی شہادت“ اور آگے ایک حدیث صحیح مسلم ج ۱/ ص ۱۷۳، ابن ماجہ ص ۶۲، دارمی ص ۱۰۷، دارقطنی ج ۱/ ص ۱۸۸، ابوداؤد ج ۱/ ص ۱۹۳، جزء رفعِ یدین بخاری ص ۱۳، مسند احمد ج ۳/ ص ۱۳۷ اور مشکوٰۃ کا حوالہ لکھا اور اس میں علی صدرہ کالفظ عربی میں بھی اپنی طرف سے بڑھا دیا اور اردو ترجمہ میں آپ ﷺ سینہ پر ہاتھ باندھتے تھے لکھ دیا جب کہ یہ لفظ ان آٹھ کتابوں میں سے کسی ایک میں بھی اس حدیث میں مروی نہیں۔

## ایک اور دھاندلی :

شیخ قاسم بن قطلوبغا نے اپنی کتاب میں مصنف ابن ابی شیبہ کے کسی نسخہ سے یہ حدیث نقل کی: حدثنا وکیع عن موسیٰ بن عمیر عن علقمہ بن وائل بن حجر عن ابیہ قال رایت النبی ﷺ وضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوٰۃ تحت السرۃ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱/ ص ۳۹۰ ادارۃ القرآن والعلوم کراچی) حضرت وائل نے فرمایا کہ میں نے رسول اقدس ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر ناف کے نیچے رکھا..... شیخ قاسم بن قطلوبغا کا وصال ۸۳۹ھ میں ہوا اس وقت بھی عرب و عجم میں بے شمار حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی محدثین موجود تھے لیکن کسی ایک نے بھی اس حدیث کا انکار نہ فرمایا۔ غیر مقلدین بیچارے تھے ہی نہیں تقریباً چار سو سال تک دنیا بھر میں کسی ایک محدث نے نہ کہا کہ یہ حدیث کسی نسخہ میں نہیں۔ چار سو سال بعد محمد معین ٹھٹھوی شیعہ کے ایک شاگرد محمد حیات سندھی نے اس کا انکار کیا۔ اس کی وفات ۱۱۶۸ھ میں ہے۔ تو اسی وقت شیخ ہاشم سندھی نے قلمی نسخہ دکھا کر اس کو تسلی کرادی کہ یہ حدیث واقعتاً بعض نسخوں میں موجود ہے لیکن محمد حیات سندھی نے قلمی نسخوں میں یہ حدیث دیکھ کر اس کے انکار کا اب دوسرا بہانہ بنایا کہ حدیث تو ہے مگر اس میں تحت السرۃ کا لفظ کاتب کی غلطی ہے لیکن اس پر کسی محدث کا قول وہ ۸۷۹ھ سے ۱۱۶۸ھ تک بطور دلیل پیش نہ کر سکا اور اسی انکار پر فوت ہو گیا۔ بیچارے عبدالرحمان مبارکپوری (۱۳۳۵ھ) نے تقریباً دو سو سال بعد کروٹ لی۔ اس نے بھی یہ تو مانا کہ واقعتاً بعض نسخوں میں یہ حدیث ہے مگر محمد حیات سندھی کی اندھی تقلید سے آگے نہ بڑھ سکا اور سندھی کی تقلید میں ساری عمر حدیث رسول ﷺ کا انکار کرتا رہا۔ صحیح حدیث جس کو عملی تو اتر کی تائید بھی حاصل ہو اس کا انکار کر دینا غیر مقلدیت کی سرشت میں شامل ہے۔ اب اس کے انکار کا ایک اور

بہانہ بتایا کہ حضرت وائلؓ کی یہ حدیث مسند احمد اور دارقطنی میں ہے۔ اس میں تحت السرة نہیں۔ اس لئے مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی نہیں۔ علم حدیث کے اعتبار سے یہ اعتراض پہلے اعتراضوں سے بھی زیادہ بودا اور کمزور ہے۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔ عن ہلب (الطائنی) قال رایت النبی ﷺ ینصرف عن یمینہ وعن شمالہ ورایتہ یضع ہذہ علی صدرہ ووصف یحیی الیمنی علی الیسری فوق المفصل (احمد) ترجمہ: ”ہلبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول پاک ﷺ کو دیکھا کہ وہ نماز کے بعد کبھی دائیں طرف سے پھرتے کبھی بائیں طرف سے اور میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ اس کو اپنے سینے پر رکھتے تھے۔“ اس کے راوی نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا۔ حضرت ہلبؓ کی حدیث میں دونوں ہاتھ تو کجا ایک ہاتھ کا بھی ذکر نہیں۔ اس لئے مولوی ثناء اللہ صاحب نے ہذہ علی صدرہ کو یدہ علی صدرہ بتایا (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱/ ص ۴۵۸) یہ حضرت ہلبؓ کی حدیث ترمذی، ابن ماجہ نے ابوالاحوص عن سماک کی سند سے روایت کی ہے۔ نہ اس میں یدہ ہے اور نہ صدرہ ہے۔ امام دارقطنی نے عبدالرحمان بن مہدی اور وکیع عن سفیان سے روایت کی ہے، نہ یدہ ہے نہ ہی صدرہ پھر خود امام احمد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو شریک عن سماک کی سند سے روایت کیا ہے اس میں بھی نہ یدہ ہے نہ ہی صدرہ۔ اب دیکھو ۶ جگہ نہ یدہ ہے صدرہ، ایک جگہ صدرہ ہے تو یہاں بھی غیر مقلدین کو اپنے فیصلہ کا اعلان کرنا چاہئے کہ یہ تحریف ہے۔ پھر امام احمد کی مسند کی زائد روایات صاحب مجمع الزوائد، صاحب کنز العمال اور صاحب جمع الجوامع نے جمع کی ہیں، کسی میں بھی نہ یدہ کا لفظ ہے نہ تحت السرة کا۔

سنن ابی داؤد :

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے پانچ لاکھ احادیث سے اپنی کتاب سنن کا انتخاب فرمایا اور



آپ فقہی ذوق بھی رکھتے تھے۔ امام ابو اسحاق شیرازی رحمہ اللہ نے امام ابو داؤد رحمہ اللہ کو طبقات الفقہاء میں ذکر کیا جبکہ صحاح ستہ والوں میں سے اور کسی کا ذکر انہوں نے طبقات الفقہاء میں نہیں کیا۔ آپ اپنے خط میں خود فرماتے ہیں کہ اس کتاب میں سفیان ثوری، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے مسائل کے دلائل درج ہیں۔ اس کے چار نئے مشہور ہیں جن میں احادیث کی کمی بیشی اور تقدیم و تاخیر بھی ہے اور احادیث پر جو کلام فرمایا اس میں تو بہت اختلاف ہے۔

### حدیث عبد اللہ بن مسعود :

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں ترک رفع یدین کے بیان میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی ایک حدیث روایت کی ہے: عن علقمہ قال قال عبد اللہ بن مسعود الا اُصلیٰ بکم صلوٰۃ رسول اللہ، فصلی فلم یرفع یدیه الا مرۃ (ابو داؤد ج ۱/ ص ۱۰۹) ترجمہ: ”حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ آپ نے نماز پڑھی اور ایک مرتبہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔“ یہ نماز آپ نے کوفہ میں پڑھ کر دکھائی اور کوفہ میں ایک ہزار پچاس صحابہؓ اور ہزاروں تابعین تھے۔ کسی نے اس حدیث کا انکار نہ فرمایا بلکہ ان سب کا متواتر عمل اسی حدیث کے مطابق رہا، لیکن چونکہ یہ حدیث رسول ﷺ ہمارے دوستوں کی حدیث نفس کے خلاف تھی اس لئے اس کے انکار کے لئے یہ بہانہ بنایا کہ ابو داؤد کے کسی پرانے نسخے میں اس حدیث کے بعد ابو داؤد کا یہ قول ہے کہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اگرچہ محدثین کی اصطلاح میں صحت کی نفی سے اس حدیث کے حسن ہونے کی بھی نفی نہیں ہوتی مگر بعض حدیث دشمن غیر مقلدین نے اس کا ترجمہ ”من گھڑت“ تک کر دیا۔ جب اس نسخے کا ثبوت مانگا گیا تو نسخہ ابن الاعرابی کا نام لے دیا۔ جب نسخہ ابن الاعرابی کو دیکھا گیا تو



اس میں یہ عبارت (بریکٹ) میں ملی۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس نسخے میں بھی اس کا ہونا وہی ہے نہ کہ یقینی، اگر ہوتی بھی تو ابن الاعرابی کا نسخہ ناقص بھی ہے اور پہلے کا بھی اور لولوی کا نسخہ سب سے آخری نسخہ ہے۔ جب اس میں نہیں تو صاف ظاہر ہو گیا کہ اگر امام ابو داؤد کی یہ رائے تھی بھی تو آخر میں انہوں نے اس سے رجوع فرمایا۔ اسی لئے آخری نسخہ سے اس کو نکال دیا تو اب آپ کے پاس صحیح حدیث کے انکار کا کیا بہانہ رہ گیا۔ مگر کوئی بھی بہانہ نہ ہو، ضد اہل سنت سے ہے اور انکارِ حدیث رسول ﷺ کا۔

### تازہ تحریف :

نماز تراویح کے بارہ میں بیس رکعت سے کم کسی امام کا مذہب نہیں ہے۔ جب ۱۳۹۰ھ میں غیر مقلدین نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بنائی اور آٹھ رکعت تراویح پڑھنی شروع کیں اور بیس رکعت کے خلاف سینکڑوں اشتہار اور رسالے لکھ مارے، جس کا کسی بھی مذہب میں ثبوت نہ تھا تو دیکھا کہ حضرت پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے سب لوگ عقیدت مند ہیں تو عوام کو بتایا کہ وہ تو آٹھ رکعت تراویح کے قائل تھے۔ ان کی کتاب غنیۃ الطالبین میں جہاں بیس رکعت کا ذکر تھا پوری سینہ زوری سے گیارہ کر دیا یعنی آٹھ تراویح اور تین و تراویح اس مترجم کتاب کو مکتبہ سعودیہ حدیث منزل کراچی نے شائع کیا۔ اصل اور نقل کے فوٹو سیٹ حدیث اور اہل حدیث ص ۶۱۸، ۶۱۷ پر دیکھیں۔

### ایک اور انکار :

عن الحسن ان عمر بن الخطابؓ جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلیٰ لہم عشرين رکعة (ابوداؤد ج ۱/ ص ۲۰۲) سیر اعلام النبلاء ج ۱/ ص ۳۰۰ ترجمہ: ”حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعبؓ پر اکٹھا کر دیا۔ آپ انہیں بیس رکعتیں

پڑھاتے تھے۔“ یہ حدیث چونکہ ان کی حدیثِ نفس کے خلاف تھی اس لئے انکار کر دیا، حالانکہ ذہبی نے بھی ابو داؤد سے بیس رکعت ہی نقل کیا ہے اور سیر اعلام النبلاء کے حاشیہ پر عرب کے غیر مقلدوں شعیب الارنوط اور حسین اسد نے بھی اس نسخہ کی تائید کی ہے اور الشیخ محمد علی الصابونی استاذ بکلیۃ الشریعۃ والدراسات الاسلامیہ جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ نے بھی الہدی النبوی الصحیح فی صلوۃ التراويح ص ۵۶ پر اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

○ بہر حال غیر مقلدوں کا عجیب حال ہے کہ جب ایسی روایت کسی نسخہ میں مل جائے جو ان کی حدیثِ نفس کے موافق ہو تو اس کا نام اختلاف نسخہ رکھتے ہیں اور اس کو مانتے ہیں اور اگر کسی نسخہ میں کوئی حدیث مل جائے جو ان کی حدیثِ نفس کے خلاف ہو تو اس کا انکار کر دیتے ہیں اور الثنا اہل سنت پر تحریف کا الزام لگا دیتے ہیں۔



# عید کے مسائل

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد!

برادران اہل سنت والجماعت! عید الفطر کی نماز ہجرت کے پہلے سال شروع ہوئی تھی۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ سید المرسل حضرت محمد ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں کے لوگوں کے سال میں دو دن تھے جن میں وہ کھیل کود میں مشغول ہوتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیسے دن ہیں؟ تو لوگوں نے جواب دیا کہ ان دنوں میں ہم جاہلیت کے زمانہ میں کھیل کود کرتے تھے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ان دو دنوں کی بجائے دو بہتر دن مقرر کئے ہیں۔ یوم الاضحیٰ اور یوم الفطر (ابوداؤد ج ۱/ ص ۱۶۱)

## وجہ تسمیہ :

عید کے معنی لوٹ کر آنے والی چیز، خوشی، فرحت اور سرور کا دن، بار بار لوٹ کر آتا ہے یا خوشی کے بار بار آنے کی خواہش ہوتی ہے یا اللہ تعالیٰ کے خصوصی احسانات بندوں پر اسی دن عود کرتے ہیں۔ بہر حال خداوند قدوس اپنے بندوں پر مغفرت اور مہربانیوں کے ساتھ عود (توجہ) فرماتے ہیں۔ رمضان المبارک کے فریضہ کی ادائیگی، رات بھر نماز تراویح اور دیگر نفلی عبادت کی قبولیت کی امید، صدقہ فطر سے صوم و قیام کی کوتاہیوں کا مداوی، یہ سب کا سب خدائے واحد کا فضل و کرم ہے۔ اس کے شکر میں

دور رکعت نماز عید ادا کی جاتی ہے۔

## نماز عید کا حکم :

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نماز عید واجب ہے، غسل مستحب ہے کہ عید کے لئے غسل کرے اور اچھی طرح مسواک استعمال کرے۔

عن ابن عباس قال کان رسول اللہ ﷺ یغتسل یوم الفطر ویوم الاضحی (ابن ماجہ ۹۳) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن غسل فرمایا کرتے تھے۔

عن ابن عباس قال کان رسول اللہ ﷺ یلبس یوم العید برة حمراء (مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید کے دن سرخ دھاری دار کپڑا پہنتے تھے۔

اس لئے مستحب ہے کہ عید کے دن اچھے سے اچھا لباس پہنا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ عید میں عمدہ لباس پہنتے تھے۔ (بیہقی ج ۳/ ص ۲۸۱) بلکہ جو خوشبو بھی میسر ہو وہی استعمال کرے۔ (ہدایہ ج ۱/ ص ۱۱۸)

## صدقہ فطر :

عید الفطر کی نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنے (ہدایہ ج ۱/ ص ۱۱۸)

عن ابن عمر ان النبی ﷺ امر بزم کوة الفطر قبل خروج الناس الی العید (بخاری ج ۱/ ص ۲۰۴، مسلم ج ۱/ ص ۳۱۸) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ عید الفطر کی نماز پڑھنے کے لئے نکلنے سے پہلے صدقہ فطر ادا کر دیا جائے۔

عن عبد اللہ بن عمر قال فرض النبی ﷺ صدقة الفطر او قال رمضان علی الذکرو الانثیٰ الحر والمملوک صاعاً من تمرٍ او صاعاً

من شعیر فَعَدَلَ الناسَ به نصف صاع من بر (بخاری ج ۱/ ص ۲۰۵) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے مقرر فرمایا ”صدقہ فطر“ مرد، عورت، آزاد، غلام سب پر ایک صاع کھجور سے یا ایک صاع جو سے تو لوگوں نے اس کو نصف صاع گندم کے برابر ٹھہرایا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ اس سال یعنی ۲ھ میں صدقہ فطر نکالنے کا حکم دیا۔ ایک صاع کھجور یا جو یا ایک صاع کشمش یا دو د یعنی نصف صاع گندم کا۔ (طبقات ابن سعد ج ۱/ ص ۲۳۸)

### مسئلہ :

صدقہ فطر میں اگر گیہوں یا گیہوں کا ستود یوے تو ۸۰ تولہ کے سیر کے ساتھ آدمی چھٹانک اور پونے دو سیر بلکہ احتیاط کے لئے پورے دو سیر یا اس سے کچھ زیادہ دے دینا چاہئے کیونکہ زیادہ دینے میں کچھ حرج نہیں بلکہ بہتر ہے۔ (بہشتی زیور ج ۲/ ص ۲۸)

عن عبد اللہ بن عباسؓ ”قال من السنة ان لا تخرج يوم الفطر حتى تخرج الصدقة وتطعم شيئا قبل ان تخرج رواه الطبرانی فی الكبير (ج ۱/ ص ۱۳۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عید الفطر کے دن (عید گاہ کی طرف) صدقہ ادا کرنے سے پہلے نہ نکلے اور نکلنے سے پہلے کچھ کھالے۔

عن ابی سعید الخدریؓ ”قال کان النبی ﷺ یخرج يوم الفطر والاضحی الی المصلی (بخاری ج ۱/ ص ۱۳۱، مسلم ج ۱/ ص ۲۹۰) حضرت ابوسعید خدریؓ نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ عید الفطر اور عید الاضحی کے دن عید گاہ کی طرف تشریف لے جاتے تھے۔“

عن ابن عباسؓ ”وعن جابر بن عبد اللہؓ ”قال لم یکن یوذن يوم الفطر ولا يوم الاضحی (بخاری ج ۱/ ص ۱۳۱، مسلم ج ۱/ ص ۲۹۰) حضرت عبداللہ

بن عباسؓ اور حضرت جابرؓ نے کہا کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن (عید کے لئے) اذان نہیں کی جاتی تھی۔

عن جابر بن سمرةؓ قال صلیت مع رسول اللہ ﷺ العیدین غیر مرة ولا مرتین بغیر اذان ولا اقامة (مسلم ج ۱/ ص ۲۹۰) حضرت جابر بن سمرةؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ کئی بار بغیر اذان اور اقامت کے عیدین کی نماز پڑھی۔

### نماز نفل :

عن ابن عباس ان النبی ﷺ خرج يوم الفطر فصلى ركعتين لم يصل قبلها ولا بعدها (بخاری ج ۱/ ص ۱۳۵، مسلم ج ۱/ ص ۲۹۰) حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ عید فطر کے لئے نفل صرف دو رکعت عید پڑھائی اس سے پہلے یا بعد کوئی نماز نفل اشراق وغیرہ نہیں پڑھی۔

عن ابی سعید الخدریؓ "كان رسول الله ﷺ لا يصلي قبل العیدین شیئا فاذا رجع الى منزله صلى ركعتين (ابن ماجہ ص ۹۲) حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ عید کی نماز سے پہلے کوئی (نفل) نماز نہیں پڑھتے تھے جب گھر لوٹتے تو دو رکعت پڑھتے تھے۔

### وقت :

احادیث میں ایک یا دو نیزہ کی مقدار کے برابر سورج بلند ہونے پر آنحضرت ﷺ کے نماز ادا کرنے کا ذکر ہے۔ (ابن ماجہ ص ۹۳، ابو داؤد ج ۱/ ص ۱۶۱)

### طریقہ نماز عید :

(۱) ..... عن القاسم ابی عبد الرحمن انه قال حدثني بعض اصحاب رسول الله ﷺ قال صلى بنا النبي ﷺ يوم عید فکبر اربعاً واربعاً

ثم اقبل علينا بوجهه فقال لا تنسو كتكبير الجنائز و اشار باصابعه وقبض ابهامه (مطلوی ج ۲/ ص ۴۳۸) ابو عبد الرحمن قاسمؒ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے بعض صحابہؓ نے بتایا کہ آپ ﷺ نے ہمیں عید کی نماز پڑھائی تو چار چار تکبیریں کیں۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا بھول نہ جانا عید کی تکبیریں جنازہ کی طرح (چار) ہیں۔ آپ ﷺ نے ہاتھ کی انگلیوں سے اشارہ فرمایا اور انگوٹھا بند فرمایا۔ (چار تکبیریں بشمول رکوع کی تکبیر کے) حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں اور حضرت حذیفہؓ اس کی تصدیق فرماتے ہیں۔

(۲) ..... کان رسول اللہ ﷺ یکبر فی الاضحی والفقرو کان یکبر اربعا علی الجنائز (ابوداؤد ج ۱/ ص ۱۶۳، مسند احمد ج ۴/ ص ۴۱۶) رسول پاک ﷺ عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں جنازہ کی طرح چار چار تکبیریں کہتے تھے۔

(۳) ..... عن عبد الله ابن مسعودؓ انه کان یکبر اربعا ثم یقرأ ثم یکبر فیرکع ثم یقوم فی الثانية فیکبر اربعا بعد القراءة (مصنف عبد الرزاق ج ۳/ ص ۲۹۳، طبرانی کبیر ج ۹/ ص ۳۰۳) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ (مع تکبیر تحریمہ) چار تکبیریں کہتے پھر قرات کرتے پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرتے۔ جب دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے تو پہلے قرات کرتے پھر (مع تکبیر رکوع) چار تکبیریں کہتے۔

(۴) ..... عن ابن مسعودؓ : فی الاولى خمس تکبیرات بتکبيرة الركعة وبتکبيرة الاستفتاح و فی الركعة (الاخری) اربعة بتکبيرة الركعة (مصنف) عید کی نماز میں) پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ اور رکوع کی تکبیر سمیت پانچ تکبیریں ہیں اور دوسری رکعت میں رکوع کی تکبیر سمیت چار تکبیریں ہیں۔

(۵) ..... حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے حضرت حذیفہؓ، حضرت ابو مسعودؓ اور حضرت موسیٰ اشعریؓ کی موجودگی میں نماز عید پڑھانے کا طریقہ یوں بیان فرمایا کہ ”امام پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ سمیت چار تکبیریں کہے، پھر فاتحہ اور سورت پڑھے، پھر تکبیر کہہ

کر رکوع کرے یہ پانچ تکبیریں ہونیں، پھر دوسری رکعت میں کھڑا ہو کر سورۃ فاتحہ اور سورۃ پڑھے، پھر چار تکبیریں کہے چوتھی تکبیر رکوع کی ہوگی اس طرح نو تکبیروں کے ساتھ دونوں عیدوں کی نماز پڑھے ”تو حاضرین (صحابہ و تابعین رحمہم اللہ) میں سے کسی ایک نے بھی اس طریقہ کا انکار نہ کیا۔ (ابن ابی شیبہ ج ۲/ص ۱۷۴، طبرانی ج ۹/ص ۳۰۲)

(۶) ..... امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ دونوں کا مندرجہ بالا طریقہ سے نو تکبیروں پر اتفاق ہے۔ (طحاوی)

(۷) ..... امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظمؓ کی مجلس میں سب صحابہ کرامؓ کا اس بات پر اجماع ہو گیا کہ جس طرح جنازہ کی تکبیریں چار ہیں عیدین کی بھی چار چار ہیں۔ (طحاوی ص ۳۳۳ ج ۱)

(۸) ..... امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تمام اصحاب عید میں نو تکبیریں کہتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲/ص ۱۷۴)

(۹) ..... حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ اور سعید بن المسیبؓ نے فرمایا کہ نماز عید میں نو تکبیریں اور قرات پے در پے ہے۔ یعنی پہلی رکعت میں تکبیروں کے بعد، دوسری رکعت میں تکبیروں سے پہلے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲/ص ۱۷۱)

(۱۰) ..... حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت انسؓ اور امام حسن بصری رحمہ اللہ اور امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ بھی اسی طرح نماز عید پڑھاتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ج ۲/ص ۱۷۴)

ان احادیث مقدسہ سے ماہ نیم اور آفتاب نیروز کی طرح، رسول اقدس ﷺ کے قول اور عمل صحابہ کرامؓ کے اجماع سے نماز عید کا یہ طریقہ ثابت ہے۔ مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ میں خیر القرون میں اسی طریقے سے نماز عید پڑھی جاتی تھی۔ ہمارے ملک میں



تقریباً بارہ سو سال تک اس میں اختلاف نہیں ہوا مگر مولوی عبدالستار صاحب امام جماعت غریاء اہل حدیث نے ۱۳۸۶ ہجری میں پوری امت پر یہ فتویٰ جڑ دیا کہ نماز عید میں یہ چھ (زائد) تکبیریں گھڑی گھڑائی ہیں۔ خدا اور رسول ﷺ کی طرف سے یہ حکم قطعاً نہیں اور جو کوئی کہے کہ یہ حکم خدا اور رسول ﷺ کا ہے وہ بڑا کاذب بلکہ اکذب ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ ج ۱/ ص ۱۱۸)

برادران اسلام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ عید کا مبارک دن جو مسلمانوں میں اتحاد اور اتفاق کے مظاہرہ کا دن تھا انگریز کے اشارہ ابرو پر اسے بھی لڑائی کا دن بنادیا گیا۔ عید کے دن فجر کے بعد سے ہمارے دوست لاؤڈ سپیکر پر اعلان پر اعلان شروع کر دیتے ہیں کہ سب مسلمان غلط عید پڑھتے ہیں۔ صحیح عید پڑھنی ہے تو وہ پوری امت میں صرف ہم تین چار آدمیوں کی ہے۔

جب ساری امت کی نماز عید کو غلط کہہ دیا گیا تو اب صحیح کون سا طریقہ ہے؟ حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی نے بارہ تکبیروں کے ثبوت میں اپنی کتاب ”صلوة الرسول“ ص ۳۱۱، ۳۱۲ پر دو حدیثیں لکھی ہیں۔ ایک کثیر بن عبد اللہ کے طریق سے، دوسری امام جعفر صادق رحمہ اللہ کی روایت سے، لیکن مولوی عبدالرؤف صاحب غیر مقلد اس پر حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ اس حدیث کی سند نہایت ضعیف ہے۔ کثیر بن عبد اللہ کو بعض نے متروک اور بعض نے کذاب کہا ہے اور دوسری حدیث پر لکھتے ہیں یہ حدیث مرسل ہے اور اس کی سند نہایت ضعیف ہے کیونکہ ابراہیم بن محمد متہم ہے۔ (صلوة الرسول ۳۵۳، ۳۵۴)

نتیجہ :

جب پہلے طریقہ عید کو غلط کہا گیا اور دو سرا بتایا، اس کا بھی ثبوت نہ ملا تو اس کا لازمی اثر بعض غیر مقلدین نے تو یہ لیا کہ حدیثیں ساری جھوٹی ہیں اور سارا اختلاف ان

احادیث کی وجہ سے پڑا ہے۔ چنانچہ وہ منکر حدیث بن گئے اور دوسرا اثر یہ ظاہر ہوا کہ کراچی میں ان میں سے ایک نیا فرقہ بن گیا جو اپنے آپ کو غریاء اہل حدیث کی بجائے محمدی اہل حدیث کہنے لگا ہے۔ وہ یہ فوٹو سٹیٹ ہر عید پر شائع کرتے ہیں کہ مسلمانو! اہل سنت کی چھ زائد تکبیروں والی عید بھی غلط ہے اور اہل حدیث کی بارہ تکبیروں والی عید بھی غلط ہے۔ آؤ محمدی اہل حدیث بن جاؤ۔ عید کے دن عام نوافل کی طرح صرف دو نفل پڑھ لیا کرو۔ نہ چھ تکبیریں کہو اور نہ بارہ۔ یہ فرقہ نمازیں بھی جوتے پن کر پڑھتا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ جوتے پن کر نماز پڑھنے کی حدیث نہ صرف متفق علیہ ہے بلکہ متواتر ہے۔ جو لوگ جوتے اتار کر نماز پڑھتے ہیں وہ متواتر حدیث کی مخالفت کرتے ہیں اس لئے ان سب کی نمازیں ضائع ہیں بلکہ ان کے نزدیک تو متواتر حدیث کی مخالفت کرنے والے کا اسلام ہی ثابت نہیں رہتا۔

### خطبہ :

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ، حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت عثمانؓ کے ہمراہ نماز عید پر حاضر ہوتا رہا۔ وہ سب خطبہ سے پہلے عید کی نماز پڑھتے تھے۔ (بخاری ج ۱/ ص ۱۳۱، مسلم ج ۱/ ص ۲۸۹)

### قراءت :

حضرت نعمان بن بشیرؓ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ میں سَبَّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰی اور هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْعَاشِيَةِ تلاوت فرماتے تھے اور جب عید اور جمعہ ایک دن اکٹھے ہو جاتے تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں نمازوں میں یہ سورتیں تلاوت فرماتے۔ (مسلم ج ۱/ ص ۲۸۸) اس لئے جمعہ اور عیدین میں ان دونوں سورتوں کی تلاوت مستحب ہے۔ اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر عید اور جمعہ ایک ہی

دن میں آجاتے تو آپ ﷺ عید بھی پڑھاتے اور جمعہ بھی۔ لیکن ہمارے غیر مقلدین حضرات عید کے دن جمعہ کے فرض ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ اس دفعہ جنتری کے مطابق عید الفطر جمعہ کے دن آرہی ہے۔ پہلے تو ہمارے دوست سارا رمضان اس بات کی تیاری کرتے تھے کہ عید کے دن یہ اعلان کرنا ہے کہ اہل سنت کی عید کی نماز غلط ہے اس عید پر امت میں لڑائی کرانے کے لئے اس پر تیاری شروع ہو رہی ہے کہ عید اگر جمعہ کے دن آجائے تو صرف عید پڑھ لے اس دن نہ جمعہ فرض رہتا ہے نہ ظہر۔

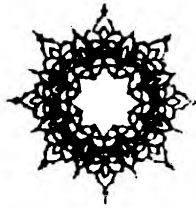
میاں نذیر حسین صاحب (۱۳۲۰ ہجری) سے سوال ہوا کہ زید عید کے بعد اس دن جمعہ ہو تو نہیں پڑھتا اور کہتا ہے کہ جمعہ نہ پڑھ کر میں ایک مردہ سنت کو زندہ کرتا ہوں۔ زید کا یہ کہنا کیسا ہے؟ تو میاں صاحب کے مدرسہ کے مفتی عبدالرحیم صاحب جواب دیتے ہیں: وہ جو کہتا ہے کہ میں ایک مردہ سنت کو زندہ کرتا ہوں سو اس کا یہ کہنا اچھا ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱/ ص ۵۷۳) جناب نواب نور الحسن صاحب فرماتے ہیں: اور جب جمعہ اور عید ایک ہی دن اکٹھے ہو جائیں تو جمعہ کی چھٹی ہو گئی اور یہ چھٹی امام اور سب لوگوں کو ہو گئی (عرف الجادی ص ۴۳) اور نواب وحید الزمان صاحب فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ ظہر کو بھی ترک کرے۔ (زال الابرار ج ۱/ ص ۱۵۵) اگر یہ حضرات عید کے دن مساجد کو تالا لگا کر گھر میں بیٹھ کر چھٹی بھی منائیں اور مردہ سنت کو بھی زندہ کریں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں کیونکہ ان کے ہاں فرض کو مارے بغیر سنت زندہ نہیں رہ سکتی۔ مگر مصیبت تو یہ ہے کہ وہ جمعہ پڑھنے والوں کو بھی جمعہ نہیں پڑھنے دیتے۔ یہ شور مچا چاکر کہ آج جمعہ فرض نہیں، آج جمعہ کی چھٹی ہے۔ اس شور سے مردہ سنت کو زندہ کرتے ہیں تو ان سے مودبانہ درخواست ہے کہ وہ دوسروں کا جمعہ ضائع نہ کریں کیونکہ قیامت تک ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ آنحضرت ﷺ نے عید کے دن جمعہ نہ پڑھا ہو اور جمعہ پڑھنے والوں کا جمعہ شور مچا چاکر خراب کیا ہو۔

## تنبیہ :

برادرانِ اہل سنت والجماعت! ہمارے غیر مقلد دوستوں کا طریقہ عجیب ہے۔ وہ کسی ان پڑھ نوجوان کو کہتے ہیں کہ جاؤ اپنے کسی بڑے عالم اور بڑے مدرسہ سے پوچھ آؤ کہ کیا ہدایہ اور شرح وقایہ احتف کے ہل معتبر کتابیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ یہی فرمائیں گے کہ ہل معتبر ہیں پھر ان کتابوں کے غیر مقلدین نے ترجمے کئے ہیں اور ترجمہ کے بعد اپنے مقصد کی باتیں خود لکھ لی ہیں۔ وہ ان کو دکھا کر ان کو مذہب کر دیتے ہیں چنانچہ ایک دن ایک کلج کے تین لڑکے میرے پاس آئے کہ کیا ہدایہ اور شرح وقایہ آپ کے ہل معتبر کتابیں ہیں۔ میں نے کہا ہاں۔ میں نے پوچھا آپ یہ کتابیں پڑھنا چاہتے ہیں۔ کہنے لگے نہیں۔ ایک اہل حدیث عالم نے کہا تھا کہ پوچھ کر آؤ میں نے کہا اب وہ جو تمہیں بتائے وہ لکھوا کر لانا۔ کہنے لگے ٹھیک۔ دو تین دن کے بعد وہ پھر آئے اور کہنے لگے کہ اس مولوی صاحب نے ہمیں کہا کہ دیکھو یہ حنفی کہنے کو تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ کتابیں معتبر ہیں لیکن اگر یہ لوگ اپنی ہی ان کتابوں کو مان لیں تو سارے جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں۔ پہلے حنفی ضدی نہیں تھے وہ حق اور سچ بات کو تسلیم کر لیتے تھے۔ دیکھو سال کے بعد عید کا دن آتا ہے۔ لیکن یہ عید کی نماز بھی غلط پڑھتے ہیں ہم احادیث دکھائیں ان کو نہیں مانتے ہم ان کی اپنی معتبر کتابوں سے ان کو صحیح طریقہ دکھاتے ہیں ان کو بھی نہیں مانتے۔ مولویوں کا تو چندے کا دھندہ ہے، آپ لوگ کیوں اپنی عاقبت برباد کر رہے ہیں؟ دیکھو ہدایہ اور شرح وقایہ میں لکھا ہے کہ عیدین میں تکبیر جہر سے کہے یہی سنت ہے۔ (ہدایہ ج ۱/ ص ۲۲۶، شرح وقایہ ج ۱/ ص ۱۵۰) اور لکھا ہے کہ نماز میں بارہ تکبیروں کی حدیث ہے (ہدایہ ج ۱/ ص ۲۲۲، شرح وقایہ ج ۱/ ص ۱۵۰) عیدین میں چھ تکبیروں کی بابت صرف ابن مسعودؓ کا قول ہے (شرح وقایہ ص ۱۵۲) عید کی دونوں رکعتوں میں قمل قرأت تکبیرات کے (قدوری) کہنے لگا یہ کتابیں رات دن یہ لوگ

مدارس میں پڑھاتے ہیں مگر ان مسائل پر کبھی عمل نہیں کرتے۔ وہ لڑکے میرے پاس ایک کانڈ لائے جس پر نہ کسی کے دستخط نہ نام۔ میں نے کہا کہ ان میں سے ایک بات بھی صحیح نہیں۔ وہ کہنے لگے یہ اردو ترجمہ سے انہوں نے دکھائی ہیں۔ میں نے کہا ایک مثل سمجھو: میں تمہیں کہوں کہ قرآن پاک میں ہے کہ ”اے اللہ ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں“ آپ جا کر کسی اور کو یہ بتائیں کہ یہ قرآن پاک میں ہے وہ کہے کہ نہیں۔ قرآن تو عربی میں ہے اور یہ اردو فقرہ ہے۔ آپ کہیں کہ یہ عربی کا ترجمہ ہے، وہ کہے وہ عربی لکھوا کر لاؤ آپ میرے پاس آئیں تو میں فوراً وہ عربی عبارت لکھ دوں گا یا اے نبی اللہ تعالیٰ تو میری بات ثابت ہو جائے گی یا نہیں؟ کہنے لگے کہ بالکل ثابت ہو جائے گی۔ میں نے کہا اب ان کے پاس جاؤ کہ ہدایہ، شرح وقایہ اور قدوری عربی زبان میں ہیں۔ آپ ان کتابوں کے متن سے وہ عربی عبارت لکھ دیں جن کا یہ ترجمہ آپ نے لکھا ہے بلکہ میں نے کہا کہ یہ دس روپے لے جائیں ان سے کہنا کہ عربی ہدایہ، عربی شرح وقایہ اور عربی قدوری کے جن صفحات پر یہ عبارت ہے ان پر نشان لگا کر وہ صفحہ فوٹو میٹ کروادیں۔ وہ نوجوان گئے اب مولوی صاحب نے حوالے دکھانے کی بجائے پہلے یوں رعب ڈالا کہ اگر میں نے حوالے دکھادیے تو تمہیں اہل حدیث ہونا پڑے گا۔ وہ نوجوان بیچارے پھر میرے پاس آئے کہ مولوی صاحب نے بڑی جرات کے ساتھ کہا ہے کہ یہ حوالے عربی کتابوں میں ہیں۔ ان کی اس جرات سے کئی لوگ مذذب ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ واقعی دکھا دے اور ہم جھوٹے ہو جائیں۔ میں نے کہا کہ تم بھی پوری جرات سے بات کرو کہ اگر آپ دکھا دیں تو ہم اہل حدیث ہو جائیں گے اور آپ نہ دکھا سکے تو آپ کو سنی حنفی بننا پڑے گا۔ وہ نوجوان پھر گئے، اس نے پھر کہا فلاں شہر میں میں نے یہ حوالے دیئے اور یہی شرط لگائی جو عربی کتابوں میں دکھا دیئے تو اتنے نوجوان اہل حدیث ہو گئے۔ فلاں شہر میں اتنے اہل حدیث ہو گئے فلاں شہر میں فلاں مولوی صاحب کو میں نے لاجواب کر دیا۔ وہ بیچارے نوجوان اس کی لن ترانیوں

سے پھر ڈر گئے، پھر میرے پاس آئے، میں نے کہا جب میں نے کہہ دیا ہے کہ آپ کسی عربی کے پروفیسر کو ساتھ لے جائیں۔ مولوی صاحب عربی عبارت پر نشان لگا کر وہ صفحات فوٹوٹیٹ کرادیں۔ آپ پروفیسر صاحب سے ان عبارات کا ترجمہ کرا لیں اگر وہی ترجمہ کر دے جو مولوی صاحب نے لکھ دیا ہے تو بالکل آپ اہل حدیث ہو جائیں۔ اب وہ مولوی صاحب تین چار ملہ تک ان کو ٹالتے رہے۔ آخر وہ نوجوان کسی سے یہ عربی کتابیں عاریتاً لے گئے کہ آپ عربی عبارات پر نشان لگا دیں۔ اب تو مولوی صاحب کا ہیمنہ بہہ رہا تھا، پہلے گلیوں پر، پھر ہاتھ پائی پر اتر آیا۔ اب وہ نوجوان ان کے دوسرے کئی مولوی صاحبان کے پاس پھرے لیکن کوئی بھی اصل عربی متن سے ایسی عبارت نہ دکھاسکا، تو اب انہیں پتہ چلا کہ یہ لوگ جھوٹ بھی کس سینہ زوری سے بولتے ہیں۔ اس لئے میں اپنے اہل سنت بھائیوں سے یہی کہتا ہوں کہ جب وہ لوگ ایسا حوالہ دیں تو ان سے کہو کہ اس کتب کا عربی صفحہ فوٹوٹیٹ کرادو اور حدیث کی کتب کا وہ صفحہ بھی فوٹوٹیٹ کرادو اور پھر جانچ کرو تو ان حضرات کے بہت سے مغالطوں سے جان چھوٹ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں، سنی، حنفی، حق اور سچ مسلک پر قائم رکھے۔ آمین



# نماز عیدین کی تکبیریں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادران اسلام! اسلام کامل اور برحق دین ہے۔ اگرچہ اس مقدس دین کا نزول  
 حرمین شریفین میں ہوا مگر یہ دین عالم گیر دین ہے، یہ ساری دنیا کے لئے خدا کا آخری اور  
 کامل پیغام بن کر آیا۔ ہم اہل سنت والجماعت حنفی کس زبان سے اس خدائے واحد کا شکر  
 ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اسلام پھیلانے کی توفیق احناف کو عطا فرمائی۔ کشمیر کے  
 بارے میں مورخ محمد قاسم فرشتہ لکھتا ہے کہ اس ملک کی تمام رعایا حنفی مذہب ہے۔  
 (تاریخ فرشتہ ص ۳۷۷) اس سے قبل مرزا حیدر رشیدی کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ  
 مردم کشمیر تمام حنفی مذہب بودہ اند (تاریخ فرشتہ ص ۳۳۶) حضرت شیخ عبدالحق محدث  
 دہلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: اہل روم، اہل بلوراء النہر اور اہل (پاک و) ہند سب  
 کے سب حنفی ہیں۔ (تحصیل التعرف ص ۳۶) ..... حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ  
 فرماتے ہیں ”سواد اعظم از اہل اسلام متابعان ابی حنیفہ اند“ (مکتوبات دفتر دوم نمبر ۵۵  
 ص ۱۳) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”در جمیع بلدان و جمیع  
 اقلیم بلو شہان حنفی اند و قضاة و اکثر مدرسل و اکثر عوام حنفی“ (کلمات طیبات ص ۱۷۷)  
 یعنی تمام اسلامی دنیا میں سلاطین حنفی ہیں اور قاضی اور اکثر مدرسین اور عوام حنفی ہیں۔  
 ○ اسلام جس طرح عالم گیر دین ہے اسی طرح یہ شہن وشوکت کا دین ہے۔ قرآن  
 پاک میں صاف پیشین گوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ صحابہ کرامؓ کو دنیوی خلافت سے بھی



نوازیں گے۔ چنانچہ یہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور خلافت راشدہ کا نظام قائم ہوا۔ پھر اموی دور حکومت بھی فتوحات اسلامی کا دور تھا۔ ازاں بعد عباسی خلافت کا دور آیا جس کا زمانہ تقریباً پانچ سو سال ہے۔ ان پانچ صدیوں میں تمام شیخ الاسلام اور اکثر قاضی حنفی ہی تھے۔ اس کے بعد سلجوقی اور خوارزمی خاندان کو حرمین شریفین کی خدمت کا شرف ملا۔ پوری اسلامی دنیا ان کی رعایا تھی یہ سب کے سب حنفی تھے اور ان کے اکثر قاضی حنفی تھے ان کی خلافت تقریباً تین سو سال تک رہی۔ اس کے بعد نویں صدی ہجری سے تقریباً ۱۳۴۵ھ تک اہل ترکی کی عثمانی خلافت رہی یہ بھی سب کے سب حنفی تھے (شامی)

○ اس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ مراکز اسلام حرمین شریفین کی تولیت و حکومت تقریباً بارہ سو سال احناف کے پاس رہی۔ اس کے بعد حنبلی حضرات کو خدمت کا موقع ملا جو آج تک خدمت کر رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ ان بارہ صدیوں میں بھی مکہ شریف مکہ شریف ہی تھا اور مدینہ منورہ مدینہ منورہ ہی تھا۔ آج کل بعض دوست عوام کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ حنفی مسلک کوفہ سے آیا ہے، مکہ مدینہ سے ان کا تعلق نہیں۔ اللہ معاف فرمائے! دنیا میں اس سے بڑی غلط بیانی کوئی اور نہیں ہو سکتی۔ دنیا بھر میں جو اسلام پھیلا وہ جن خلافتوں کے ذریعے پھیلا انہوں نے حنفی مسلک کو ہی پھیلایا۔ یہی خلافتیں خدام الحرمین الشریفین بھی تھیں۔ ہم اپنے ان احباب سے یہی عرض کریں گے کہ آپ ان بارہ صدیوں کی تاریخ پر نظر ڈال لیں کہ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ کی امامت و خطابت، حکومت و تولیت، تدریس و تعلیم کن کے پاس رہی اور دینی کتابیں مکہ اور مدینہ منورہ میں بکھرت کن لوگوں نے لکھیں اور کن کی کتابیں وہاں داخل نصاب رہیں۔ چودہ سو سال میں مکہ و مدینہ کا ایک امام ایسا نہیں تھا جو تقلید کو شرک مانتا تھا۔ ایک کتاب بھی کسی منکر تقلید کی لکھی ہوئی نہیں ملتی۔ ایک بھی کتاب کا نام نہیں لیا جاسکتا جو حرمین شریفین میں لکھی گئی ہو وہاں مقبول عام ہو کر دنیا میں پھیلی ہو اور اس میں غیر مقلدیت کی تعلیم ہو۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ”شرح نقایہ“ مکہ مکرمہ



میں ہی لکھی گئی اور ساری دنیا سے اس نے خراجِ تحسین وصول کیا۔ فقہ حنفی کی مشہور کتب ”در مختار“ مدینہ منورہ میں روضہ پاک پر بیٹھ کر لکھی گئی اور دنیائے اسلام کے ہر دارالافتاء کی زینت بنی۔

پاک و ہند میں تمام سلاطین اسلام جن سے اسلام کی سطوت و عظمت ان ممالک میں قائم ہوئی سب کے سب حنفی تھے۔ صرف اکبر بادشاہ نے تقلید کے خلاف آواز اٹھائی اور تقلید سے آزاد ہو کر دین الہی کی بنیاد رکھی۔ اس وقت اسلام کی حفاظت کا بیڑا حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے اٹھایا اور حضرت مجدد صاحب نے قید و بند کی تکلیف شامہ بھی برداشت کیں۔ آخر کار ترک تقلید کے فقہ دین الہی کا نشان تک مٹ گیا اور حنفیت کا ہی بول بالا رہا۔ اسلام پر دو سرا دور آزمائش کا اس وقت آیا جب انگریز نے اسلامی حکومت کو ختم کر کے یہاں کافرانہ نظام رائج کیا۔ اس وقت بھی جنگ آزادی میں اختلاف ہی نے ہر طرح کی قربانیاں پیش کیں۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان نے دونوں باتوں کا اعتراف کیا۔ پہلی بات لکھتے ہیں :

”خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں۔ اسی مذہب کے عالم و فاضل اور قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک جم غفیر نے مل کر فتاویٰ ہندیہ یعنی فتاویٰ عائشہ جی جمع کیا اور اس میں شیخ عبدالرحیم دہلوی رحمہ اللہ (والد بزرگوار شاہ ولی اللہ مرحوم کے) بھی شریک تھے۔“ (ترجمان وہابیہ ص ۱۱) یہاں صاف اعتراف کیا کہ یہاں حاکم و رعایا سب کے سب حنفی ہی رہے ہیں۔

دوسری بات نواب صاحب تحریر فرماتے ہیں ”کسی نے نہ سنا ہو گا کہ آج تک کوئی موحّد، متبع سنت، حدیث و قرآن پر چلنے والا بے وفائی اور قرار توڑنے کا مرتکب ہوا، دیا فقہ اثنی عشری یا بغاوت پر آمادہ ہوا ہو۔ جتنے لوگوں نے غدر میں شریک ہوا اور حکام

انگلشیہ سے برسرِ حملہ ہوئے وہ سب کے سب مقلدِ مذہبِ خفی تھے نہ کہ متبعانِ حدیثِ نبوی۔" (ترجمانِ دہلیہ ص ۲۵) اس میں اس بات کا صاف اعتراف ہے کہ ۱۷۵۷ء کی جنگِ آزادی میں حفاظتِ اسلام کے لئے تن من و دھن کی بازی لگانے والے سب اہل سنت والجماعت تھے۔

جب انگریز یہاں آیا تو وہ مالور پور آزادی کی سوغات بھی ساتھ لایا۔ اسلام نے اپنی شوکتِ اسلامی کو قائم رکھنے کے لئے مسلمانوں کے اتھلو اور اتفاق پر بڑا زور دیا ہے۔ مسلمان پانچ وقت اکٹھے ہو کر نمازِ باجماعت ادا کرتے ہیں، یہ اسی اتفاق و اتھلو کا مظاہرہ ہے۔ ہفتہ بعد جامع مسجد میں جمعہ کے عظیم اجتماع میں اکٹھے ہو کر اسلامی شوکت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ انگریز کو یہ اتھلو ایک نظر نہ بھاتا تھا اس کی دلی خواہش تھی کہ مسلمان اپنی اظہارِ شوکت کے لئے اکٹھے نہ ہوں بلکہ یہ لڑائی جھگڑے کا مظاہرہ کر کے انگریز حکومت پر ثابت کر دیں کہ اب مسلمان خدا کی عبادت پر بھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ اس لئے تم ان سے بے خوف ہو جاؤ۔ چنانچہ ان اجتماعات میں لڑائی پیدا کرنے کے لئے پاک وہند کی تاریخ میں پہلی دفعہ فاتحِ خلف الامام اور آئینِ ہلجہ پر چیلنج بازیوں شروع ہو گئیں۔ پہلی دفعہ یہ استدلال سامنے آیا کہ چونکہ امام کی قرأتِ مقتدی کے لئے قرأت نہیں اس لئے امام کی فاتحِ مقتدی کے لئے کافی نہیں ہے اس لئے یہ خفی بے نماز ہیں اور بے نماز کافر ہوتا ہے اور آئینِ ہلجہ نہ کہنے کی وجہ سے اہل سنت پر یہودی ہونے کی پستی کسی گئیں اس طرح یہ اسلامی اجتماعات اتفاق کی بجائے افتراق کا ذریعہ بن گئے۔ اسلام کا بہت بڑا اجتماع عید کے موقع پر ہوتا ہے۔ یہ عظیم اجتماع اسلامی شوکت کا عظیم الشان مظاہرہ ہوتا ہے۔ اب انگریز کی کوشش تھی کہ اس اجتماع کو بھی ختم کیا جائے تو اسلامی تاریخ کی چودہ صدیاں گزرنے کے بعد دہلی میں مولوی عبدالوہاب نے الگ نمازِ عید پڑھنے کا اعلان کر دیا اور اپنی ڈیڑھ انٹ کی مسجد الگ بنائی اور نمازِ عید کا وہ طریقہ جو صدیوں سے حرمین شریفین میں زیرِ عمل تھا اس کو بدعت اور حدیث کے خلاف قرار

دے دیا گیا۔ اہل سنت والجماعت بلا تعلق ان چار دلیلوں کو بالترتیب مانتے تھے۔ کتب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع، قیاس اور ان چاروں دلیلوں کے مسائل آسان ترتیب سے جن کتبوں میں درج ہوں ان کو فقہ کی کتابیں کہتے ہیں ان کو بھی مانتے تھے۔ ان حضرات نے اعلان کر دیا کہ ہم صرف قرآن و حدیث کو مانتے ہیں، کسی امتی کے قیاس یا اجماع یا فقہ کو نہیں مانتے اور اپنا نام اہل حدیث رکھ لیا۔ جب ان سے سوال ہوا کہ آپ قرآن یا حدیث سے یہی ثابت کر دیں کہ جو شخص اجماع امت، قیاس شرعی اور فقہ اسلامی کا انکار کرے اس کو اہل حدیث کہا کرو۔ تو یہ بیچارے اپنا نام بھی قرآن و حدیث سے ثابت نہ کر سکے۔

### نیا انکشاف :

اب تک امت یہ جانتی تھی کہ مجتہدین کا آپس میں اجتہادی مسائل میں اختلاف ہے۔ ان میں سے جو صواب پر ہے وہ دواجر کا مستحق ہے اور جس سے خطا ہوئی اس پر بھی کوئی طعن نہیں بلکہ ایک اجر کا مستحق ہے۔ لیکن ان لوگوں نے پہلی مرتبہ انکشاف کیا کہ مجتہد کا اختلاف مجتہد سے نہیں بلکہ خدا اور رسول ﷺ کے احکام کا کاشف اور مظہر ہوتا ہے۔ لیکن ان حضرات نے امت کو نئی بات سے روشناس کرایا کہ مجتہد خدا اور رسول ﷺ کے احکام کو مٹانے کے لئے ہوتا ہے معاذ اللہ۔ پہلے لوگ یہ پوچھا کرتے تھے کہ آپ خفی ہیں یا شافعی؟ اب سوال یہ ہونے لگا کہ آپ خفی ہیں یا اہل حدیث؟ حالانکہ جمل کتب یا سنت کا فیصلہ موجود ہو وہیں مجتہد اجتہاد کرتا ہی نہیں، لیکن ہمارے دوستوں نے یہ نیا تقابل بنای ڈالا۔ چنانچہ وہ نماز عید جو صدیوں سے حرمین شریفین میں پڑھی جا رہی تھی اور وہیں سے ساری دنیا میں پھیلی اس کو غلط قرار دے دیا گیا کہ احناف نے خود گھڑی ہے۔ نبی کریم ﷺ سے اس کا ثبوت نہیں۔ ذرا فتویٰ کے تیور ملاحظہ فرمائیں: ”جو آج

کل لوگوں میں صلوٰۃ عیدین کی تکبیریں چھ مروج ہیں یہ بالکل بدعت اور گمراہی ہیں کیونکہ ان کا ثبوت شریعت محمدیہ میں نہیں..... اور یہ جو چھ تکبیریں ہیں یہ مذہبی تکبیر گمراہی ہیں۔ خدا اور رسول ﷺ سے یہ حکم قطعاً نہیں اور جو کوئی کہے کہ یہ حکم خدا اور رسول ﷺ کا ہے تو وہ بڑا کاذب بلکہ کذاب ہے۔ (فتاویٰ ستاریہ ج ۱/ ص ۱۸۸)

برادرانِ اسلام! جس وقت اہل اسلام کو اتحاد کی بہت زیادہ ضرورت تھی۔ ان کے اتحاد و شوکت کے مظاہرہ اجتماع عیدین میں بھی نفاق اور افتراق کی آگ بھڑکا کر سفید آقا کی خوشنودی حاصل کر لی گئی۔

رسول پاک ﷺ کا حکم :

(۱) ابو عبد الرحمن قاسم رحمہ اللہ ایک صحابی رسول سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں عید کی نماز پڑھائی تو صلی بنا النبی ﷺ یوم عید فکبر اربعاً واربعا ثم اقبل علينا بوجهه (بشمول تکبیر رکوع کے) چار چار تکبیریں کہیں۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو حین انصرف فقال لا تنسوا کتکبیر الجنائز و اشار باصابعه و قبض ابهامه (طحاوی ج ۲/ ص ۳۳۸) ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا بھول نہ جانا عید کی تکبیریں جنازہ کی تکبیروں کی طرح چار ہیں۔ آپ ﷺ نے ہاتھ کی انگلیوں سے چار کا اشارہ فرمایا اور انگوٹھا بند کر لیا۔

(۲) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت حذیفہ بن الیمانؓ نے بھی آنحضرت ﷺ کی نماز عید کا یہی طریقہ روایت کیا ہے۔ (احمد ج ۴/ ص ۴۱۶، ابوداؤد ج ۱/ ص ۱۲۳، طحاوی ج ۲/ ص ۲۳۹)

(۳) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے کوفہ میں حضرت حذیفہؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت ابو مسعود بدریؓ کی موجودگی میں نماز عید کا مذکورہ طریقہ بیان فرمایا تو

کسی نے بھی اس طریقے کا انکار نہ فرمایا۔ (معجم طبرانی کبیر ج ۹/ ص ۳۰۲)

(۴) حضرت عبداللہ بن عباسؓ (مکہ مکرمہ میں) ”عید کی نماز“ اسی طرح پڑھاتے تھے۔ (طحاوی ج ۲/ ص ۴۳۹) اور اسی طریقے سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ (مکہ مکرمہ میں) نماز عید پڑھاتے تھے۔

(۵) مدینہ منورہ میں حضرت فاروق اعظمؓ کے فرمان کے موافق نماز جنازہ کی چار تکبیروں پر اجماع ہوا اور نماز عیدین کی بھی چار چار تکبیروں (بشمول تکبیر رکوع) پر اجماع ہوا۔ (طحاوی ج ۱/ ص ۳۳۳)

(۶) حضرت انس بن مالکؓ (بصرہ) میں اسی طرح نماز عید پڑھاتے تھے۔ (طحاوی ج ۲/ ص ۴۴۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲/ ص ۱۷۴)

برادران اہل سنت! میں نے دو چار روایات کی نشاندہی کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اسی طریقہ سے نماز عید پڑھائی، اسی طریقہ سے نماز عید پڑھنے کا حکم دیا۔ خیر القرون میں مراکز اسلام مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، کوفہ اور بصرہ میں اسی طریقہ سے نماز عید ہوتی رہی۔ اسی طریقہ پر عہد فاروقی میں صحابہؓ کا اجماع ہوا۔ اب یہ کہنا کہ یہ نماز ابو حنیفہ کی گھڑی ہوئی ہے، احادیث کے خلاف ہے کس قدر غلط بیانی ہے اور یہ کہنا کہ یہ امت کلمہ تو نبی کا پڑھتی ہے لیکن نماز ابو حنیفہ والی پڑھتی ہے۔ ساری امت نبی کو چھوڑ کر ابو حنیفہ کے پیچھے لگ گئی ہے۔

الغرض جب اہل سنت والجماعت نے یہ ثابت کر دیا کہ یہ نماز عید احادیث سے ثابت ہے۔ آپ کی یہ بات غلط ہے کہ یہ احادیث سے ثابت نہیں تو فوراً یہ کہہ دیا کہ یہ تمام احادیث ضعیف ہیں۔ اہل سنت نے کہا کہ ان کا ضعیف ہونا کسی دلیل شرعی سے ثابت ہے یا بغیر دلیل شرعی کے آپ ان کو ضعیف کہتے ہیں؟ آپ کے نزدیک دلیل شرعی صرف اور صرف خدا اور رسول ﷺ کا ارشاد ہے۔ آپ خدا یا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پیش فرمائیں کہ یہ سب احادیث ضعیف ہیں اور پھر ایک حدیث جس کو خدا یا

رسول ﷺ نے صحیح فرمایا ہو ایسی پیش فرمائیں جس میں آپ کی نماز عید کا طریقہ ہو تو وہ اس سے بالکل عاجز رہے، عاجز ہیں اور عاجز رہیں گے (ان شاء اللہ)۔ اگر کسی امتی کے قول سے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہتے ہیں تو امتی کی تقلید کرنے والے الحمد للہ تو نہ رہے۔ ”ہاتھی کے دانت کھانے کے اور“ دکھانے کے اور ”پھر اہل سنت والجماعت نے کہا کہ اگر آپ احادیث کا صحیح یا ضعیف ہونا اللہ یا رسول ﷺ سے ثابت نہیں کر سکتے تو آپ اپنے دعویٰ اہل حدیث میں سچے نہ رہے یہ اعلان کر کے ہم اس دعویٰ (عمل بالقرآن والحدیث) میں جھوٹے ہیں پھر ان احادیث پر جرح نقل کرو مگر وہ جرح مفسر ہو اور جرح کا ایسا سبب بیان کریں جو متفق علیہ ہو اور جرح متعقب نہ ہو بلکہ ناصح ہو، کیونکہ دین یا دنیا کی کسی عدالت میں جرح مبہم مقبول نہیں ہوتی لیکن وہ آج تک اس سے عاجز ہیں اور رہیں گے۔ بغیر کسی جرح مفسر متفق علیہ کے نبی کریم ﷺ کی احادیث کا انکار کرنا انکار حدیث تو یقیناً ہے عمل بالحدیث ہرگز نہیں۔ ہمارے اہل سنت والجماعت بھائی ان کے غلط پردہ پیگنڈے سے متاثر نہ ہوں..... ان کا پہلا پروپیگنڈہ یہ ہوتا ہے کہ اہل سنت کے پاس حدیث رسول نہیں صرف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہوتا ہے وہ بھی حدیث کے خلاف، جب احادیث سنائی جائیں تو فوراً کہتے ہیں یہ ضعیف ہیں۔ جب کہا جاتا ہے کہ خدا یا رسول اللہ ﷺ سے ان کا ضعیف ہونا ثابت کر دیا اہل حدیث کہلانے سے باز آؤ۔ اگر وہ اس بات کو لکھ دیں کہ احادیث کی صحت و ضعف چونکہ ہم اللہ یا رسول ﷺ سے ثابت نہیں کر سکتے اس میں ہم سر تاپا امتیوں کے محتاج ہیں اہل حدیث ہرگز نہیں، کیونکہ یہاں ہم حدیث کا فیصلہ بیان کرنے سے عاجز ہیں تو اب ان سے پوچھیں کہ یہ راوی جس کو آپ ضعیف کہہ رہے ہیں اس کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات کیا ہے؟ اور جس نے اس پر جرح کی ہے وہ کس دور کا ہے۔ اس نے اس راوی میں جرح کا کون سا سبب بتایا ہے جو متفق علیہ ہو اور اس جرح کو نقل کرنے والے نے کس سند سے اس کو نقل کیا ہے۔ کیا وہ سند صحیح ہے؟

## مثال :

ایک شخص کے سامنے میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین والی حدیث بیان کی۔ اس نے فوراً کہا یہ حدیث تو ضعیف ہے میں نے کہا آپ خدا یا رسول سے ثابت کر دیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس نے کہا یہ تو کوئی بھی ثابت نہیں کر سکتا۔ میں نے کہا پھر آپ نے اپنا نام اہل حدیث کیوں رکھا ہے اور یہ دعویٰ کیوں کرتے ہو کہ ہم ہر فیصلہ صرف حدیث سے لیتے ہیں۔ اس نے کہا اس بارہ میں آپ ہمیں اہل حدیث نہ سمجھیں، امتی کا فیصلہ سنیں: اس کی سند کا راوی عاصم بن کلیب کوئی ہے اور علی بن المدینی نے کہا ہے کہ جس حدیث میں اکیلا ہو وہ حجت نہیں، میں نے پوچھا یہ بات کہاں لکھی ہے؟ اس نے کہا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب التہذیب میں لکھی ہے۔ میں نے کہا کہ اس راوی کا وصال ۱۳۰ھ کے بعد ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ نے یقیناً اس کا زمانہ پایا ہے اور انہوں نے مسند امام اعظم رحمہ اللہ میں اس راوی کی احادیث سے استدلال کیا ہے، پھر امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ جیسے مجتہدین نے بھی اپنی کتابوں میں عاصم بن کلیب کی احادیث سے دلیل لی ہے۔ علی بن المدینی کی وفات ۲۳۳ھ میں ہے، اس نے عاصم بن کلیب کو دیکھا تک نہیں، نہ ہی یہ بتایا ہے کہ اس میں جرح کا کیا سبب ہے؟ نہ یہ بتایا کہ وہ سبب متفق علیہ ہے۔ پھر اس کا ناقل حافظ ابن حجر ہے جس کا وصال ۸۵۲ھ میں ہوا۔ علی بن المدینی اور ابن حجر کے درمیان چھ سو سال سے زائد زمانہ ہے تو آپ نے اس بے سند بات پر کیسے اکتما کر لیا؟ پھر علی بن المدینی کے بعد تمام صحاح ستہ والوں نے عاصم بن کلیب کی احادیث اپنی کتابوں میں درج کی ہیں۔ گویا علی بن المدینی کی اس بے دلیل اور غیر مفسر جرح کو کسی نے بھی تسلیم نہیں کیا۔ آپ کو انکار حدیث کا اتنا شوق ہے کہ سب مجتہدین اور محدثین کے خلاف اس غیر مفسر اور بے ثبوت جرح کو انکار حدیث کا بہانہ بنایا لیکن وہ



بھی اس ترکِ رفعِ یدین کی صحیح حدیث کا انکار کرنے کے لئے، ورنہ یہی عام بن کلیب جب رفعِ یدین کی حدیث میں آئے جیسا کہ حضرت وائل بن حجر رحمہ اللہ کی حدیث میں ہے۔ (ابوداؤد) پھر آپ بھی اس کو ضعیف نہیں کہتے۔ یہی عام بن کلیب جب سینہ پر ہاتھ باندھنے والی حدیث میں آجائے اور اس کے ساتھ مول بن اسماعیل جیسا منکر الحدیث راوی بھی ہو تو آپ اس کو ضعیف نہیں کہتے۔

الغرض یہ لوگ صحیح احادیث کو بڑی جرات سے ضعیف کہتے ہیں لیکن آپ اس انکار حدیث کی پوری طرح حوصلہ شکنی کریں۔ پہلے تو یہی پوچھیں کہ کیا اس کو رسول پاک ﷺ نے ضعیف کہا ہے؟ حدیث کا فیصلہ پیش کرو ورنہ اہل حدیث ہونے سے انکار کرو، پھر مجروح، جارح اور ناقل کا زمانہ بتاؤ اور جرح کا مفسر اور متعلق علیہ سبب بیان کرو ورنہ بلا ثبوت صحیح احادیث کا انکار کرنا، انکار حدیث ہے عمل بالحدیث نہیں۔

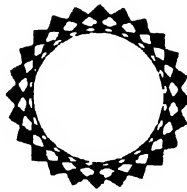
حکیم محمد صلیق سیالکوٹی نے اپنی کتاب صلوۃ الرسول میں ”بارہ تکبیریں“ عنوان لکھ کر دو حدیثیں نقل کی ہیں لیکن ان دونوں کا صحیح ہونا نہ خدا تعالیٰ سے ثابت کیا ہے اور نہ ہی رسول پاک ﷺ سے۔ معلوم ہوا ان کا اہل حدیث ہونے کا دعویٰ صحیح نہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ مولوی عبدالرؤف غیر مقلد فاضل جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ نے صلیق صاحب کی صلوۃ الرسول پر حاشیہ لکھتے ہوئے کثیر بن عبداللہ والی حدیث پر لکھا ہے کہ کثیر بن عبداللہ کو بعض نے متروک اور بعض نے کذاب لکھا ہے اور دوسری حدیث پر لکھا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور اس کی سند نہایت ضعیف ہے کیونکہ ابراہیم بن محمد متہم ہے۔ (صلوۃ الرسول ص ۳۵۳-۳۵۴)

خلاصہ :

یہی ہوا کہ چودہ سو سال سے جو نماز عیدِ حرمین شریفین میں پڑھی جاتی تھی وہیں سے پوری دنیا میں پھیلی۔ انگریز کے دور میں اس نماز عید کو غلط قرار دے کر مسلمانوں



میں سر پھنول کرایا گیا۔ پہلے یہ جھوٹ بولا گیا کہ اس طریقہ نماز کا ثبوت کسی حدیث میں ہے ہی نہیں، یہ امام ابو حنیفہ کی بنائ ہوئی ہے جب احادیث پیش کر کے پہلے جھوٹ کا پول کھول دیا گیا تو پھر دوسرا جھوٹ بول دیا گیا کہ یہ احادیث ضعیف ہیں۔ جب ان سے اس کا ثبوت قول رسول ﷺ سے مانگا گیا تو بھی نہ لاسکے اور اس کے راویوں پر جرح مفسر کا ثبوت مانگا گیا تو وہ بھی پیش نہ کرسکے، پھر جب ان سے کہا گیا کہ آپ ثابت کریں کہ رسول اقدس ﷺ نے ہمیشہ بارہ تکبیروں سے ہی عید پڑھی ہے اور اس حدیث کا صحیح ہونا اپنی مسلمہ دلیل شرعی سے ثابت کردیں تو یہ بھی نہ کرسکے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ یہ حضرات کسی علمی مغالطے کا شکار نہیں۔ ان کا مقصد وحید صرف اور صرف مسلمانوں میں افتراق اور انتشار پیدا کر کے دین بیزار لوگوں کی تائید ہے۔ اس لئے ان کے غلط پروپیگنڈے سے برادران اہل سنت والجماعت کو ہرگز متاثر نہیں ہونا چاہئے۔ مسلک حقہ اہل سنت والجماعت کی اشاعت و ترویج میں سرگرم عمل رہیں۔



# نمازِ قتل کی حقیقت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ایک دن ایک تعلیم یافتہ نوجوان دو تین کتابیں لے کر آیا اور مجھ سے پوچھنے لگا کہ آپ کبھی محمود کوٹ کے علاقہ میں مناظرہ کے لئے بھی گئے تھے؟ میں نے کہا ہاں ایک دفعہ بستی کد نہ جانا ہوا۔ غیر مقلدین نے وعدہ کیا تھا کہ ہم جو نماز روزانہ پڑھتے ہیں اس کی مکمل ترتیب اور احکام کہ کس فعل یا ذکر کر کے چھوڑ دینے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے؟ کس کے رہنے سے سجدہ سہو لازم آتا ہے؟ کون سا ذکر اونچا پڑھنا سنت ہے اور کون سا آہستہ وغیرہ، صرف قرآن و حدیث کے ترجمہ سے دکھائیں گے۔ اگر ہمارے مناظر نے کسی جگہ بھی قرآن و حدیث کی بجائے کسی امتی کی بات پیش کی یا کوئی اپنا قیاس پیش کیا تو ہم اپنے مناظر کو فوراً مناظرہ سے روک دیں گے کیونکہ وہ اہل حدیث نہیں رہا، اپنی یا کسی کی رائے بیان کرنے کے بعد وہ اہل الرائے ہو گیا اور ہم یہ مسلک چھوڑ دیں گے کیونکہ ہم جھوٹے اہل حدیث نہیں رہنا چاہتے۔ یہ نماز جو اہم رکن ہے جس کا قیامت کے دن سب سے پہلے حساب ہوتا ہے یہ بھی حدیث سے ثابت نہ کر سکے تو اہل حدیث کیسے؟ مگر ان کے علماء نے اپنی روزمرہ والی نماز صرف قرآن و حدیث کے ترجمہ سے ثابت کرنے سے انکار کر کے یہ واضح کر دیا کہ وہ اپنے دعویٰ اہل حدیث میں سچے نہیں بلکہ اس سے راہ فرار کا روایتی طریقہ اختیار کیا کہ ہم صرف فاتحہ خلف الامام پر مناظرہ کریں گے۔ ہم نے کہا کہ چمر یہ لکھ دیں کہ فاتحہ خلف الامام کے علاوہ احناف کی ساری

نماز صبح ہے اور اس کے بعد یہ ثابت کر دیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی زندگی مبارک کی آخری نماز جو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پیچھے پڑھی تھی اس میں آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پیچھے فاتحہ پڑھی تھی مگر وہ یہ دونوں باتیں ثابت نہ کر سکے۔ اس نے کہا کہ یہ ایک رسالہ ہے اس میں یہ تو لکھا ہے کہ امین صاحب کئے گئے: اپنی مکمل نماز ثابت کرو۔ میں نے کہا: کیا یہ بھی لکھا کہ ہم نے مکمل نماز ثابت کر دی؟ اور اس کی کیسٹیں موجود ہیں؟ کئے لگا: نہیں۔ میں نے پوچھا کہ بعد میں وہاں سے بھاگ کر جو یہ رسالہ لکھا اس میں مکمل نماز ثابت کر دی ہے؟ کئے لگا: نہیں۔ میں نے کہا کہ جب کئی جگہ کے تجربہ کے بعد یہ کامل یقین ہو گیا کہ یہ لوگ اپنی نماز بھی قرآن و حدیث سے ثابت نہیں کر سکتے تو میں نے وہ سوالات ایک رسالہ ”غیر مقلدین کی غیر مستند نماز“ میں شائع کر دیئے اس رسالہ کو چھپے ہوئے بھی کئی سال ہو گئے ہیں مگر ان سوالات کا جواب نہ کسی مناظرہ میں ٹیپ کر اسکے، نہ کسی کتاب میں جواب دے کر اپنی مکمل نماز ثابت کر سکے۔

اس نے کہا کہ دو تین رسالے میں لایا ہوں اس میں حنفی نماز کا عجیب و غریب نقشہ کھینچا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ طریقہ کسی حنفی کتاب کے حوالہ سے لکھا ہے؟ کیونکہ احناف کی ہر کتاب میں باب ہوتا ہے، نماز ادا کرنے کا طریقہ۔ اگر حنفی کتاب سے لکھا ہے تو پورا طریقہ لکھا ہے یا نقل میں خیانت کی ہے؟ کئے لگا کہ حنفی کتاب سے تو نہیں شافعیوں کی کتاب کے حوالے سے لکھا ہے۔ میں نے کہا آپ ہی فیصلہ فرمائیں کہ حنفی نماز درسا اور عملاً متواتر ہے۔ دنیا بھر میں حنفی روزانہ پانچ مرتبہ نماز پڑھتے ہیں، اس طریقہ پر آپ نے کسی ایک ہی مسجد میں کسی ایک ہی حنفی کو نماز پڑھتے دیکھا؟ اس نے کہا نہیں کبھی کو بھی نہیں دیکھا۔ میں نے کہا جس طرح متواتر قرآن پاک کے خلاف کسی سنی کتاب میں بھی کوئی قرات ہو تو وہ شاذ اور متروک کہلاتی ہے۔ اسی طرح ہماری متواتر نماز کے خلاف بالفرض کسی حنفی کتاب میں بھی کوئی شاذ و متروک قول ملے تو وہ حجت

نہیں چہ جائیکہ حنفی کتابوں کی بجائے شافعیوں کی کتب سے کوئی بے سند بات نقل کرے۔

یہ لوگ اپنی نماز کو ثابت نہیں کر سکتے اور حنفی متواتر نماز کے خلاف شوافع کی کتابوں سے بے سند جھوٹے قصے نقل کرنا ہی شکست خوردہ ذہنیت ہے۔ اس پر وہ صاحب ذرا چمک پڑے کہ یہ تبرہ عام آدمی کا نہیں امام غزالی کا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ کو غزالی کے لفظ سے غلط فہمی لگی۔ شیخ الشافعیہ علامہ ابن حجر مکی (۷۷۳ھ) اپنی کتب میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے خلاف جو کتب غزالی کے نام سے ہے وہ حجة الاسلام امام غزالی شافعی کی نہیں جن کا نام محمد ہے بلکہ محمود نامی غزالی کی ہے جو معزلی ہے۔ (الخصایات المحسن ص ۴) جب اسے یہ حوالہ دکھایا تو وہ سوچ میں پڑ گیا۔ میں نے کہا اور بات بھی یاد رکھیں کہ امام غزالی شافعی بھی معقول کے امام ہیں لیکن منقولات کے بارہ میں امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دیکھو احیاء العلوم میں بکثرت گھڑی ہوئی روایات ہیں (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۴۳۱) جب وہ احادیث نبویہ کی پوری تحقیق نہ کر سکے اور موضوعات سے کتب بھردی تو احناف کے بارہ میں وہ کیا تحقیق کر سکتے ہیں۔ اس نے کہا کہ میں تو ایک ایک بات سمجھنا چاہتا ہوں چنانچہ اس نے طالب زیدی کی کتب التحقيق فی مسئلہ رفع الیدین پڑھنی شروع کی۔

(۱) ..... ”سلطان محمود امام ابو حنیفہ کے مذہب پر تھا۔“ میں نے کہا یہ بات تو احناف اور شوافع دونوں نے متفقہ طور پر مان لی کہ سلطان محمود غزنوی حنفی تھے اور حنفی فقہ کے بہت بڑے عالم تھے کہ حنفی فقہ پر باقاعدہ ایک کتب تحریر فرمائی تھی جس کا نام کتب التفرید تھا (مقدمہ کتب التعليم ص ۲۸۱ امام مسعود بن شیبہ) ان کی پیدائش ۳۶۹ھ میں ہے اور انہوں نے ہندوستان پر سترہ حملے کئے اور ہندوستان کو فتح کیا اور یہ حقیقت ہے کہ سندھ سے آگے ہند میں انہی کے ذریعہ اسلام پھیلا اور جو لوگ بھی ایمان لائے وہ حنفی ہی بنے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں: ”خلاصہ حال ہندوستان کے

مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بلو شاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں۔ اسی وقت سے آج تک حنفی مذہب پر قائم رہے ہیں اور اسی مذہب کے عالم اور فاضل قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے ہیں۔“ (ترجمان وہابیہ ص ۳) اسی دور میں شیخ محمد اسماعیل محدث لاہوری جو بخارا کے سلوات عظام میں سے تھے، سلطان محمود غزنوی کے وقت اواخر ۳۹۵ھ میں شہر لاہور میں آکر سکونت پذیر ہوئے۔ اپنے وقت کے علوم فقہ و حدیث و تفسیر میں امام اور جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔ واعظان اہل اسلام میں سے آپ ہی سب سے پہلے لاہور میں تشریف لائے اور آپ کے وعظ و نصائح کی تاثیر سے ہزاروں کفار مشرف بہ اسلام ہوئے یہاں تک کہ جو شخص آپ کی مجلس وعظ میں حاضر ہوتا بغیر بڑھے کلمہ توحید کے واپس نہ جاتا۔ آپ ۴۲۸ھ میں فوت ہوئے۔“ (حدائق الحنفیہ ص ۲۲۱)

اسی دور میں شیخ علی بن عثمان غزنوی جویری المعروف داتا گنج بخش رحمہ اللہ کا لاہور میں ورود مسعود ہوا۔ بطور تبرک آپ کی کتاب **مسطاب کشف المحجوب** سے دو تین باتیں لکھتا ہوں..... لکھتے ہیں: ”حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت نوفل بن حیان نے وفات پائی تو میں نے خواب دیکھا کہ قیامت پنا ہے اور تمام لوگ حساب گاہ میں کھڑے ہیں۔ میں نے پیغمبر ﷺ کو دیکھا کہ حوض کوثر کے کنارے کھڑے ہیں اور آپ کے دائیں بائیں بہت سے مشائخ کھڑے ہیں اور ایک نیک صورت بوڑھے شخص کو دیکھا جس نے اپنے سر کے سفید بال چھوڑ رکھے تھے اور اپنے رخسار کو پیغمبر ﷺ کے رخسار پر رکھے ہوئے تھا اور ان کے برابر میں حضرت نوفل کو دیکھا۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو میری طرف آئے اور مجھے سلام کیا۔ میں نے کہا مجھے پانی دیجئے۔ انہوں نے فرمایا میں آنحضرت ﷺ سے اجازت مانگتا ہوں۔ حضور ﷺ نے اپنی انگلی مبارک سے اشارہ فرمایا کہ پانی دے دو تو انہوں نے مجھے پانی دیا۔ میں نے اس پیالہ سے خود بھی پیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی پلایا لیکن اس پیالہ میں

سے کبھی بھی کم نہ ہوا میں نے پوچھا اے نوافل! پیغمبر علیہ السلام کے داہنی جانب بوڑھے بزرگ کون ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ وہ حضرت ابراہیم خلیل صلوات اللہ علی نبینا وعلیہ السلام ہیں اور آپ کی بائیں جانب حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ اسی طرح میں پوچھتا جاتا تھا یہاں تک کہ سترہ آدمیوں کے متعلق میں نے دریافت کیا۔ جب میں بیدار ہوا تو میرے ہاتھ پر سترہ کا عدد گرہ کیا ہوا تھا اور حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا تو آپ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ابو حنیفہ کے علم کے پاس مجھے تلاش کرو۔

میں (علی بن عثمان) ملک شام میں موذن رسول اللہ ﷺ حضرت بلالؓ کے روضہ مبارک پر سو رہا تھا کہ خواب کی حالت میں اپنے آپ کو مکہ مکرمہ میں موجود پایا اور دیکھا کہ پیغمبر ﷺ باب بنی شیبہ سے اندر تشریف لائے اور ایک بوڑھے شخص کو اس طرح بغل میں لے رکھا تھا جس طرح شفقت سے بچوں کو بغل میں لیتے ہیں۔ میں دوڑ کر آپ ﷺ کے سامنے گیا اور آپ کے پاؤں مبارک کی پشت پر بوسہ دیا اور میں اس تعجب میں تھا کہ یہ بوڑھے بزرگ کون ہیں؟ کہ آنحضرت ﷺ معجزہ کے طور پر میرے باطن اور میری سوچ پر مطلع ہو گئے اور مجھ سے فرمایا کہ یہ تمہارے ملک کے مسلمانوں کے امام ابو حنیفہ ہیں۔ مجھے اور میرے ہم وطنوں کو اس خواب میں اپنے امام کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلو میں دیکھ کر بڑی امید ہوئی اور اسی خواب سے مجھ پر یہ بھی واضح ہوا کہ ہمارے امام ان بلند مرتبہ لوگوں میں سے ہیں جو اوصاف طبع سے فانی اور احکام شریعت سے بلی اور شریعت کے ساتھ قائم ہیں اس لئے کہ اوصاف طبع سے آپ کو نکال کر لے جانے والے خود پیغمبر ﷺ ہی ہیں۔

اس سے قبل لکھتے ہیں ایک رات آپ (امام صاحب رحمہ اللہ) نے خواب دیکھا کہ آپ پیغمبر پاک ﷺ کی مبارک ہڈیوں کو آپ کی قبر منور میں اکٹھا کر رہے ہیں اور

ان سے بعض کو بعض سے چن رہے ہیں۔ آپ اس خواب کی ہیبت سے بیدار ہوئے اور امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کے اصحاب میں سے ایک کے پاس جا کر اس خواب کی تعبیر دریافت کی۔ انہوں نے تعبیر بیان کی کہ آپ پیغمبر ﷺ کے علوم نبوت اور آپ ﷺ کی سنت کی حفاظت میں بڑے بلند مرتبہ و مقام پر پہنچیں گے اور اس میں پوری مہارت حاصل کر کے صحیح احادیث کو ضعیف احادیث سے جدا کریں گے..... آپ نے پھر دوبارہ خواب میں پیغمبر ﷺ کی زیارت کی کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں اے ابو حنیفہ! اللہ تعالیٰ نے تمہاری زندگی کو میری سنت کے زندہ کرنے کے لئے بنایا ہے (کشف المحجوب ص ۱۳۱) گویا دوسرے خواب میں پہلے خواب کی تعبیر خود حضرت ﷺ نے ارشاد فرمادی۔ ان مبشرات سے یہ بھی پتہ چلا کہ اس ملک کے امام، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہی ہیں۔ چنانچہ حضرت داتا صاحب رحمہ اللہ کی محنت سے جو اسلام ہند میں پھیلا وہ حنفی طریقہ ہی ہے اور اس وقت سے انگریز کی آمد تک لاہور اور باقی ہندوستان میں صرف حنفی مساجد کا ذکر ہی ملتا ہے۔ انگریز کے دور میں لاہور میں غیر مقلدین کی پہلی مسجد چینیا نوالی بنی۔ اس سے پہلے اس فرقے کے نام و نشان کا کوئی پتہ نہیں ملتا۔

(۲) ..... ”اور علم حدیث کی حرص رکھتا تھا مشائخ سے حدیث سنتا اور استفسار کیا کرتا تھا پس اکثر احادیث کو اس نے شافعی مذہب کے مطابق پایا۔“ یہ ایک بے سند بات ہے تھوڑی سی وضاحت حدیث شریف سے عرض کرتا ہوں.... بخاری و مسلم میں حدیث ہے آنحضرت ﷺ نے ایک لشکر بنو قریظہ کی طرف روانہ فرمایا اور بڑی تاکید سے فرمایا کہ عصر کی نماز ہرگز نہ پڑھنا مگر بنی قریظہ کے راستے میں جب عصر کا وقت ہو گیا تو ان صحابہؓ میں اختلاف ہو گیا۔ ایک گروہ کہتا تھا کہ جب قرآن میں کلیہ قاعدہ آگیا ہے کہ بے شک نماز اپنے وقت پر فرض ہے اس لئے ہمیں نماز راستے میں پڑھ لینی چاہئے۔ حدیث کا مطلب یہ تھا کہ تم عصر تک بنو قریظہ پہنچ جانا اب ہم نہیں پہنچ سکتے تو نماز کیوں قضا کریں چنانچہ انہوں نے راستے میں نماز ادا کر لی۔ دوسرے فریق نے کہا کہ کلیہ برحق ہے مگر



آج کی نماز کو آپ ﷺ نے اس کلیہ سے مستثنیٰ فرمادیا ہے چنانچہ انہوں نے نماز قضاء کر کے پڑھی۔ جب آنحضرت ﷺ نے یہ سنا تو کسی فریق پر بھی ناراض نہ ہوئے۔ تقریباً یہی فرق امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ میں ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کلیات کی حفاظت فرماتے ہیں اور جزئیات کی تاویل فرمالتے ہیں جیسا پہلے گروہ نے کیا۔ امام شافعی رحمہ اللہ دوسرے گروہ کی طرح جزئیہ کو برقرار رکھتے ہیں اور کلیہ سے مستثنیٰ کر لیتے ہیں اس لئے جہاں امام شافعی رحمہ اللہ کے پاس حدیث کا جزئیہ ہوتا ہے امام صاحب کے پاس قرآن پاک کا کلیہ ہوتا ہے۔ کسی کے پاس بھی قرآن یا حدیث کے خلاف اپنی رائے نہیں ہوتی۔ چنانچہ حافظ ابن حجر شوافع میں حدیث وفقہ کے وسیع انظر عالم ہیں۔ وہ خود اپنی کتاب المجمع الموسس میں لکھتے ہیں: میں اکثر خفیوں سے کہتا رہتا کہ میری خواہش ہے کاش میں تمہارے مذہب پر ہوتا؟ انہوں نے کہا کیوں؟ میں کہتا کہ آپ کے مذاہب میں فروع اصولوں پر مبنی ہیں“ (ذیل تذکرہ ص ۳۲۸) یہ حافظ رحمہ اللہ کے مطالعہ کا نچوڑ ہے اور حافظ کے امام بھی یہی فرمایا کرتے تھے کہ سب لوگ فقہ میں امام صاحب کے عیال ہیں۔ پھر اس نے پڑھا۔

(۳)..... ”پس اس نے فقہاء کو جمع کیا اور ان سے ایک مذہب کے دوسرے مذہب پر ترجیح کا مطالعہ کیا تو اس بات پر سب کا اتفاق ہوا کہ دونوں مذاہب کے موافق دو دو رکعت نماز پڑھنی چاہئے پس اس نماز میں نظرو فکر کر کے جو مذہب اچھا معلوم ہو اس کو اختیار کرنا چاہئے“..... اس بے سند قہ سے بھی یہی معلوم ہوا کہ دین فقہاء سے سیکھنا چاہئے اسی لئے فقہاء کو اکٹھا کیا گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سلطان اور تمام فقہاء حنفی شافعی اختلاف کو رائج مرجوح کا اختلاف مانتے تھے اس لئے وہ ترجیح کے طالب تھے وہ غیر مقلدوں کی طرح اس کو حق و باطل کا اختلاف نہیں سمجھتے تھے۔

(۴)..... ”پس قفل مروزی نے نماز پڑھنا شروع کی۔“ قفل مروزی کی تاریخ وفات میں سخت اختلاف ہے۔ امام مسعود بن شبیہ نے تین قول نقل فرمائے ہیں: (۱) ۳۶۹ھ، یہ



سلطان محمود کی پیدائش کا سال ہے۔ (۲) ۷۳۷ھ، اس وقت محمود کی عمر دو سال ہوگی۔ (۳) ۷۴۱ھ، اس وقت عمر ۴۸ سال کی ہوگی مگر یہ قول بالکل غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ تاریخوں میں وفات کے سال میں ایک دو سال کا فرق تو ہوتا ہے نصف صدی کا فرق کبھی نہیں ہو سکتا پہلے دو قول یقیناً اس قصہ کے جعلی بناوٹی اور جھوٹا ہونے کی دلیل ہیں۔ تیسرا قول محض اس جھوٹ کو بیساکھی دینے کے لئے گھڑا گیا ہے۔ یہ جعلی قصہ کبھی حنفی کتب میں تو ہے ہی نہیں اور کسی شافعی کتب میں اس کی کوئی صحیح سند نہیں۔ (۸۰۸ھ) تقریباً قتل سے ساڑھے چار سو سال بعد کا ہے اس نے بھی بے سند لکھا ہے اور مغیث الخلق میں بھی رُوی مہول کا صیغہ ہے۔

(۵) ..... ”پہلے اس نے شافعی نماز پڑھی جس کے ارکان بینات، سنتیں، فرض اور آداب کو بوجہ کمال ادا کیا۔“ اس سے معلوم ہوا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں بلکہ فقہ علی مذاہب اربعہ دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ چاروں مذاہب کا اتفاق اور اجماع ہے کہ افعال نماز اور اذکار نماز میں درجہ بندی ہے، بعض فرائض ہیں بعض سنتیں، بعض آداب، بعض ہیئات وغیرہ۔ اس کو مثال سے یوں سمجھیں کہ انسانی جسم بہ تمام و کمال اللہ نے ہی پیدا فرمایا ہے مگر اس کے اعضاء میں درجہ بندی ہے۔ مثلاً دل، دماغ بھی اعضاء ہیں ان کے نکال دینے سے انسان زندہ ہی نہیں رہ سکتا، اسی طرح نماز کا کوئی فرض رہ جائے تو سرے سے نماز کا وجود ہی نہیں ہوتا اور اگر ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا ناک کاٹ دی جائے تو وجود تو ہے، زندہ بھی ہے لیکن یہ آدمی ناقص ہے۔ یہی مثال اس نماز کی ہے جس میں واجبات ترک کر دیئے جائیں لیکن ہاتھ ہے، ٹانگ ہے مگر لولا لنگڑا ہے۔ یہ مثال اس نماز کی ہے جس میں سنتیں چھوڑ دی جائیں اور بعض چیزیں مستحب ہوتی ہیں ان کا وجود نماز سے تعلق نہیں ہوتا البتہ نماز خوبصورت بن جاتی ہے جیسے زیب و زینت، .... اس درجہ بندی پر اہل سنت کا اجماع ہے لیکن طالب زیدی اس اجماع کا منکر ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے: ”سب سے بڑی خرابی جس نے نماز جیسی اہم عبادت

کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا وہ نماز کے افعال کی تقسیم تھی کہ کون سا فعل فرض ہے، کون سا واجب، کون سا سنت اور کون سا مستحب۔ لوگوں نے سستی سے فرض فعل کو ادا کیا اور باقی افعال سے چھٹی کی کیونکہ بقول نام نہاد فقیہوں کے نماز فرض افعال کے ادا کرنے سے ہو جاتی ہے۔ (التحقیق ص ۲۰۹) زیدی نے اجماع کا انکار بھی کر دیا حالانکہ اجماع کا منکر بنص کتاب و سنت و دوزخی ہے اور فقہاء کرام پر جھوٹ بھی بول دیا۔ یہ بے چارہ تعلیم الاسلام بھی پڑھ لیتا تو جانتا کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ واجب کو بلا عذر چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہوتا ہے (ص ۱۱۲) اور ترک واجب سے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوتی ہے اور سنتوں کے بارہ میں لکھا ہے: سنتوں کو بغیر عذر چھوڑنا دینا گناہ ہے اور چھوڑنے کی عادت کر لینا سخت گناہ ہے (ص ۱۱۳) اور مستحب کے چھوڑنے میں ثواب نہیں ملتا اگرچہ عذاب نہ ہو (ص ۱۱۳)

دیکھو ایک آدمی کو لاکھ روپیہ انعام ملے تو جس کو نہ ملے اس کو اگرچہ سزا بھی ملے مگر انعام نہ ملنے کی حسرت تو ہوگی۔ کس فقیہ نے کہا ہے کہ نماز میں سنن اور مستحبات کو چھوڑ دیا کرو بلکہ ہم تو بچپن سے سمجھاتے ہیں کہ نفل بھی نہ چھوڑنا ورنہ سنتوں میں سستی ہوگی اس لئے آپ مساجد میں دیکھتے ہیں کہ لوگ فرض اور سنتوں کے ساتھ نفل بھی پڑھتے ہیں کسی مسجد میں ہمارے لوگوں کو دیکھا کہ صرف فرض پڑھ کر بھاگ جاتے ہیں؟ سنتوں کو چھوڑنے کا سبق تو آپ کے ہاں ملتا ہے دیکھئے مولوی ثناء اللہ صاحب سے سوال ہوا کہ کوئی شخص فرض نماز ادا کرے اور سنت موکدہ یا غیر موکدہ ترک کر دے تو خدا کے پاس اس ترک سنت کا کیا مواخذہ ہوگا؟ وہ فرماتے ہیں سنتوں کی وضع رفع درجات کے لئے ہے، ترک سنت سے رفع درجات میں کمی رہتی ہے مواخذہ نہیں ہوگا انشاء اللہ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱/ ص ۶۲) مفتی عبدالستار امیر جماعت غریاء اہل حدیث لکھتے ہیں: نوافل اور سنن صلوٰۃ کے ترک پر گناہ نہیں (فتاویٰ ستاریہ ج ۳/ ص ۳۵) نواب صدیق حسن فرماتے ہیں سنت کی مخالفت بلا کراہت جائز ہے۔

زیدی صاحب بخاری کے حوالہ سے حضرت انسؓ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں آج کل اسلام کی کوئی ایسی چیز نہیں دیکھتا جو نبی کریم ﷺ کے عہد کے مطابق ہو۔ ان سے کہا گیا نماز؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ کیا تم نے نماز میں تبدیلیاں نہیں کیں.....؟ اور پھر طبقات ابن سعد کے حوالے سے لکھتا ہے کہ حضرت انسؓ کہتے ہیں میں اسلام کی نبی کے عہد کے مطابق کوئی چیز نہیں پاتا سوائے کلمہ کے (التحقیق ص ۲۰۶) حضرت انسؓ کا وصال ۹۰ھ میں ہے۔ گویا طالب زیدی کے نزدیک ۹۰ھ سے پہلے ہی کلمہ کے سوا سارا اسلام مٹ گیا تھا اور اس میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ یا حنفیوں کا کوئی ہاتھ نہ تھا۔ طالب زیدی کے ہاں نماز کی خرابی مکہ مکرمہ سے شروع ہوئی۔ لکھتا ہے: افعال صلوٰۃ کی تقسیم کرنے والوں کے ہاں تکبیر تحریمہ کی طرح تکبیرات انتقال جبراً ضروری نہیں تو انہوں نے وہ بھی چھوڑ دیں۔ پھر عکرمہؓ وابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے۔ (ص ۲۸) اور لکھتا ہے کہ میمونؓ کی نے ابن عباسؓ کے پاس جا کر کہا میں نے ابن زبیرؓ کو (رفع یدین کر کے) ایسی نماز پڑھتے دیکھا ہے کہ کسی نے ایسی نماز ادا نہیں کی (ص ۲۸۳) یاد رہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا وصال ۶۸ھ میں ہوا۔ طالب زیدی کی تحقیق کے مطابق ۶۸ھ سے پہلے مکہ والے رفع یدین بھی چھوڑ چکے تھے اور تکبیرات انتقال بھی اور حضرت انسؓ نے جو اسلام بدلنے کی بات کی ہے وہ غیلان بصری سے کی ہے گویا بصرہ میں ۹۰ھ سے پہلے ہی اسلام مٹ گیا تھا اور ص ۲۳ پر ابو داؤد کے حوالے سے امام حسن بصری رحمہ اللہ (۱۱۰ھ) کا قول نقل کیا ہے کہ لوگ رفع یدین چھوڑ چکے تھے اور مدینہ منورہ میں امام مالک رحمہ اللہ پیدائش (۱۱۰ھ) فرماتے ہیں کہ میں پہلی تکبیر کے بعد کسی جگہ رفع یدین کرنے والے کو پہچانتا تک نہیں۔ (المدونہ) اور کوفہ میں امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ (۱۱۰ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے رفع یدین کسی کو کرتے دیکھا نہ سنا۔

(۶) ..... ”اس کے بعد قفل نے خفی نماز پڑھی۔“ یہ بھی اس قصہ کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہے کیونکہ جب شافعی نماز شافعی نے پڑھی تھی تو خفی نماز خفی کو پڑھ کر اسی طرح پورے فرائض، واجبات، سنن، مستحبات، آداب کے ساتھ پڑھ کر دکھائی چاہئے تھی۔ یہ تو انصاف اور عقل کے خلاف ہے کہ فقہاء کا اتنا بڑا مجمع ہو اور خفی نماز کا مذاق اڑانے کے لئے شافعی کو کھڑا کیا جائے۔

(۷) ..... ”کتے کی دباغت کی ہوئی کھل پہن لی۔“ امام صاحب یا کسی خفی نے آج تک کتے کی کھل پہن کر نماز نہیں پڑھی۔ یہ احتلاف کے صدیوں کے متواتر عمل کے خلاف ہے۔ ہاں اگر اس کا مقصد یہ ہے کہ فقہ خفی میں یہ کیوں لکھا ہے کہ کتے کی کھل دباغت سے پاک ہو جاتی ہے، تو یہ قفل نے فقہ کا مذاق نہیں اڑایا بلکہ حدیث کا مذاق اڑایا ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے خود فرمایا کہ جب کچے چمڑے کو رنگ دیا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے (مسلم ج ۱/ ص ۱۵۹ عن ابن عباس و نسائی ج ۲/ ص ۱۹۰ از ابن عباس) عائشہ و سلمہ بن المحبق (طالب زیدی بھی اس صحیح حدیث کے انکار بلکہ استہزاء میں ان کا شریک بن گیا۔

طالب زیدی صاحب! اگر پاک کہہ دینے سے یہ نقشہ مٹانا ضروری ہے تو آپ کے ہاں تو منی، خون، خمر، خنزیر پاک ہے۔ (نزل الابرار) تو کیا آپ خنزیر اٹھا کر اور بلی چیزوں سے جسم و کپڑوں کو لت پت کر کے جلسہ عام میں اپنی نماز کا نقشہ پیش کریں گے؟ زیدی صاحب! آنحضرت ﷺ کا کتنا پیارا ارشاد ہے اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔ زیدی صاحب! آپ تو دباغت شدہ کھل پر ناراض ہیں۔ آپ کے مذہب میں تو کتے کے علاوہ خنزیر کی کھل بھی دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ کتے کی کھل کا ڈول اور مصلیٰ مٹانا بھی جائز ہے، کتے کو اٹھا کر نماز پڑھنا بھی جائز ہے (نزل الابرار ج ۱/ ص ۳۰) اور کتے کا لعاب اور صحیح قول کے مطابق چوٹاب اور پاخانہ بھی پاک ہے۔ (نزل الابرار ج ۱/ ص ۴۹) زیدی صاحب! اسلامی حکومتوں میں آپ کے فرقہ کا وجود نہ تھا

ورنہ آپ ہوتے تو قفال تو کھال اوڑھ کر کھڑا ہوا تھا۔ آپ کتے کی کھال کا مصلیٰ بچھا کر کتے کی کھال کے ڈول سے پانی پی کر، کتے کو اٹھا کر نماز پڑھتے کہ کتے کا پاخانہ، پیشاب اور لعاب بھی بہہ رہا ہوتا تو قفال تو یقیناً آپ کی نماز پر عاشق ہو جاتا کیونکہ وہ تو بے چارہ حنفی شافعی نماز کا نقشہ کھینچ رہا تھا اور آپ کے ہاں یہ نبوی نماز ہے۔

(۸)..... ”اور اس کو چوتھائی سے آلودہ کر لیا۔“ اسی سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قصہ جھوٹا ہے کیونکہ یہ حنفی مذہب کا مسئلہ نہیں ہے۔ پہلے مسئلہ سن لیں۔ اگر نجاست خفیفہ کپڑے یا بدن میں لگ جائے (نہ کہ خود لگائے) تو جس حصہ میں لگی ہوئی ہے اگر اس کے چوتھائی سے کم ہو تو معاف ہے اور اگر پورا چوتھائی یا اس سے زیادہ ہو تو معاف نہیں یعنی اگر آستین میں لگی ہو تو آستین کی چوتھائی سے کم ہو، اگر دوپٹہ میں لگی ہے تو اس کی چوتھائی سے کم ہو تب معاف ہے، اسی طرح اگر نجاست خفیفہ ہاتھ میں بھری ہے تو ہاتھ کی چوتھائی سے کم ہو تب معاف ہے، اسی طرح اگر ٹانگ میں لگ جائے تو اس کی چوتھائی سے کم ہو تب معاف ہے۔ غرضیکہ جس عضو میں لگی ہو اس کی چوتھائی سے کم ہو اور اگر پوری چوتھائی ہو تو معاف نہیں اس کا دھونا واجب ہے یعنی بے دھوئے ہوئے نماز درست نہیں۔ (بہشتی زیور ج ۲/ ص ۳) اور نجاست خفیفہ چوتھائی کپڑے سے کم لگی ہو تو نماز ہو جائے گی لیکن مکروہ ہوگی۔ (تعلیم الاسلام ص ۱۰۹) اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ قفال نے جو پوری کھال کی چوتھائی پر اگر نجاست خفیفہ بھی لگائی تو احناف کے ہاں نماز نہیں ہوتی۔ اسی لئے اس زمانے کے فقہاء نے بھی اس کا انکار کیا کہ یہ ہرگز حنفی نماز نہیں..... ہاں ایک اور بات بھی یاد رہے کہ جو چیز ہمارے ہاں نجاست خفیفہ ہے وہ آپ کے ہاں نہ صرف پاک بلکہ حلال بھی ہے۔ مثلاً حلال جانوروں کا پیشاب ہمارے ہاں نجاست خفیفہ ہے اور آپ کے ہاں پاک بھی ہے اور بوقت ضرورت اس کا پینا بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ، فتاویٰ ستاریہ) اگر آپ قفال کے زمانہ میں ہوتے تو آپ ایک کلو گھوڑے کا پیشاب پی کر، گائے کے پیشاب سے غسل کر کے، بھینس کے پیشاب سے

کپڑے دھو کر اور اونٹ کے پیشاب سے جائے نماز دھو کر مقابلہ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے اور ساتھ ہی نعرہ لگاتے: نہ خفیہ نہ شافعیہ..... محمدیہ محمدیہ۔

ان حضرات کی کتابوں کے مطالعہ سے یقین ہوتا ہے کہ اس مذہب کی بنیاد کتاب و سنت پر نہیں بلکہ احناف سے ضد پر ہے۔

(الف) فقہ حنفی میں ہے کہ نمازی کے بدن کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے۔ (تعلیم الاسلام ص ۴۴) تو انہوں نے کہا کہ فقہ محمدی یہ ہے کہ پس مصلیٰ بانبجاست بدن آثم ست نمازش باطل نیست۔ (بدور الابلہ ص ۳۸) یعنی گندے بدن سے نماز پڑھنے سے گناہ تو ہو گا لیکن نماز صحیح ہو جائے گی۔ یاد رہے ان کی نجاست اور گندگی صرف انسان کا پیشاب، پاخانہ اور حیض و نفاس کا خون ہے۔

(ب) فقہ حنفی میں نمازی کے کپڑوں کا پاک ہونا شرط ہے تو انہوں نے کہا فقہ محمدی یہ ہے کہ ہر کہ درجامہ ناپاک نماز گزارد نمازش صحیح باشد۔ (عرف الجادی ص ۲۲) یعنی جو ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھے (جو مندرجہ بالا نجاستوں سے لت پت ہوں) تو نماز صحیح ہوگی۔

(ج) فقہ حنفی میں نماز کی جگہ کا پاک ہونا شرط ہے یہ کہتے ہیں کہ فقہ محمدی یہ ہے کہ طہارت واجب ست نہ شرط صحت نماز (عرف الجادی ص ۲۱) نماز کی جگہ کا پاک ہونا ضروری تو ہے لیکن نماز کے صحیح ہونے کی شرط نہیں۔ نماز گندگی پر کھڑے ہو کر بھی ہو جائے گی۔

(د) فقہ حنفی میں ستر چھپانا نماز کی شرط ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ فقہ محمدی یہ ہے کہ: ہر کہ در نماز عورتش نمایاں شد نمازش صحیح باشد۔ (عرف الجادی ص ۲۲) یعنی نماز میں جس کی شرمگاہ نکلی رہے اس کی نماز صحیح ہے۔

(س) فقہ حنفی میں نماز وقت سے پہلے پڑھنا درست نہیں لیکن ان کی فقہ محمدی یہ ہے کہ عصر کے وقت فٹ بال کھیلنا ہو تو عصر کی نماز ظہر کے ساتھ پڑھ لو۔ (فتاویٰ ثنائیہ

ج ۱/ ص ۳۳۱)۔ حیرانی ہے کہ اس نماز کو کبھی محمدی نماز کہا جاتا ہے اور کبھی کئے دینے کی نماز کا نام دیا جاتا ہے۔

(۹)۔ ”اور نیز کجگور سے وضو کیا“۔ اہل عرب نمکین پانی کی نمکینی کو دور کرنے کے لئے اس میں کچھ کجگوریں ڈال دیتے تھے۔ کجگوریں بھی ثابت رہتی تھیں اور پانی میں کچھ مٹھاس آجاتی تھی ایسے نیز سے وضو جائز ہے۔ جب اور پانی نہ ہو تو اس پر اعتراض فقہ حنفی پر اعتراض نہیں بلکہ نبی پاک ﷺ پر اعتراض ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے تقریباً چودہ طرق سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تمرۃ طیبۃ و ماء طہور۔ کجگور بھی پاک ہے اور پانی بھی پاک ہے۔ (عبدالرزاق ج ۱/ ص ۹۷، ابن ابی شیبہ ج ۱/ ص ۲۵، احمد ج ۱/ ص ۲۰۴، ابوداؤد ج ۱/ ص ۳، ترمذی ج ۱/ ص ۳۳ اور ابن ماجہ ص ۳۱ پر یہ حدیث ابن عباسؓ سے ہے) آپ ﷺ نے خود اس نیز سے وضو فرمایا۔ اسی طرح حضرت علیؓ فرماتے ہیں: لایزى باسا بالوضوء بالنبیذ (ابن ابی شیبہ ج ۱/ ص ۲۶) ”نیز“ سے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور حضرت عکرمہؓ بھی فرماتے تھے کہ پانی نہ ملے تو ”نیز“ سے وضو کر لے۔ اخر جہ ابو یعلیٰ و رجالہ ثقات۔ (مجمع الزوائد ج ۱/ ص ۲۱۵) نبی پاک ﷺ کی حدیث اور خلیفہ راشد حضرت علیؓ کے فتویٰ کا انکار محض قیاس سے کر رہے ہیں جبکہ امام نے قیاس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کیا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ بھی اس کے قائل تھے۔ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لا نکذب اللہ فی انفسنا امامنا فی الفقہ ابو حنیفہ و فی الحدیث سفیان فاذا اتفقا لا ابالی بمن خالفهما (میری ص ۱۳۵) یعنی خدا گواہ ہے کہ فقہ میں ہمارے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور حدیث میں: سفیان رحمہ اللہ جب کسی مسئلہ میں یہ اتفاق کر لیں تو مجھے کسی کی مخالفت کی پرواہ نہیں اور اس مسئلہ میں دونوں کا اتفاق ہے۔

ذرا اور سنئے امام بخاری رحمہ اللہ امام زہری سے نقل کرتے ہیں کہ جب کتابانی



کے برتن میں منہ ڈال دے اور پانی نہ ہو تو اس کتے کے جھوٹے والے پانی سے وضو جائز ہے۔ (بخاری ج ۱/ ص ۲۹) اور حکیم صلیق صاحب نے تو کمال کر دیا لکھتے ہیں: حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر نجاست کے گرنے سے پانی سے بدبو آنے لگے یا اس کا مزہ بگڑ جائے یا رنگ تبدیل ہو جائے یعنی تینوں وصف پلنی میں اکٹھے پائے جائیں تو وہ پانی نپاک ہو جاتا ہے (صلوۃ الرسول) اللہ کا شکر ہے کہ اس اسلامی حکومت میں اس فرقے کا وجود نہ تھا ورنہ یہ بالٹی پانی کی لے کر پہلے اس سے کتے کو پلا دیتے پھر اس میں اپنا پیشاب کر لیتے جس سے ان کے تینوں وصف نہ بدلتے اور قفل کو دکھاتے کہ یہ ہے محمدی وضو جس سے صلوۃ الرسول ادا کی جائے گی۔

(۱۰)..... ”اور بے نیت کے وضو کیا“۔ ہمارے ہاں نیت سنت ہے۔ سنت کا ترک تو گناہ ہے مگر سنت سے استہزاء کفر ہے۔ چونکہ پانی خود مطہر ہے اس لئے پاکی تو بغیر نیت کے بھی حاصل ہو جائے گی البتہ ثواب نیت سے ملے گا۔ آپ ہی فرمائیے کسی نے رفع حاجت کے بعد پانی سے استنجاء کر لیا مگر طہارت کی نیت نہیں کی پھر وضو کر کے نماز پڑھ لی تو کیا نماز دوبارہ پڑھنی پڑے گی؟ دھو بی آپ کے کپڑے دھو کر لایا۔ آپ اس سے پوچھتے ہیں کہ نیت طہارت کی تھی یا نہیں؟ ایک شخص کے زخم سے خون نکل آیا، اوپر سے بارش ہوئی، سارا خون دھل گیا تو کیا وہ پاک نہیں ہوا؟ حضرت عمرؓ کے اسلام کا واقعہ مشہور ہے۔ انہوں نے اپنی بہن سے کہا کہ جو کتب تم پڑھتی ہو مجھے بھی دو۔ ان کی بہن نے کہا کہ تم نپاک ہو اور اس کتب کو نہیں چھو سکتے مگر پاک ہو، تم اٹھو اور غسل کرو یا وضو کر لو۔ وہ اٹھے اور وضو کیا پھر کتب ہاتھ میں لی اس حدیث کو ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے اور دارقطنی نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اس کو روایت کیا ہے (الاعلاء السنن ج ۱/ ص ۳۰) یہ بات مسلم ہے کہ کافر کی نیت معتبر نہیں تو معلوم ہوا کہ وضو ہو جاتا ہے البتہ ثواب نہیں ملتا۔ اسی طرح وضو میں ترتیب بھی ہمارے ہاں سنت ہے۔ قفل نے خلاف سنت وضو کیا تو آج غیر مقلد اس پر کتنا فخر کر رہے ہیں کیونکہ یہ فرقہ بنائی



سنتوں کو مٹانے کے لئے ہے۔ ابو داؤد اور ابن ابی شیبہ ج ۱/ ص ۳۹ پر حضور ﷺ کا بے ترتیب وضو کرنا مذکور ہے۔

(۱۱) ..... ”اب قفال نے جو نماز پڑھی اس میں رفع یدین تحریمہ کے وقت بھی نہ کی نہ رکوع و سجدہ میں تسبیحات پڑھیں۔ ان سب سنتوں کو چھوڑ دیا جبکہ شافعی نماز پڑھتے وقت اس نے سنت تو کجا کوئی مستحب بھی نہیں چھوڑا۔“ قفال نے جو کیا سو کیا لیکن غیر مقلدین کی سنت دشمنی ملاحظہ ہو کہ سنتوں کے چھوڑنے پر کتنے خوش ہیں۔ پھر میں نے اس شخص کو نسائی شریف دکھائی۔ میں نے پوچھا کہ یہ فقہ کی کتاب ہے یا حدیث کی؟ اس نے کہا کہ یہ تو حدیث کی کتاب ہے اور صحاح ستہ میں شامل ہے۔ میں نے پوچھا حنفی کی لکھی ہوئی ہے یا شافعی کی؟ اس نے کہا کہ صاحب مشکوٰۃ نے تو اس کو شافعی لکھا ہے۔ میں نے کہا دیکھو اتنا بڑا محدث بھی مقلد تھا۔

امام نسائی اپنی کتاب میں یہ باب باندھتے ہیں اقل ماتجزی بہ الصلوٰۃ۔ کم از کم کتنی نماز جائز ہے۔ اس باب میں وہ مشہور حدیث لائے ہیں جو موسیٰ بن الصلوٰۃ کے نام سے مشہور ہے کہ ایک نمازی نماز ادا کرتا، آپ ﷺ فرماتے پھر پڑھو تمہاری نماز نہیں ہوئی۔ آخر اس نے عرض کیا کہ حضرت آپ مجھے نماز سکھادیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اسے نماز سکھائی۔ اس نماز میں نہ تکبیر تحریمہ کی رفع یدین ہے نہ ہاتھ باندھنا ہے نہ ثناء ہے نہ تعوذ و تسمیہ ہے نہ فاتحہ ہے نہ آمین ہے نہ تکبیرات انتقال ہیں نہ تسبیحات رکوع و سجود ہیں نہ تسمیع اور تحمید ہے نہ رکوع کی رفع یدین ہے، لیکن آخر میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو نے اتنی نماز پڑھ لی تو تیری نماز پوری ہو گئی اور جو افعال بتائے ان میں کچھ کم کیا تو نماز ناقص ہوگی (نسائی ج ۱/ ص ۱۹۴) میں نے کہا کہ دیکھئے آپ کے دین کے ارکان اربعہ جن پر ہر مسجد کو آپ نے میدان جنگ بنا رکھا ہے یعنی سینے پر ہاتھ باندھنا، فاتحہ، آمین بالجہر، رکوع کی رفع یدین، ان کا ذکر تک اس حدیث میں نہیں۔ ہاں فقہاء چونکہ تمام احادیث کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرتے ہیں

اس لئے فرماتے ہیں نماز میں جو فرائض ہیں ان میں سے اگر ایک بھی چھوٹ جائے تو نماز نہیں ہونی چاہئے قصد اچھوڑا ہو یا بھولے سے دونوں کا ایک ہی حکم ہے اور بعض چیزیں واجب ہیں کہ ان میں سے اگر کوئی چیز قصد اچھوڑ دے تو نماز نکمی اور خراب ہو جاتی ہے اور پھر سے نماز پڑھنی پڑتی ہے۔ اگر کوئی پھر نہ پڑے تو خیر تب بھی فرض سر سے اتر جائے گا لیکن بہت گناہ ہوتا ہے اور اگر بھولے سے چھوٹ جاوے تو سجدہ سو کر لینے سے نماز ہو جائے گی۔ (ہشتی زیور ج ۲/ ص ۱۸)

(۱۲) ..... ”خدائے بزرگ ترست“۔ سب خفی اللہ اکبر سے نماز شروع کرتے ہیں کیونکہ اس کے سوا کسی لفظ سے نماز شروع کرنا گناہ ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر اللہ اکبر کی بجائے اللہ اعظم، اللہ اجل کہے تو گنہگار ہوگا (ج ۱/ ص ۱۷۰) تو قتال نے تحریمہ میں لفظ اللہ اکبر چھوڑ کر احناف کی متواتر نماز کی مخالفت بھی کی اور اپنی گردن پر گناہ بھی لادا۔ دشمنانِ دین آج اس کو مبارک باد دے رہے ہیں۔ تفصیل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا: وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى اور اللہ کا نام لیا پھر نماز پڑھی۔ اس سے تو صرف اتنا ثابت ہوا کہ اللہ کے کسی نام سے بھی نماز شروع ہو جاتی ہے۔ دوسری جگہ فرمایا: وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ۔ اپنے رب کی بڑائی بیان کر۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسا نام ہو جس میں عظمت اور بڑائی کے معنی نکلتے ہوں۔ چنانچہ اللہ اجل، اللہ اعظم، اللہ اکبر ان میں یہ معنی نکلتے ہیں۔ اب حدیث میں اللہ اکبر آیا تو آیات و حدیث کو ملا کر خلاصہ یہی نکلا کہ فرضیت تو کسی با عظمت نام سے بھی ادا ہو جائے گی ہاں لفظ اللہ اکبر واجب ہے اس لئے اس کے علاوہ کسی اور نام سے شروع کرنے سے ترک واجب کا گناہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ احناف ہمیشہ لفظ اللہ اکبر سے ہی نماز شروع کرتے ہیں۔ قرآن اور حدیث دونوں کو ملا کر مطالعہ کرنے سے یہی مسئلہ سمجھ میں آتا ہے۔ غیر مقلدین نے چونکہ بالکل قرآن پاک کو چھوڑ دیا ہے اس لئے الجھنوں میں پڑے ہوئے ہیں۔

(۱۳)..... ”مُذْهَمَاتَانِ“ کا ترجمہ دو برگ ہائے سبز پڑھا۔ یہ بھی اس قصہ کے جھوٹے ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اس کا ترجمہ دو برگ گمائے سبز بالکل غلط ہے۔ وحید الہام نے بھی ترجمہ یوں کیا ہے ”نہایت سبز ہیں“۔ ہمارے ہاں مسئلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ۔ قرآن پاک سے جتنا آسانی سے پڑھ سکو پڑھ لو۔ اب جس طرح پانی کے ہر قطرے کو پانی کہتے ہیں اسی طرح قرآن کی ہر آیت کو قرآن کہتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ غیر مقلدین ایک آیت کے قرآن ہونے سے انکار کرتے ہیں یا اس کی قرات کے آسان ہونے سے انکار کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے بھی نماز سکھاتے ہوئے یہی فرمایا: ثُمَّ اقْرَأْ بِمَا تَيَسَّرُ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ۔ پھر قرآن سے جو آسان ہو پڑھ۔ اس لئے فرض قرات تو اتنی ہی ہے، البتہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ نماز نہیں ہوتی اگر فاتحہ اور کچھ زائد نہ پڑھا جائے (مسلم، نسائی، ابوداؤد، وَلَهُ شَوَاهِدٌ) تو ہم نے فاتحہ کو واجب معین اور مازاد کو واجب مخیر کہا۔ اب صرف ایک آیت پڑھے تو فرض ادا ہو جائے گا مگر دو واجبوں کے ترک کا گناہ ہو گا اور فارسی میں قرات کے قول سے امام صاحب نے رجوع فرمایا تھا۔ (دیکھئے ہدایہ ج ۱/ ص ۱۰۲) ویروی رجوعہ فی اصل المسئلة الی قولہما وعلیہ الاعتماد۔ تو قتال نے دو واجبوں کے چھوڑنے کا گناہ تو سر پر لیا تھا۔ فرض قرات بھی ادا نہ ہوا تو نماز ہی نہ ہوئی۔ آفرین ہے غیر مقلدین پر کہ سنت دشمنی سے ترقی کر کے واجب دشمنی بلکہ فرض دشمنی پر بھی اتر آئے اور اپنی تقریروں اور تحریروں میں اس پر فخر بھی کرتے ہیں۔

(۱۴)..... ”پھر بجائے سجد کے مرغ کی طرح بغیر فرق کے دو ٹھونکیں مار لیں اور تشدد پڑھا۔“ ہمارے ہاں اطمینان سے ہر رکن کو ادا کرنا واجب نماز میں سے ہے۔ (بہشتی زیور ص ۱۹) یہاں بھی ہم نے پہلے قرآن کو دیکھا تو رکوع کا حکم ملا۔ اب جھک جانے کو رکوع کہتے ہیں۔ یہ فرض درجہ ہے اس میں اطمینان کا ذکر حدیث میں ملا اس کو ہم واجب کہتے ہیں۔ ویجب الاطمینان وهو التعديل فی الارکان (مراتی

المفلاح ص ۳۵) اور اطمینان یعنی تعدیل ارکان واجب ہے۔ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا بھی تعدیل ارکان میں شامل ہے تو گویا قتل نے کئی واجبات کے ترک کا گنہ اپنی گردن پر لے لیا اور گنہ پسند فرقے نے اس پر بہت خوشی منائی۔

(۱۵)..... ”گوزار دیا اور نماز سے بغیر سلام کے نکلا۔“ یہاں بھی پہلے ہمارا مسئلہ نہیں۔ اگر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے موقع پر سلام نہیں پھیرا بلکہ جب سلام کا وقت آیا تو کسی سے بول پڑی، باتیں کرنے لگی یا اٹھ کر کہیں چلی گئی یا اور کوئی ایسا کام کیا جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ فرض تو اتر جائے گا لیکن نماز کا دہرانا واجب ہے۔ پھر سے نہ پڑھے گی تو بڑا گنہ ہو گا۔ (ہشتی زیور ج ۱۲ ص ۱۹) اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو نماز سکھائی تو تشد عبثہ ورسولہ تک سکھا کر فرمایا کہ جب تو یہ کام کر لے تو تیری نماز ادا ہو چکی اس کے بعد اگر کھڑا ہونا چاہئے تو کھڑا ہو جا اور اگر بیٹھنا چاہے تو بیٹھا رہے اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۹۸) اسی قسم کی حدیث ابوداؤد میں بھی ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب نمازی تشد کی قدر بیٹھے اور اس کے بعد اس کو حدیث ہو جائے تو اس کی نماز پوری ہو گئی۔ (سنن بیہقی) اس سے معلوم ہوا کہ تشد کے بعد نماز مکمل ہو گئی مگر دوسری طرف حدیث ہے کہ نماز سے نکلنا سلام کے ساتھ ہے تو ہم نے دونوں حدیثوں کو مانا کہ تشد تک بیٹھنے سے فرائض نماز تو پورے ہو گئے ہاں لفظ سلام فرض نہیں بلکہ واجب ہے تاکہ احادیث میں ٹکراؤ پیدا نہ ہو اس لئے قتل نے یہاں بھی ترک واجب کا بڑا گنہ سر لیا اور گنہ پسند فرقے نے اس پر عید منائی۔

”گوز“ کی عربی ضراط ہے، جیسے حدیث میں آتا ہے کہ شیطان اذان کی آواز سن کر پادتا ہوا بھاگتا ہے اور آہستہ ہوا خارج کرنے کی عربی فساء ہے۔ عام طور پر غیر مقلدین کما کرتے ہیں کہ ان کی نماز پاد پر ختم ہو جاتی ہے وہ قیامت تک لفظ ضراط یا فساء اس مسئلہ

میں ہماری کسی فقہ کی کتاب میں نہیں دکھا سکتے۔ رہ جھول ضلع سیالکوٹ میں، میں نے یہ کہا تھا اگر یہ فقہ میں دکھادیں کہ سلام کی بجائے ضراط یا فساء واجب ہے تو میں ایک لاکھ روپیہ انعام بھی دوں گا اور حنفی مذہب سے توبہ بھی کر لوں گا مگر نہ دکھا سکے اور نہ آئندہ دکھا سکیں گے انشاء اللہ۔ اس لئے میں یہی کہوں گا کہ جھوٹ بولنا کوئی دین کی خدمت نہیں اس سے توبہ ہی کر لیں۔

(۱۶) ..... ”اس پر سب احناف نے اس کا انکار کیا۔“ بالکل بجا کیا یہ نماز آج تک کسی حنفی نے نہیں پڑھی۔

(۱۷) ..... ”پھر ایک عیسائی کو بلایا گیا۔“ یہ بات بھی اس قصے کے بالکل جھوٹے ہونے کی دلیل ہے کیونکہ سلطان محمود غزنوی خود عالم تھا، اس نے کتاب بھی لکھی تھی، اس کو عیسائی سے تحقیق کرانے کی کیا ضرورت تھی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سب فقہاء نے تو اس نماز کے نماز حنفی ہونے سے انکار کیا مگر ایک مجہول عیسائی نے اس کو نماز حنفی قرار دیا۔ آج جو غیر مقلدین اس کو نماز حنفی کہتے ہیں وہ اس مجہول عیسائی کے اندھے مقلد ہیں۔ تمام فقہاء کے خلاف ایک عیسائی کی اندھی تقلید شخصی غیر مقلدین کو ہی مبارک ہو۔ اس سے اللہ اور رسول ﷺ بے شک ناراض ہو جائیں مگر انگریز کی عیسائی حکومت تو خوش ہو گئی کہ اللہ اور رسول ﷺ نے فقہاء کو ماننے کا حکم دیا تھا مگر اس فرقہ نے اللہ اور رسول ﷺ کا حکم چھوڑ کر عیسائی کی تقلید کر لی۔

(۱۸) ..... ”تو بادشاہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو چھوڑ کر امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب کو اختیار کر لیا۔“ یہ بات بالکل بے سند ہے کوئی ثبوت نہیں۔ غیر مقلدین کے ہاں تو جس طرح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید شخصی شرک ہے اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ کی تقلید شخصی بھی شرک ہے تو غیر مقلدوں کو کیوں خوشی ہوئی۔ اس خوشی سے تو ان کی اندرونی کیفیت کھل کر سامنے آگئی ان کو نفرت نہ شرک سے ہے اور نہ ہی تقلید سے بلکہ نفرت صرف اور صرف اہل سنت والجماعت احناف سے ہے اور اس واقعہ سے یہ

بھی بت واضح ہو گئی کہ سلطان محمود غزنوی کی وسیع ترین اسلامی سلطنت میں غیر مقلدین کا فرقہ تو کجا ان کا ایک فرد بھی نہیں تھا ورنہ ان کا فرض تھا کہ سلطان سے کہتے کہ آپ ایک شرک سے دوسرے شرک کی طرف چلے گئے، او غیر مقلدین جاؤ تاکہ شرک سے جان چھوٹ جائے۔ خلاصہ یہی نکلا کہ نہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس کو نماز جانتے تھے نہ حنفی اس کو مانتے ہیں چونکہ ایک عیسائی نے اس کو حنفی نماز کہہ دیا اس لئے غیر مقلدین اس کو حنفی نماز کہتے ہیں۔ ہماری نماز تو وہی ہے جس میں شرائط، ارکان، واجبات، سنن، مستحبات اور آداب مکمل طور پر ادا کئے جائیں۔



FREEDOM  
FOR GAZA

# سنت اور فقہ میں تعلق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد !  
 اللہ تعالیٰ کالاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں انسان بنایا، پھر مسلمان بنایا،  
 کیونکہ سچا دین صرف اور صرف اسلام ہے۔ پھر شکر ہے کہ ہمیں اہل سنت  
 والجماعت بننے کی توفیق عطاء فرمائی۔ کیونکہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ: ”نجات  
 پانے والے اہل سنت والجماعت ہی ہیں۔“ یہ مقدس تقریب ”سنت“ کے سلسلے  
 میں ہے۔ جامعہ خیر المدارس جو دنیا کی عظیم دینی درس گاہ ہے، جیسا کہ مہتمم  
 صاحب نے بتایا کہ چودہ (۱۴) ملکوں کے طلباء اس میں پڑھ رہے ہیں۔ جیسا کہ  
 حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ یہاں جتنے بھی موجود ہیں یا تو عالم ہیں یا متعلم  
 ہیں، یا ان کی سننے والے ہیں اور یا ان سے محبت کرنے والے ہیں۔

سنت کسے کہتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب (قرآن پاک) جو قیامت تک واجب العمل ہے  
 اس پر نبی کریم ﷺ نے جس طرح عمل کر کے دکھایا، آپ ﷺ کے اس عملی  
 نمونہ کو سنت کہتے ہیں۔ ہمارا اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہی ہے کہ یہ قرآن  
 پاک لفظی قرآن ہے اور رسول پاک ﷺ اسی قرآن پاک کی چلتی پھرتی تصویر  
 تھے۔ آپ ﷺ کی عبادت، عادت، جماد اور صلح اسی قرآن پاک کی تفسیر تھی اور

آپ ﷺ کی مقدس زندگی کو محفوظ کر لیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ اہل سنت وہ ہیں جو کتاب اللہ پر اسی طرح عمل کرنے والے ہیں جس طرح نبی کریم ﷺ نے عمل کر کے دکھایا اور عملی نمونہ پیش فرمایا۔

### سنت کی بنیاد :

ایک صحابیؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آپ بار بار ہمیں سنت پر عمل کی تاکید فرماتے ہیں۔ تو سنت کی بنیاد کیا ہے؟ فرمایا: ”سنت یہ ہے کہ سینہ کینہ سے پاک ہو۔“ الحمد للہ مذہب اہل سنت والجماعت میں جہاں اور ہزاروں خوبیاں ہیں ان میں سب سے بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ ان کا سینہ کینہ سے پاک ہے۔ اس کے ارد گرد آپ نظر دوڑائیں گے تو معلوم ہو گا کہ کسی مذہب کی بنیاد صحابہؓ سے کینہ پر ہے، کسی کی بنیاد اہل بیتؓ سے کینہ پر ہے، کسی کی بنیاد محدثین سے کینہ پر ہے، کسی کی بنیاد فقہاء اور اولیاء اللہ سے کینہ پر ہے اور کسی بے بنیاد کی بنیاد بنیاد پرستوں سے کینہ پر ہے۔

الحمد للہ ہمارا مسلک تو محبت و پیار کا مسلک ہے۔ ہم بھی دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کے دلوں کو کینہ سے پاک کر دے (آمین)۔ اہل سنت والجماعت یہی کہتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ آپ کے صحابہؓ اور اہل بیتؓ کے درمیان محبت و بہارسی کا تعلق تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس جہان میں عجیب انتظام رکھا کہ سیدنا علیؓ کو چوتھے نمبر پر خلافت عطا فرمائی گئی۔ ان سے پہلے تینوں خلفاء راشدینؓ دنیا سے تشریف لے جا چکے تھے۔ اب جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ اور پہلے تینوں خلفاءؓ میں اختلافات تھے تو ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ سیدنا علیؓ نے اپنے دور خلافت میں حضرت ابوبکرؓ کی کتنی غلطیاں بیان فرمائیں؟ کیا کہیں ان کے احکام کو تبدیل فرمایا؟ ان کا چوتھے نمبر پر آنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپؓ



تو ان کے کاموں پر مہر تصدیق لگانے کے لئے آئے تھے۔ اس لئے اب حضرت علیؑ کو وہ شخص مانتا ہے جو پہلے تینوں خلفاء کو سچا سمجھے اور جو ان میں اختلاف بیان کرے تو گویا وہ اپنے آپ کو (معاذ اللہ) حضرت علیؑ سے بڑا عالم بنانا چاہتا ہے۔ اسی طریقہ سے بعض لوگوں کی طرف سے یہ پروپیگنڈہ ہوا کہ حضرات محدثین اور فقہاء کرام رحمہم اللہ میں اختلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی یہی انداز رکھا کہ ائمہ مذاہب پہلے گزرے ہیں اور ”اصحاب صحاح ستہ“ بعد میں ہوئے ہیں۔ سب سے پہلے امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور پھر ان کے شاگرد امام مالک رحمہ اللہ، پھر ان کے شاگرد امام شافعی رحمہ اللہ، پھر ان کے شاگرد احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور پھر ان کے شاگرد ”اصحاب صحاح ستہ“ ہوئے ہیں، رحمہم اللہ۔

اب اگر چاروں مذاہب میں ان کی تقلید اور تابعداری غلط تھی (تو جیسے حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے آخری باب باندھا ہے: الرد علی الجہمۃ اور یہ جہمیہ تو چند گنے پنے لوگ تھے۔ پوری دنیا حنفیوں اور شافعیوں سے بھری ہوئی ہے) تو محدثین کم از کم ان کے خلاف کبھی تو کوئی باب باندھ جاتے کہ الرد علی الحنفیۃ الرد علی الشافعیۃ..... لیکن جب محدثین حضرات نے یہ باب نہیں باندھے بلکہ اپنی کتابوں میں فقہ کی تعریف والی احادیث لے آئے تو اب معلوم ہوا کہ جو لوگ فقہ کی مخالفت کرتے ہیں وہ محدثین کا نام اسی طرح استعمال کرتے ہیں جیسے رافضی اہل بیت کا نام استعمال کرتے ہیں۔ ان حضرات میں تو پیار و محبت، اتفاق و اتحاد کا تعلق تھا۔ اس لئے اہل سنت والجماعت کا پیغام ہی یہی ہے کہ جنہوں نے ہم تک دین پہنچایا ہے وہ بھی یہی سمجھے تھے کہ وہ آپس میں پیار و محبت کرتے تھے۔ اور ہمیں بھی پیار و محبت ہی کا درس دے گئے۔

کیا بات ہے؟ اہلرز استقام کیا بات ہے؟ (اہلرز خصہ) کیا بات ہے؟ اہلرز تعریف ادیکھئے میں نے ایک فخرہ بغیر کسی کی بیشی کے تین دفعہ بولا ہے۔ پہلی دفعہ میرا لہجہ سہالہ تھا۔ بعض دوستوں نے پیچھے دیکھا کہ نہ مطوم کیا بات ہوئی ہے۔ دوسری دفعہ خصہ والا لہجہ تھا کہ شاید میں کسی کو ڈانٹ رہا ہوں۔ تیسری مرتبہ پیار و محبت کے ساتھ ہی فخرہ میں نے بولا کہ کیا بات ہے! اب اگر یہ فخرہ آپ کاغذ پر لکھ کر کسی ایسے آدمی کو دے دیں جس نے میرا لب و لہجہ نہیں سنا تو وہ اس سے کچھ بھی نہیں سمجھے گا۔ تو مطوم ہوا کہ صرف الفاظ کافی نہیں بلکہ لب و لہجہ بھی ضروری ہے۔

ان ہی دو جماعتوں (فقہاء و محدثین) نے دین کی خدمت کی ہے۔ محدثین حضرات الفاظ شناس رسول ﷺ ہیں اور مجتہدین کی رسائی دل و دماغ رسول ﷺ تک ہے۔ تو اسی لئے مجتہدین بھی ہمارے سرکاتج ہیں اور محدثین بھی ہماری آنکھوں کی لٹیکہ ہیں۔ ان دونوں کو ماننے سے ہی دین صحیح سمجھا جاسکتا ہے لیکن آج قرب قیامت ہے۔ ہر آدمی اپنے آپ کو دین کا ٹیکیدار بنانا چاہتا ہے۔

**ایک سکھ کا واقعہ :**

ایک سکھ اٹکینڈ چلا گیا۔ بھوک لگی۔ انگریزی پڑھا تو تھا نہیں 'ڈسٹری اپنے ساتھ لے کر ہوٹل میں گیا۔ اس کو زبان کا گوشت چاہئے تھا۔ ڈسٹری کھولی تو کہتا ہے: "A plate of languages" (کہ ایک پلیٹ زبانوں کی) چونکہ اس زبان کو جو منہ میں ہے انگریزی میں "Tongue" کہتے ہیں اور ایک وہ جو زبان میں انگریزی ہے 'پشتو ہے' پنجابی ہے' عربی ہے اور اردو ہے' ان کو "Languages" کہتے ہیں۔ اب سکھ صاحب اپنی طرف سے پھول رہا ہے کہ میں بڑا انگریزی دان ہوں کہ "A plate of languages" اب وہ انگریزی

والے سوچیں کہ بھائی کہاں سے لاکر رکھیں ایسی ڈش کہ جس میں تھوڑی سی پشتو ہو، تھوڑی سی پنجابی ہو، تھوڑی سی انگریزی اور تھوڑی سی عربی ہو۔ یہ یہ قوف کہاں سے آگیا ہے۔ کوئی دوسرا سکھ بیٹھا تھا۔ اس سے ہو ٹل والوں نے پوچھا کہ یہ کیا کتا ہے؟ اس نے کہا اسے زبان کا گوشت چاہئے۔ وہ اسے دے دی۔ جب کھالی اب ذرا چٹخارہ لگا۔ ایک پلیٹ کی اور ضرورت تھی تو پھر ڈکٹری کھولی، لفظ ”اور“ کی انگریزی تھی ”And“ (اینڈ) تو کتا ہے ”One plate and“ اب پھر وہ بچارے پریشان ہو گئے کہ یہ مصیبت کہاں سے آگئی ہے۔ بہر حال لے آئے، پیٹ بھر گیا۔ اب پھل دیکھا کہ چاروں طرف ”آلو بخارا“ تھا۔ پھر لغت کھولی۔ اب بخار کے لفظ کا معنی لکھا تھا: ”Fever“ اور آلو کا ملا ”Potato“ تو کتا ہے ”A plate of potato fever“ اب جو لوگ اسلام کو اللہ کے نبی ﷺ کی سنت کی بجائے صرف لغت کی کتاب سے حل کرنا چاہتے ہیں ایسے سکھوں سے ہمارا واسطہ پڑ گیا ہے۔ دعا کرو اللہ تعالیٰ ایسے سکھوں سے اپنے دین کی حفاظت فرمائے۔

آج سنت کے بارے میں جو وساوس پیدا کئے جا رہے ہیں کہ کوئی کتا ہے کہ یہ حدیثیں قرآن کے خلاف ہیں۔ ان احادیث میں اختلاف ہے، لیکن یہ وہی لوگ کہتے ہیں جن کو نہ قرآن کا معنی آتا ہے نہ حدیث کا، جن کو نہ فقہ آتی ہے اور نہ حدیث تو وہ یہی کہتے ہیں کہ فقہ حدیث کے خلاف ہے۔

فقہ حدیث کے خلاف نہیں ہے :

(۱) میں ایک جگہ تقریر کر رہا تھا۔ ایک نوجوان کھڑا ہو گیا کہ جی! فقہ حدیث کے خلاف ہے۔ میں نے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے؟ کہا کہ نہیں۔ میں نے پوچھا کیا حضور پاک ﷺ فرما گئے ہیں؟ کتا ہے نہیں۔ میں نے کہا کس نے

کہا ہے؟ بولا کہ مجھے تو پتہ نہیں۔ (البتہ) میں نے سنا ہے۔ میں نے پوچھا تم نے حدیث کی یا فقہ کی کون سی کتاب پڑھی ہے؟ کہتا ہے کہ کوئی بھی نہیں۔ میں نے کہا کہ تجھے کیسے پتہ چلا کہ فقہ حدیث کے خلاف ہے اور میں نے کہا کہ جن کی زندگیاں فقہ اور حدیث پڑھاتے پڑھاتے گزر گئیں مولانا خیر محمد صاحب، حضرت بنوری وغیرہ رحمہم اللہ، وہ تو یہی فرما گئے ہیں کہ فقہ احادیث کے مسائل کی ہی تشریح و تفصیل ہے اور تو نے نہ فقہ پڑھی نہ حدیث پڑھی۔ اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو نہ قرآن آتا ہے اور نہ حدیث آتی ہے۔

(۲) ایک دفعہ مسجد میں عصر کی نماز (باجماعت) ہو رہی تھی کہ ایک آدمی آیا اور پیچھے الگ نماز پڑھنی شروع کر دی۔ جماعت میں شریک نہ ہوا۔ لوگ جب فارغ ہوئے تو وہ بھی فارغ ہو گیا، چونکہ وہ شروع سے ہی آگیا تھا۔ ایک دو آدمیوں نے کہا: یہ اللہ کا بندہ چل کر مسجد میں آیا ہے لیکن جماعت کا ثواب ضائع کر دیا۔ اس سے جب پوچھا گیا تو کہنے لگا: ”کہ میں ان حدیثوں پر عمل نہیں کرتا جو قرآن کے خلاف ہیں۔“ تو سارے لوگ حیران ہو گئے کہ قرآن میں کہاں ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ دیکھو قرآن میں صاف لکھا ہے کہ: وارکعوا مع الراکعین کہ ”رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔“ اس نے کہا کہ رکوع کا لفظ ہے نماز کا تو نہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا رکوع روزے میں ہوتا ہے؟ حج میں ہوتا ہے یا جہاد میں؟ کہنے لگا کہ ہوتا تو نماز ہی میں ہے مگر مجھے نماز کا لفظ دکھاؤ۔ میں کوئی اور لفظ نہیں دیکھوں گا۔ انہوں نے فرمایا کہ اچھا آپ ہی کوئی آیت دکھائیں کہ جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ اس نے کہا کہ میں نماز کا لفظ دکھاؤں گا۔ ان الصلوٰۃ تنہی کہ ”بے شک نماز تنہا (اکیلے) ہوتی ہے۔“ پھر شور مچانے لگا کہ تم جتنی حدیثیں سناتے ہو وہ ساری قرآن ٹٹے خلاف ہیں۔ آپ (سامعین) ہی بتائیے کہ یہ قرآن کے خلاف

ہے یا اس کے ترجمہ کے خلاف ہے؟ اسی طرح جو لوگ کہتے ہیں کہ فقہ حدیث کے خلاف ہے وہ بھی نہ فقہ کو جانتے ہیں نہ حدیث کو۔ اب جب میں نے اس سے بار بار پوچھا کہ کس نے کہا کہ فقہ حدیث کے خلاف ہے، حالانکہ نہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، نہ نبی کریم ﷺ نے، نہ کسی صحابیؓ اور مجتہد نے اور نہ ہی کسی محدث نے تو آپ کو کیسے پتہ چل گیا کہ فقہ حدیث کے خلاف ہے؟ اس نے کہا کہ بس سنی سنائی بات ہے۔ میں نے کہا کہ پھر تو کوئی افواہ ہی ہے جس کو ”بے بنیاد“ (Basis less) کہتے ہیں۔ البتہ میں بتا دیتا ہوں کہ سب سے پہلے یہ بات کس نے کہی تھی۔ کہنے لگا کہ کس نے کہی؟ میں نے کہا: وہ ”ہری چند ولد دیوان چند“ قوم کھتری، سکند علی پور، ضلع گوجرانوالہ“ ہے، جس نے سب سے پہلے کہا تھا کہ فقہ حدیث کے خلاف ہے۔ ہم تو یہی دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا حشر حضرت فقہاء و محدثین کرام کے ساتھ کرے جو فرماتے ہیں کہ فقہ و حدیث لفظ اگرچہ دو ہیں لیکن مقصد ایک ہی ہے، جیسے ہماری آنکھیں تو دو ہیں مگر ایک ہی نظر آتا ہے دو نہیں۔

### چاروں ائمہ اور چاروں مسلک برحق ہیں :

جب میں کراچی میں تھا، ایک دفعہ دس بارہ آدمی جن میں پروفیسر، وکیل اور منچر تھے آکر میرے پاس بیٹھ گئے کہ جی ہم سب پریشان ہیں۔ میں نے کہا کہ اللہ خیر کرے، کیا پریشانی ہے؟ (جب کوئی بڑوں کو چھوڑتا ہے تو پریشانی ساری عمر جان نہیں چھوڑتی۔ آخر مرزا قادیانی، مودودی اسی پریشانی ہی کی پیداوار تھے کہ بڑوں کو چھوڑا تو ساری عمر پریشان رہے) کہنے لگے کہ کیا کریں چار مذہب ہو گئے چار، چار۔ میں نے کہا کہاں؟ یہاں تو ہمیں صرف ایک ہی مذہب (حقیقی) نظر آتا ہے۔ بھئیگے کو بھی ایک کے دو نظر آتے ہیں۔ آپ کو ایک کے چار کیسے نظر آئے؟

کہتے ہیں کہ کسی ملک میں ہوں گے۔ میں نے کہا پھر پریشانی ان کو ہونی چاہئے، آپ کیوں پریشان ہیں؟ پوچھا کہ یہ چار مذہب کیوں ہوئے؟ میں نے کہا کہ میں نے تو نہیں بنائے بلکہ پہلے سے چلے آ رہے ہیں۔ آپ پڑھے لکھے لوگ ہیں، کوئی فیصلہ کر لیا ہو گا۔ بولے جی ہاں کہ چاروں کو ہی چھوڑ دیا جائے۔ میں نے کہا زرا جلدی نہ کرنا۔ یہ جو سات قاری ہیں، قراءت میں ان کا اختلاف ہے، تو یہ اختلاف بڑا ہے، لہذا پہلے قرآن کو چھوڑ دو تاکہ نام بھی بڑا ہو اور کام بھی بڑا ہو۔ پھر صحاح ستہ میں بھی اختلافی احادیث ہیں۔ یہ بھی چار سے زائد ہیں۔ لہذا ان کو بھی چھوڑ دو۔ پھر مذاہب اربعہ کو چھوڑ دینا۔ اب خاموش ہو گئے۔ ایک کہتا ہے جی کیا چاروں مذہب برحق ہیں؟ میں نے کہا ہاں چاروں برحق ہیں۔ پھر بولا کہ آپ ایک کے علاوہ دوسروں کی تقلید کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا کہ ہماری مرضی۔ بولا مرضی کیوں ہے۔ جب چاروں برحق ہیں تو باری باری آپ چاروں کی تقلید کیا کریں۔ میں نے کہا کہ آپ کو چار سے بڑا ہی غصہ ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں اور سارے ہی برحق ہیں۔ کہنے لگا ہاں۔ میں نے کہا جمعہ کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری میں آپ جمعہ پڑھتے ہیں تو ہفتہ کے دن یہودیوں کے ہاں بھی جاتے ہیں۔ چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی برحق ہیں۔ اور اتوار کے دن ”گر جا“ میں بھی جاتے ہو، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی برحق ہیں۔ تو یہ سارے ہی برحق ہیں۔ لیکن تابعداری صرف محمد ﷺ کی کرتے ہیں۔ باقی سب کو بھی مانتے ہیں۔ کہنے لگا وہاں تاخ منسوخ کا مسئلہ ہے۔ میں نے کہا یہاں رائج مرجوح کا مسئلہ ہے۔ کہنے لگا کہ اگر چاروں برحق ہیں تو ان میں حرام و حلال کا اختلاف کیوں ہے؟ میں نے کہا کہ اسی طرح انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعتوں میں بھی حلال و حرام کا اختلاف تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ ہوا، اب حرام ہے، حالانکہ وہ بھی برحق نبی ہیں۔

اور حضور علیہ السلام بھی برحق نبی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں سگی بہن سے نکاح جائز تھا اور آج حرام ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے نکاح میں دو بہنیں بیک وقت تھیں اور آج حرام ہے، جبکہ حضرت آدم اور حضرت یعقوب علیہما السلام بھی برحق ہیں اور نبی پاک ﷺ بھی برحق ہیں۔ کہنے لگا کہ وہاں زمانوں کا اختلاف ہے۔ میں نے کہا کہ یہاں علاقوں کا اختلاف ہے۔ شافعی سری لنکا میں ہیں اور حنفی یہاں پر۔ جیسے سارے نبی برحق ہیں، ان کے عقائد میں کوئی اختلاف نہیں، احکام میں اختلاف ہے۔ اسی طرح چاروں اماموں میں بھی عقائد کا اختلاف نہیں، البتہ احکام میں اختلاف ہے، کیونکہ امام ”انبیاء علیہم السلام“ کے وارث ہیں۔ ایک امام کی تقلید میں پوری سنت کا اجر ملتا ہے۔

اب کہنے لگا کہ قرآن مکہ مدینہ میں آیا تھا نہ کہ کوفہ میں۔ لہذا مکہ مدینہ والے امام کو ماننا چاہئے۔ میں نے کہا کہ سات قاریوں میں کمی قاری بھی تھا اور مدنی بھی، جبکہ تم تو دن رات ”عاصم کوئی“ کی قراءت پڑھتے ہو، لہذا تم سے بڑا کوئی کون ہے؟ اب اس کا دماغ کچھ ٹھکانے لگا۔ کہنے لگا کہ کوفہ والوں نے قرآن خود تو نہیں گھڑا تھا، بلکہ صحابہؓ جب کوفہ آئے تو قرآن بھی لے آئے۔ میں نے کہا کہ جب قرآن مکہ مدینہ سے لائے تھے تو کیا نماز وہیں رکھ آئے تھے۔ کہنے لگا کہ نماز بھی وہیں سے لائے تھے۔ میں نے کہا کہ جب اول تم نے اہل کوفہ پر قرآن کے بارے میں اعتماد کیا ہے تو نماز کے بارے میں بھی اعتماد کرنا چاہئے۔ ہمیں تو یہ نماز بھی الحمد للہ تواتر کے ساتھ پہنچی ہے اور قرآن بھی تواتر کے ساتھ پہنچا ہے۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے کہ ایک رافضی ہمارے قرآن کو غلط کہتا ہے اور دوسرا رافضی ہماری نماز کو غلط کہتا ہے۔

# الحاد و بدعت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد !

ہر مسلمان ہر نماز میں خداوند قدوس کی بارگاہ میں درخواست کرتا ہے کہ یا اللہ! مجھے سیدھے راستے پر قائم رکھ اور چونکہ رہبروں کی رہنمائی اور تقلید کے بغیر سیدھے راستے پر رہنا ناممکن ہے، اس لئے یہ گزارش کرتا ہے کہ اے اللہ مجھے ان لوگوں کے راستے پر چلنے کی توفیق دیتا جن پر تیرے انعامات کی بارشیں ہوتیں اور وہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور صالحین رحمہم اللہ ہیں۔ پھر سیدھے راستے سے بھٹکانے اور گمراہ کرنے کے لئے اس دنیا میں بہت سے رہزن بھی ہیں۔ اس لئے مومن اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ! جو لوگ راہ حق کے رہزن ہیں، جن پر تیرا غضب ہوا اور جو گمراہ ہوئے ان کی پیروی اور تقلید سے ہمیں بچانا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ صراط مستقیم پر رہنے کے لئے جس طرح رہبروں کی تقلید ضروری ہے، اسی طرح رہزنوں سے بچنا بھی ضروری ہے۔ ورنہ وہ راہ حق سے بھٹکانے اور گمراہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے۔

بنیادی اصول :

جب گمراہی سے بچنا ہر شخص کی دلی خواہش ہے۔ تو ضروری ہے کہ اس



بارہ میں علم بھی ہو کہ گمراہی کہاں سے پھوٹی ہے اور کس طرح گمراہی کا سیلاب سیدھے سادھے عوام کو بہا کر لے جاتا ہے۔ تو معزز قارئین! یہ یاد رکھیں کہ جس طرح ہمارا علم حساب کتنا بھی پھیل جائے مگر اس کے بنیادی قاعدے صرف دو ہیں، جمع اور تفریق۔ اسی طرح گمراہی اور ضلالت کتنی بھی پھیل جائے مگر اس کے بنیادی اصول دو ہی ہیں، الحاد و بدعت۔

### الحاد :

الحاد کہتے ہیں کہ جو عقائد یا اعمال دین میں ثابت ہوں۔ ان کا انکار کرنا، مثلاً اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ دلائل شرعیہ بالترتیب چار ہیں: کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع امت اور قیاس مجتہد۔ جو ان چاروں دلائل اور ان سے ثابت شدہ مسائل کو مانتا ہے وہ اہل سنت والجماعت ہے۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں قیاس مجتہد سے ظاہر کردہ مسائل کو نہیں مانتا تو اس نے اس فقرے سے شریعت کے ان لاکھوں مسائل کے ماننے سے انکار کر دیا جو ائمہ مجتہدین نے کتاب و سنت سے بذریعہ قیاس استنباط فرمائے۔

یاد رہے یہاں قیاس سے مراد انکل پچو باتیں نہیں بلکہ اہل سنت کی اصطلاح میں قیاس وہ خاص طریقہ علم ہے جس سے مجتہد کتاب و سنت میں پوشیدہ مسائل کو ظاہر کر دیتا ہے۔ اس لئے ہر مجتہد کا یہ اعلان ہوتا ہے: القیاس مظهر لا مثبت۔ کہ قیاس سے مسائل گھڑے نہیں جاتے بلکہ کتاب و سنت میں پوشیدہ مسائل کو صرف ظاہر کیا جاتا ہے۔

### استنباط :

قرآن پاک نے اس کو استنباط کے لفظ سے بیان فرمایا ہے کہ وہ پانی جو زمین کی تہ کے نیچے چھپا ہوا ہے اس کو نکال کر ظاہر کر دینا۔ اس مثال سے اللہ تعالیٰ

نے سمجھا دیا کہ انسانی زندگی کے لئے جس طرح پانی ضروری ہے اس کے بغیر انسان زندگی نہیں گزار سکتا، اسی طرح اسلامی زندگی کے لئے اجتہادی مسائل میں مجتہد کے لئے اجتہاد ضروری ہے اور عامی کے لئے تقلید اور یہ بات بھی ذہن نشین ہو گئی کہ جس طرح کنواں کھودنے والا اس پانی کا خالق اور پیدا کرنے والا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہی پیدا کئے ہوئے پانی کو ظاہر کرنے والا ہے۔ سب لوگ اسی عقیدے سے یہ پانی استعمال کرتے ہیں کہ اس کے ایک ایک قطرے کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس لئے پانی پی کر اسی خدا کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہاں اس کنواں کھودنے والے کے لئے بھی دعا کرتے ہیں جس نے خدا کے پیدا کردہ پانی کا حصول ہمارے لئے آسان کر دیا۔

### مثال :

اگر کھانے پینے کی چیز میں مکھی گر جائے، اس کو نکال کر پھینک دینے کا ذکر حدیث پاک میں ہے اور ثابت ہے کہ وہ چیز پاک رہتی ہے، ناپاک نہیں ہوتی۔ لیکن اگر شربت میں بھڑ، شوربے میں چیونٹی، دودھ میں مچھر، چائے میں جگنو وغیرہ گر جائیں تو ان کے بارہ میں کوئی صحیح صریح حدیث موجود نہیں کہ کیا کیا جائے۔ مگر یہ مسائل ہر گھر کی ضرورت ہیں۔ چنانچہ مجتہد نے غور فرمایا کہ اسلام کا جب یہ دعویٰ ہے کہ اس میں انسان کی زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے مگر ان مسائل کا حل صراحتاً نہیں ملتا تو تلاش کرنا چاہئے۔ ان کی اجتہادی بصیرت نے رہنمائی فرمائی کہ مکھی میں دم مسفوح (رگوں میں دوڑنے پھرنے والا خون) نہیں ہے، جسے قرآن نے حرام قرار دیا ہے۔ اسی لئے اس کے گرنے سے چیز ناپاک نہیں ہوتی اور ظاہر ہے کہ مکھی کی طرح مچھر، چیونٹی، جگنو، بھڑ وغیرہ اور بھی بیسیوں جانور ہیں جن میں دم مسفوح نہیں ہوتا۔ تو اس قاعدے سے سب نو

مکھی پر قیاس کر لیا گیا کہ ان کے گرنے سے بھی چیز ناپاک نہیں ہوتی۔ یہ حکم ذاتی رائے یا من گھڑت نہیں ہے۔ اس کے جواب کو ذاتی رائے نہیں کہتے بلکہ اصل شرعی کے مطابق ظاہر کیا گیا ہے۔ جس طرح حساب کے قاعدے سے جو سوال نکالا جائے اسے حساب کا جواب کہتے ہیں۔ اسی طرح مسئلہ کا جو جواب شرعی قاعدہ سے نکالا جائے اسے کسی کی ذاتی رائے نہیں کہا جاتا بلکہ وہ شرعی مسئلہ ہوتا ہے۔ تو ایسے لاکھوں مسائل جو بذریعہ قیاس کتاب و سنت سے اخذ کئے گئے ہیں ان کو شرعی مسائل نہ ماننا بھی الحاد ہی کی ایک قسم ہے۔ اس کا نتیجہ یہی ہو گا کہ اس شخص کی زندگی اکثر مسائل میں اسلامی احکام سے محروم ہو جائے گی۔ اور اگر خود نا اہل ہو کر ٹانگ ٹوئیاں مارے گا تو گمراہی کے سوا کچھ نصیب نہ ہو گا۔ وکیل اہل حدیث ہند مولانا محمد حسین بٹالوی فرماتے ہیں: ”جو لوگ قرآن و حدیث سے خبر نہ رکھتے ہوں علوم عربیہ ادبیہ (جو خادم قرآن و حدیث ہیں) سے محض نا آشنا ہوں صرف اردو فارسی تراجم پڑھ کر یا لوگوں سے سن کر یا ٹوٹی پھوٹی عربی جان کر مجتہد اور ہر بات میں تارک تقلید بن بیٹھیں، ان کے حق میں ترک تقلید سے بجز ضلالت (گمراہی) کے کسی ثمرہ کی توقع نہیں ہو سکتی۔ پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔“ (اشاعت السنۃ

ص ۵۳، ج ۱۱)

دیکھئے اہل سنت والجماعت نے جو بات ابتداء میں فرمادی تھی مولانا محمد حسین بٹالوی بھی ۲۵ سال کے تجربہ کے بعد وہیں پہنچے کہ ترک تقلید سے گمراہی کے سوا کچھ نہیں ملتا، بلکہ بعض اوقات ترک تقلید کا نتیجہ ترک اسلام کی شکل میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔

## اجماع :

اسی طرح جو شخص اجماع کے حجت ہونے کا انکار کرتا ہے اس نے گویا ہزاروں ان مسائل شرعیہ کا انکار کر دیا ہے جو اجماع سے ثابت ہیں۔ یہ بھی الحاد ہے اور جو شخص سنت کو ماننے سے انکار کرتا ہے اس نے بھی ایسے سینکڑوں مسائل شرعیہ کا انکار کر دیا جو سنت سے ثابت ہیں۔ لحد کی مثال کپڑے کی سی ہے، جیسے بعض کپڑے صرف پتوں کو کھاتے ہیں۔ بعض پھلوں کو خراب کرتے ہیں۔ بعض شاخوں کو اور بعض جڑوں ہی کو کاٹ جاتے ہیں۔ ایسے لحدین کی مختلف اقسام ہیں جو ان عقائد کا انکار کریں جو ضروریات دین میں سے ہیں۔ جیسے انکار ختم نبوت وغیرہ، وہ کافر ہیں۔ جو ایسے مسائل کا انکار کریں جو ضروریات اہل سنت والجماعت میں سے ہوں وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں، جیسے عذاب قبر و حیات النبی ﷺ کا انکار کرے یا اہل سنت کی کتاب ”المہند علی المفند“ میں درج شدہ مسائل کا انکار کرے۔ اسی طرح جو شخص مطلق تقلید کا انکار کر کے خود رائی اور ذہنی آوارگی میں مبتلا ہو یہ بھی الحاد کی ہی قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ الحاد سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھیں۔

## گمراہی کی دوسری بنیاد۔۔۔ بدعت :

الحاد کی طرح گمراہی کی دوسری بنیاد بدعت ہے۔ یعنی جو مسئلہ نہ کتاب اللہ سے ثابت ہو نہ سنت رسول اللہ سے ثابت ہو، نہ اجماع امت سے، نہ قیاس مجتہد سے، ایسے مسئلہ کو دین و شریعت کا مسئلہ سمجھنا اس کو بدعت کہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے شرک کے بعد سب سے زیادہ مذمت بدعت کی ہی فرمائی ہے۔ بدعت کی مثال خود رو جڑی بوٹیوں کی ہے۔ جس طرح گندم کا پودا سارے ملک میں ایک جیسا ہے لیکن گندم میں جڑی بوٹیاں ہر علاقے کی الگ الگ ہوتی ہیں۔ جو

جڑی بوٹیاں پنجاب میں اگتی ہیں بلوچستان میں ان کا نام بھی کوئی نہیں جانتا۔ اسی طرح جو جڑی بوٹیاں سرحد میں اگتی ہیں سندھ والے ان کی شکل سے بھی ناواقف ہوتے ہیں۔ اسی طرح بدعات ہر علاقے بلکہ ہر خاندان کی الگ الگ ہوتی ہیں۔ بعض خود رو جڑی بوٹیاں فصل کی جڑوں کو ناکارہ کر دیتی ہیں، بعض شاخوں اور پھلوں کو خراب کرتی ہیں، اسی طرح بعض بدعات سے ضروریات دین متاثر ہوتی ہیں۔ ان کو بدعات کفریہ کہتے ہیں۔ ان کے بارہ میں کتاب و سنت میں شدید وعیدیں آئی ہیں۔ جیسے انکار بشریت انبیاء علیہم السلام وغیرہ اور بعض بدعات عملیہ ہوتی ہیں وہ حرام اور مکروہ کے درجہ میں ہوتی ہیں۔ پہلی کی مثال یہ ہے جیسے کوئی آدمی حلوہ پکا کر اس میں زہر ملا دے جس کے کھانے سے جان ہی رخصت ہو جائے گی، یا کوئی شخص حلوہ پکا کر اس میں پیشاب ملا دے، اب یہ نجس اور حرام ہے، یا کوئی شخص حلوہ پکا کر اس میں پیاز کا پانی اور لسن ملا دے تو یہ طبعی طور پر ناپسندیدہ اور مکروہ ہو گا۔

### نقطہ اعتدال :

اہل سنت والجماعت نقطہ اعتدال پر ہیں اور الحاد اور بدعت والے افراط و تفریط کا شکار اور انتہا پسند لوگ ہیں اور محض ضد میں مبتلا ہیں۔ مثلاً ایک فریق نے یہ انتہاء کی کہ ”دم بدم پڑھو درود۔“ حضرت بھی یہاں موجود۔ ”دوسرا ضدی اٹھا کہ یہ بالکل غلط ہے، حضرت ﷺ تو روضہ اقدس میں بھی حیات نہیں ہیں۔ ایک شخص اٹھا، اس نے کہا امداد کن، امداد کن، از بند غم آزاد کن، دردین و دنیا شاد کن یا شیخ عبدالقادر۔ غیر اللہ سے مرادیں مانگتی شروع کر دیں۔ دوسرا اٹھا، اس نے کہا کہ یوں کہنا کہ اے اللہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے وسیلہ سے میری دعا قبول فرما، یہ بھی شرک ہے۔

## خطرناک گناہ :

یہ الحاد و بدعت دونوں گناہ انتہائی خطرناک ہیں، جو گناہ کی شکل میں نہیں بلکہ نیکی کا روپ دھار کر آئے ہیں۔ جو گناہ گناہ ہی کی شکل میں ہو اس سے توبہ کی توفیق آسان ہے، لیکن جو گناہ نیکی کی شکل میں آئے اس سے توبہ کی توفیق عموماً سلب ہوتی ہے۔ بدعتی اپنے گناہ کو گناہ نہیں بلکہ عشق رسول اور حب اولیاء اللہ کا نام دیتا ہے تو اس سے کب توبہ کرے گا۔ جو شخص اپنے مرض کو ہی مثالی صحت سمجھنے لگے اسے علاج کی کب فکر ہوگی۔ اسی طرح لمحہ جب فقہ کا انکار کرتا ہے تو اس کا نام عمل بالحدیث رکھ لیتا ہے، وہ اپنی سوچ کو عین نبی کی سوچ سمجھتا ہے۔ اپنے فہم کو معصوم عن الخطاء سمجھتا ہے۔ جو اس کے فہم کو نہ مانے اسے نبی کا منکر خیال کرتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ صحابہؓ، اہل بیتؑ مجتہدین رحمہم اللہ کی سوچ میں خطا ہوتی ہے، لیکن میری سوچ نبی ﷺ کی سوچ ہے جو خطا سے معصوم ہے تو وہ کب اس پر نظر ثانی کے لئے تیار ہوگا۔ اسی طرح دوسرے لمحہ نے انکار سنت کا نام عمل بالقرآن رکھا ہے۔ وہ اپنی سمجھ کو عین خدا کی سمجھ خیال کرتا ہے۔ اہل سنت کو مخلوق پرستی کا طعنہ دیتا ہے، لیکن اپنی عقل سقیم کو خالق کے مقام پر سمجھتا ہے تو وہ کب توبہ کی طرف آئے گا۔

## محاکمہ :

اب یہ دیکھنا ہے کہ گمراہی کے ان دونوں اصولوں میں سے کون سا بدعت ہے اور کون سا بدعت۔ تو علماء کرام کی تحقیق یہی ہے کہ الحاد کا گناہ بدعت کے گناہ سے شدید تر ہے۔ کیونکہ اس کی بنیاد اہل اللہ سے بغاوت پر ہے اس کا پہلا قدم اسلاف سے بدگمانی اور دوسرا قدم اسلاف پر بدزبانی ہے۔ لعن آخر هذه الامة اولہا۔ اور اللہ والوں سے عداوت رکھنا اللہ تعالیٰ سے اعلان جنگ ہے۔

بدعتی اہل اللہ کی محبت میں غلو کر کے گمراہ ہوتا ہے اور لمحہ اہل اللہ کی شان میں گستاخی کر کے۔ اہل اللہ سے محبت کرنے کا ایک درجہ جس کو الحب فی اللہ کہتے ہیں خود شریعت میں مطلوب ہے، تو کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ اس کی محبت غلو سے اتر کر نقطہ اعتدال پر آجائے تو اسے توبہ کی توفیق ہو جائے اگرچہ شاذ و نادر ہو، مگر اہل اللہ کی شان میں گستاخی کا کوئی درجہ بھی شرع شریف میں مطلوب نہیں کہ اتنی گستاخی کر لینا اس سے زیادہ نہ کرنا، اس لئے آس کا توبہ کرنا ناممکن ہے۔ اسی لئے عارفین نے بتایا ہے کہ بدعتی کی مثال کچی روٹی کی سی ہے۔ اگر اسے دوبارہ آگ پر رکھا جائے تو شاید کسی کام آجائے، لیکن لمحہ کی مثال جلی ہوئی روٹی کی ہے۔ جواب کسی کام نہیں آسکتی۔

### ایک مثال :

مکرم قارئین ! آپ لمحہ، بدعتی اور اہل سنت کا فرق کرنسی نوٹ کی مثال سے بہ آسانی سمجھ جائیں گے۔ ایک سو روپے کا نوٹ آج چل رہا ہے۔ ملک کا بازار اور بینک اسی پر کاروبار کر رہا ہے۔ یہ مثال اہل سنت والجماعت کی ہے کہ یہ ان ہی مسائل پر عامل ہیں جن پر ادلہ شرعیہ میں سے کسی دلیل کی مرگلی ہے اور امت میں عملاً متواتر شدہ ہیں اور ایک نوٹ وہ تھا جو چند سال ہوئے بند ہو گیا۔ اگرچہ اس پر لفظ منسوخ تو نہیں چھپا لیکن جب ملک کا بازار اور بینک اس کو نہیں لیتا تو یہ ہی اس کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے۔ اب اگر کوئی شخص کسی سادہ آدمی کو وہ پرانا اور منسوخ نوٹ دے اور وہ کہے کہ بھائی یہ تو میں نے عام لوگوں کے پاس نہیں دیکھا، وہ کہے کہ دیکھو اس پر حکومت پاکستان لکھا ہے، اس پر سٹیٹ بینک کی مہر ہے، اس پر کہیں لفظ منسوخ نہیں لکھا، تم یہ نوٹ نہ لو گے تو حکومت کے باغی سمجھے جاؤ گے اور یہ جہان سدا دے کر چالو نوٹ لے جائے تو سب لوگ اس کو

دھوکا اور فریب کہیں گے۔ یہی حال ملحد کا ہے۔ وہ کوئی ایسی حدیث یا کسی آیت کا ایسا مطلب بیان کرتا ہے جو نہ کسی فقیہ و مجتہد نے بیان کیا نہ اس حدیث پر مجتہد نے عمل کیا جو اس مجتہد کے نزدیک منسوخ یا مروج یا ممول ہے اور اس کے بہانے متواتر شد سنت چھڑوا دیتا ہے تو یہ یقیناً دین کے ساتھ ایک فراڈ ہے۔ تیسرا شخص وہ جعلی نوٹ لے آتا ہے جو عید کے موقع پر چھپا ہوتا ہے اور پانچ پیسے میں سو روپے کا نوٹ فروخت ہو رہا ہے۔ یہ مثال بدعتی کی ہے جیسے وہ جعلی نوٹ دے کر کسی سے چالو نوٹ لے جائے۔ یہ فراڈ ہے۔ اسی طرح بدعتی سنتیں مٹا مٹا کر ان کی جگہ بدعات کو مروج کرتا ہے، سنت اور اہل سنت کا دشمن ہے۔ آج اہل سنت پر دو طرفہ حملے ہو رہے ہیں۔ کوئی عشق رسول کے بہانے سنتیں چھین کر بدعات پر لگا رہا ہے، کوئی حدیث رسول کے بہانے نبی پاک ﷺ کی سنتوں کو مٹا رہا ہے۔

### مبارک مہینہ :

آج ربیع الاول کا مبارک مہینہ ہے جس میں ظہورِ قدسی ہوا۔ اس میں اہل سنت کا فرض ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی سنتوں کو اپنانے، ان کی اشاعت پر جان و مال اور وقت لگانے کا تازہ عہد کریں اور ان لوگوں سے ہوشیار رہیں جو اس مقدس اور مبارک مہینہ کو بھی الحاد یا بدعت کی نجاست سے آلودہ کرنا چاہتے ہیں۔ کسی طرف سے آپ ﷺ کی بشریت کا انکار ہو گا، دوسرا آپ ﷺ کو سراجِ منیر ماننے سے بھی انکار کرے گا، ایک طرف سے ان کے ہر وقت حاضر ناظر ہونے کا اعلان ہو گا دوسری طرف آپ کی حیات پاک کا بھی انکار ہو گا۔ ایک طرف آپ ﷺ سے استغاثہ تک روا رکھا جائے گا، دوسری طرف سے آپ ﷺ کے توسل کا بھی انکار کیا جائے گا۔ آنحضرت ﷺ کی سیرت پاک کا مستند ماخذوں سے جاننا، اس کو اپنانا اور عمل میں لانا ہی دونوں جہانوں میں کامیابی اور



کامرانی کا ذریعہ ہے۔ غیر شرعی اشعار پڑھنا، عورتوں اور مردوں کے اختلاط سے جلوس نکالنا، اس کو نہ صرف دین بلکہ شعار اسلام قرار دینا، اس کا شرع شریف میں کوئی ثبوت نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ گھروں میں بھی آپ ﷺ کی سیرت پاک کا تذکرہ رہے اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی عشق رسول ﷺ سے بھری ہوئی کتاب ”نشر الطیب فی ذکر النبی الجلیل“ کا کچھ حصہ روزانہ پڑھ لیا جائے اور مساجد میں حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کی کتاب ”سیرت المصطفیٰ ﷺ“ کا درس جاری رہے۔ جب صحیح سیرت کی روشنی آئے گی تو ان شاء اللہ العزیز الحاد و بدعت کی ظلمت مٹ جائے گی اور سنت کے نور سے گھر اور مسجد تاباں ہوں گے۔ آخر میں اسی دعائیہ شعر پر ختم کرتا ہوں :

محمد از تو میخوانم خدا را  
الہی از تو حب مصطفیٰ را



# رسالہ ”اکابر کا مسلک و مشرب“ (طبع سوم) پر تبصرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

نعمہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ امانہ :

جناب مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی نے چند سال قبل ایک رسالہ بنام ”اکابر کا مسلک و مشرب“ تحریر فرمایا تھا۔ اب اس کا تیسرا ایڈیشن مولانا عبد الحفیظ صاحب کی کے مقدمہ اور مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب کے حاشیہ کے ساتھ چھپا ہے۔ اس رسالہ کا مقصد مولف کے الفاظ میں یہ ہے: ”اس زمانے میں المیہ یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کے دو گروہ جن میں فی الحقیقت اصلاً کوئی بنیادی اختلاف نہیں مگر انگریز کی پرانی سازش اور طرفین میں سے بعض کے غلو کی بناء پر آپس میں اتنا بُعد ہو گیا کہ ایک ہی جماعت اہل سنت والجماعت کا اختلاف رائے دو فرقوں میں تبدیل ہو گیا۔ اس وقت ضرورت اس چیز کی ہے کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت (دیوبندی اور بریلوی) متحد ہو کر یہود و نصاریٰ، قادیانیت و رافضیت، خارجیت و مودویت اور الحاد و بے دینی کا مل کر یک جان ہو کر مقابلہ کریں۔ (ص ۷۳)

دیوبندی بریلویوں کی نظر میں :

معلوم ہوا کہ آپ دیوبندی بریلوی اتحاد کے داعی ہیں۔ مولانا صاحب بریلوی

حضرات کو بار بار اہل سنت والجماعت لکھتے ہیں۔ مگر ان سے بھی پوچھ لیتے کہ وہ بھی آپ کو اہل سنت والجماعت ماننے کو تیار ہیں۔ خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں: ”میسے ہی وہابی، قادیانی، دیوبندی، نیچری، چکڑالوی جملہ مرتدین ہیں کہ ان کے مرد یا عورت کے تمام جہان میں جس سے نکاح ہوگا مسلم ہو یا کافر اصلی یا مرتد، انسان ہو یا حیوان محض باطل اور زناء خالص ہوگا اور اولاد ولد الزنا۔“ (ملفوظات ج ۲، ص ۱۰۵)

### اہل سنت والجماعت و بریلوی اختلاف کی حدود :

مولانا جب اتحاد کا پیغام لے کر اٹھے ہیں تو ان کو پہلے اختلاف کا اندازہ لگانا چاہئے تھا۔ اس عاجز کے خیال میں مولانا کو پہلی غلطی اسی اندازہ میں لگی ہے۔ مولانا نے صرف اس اختلاف کا ذکر کیا ہے جو مولانا عبدالمسیح رام پوری اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ میں تھا کہ مولانا عبدالمسیح صاحب رام پوری نے انوار ساطعہ نامی ایک رسالہ لکھا جس میں مروجہ محفل مولود اور فاتحہ مرسومہ کا جواز ثابت کیا۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ نے اس کتاب کو متن بنا کر اس کا جواب تحریر فرمایا۔ اس کا نام رکھا: ”براہین قاطعۃ الملقب باللائل الواضحة علی کرہۃ المروج من المولود والفاتحة علی ظلام الانوار الساطعة“ اس پر قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے تصدیق تائید لکھی۔ اس کتاب نے علمی طور پر بدعات کو ایسا دفن کیا کہ رام پوری صاحبان آج تک اس کا جواب نہ لکھ سکے۔ اہل بدعت جب اس طرف سے لاجواب ہو گئے تو خان صاحب بریلوی میدان میں اترے اور انہوں نے تکفیر کی مہم کا آغاز فرمایا اور اس کو انتہاء تک پہنچادیا۔

### تکفیری مہم :

تمحد ہندوستان میں انگریز نے مرزا قادیانی کو نبوت عطا فرمائی۔ اہل اسلام نے اس کے خلاف فتویٰ کفر دیا اور علمائے حرمین شریفین سے بھی اس کے عقائد پر فتویٰ کفر

کا حاصل کیا۔ چنانچہ قادیانی کے کفر کا حرمین شریفین میں بھی خوب چرچا ہو گیا۔ خان صاحب بریلوی نے جھٹ ایک استفتاء تیار کیا جس میں پہلے قادیانی اور اس کے کفریات کا ذکر کیا اور پھر علمائے دیوبند کو بھی قادیانی ظاہر کر کے ان کی طرف ایسے کفریہ عقائد منسوب کئے جن کی ان کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی۔ علمائے حرمین شریفین اردو نہ جانتے تھے۔ خان صاحب نے ان کے سامنے ظاہر کیا کہ یہ لوگ ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو معاذ اللہ جھوٹا کہتے ہیں۔ رسول پاک ﷺ کی توہین کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

### لطیفہ :

کہتے ہیں ایک مرتبہ لکھنؤ میں ایک بہت بڑے مشاعرے کا اہتمام ہوا۔ موضوع سخن سیدنا حسینؑ تھے۔ ملک بھر سے بڑے بڑے شعراء کا نام چھپا۔ مقامی نعت خوانوں نے میٹنگ کی کہ اگر ایسے بڑے شعراء جلسوں میں آنے لگے تو ہماری روزی بند ہو جائے گی، ہمیں کوئی بھی نہ پوچھے گا۔ اس لئے اپنی روزی برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ان شاعروں کو چلنے ہی نہ دو ”خوب بدنام کرو۔“ ایک نے کہا کہ میں جس جگہ شور مچا دوں تم سب شور مچا دینا، بات سمجھ آئے یا نہ آئے۔ چنانچہ یہ سب مشاعرہ میں پہنچے اور اپنے اپنے مورچے سنبھال کر بیٹھ گئے۔ ایک بہت بڑے شاعر نے مشاعرہ کا آغاز کیا اور سب سے پہلے یہ مصرع پڑھا :

کان نبی کا گو ہر یکتا حسین ہے

اس نے بڑی لے دے سے دو تین مرتبہ یہی مصرع دہرایا تو شور مچ گیا یہ کافر ہے، کافر ہے، کچڑو، مارو۔ ہمارے نبی پاک ﷺ کو ”کانا“ کہتا ہے۔ وہ شاعر گھبرایا۔ اس نے مصرع بدل دیا :

بحر نبی کا گو ہر یکتا حسین ہے

بس پھر کیا تھا وہ لوگ شور مچاتے سیچ پر چڑھ گئے کہ اس کافر نے پہلے ہمارے نبی پاک ﷺ کو ”کاتا“ کہا اور اب ”بہرا“ بھی کہہ دیا۔ اب دیکھئے جو مطلب ان دو مصرعوں کا ان مخالفین نے بیان کیا اس بے چارے شاعر کے فرشتوں کو بھی اس غلط مطلب کا علم نہ تھا۔ بالکل یہی کچھ خان صاحب نے علمائے اہل سنت والجماعت علمائے دیوبند کے ساتھ کیا اور جھوٹ بول کر یہ فتویٰ لے آیا کہ یہ کافر ہیں، جو ان کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔

**علمائے حق کی کرامت :**

مثل مشہور ہے کہ ”کردنی خویش آمدنی پیش۔ چاہ کن را چاہ در پیش“ خان صاحب علمائے حق کے خلاف جو فتویٰ لائے تھے وہ خود ہی اس فتویٰ کے نیچے ایسے دبے کہ آج تک کوئی ان کو نکال نہیں سکا۔ خلاصہ یہ ہے کہ :

(۱) ..... خان صاحب نے علمائے حریم شریفین کو بتایا کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ آنحضرت ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتے۔ انہوں نے جواب لکھا کہ ختم نبوت کا منکر کافر ہے۔ جو اس کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ اب یہ فتویٰ خان صاحب پر کیسے لوٹا۔ خان صاحب الکو کبة الشہابیۃ میں لکھتے ہیں کہ اسماعیل دہلوی اپنے پیر کو صاحب شریعت نبی مانتا ہے یعنی ختم نبوت کا منکر ہے۔ اور پھر تمہید ایمان میں لکھا کہ میں اسماعیل دہلوی کو کافر نہیں کہتا، تو ختم نبوت کے منکر کو کافر نہ کہنے کی وجہ سے حسام الحرمین کے فتویٰ کی رو سے کافر قرار پائے۔ یہ فتویٰ ان کے اپنے ہی کام آگیا اور سب لوگوں نے تائید کر دی کہ حق بحق دار رسید۔

(۲) ..... خان صاحب نے علماء حریم کو بتایا کہ علماء دیوبند حضرت گنگوہی رحمہ اللہ خدا کی توہین کرتے ہیں اور اس کو جھوٹا کہتے ہیں۔ علمائے حریم نے جواب دیا کہ خدا کی توہین کرنے والا کافر ہے، جو اس کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ اب یہ فتویٰ خان صاحب پر کیسے پلٹا۔ خان صاحب نے شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ پر الزام لگایا کہ اس کا عقیدہ ہے

کہ خدا فاعل بھی ہے اور مفعول بھی۔ اس کے ساتھ مردوں والی علامت بھی ہے اور عورتوں والی بھی (فتاویٰ رضویہ) پھر تمہید ایمان میں لکھا کہ میں اسماعیل دہلوی کو کافر نہیں کہتا، تو اسی فتویٰ کے مطابق خدا تعالیٰ کی توہین کرنے والے کو کافر نہ کہنے کی وجہ سے وہ فتویٰ خان صاحب پر لاگو ہو گیا اور سب نے کہا عطاے توبلقتائے تو۔

(۳)..... خان صاحب نے علمائے حرمین شریفین کے پاس حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ پر الزام لگایا کہ یہ معاذ اللہ توہین رسالت کے مرتکب ہیں۔ علمائے حرمین شریفین نے فتویٰ دیا کہ توہین رسالت کا مرتکب کافر ہے، جو اس کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ یہ فتویٰ بھی لوٹ کر خان صاحب پر چلا گیا، کیونکہ خان صاحب نے الکو کبة الشہابیہ میں شہادہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ پر الزام لگایا کہ معاذ اللہ اس نے ہمارے نبی پاک ﷺ کو چوہڑا چھار کہا اور ایسی صریح گالیاں دیں کہ کسی پادری اور پنڈت نے بھی ایسی گندی گالیاں ہمارے نبی پاک ﷺ کو نہیں دیں، لیکن اس کے بعد تمہید ایمان میں لکھا ہے کہ میں اسماعیل دہلوی کو کافر نہیں کہتا، کیونکہ ہمیں اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع کیا گیا ہے۔ تو توہین رسالت کے مرتکب کو کافر نہ کہنے کی وجہ سے خان صاحب اسی فتویٰ کفر میں دب گئے۔ یہ ہے اہل حق علماء کی زندہ کرامت۔

مولانا عزیز الرحمن صاحب نے اس اختلاف کا ذکر ہی نہیں فرمایا۔ مولانا! یہی وہ اختلاف ہے جس کے بارہ میں بعض اکابر فرماتے ہیں کہ ہمیں آج تک پتہ نہیں چلا کہ اس اختلاف یعنی علمائے دیوبند کی تکفیر کی ان کے پاس کیا بنیاد ہے؟ کیونکہ یہ لوگ علمائے دیوبند پر الزام ہی الزام لگاتے ہیں۔ اور تقریباً ایک صدی ہونے کو ہے وہ الزام الزام ہی ہے۔ کسی دیوبندی نے آج تک ان کا الزام نہیں کیا۔

## مزید اختلافات :

مولانا فرماتے ہیں: ”انگریز کے خلاف جہاد آزادی کے بعد اہل سنت والجماعت میں دو گروہ بن گئے جو حقیقت میں اصول و فروع کے اعتبار سے ایک ہی تھے۔ اگرچہ آپس میں مزاج اور مشرب میں معمولی اختلافات تھے۔“ (ص ۲۸) ان دو گروہوں میں سے ایک کی کارکردگی تو آپ نے یہ بیان فرمائی: ”کچھ علمائے ربانی اس (انگریز) کی چال میں نہیں آئے۔ انہوں نے جنگ کی بجائے نفس دین و علوم دینیہ کی حفاظت اور نئے سرے سے منظم ہونے کے لئے کچھ مدارس (خصوصاً دارالعلوم دیوبند) اور خانقاہیں قائم کیں اور ان مراکز سے انگریز کے خلاف کارروائیاں اور تحریکات جاری رکھیں اور رجال کار تیار کرنے کا کام کیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں مدرسہ دیوبند کی شاخیں قائم ہو گئیں۔“ (ص ۲۹) یہ تو علمائے دیوبند کی کارکردگی تھی۔ دوسرے گروہ کی کارکردگی مولانا نے یہ ذکر فرمائی: ”لیکن اس کے ساتھ یہ بھی واقعہ ہے کہ ان ہی امور خیر (بقول مولانا میلاد و عرس) میں دشمنوں اور سازشیوں نے اعتقادی اور عملی شرکیات اور منکرات کو شامل کر کے عوام کو رواج دیا۔ جس کی اصلاح اور انسداد علمائے حقہ پر ضروری تھا۔“ (ص ۳۰) اس میں مولانا نے یہ تسلیم فرمایا کہ عرس اور میلاد ہی ان کے شرکیات اور منکرات کے رواج کا ذریعہ بنے۔ میلاد میں آپ ﷺ کے نور ہونے کا اس طرح بیان کرنا کہ آپ ﷺ کی بشریت کی نفی ہو، آپ ﷺ کو عالم الغیب، حاضر ناظر، مختار کل ثابت کرنا، یہی شرکیات و منکرات اس کی ماہیت میں ان حضرات نے شامل کر لئے۔ دونوں گروہوں کی کارکردگی بیان کرنے کے بعد مولانا کا یہ فرمان یقیناً نظر ثانی کا محتاج ہے کہ ”اس میں طرفین کے بعض اکابر سے منتسب علماء نے اخلاص و جوش یا محض اپنی انانیت و ہٹ دھرمی کی بناء پر سازشیوں کی چالوں میں آکر ایک دوسرے پر بدزبانی اور سخت طعن و تشنیع کا رویہ اختیار کیا، جس سے فی الحقیقت دین کو نہیں بلکہ

انگریز کی پالیسی کو ہی تقویت پہنچی۔“ (ص ۳۱) مولانا کا یہ تبصرہ اکابر علمائے دیوبند کے متوسلین کے بارہ میں یقیناً صحیح نہیں، بلکہ مولانا کے مقابلہ میں اعلیٰ حضرت، حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کا ارشاد گرامی ہی درست ہے کہ ”ان کی تحقیقات محض للہیت کی راہ سے ہیں۔ ہرگز ان میں شائبہ نفعانیت نہیں۔“ (ص ۳۱)

### حنفی شافعی اختلاف :

رسالہ میں ایک طرف تو یہ فرماتے ہیں کہ بریلوی ہمیں کافر کہتے ہیں، دوسری طرف یہ بھی فرماتے ہیں کہ بریلوی حضرات نے بقول مولانا میلاد اور عرس جیسے امور خیر کو بھی شرکیات اور منکرات کے رواج کا ذریعہ بنا رکھا ہے اور تیسری طرف یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ اختلاف حنفی شافعی جیسا اختلاف ہے اور اس تیسری بات کی نسبت مفتی اعظم ہند فقیہ الامت عارف باللہ حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی مدظلہ العالی خلیفہ اجل قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ العزیز کی طرف فرمائی ہے۔ حالانکہ یہ نسبت صحیح معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ حضرت اقدس اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں (بریلوی دیوبندی) اختلاف ایسا نہیں جیسا شافعیہ حنفیہ کا اختلاف ہوتا ہے، بلکہ بریلوی لوگ حضرات علمائے دیوبند کو بلکہ اپنے سوا تمام مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جو ان کو کافر نہ سمجھے وہ خود کافر ہے (فتاویٰ محمودیہ ج ۶، ص ۱۱۰) جناب! کیا واقعی آپ کا دل مانتا ہے کہ حنفی شافعی اختلاف شرک و کفر کا اختلاف ہے؟ جب آپ خود تسلیم فرماتے ہیں کہ وہ لوگ شرکیات کو رواج دیتے ہیں پھر حنفی شافعی اختلاف کا نام دینا ہم جیسے ناکاروں کی سمجھ سے باہر ہے۔

### رد عمل :

حضرت اقدس مولانا عبدالحفیظ صاحب مدظلہ نے مہاتمی گروہ کی گستاخیوں کا تذکرہ



بڑے دردِ دل سے فرمایا ہے اور حق یہی ہے کہ وہ لوگ گستاخی میں بہت بڑھ گئے ہیں مگر یہ ردِ عمل تو بریلویت کا ہی ہے۔ یہ کہتے تھے کہ :

دم بدم پڑھو درود ..... حضرت بھی ہیں یہاں موجود

وہ کہنے لگے کہ حضور اقدس ﷺ روضہ پاک میں بھی معاذ اللہ حیات نہیں۔ یہ کہتے تھے کہ جو یہ عقیدہ نہ رکھے کہ حضور ﷺ ہر ہر جگہ سے ہر کسی کی آواز سنتے ہیں وہ کافر۔ انہوں نے کہا جو روضہ پاک پر سماع کا عقیدہ رکھے وہ کافر۔ یہ ہر بدعت شرعیہ کو بدعت حسنہ کا نام دینے لگے۔ انہوں نے ہر بدعت لغویہ کو بھی بدعت سینہ کننا شروع کر دیا۔ یہ لوگ نذرِ لغیر اللہ کو بھی جائز کرنے پر تل گئے۔ انہوں نے ایصالِ ثواب کو بھی بدعت قرار دے دیا۔ ہم اہل سنت والجماعت بریلویوں کے اس عمل اور مماتوں کے اس ردِ عمل دونوں کو نقطہ اعتدال سے کوسوں دور مانتے ہیں اور الحمد للہ ہم اپنے اکابر کی تابعداری میں نقطہ اعتدال پر قائم ہیں، لیکن مولف موصوف اس کوشش میں ہیں کہ مماتوں کی ضد میں ہمیں کٹر بریلوی بن جانا چاہئے۔ ہماری گزارش یہی ہے کہ وہ اس موقف پر نظر ثانی کریں اور یقین رکھیں کہ حق نہ افراط میں ہوتا ہے نہ تفریط میں، بلکہ اعتدال اور اکابر کی اقتداء میں ہوتا ہے۔

### ثمرات :

یہ ایک حقیقت ہے کہ درخت اپنے پھل سے اور دوائی اپنے اثر سے پہچانی جاتی ہے۔ اس رسالہ مسلک و مشرب کا اثر ملک میں کیا ہوا؟ بریلویوں نے تو رسالہ پڑھ کر یہ تاثر لیا کہ ایک صدی تک علمائے دیوبند ہمارے عقائد و اعمال کی تردید کرتے رہے۔ آج دیوبندیوں نے مان لیا کہ میلاد و عرس کو بدعت کہنا تشدد تھا، غلو تھا۔ جس طرح ان کو سو سال تک بدعت کہنے کے بعد اب مستحب بلکہ سنت کہنے لگے ہیں اسی طرح یہ باقی مسائل میں بھی عنقریب حق کو تسلیم کر لیں گے۔ ہاں یہ سوال آپ کے ذہن میں ابھر رہا

ہو گا کہ جب ان حضرات نے ان کی بدعات کو جواز و استحباب کا درجہ دیا تو کتنے بریلوی علماء ان کے ساتھ ملے۔ تو جواب نفی میں ہے کہ کوئی بھی نہیں۔ بلکہ بعض بریلوی علماء نے تو بڑا روکھا جواب دیا کہ صرف میلاد یا عرس کرنے سے ہمارا تمہارے ساتھ اتلا نہیں ہو سکتا جب تک اپنے اکابر کو کافر نہ کہو۔ سچ ہے :

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

مماتی لوگوں کے ہاتھ ایک ہتھیار آگیا۔ وہ لوگوں کو دکھاتے پھرتے ہیں کہ دیکھو یہ لوگ کہتے تھے کہ مماتی دیوبندی نہیں۔ اب دیوبندیوں سے کٹ کر بریلویوں سے کون ملے ہیں۔ کتنے نوجوان اس رسالے کو پڑھ کر مماتی اور غیر مقلدین بن رہے ہیں اور دیوبندیوں میں اس کا اثر کیا ہوا؟ خود حضرت شیخ الحدیث قدس اللہ سرہ کے خلفاء اور متوسلین پریشان ہیں۔ وہ خود بھی اس رسالہ سے اظہارِ بیزاری فرما رہے ہیں اور دوسرے علماء کو بھی دعوت دے رہے ہیں کہ اس سے بیزاری کا اعلان کرو۔ ایک نئی گروہ بندی پیدا ہو گئی ہے۔ بریلویوں کا اتحاد تو نصیب دشمنان ہے، انہوں میں سخت پھوٹ پڑ گئی ہے۔

کیا کھویا اور کیا پایا :

مولانا! ہر آدمی اس کا حساب ضرور لگاتا ہے کہ میں نے فلاں کام کر کے کیا کھویا اور کیا پایا۔ اس میں شک نہیں کہ امام اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الہی صاحب زید مجدہم، حضرت مولانا سید نفیس شاہ صاحب دام فیوضہم، فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق صاحب دام ظلم، حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی زید مجدہم، حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی دامت برکاتہم، حضرت اقدس مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی قدس سرہ اور ان جیسے سینکڑوں جو آپ

پریٹوں کی طرف شفقت فرماتے تھے، اب ان کی شفقتوں سے آپ محروم ہو گئے ہیں۔ مولانا! میں کس درد سے گزارش کروں کہ آپ نے ان جیسے سینکڑوں بزرگوں کا دل دکھایا ہے۔ کیا واقعی آپ کا دل یہی کہتا ہے کہ یہ حضرات دین اور دینی مصالح سے ناواقف ہیں اور صرف آپ ہی دین کے مزاج شناس ہیں؟ آپ نے ان کو تو کھویا مگر ان جیسا تو کجا ان کی خاک پا کے برابر بھی کوئی بریلوی عالم آپ سے آکر ملا؟

ہمیں تو یہی نظر آ رہا ہے کہ آپ نے بہت کچھ کھودیا اور پایا کچھ بھی نہیں۔ کاش آپ پھر ان بزرگوں کے سایہ شفقت میں واپس آجائیں۔

### مسلک و مشرب :

آپ نے اپنے رسالہ کا نام اکابر کا مسلک و مشرب رکھا ہے۔ مولانا! مسلک و مشرب وہ عقائد اور اعمال ہوتے ہیں جو اکابر و اصاغر میں متواتر چلے آ رہے ہوں۔ جس طرح قرآن پاک وہی کتاب ہے جو سب میں تلاوت متواتر ہے۔ کوئی چند شاذ قراءتیں اکٹھی کر کے اس کا نام اکابر کا قرآن رکھ لے تو متواتر قرآن کے خلاف آپ بھی یقیناً اس کو قرآن ماننے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ مذہب حنفی ان مسائل کا نام ہے جو مفتی بہا اور معمول بہا ہیں۔ اس مذہب کے خلاف شاذ واقعات و روایات کو یقیناً آپ بھی مذہب حنفی ماننے کو تیار نہ ہوں۔ کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ میلاد، عرس اور نعلین شریفین کا عمل حضرات دیوبند میں متواتر چلا آ رہا ہے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو چند قابل تاویل واقعات کو مسلک و مشرب کا نام دینا میرے خیال میں مسلک و مشرب کے معنی سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

مولانا! آپ نے کتنی اچھی بات لکھی ہے: ”عوام کے لئے موٹی بات ہے کہ اکابر کے مسلک کے خلاف اب کسی بھی ان اکابر سے منسوب مفکر اسلام یا علم کے دعوے دار کی بات پر جب ہی غور کیا جاسکتا ہے جب کہ وہ متفقہ عالی مقام اکابر امت راسخین

فی العلم والفضل کے پاسنگ بھی ہو“ (ص ۲۸) مولانا! اکابر کا ایک صدی کا عمل آپ کے لئے قاتل غور ہے یا نہیں؟ شاید گزشتہ صدی میں آپ جیسا راسخ فی العلم نہیں ہے؟ مولانا! اگر آپ تھوڑا سا غور فرمائیں تو شاید آپ بھی اس نتیجے پر پہنچ جائیں گے کہ جس شخص کو مسلک و مشرب کا معنی بھی نہ آتا ہو اس کو کسی مسلک و مشرب کی ترجمانی کا کیا حق ہے؟

### حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس اللہ سرہ :

آپ نے اپنے اس رسالہ میں یہ بھی تاثر دینے کی کوشش فرمائی ہے کہ معاذ اللہ حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس اللہ سرہ بھی آپ کی طرح بدعات کی سرپرستی فرماتے تھے۔ یہ بات بالکل خلاف واقعہ ہے۔ آپ کے سوانح عمری میں ہے: ”ایک مرتبہ شیخ نے ایک قاتل احترام دیوبندی عالم اور بزرگ کے متعلق سنا کہ وہ ۱۲ ربیع الاول کے ایک میلادی جلسہ میں شرکت فرمانے والے ہیں۔ شیخ نے اس پر اس ناچیز کو لکھا ”ابھی چند روز ہوئے اخبار میں ۱۲ ربیع الاول کے میلادی جلسہ میں..... کی شرکت کا وعدہ پڑھا۔ جب سے سوچ میں ہوں کہ جس چیز پر اکابر نے ایسے ایسے خم ٹھونکے وہ ایسی بن گئی کہ اخبار جمعیتہ تو گویا اس کے پروپیگنڈہ کے لئے وقف ہو گیا۔“ (ص ۲۱۳) اسی طرح یہ بھی لکھا ہے کہ بعض حضرات نے بزرگان دین کے ان عرسوں کو دوبارہ قائم کرنے کو مفید سمجھا جن میں مسلمان بڑی تعداد میں شریک ہوتے تھے اور ایک دوسرے سے ملتے تھے۔ تقسیم (ملک) کے بعد وہ بند ہو گئے تھے یا بہت پھیکے پڑ گئے تھے۔ شیخ کو جب اس طرح کی اطلاعات ملیں تو ان کے دل کو بڑی چوٹ لگی۔ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: اللہ کی شان انقلابات زمانہ اور اپنے اعمال بد کے ثمرات دیوبندی جماعت جو عرس کے بند کرنے کی ہمیشہ ساعی رہی اب وہ عرسوں کو فروغ دینے والے بن گئے۔ جس شخص کے بڑے نظام الدین کے عرس کے زمانہ میں بستی بھی چھوڑ دیا کرتے تھے ان کا

ناخلف یہ سوچتا ہے کہ اس موقع پر جلایا جائے تاکہ پاکستان سے آنے والے احباب سے جن کو عرس کے عنوان سے اجازت مل جاتی ہے ملاقات ہو جائے۔ (سوانح شیخ رحمہ اللہ ص ۲۱۰) مولانا! اس عبارت کو ٹھنڈے دل سے پڑھ کر غور فرمائیں کہ آپ نے جو اپنا رسالہ میلاد عرس کے جواز میں ہزاروں کی تعداد میں پھیلایا ہے حضرت شیخ قدس اللہ سرہ کے قلب مبارک پر کتنی چوٹیں لگی ہوں گی؟ اسی ارشاد گرامی کے مطابق حضرت شیخ نے اگر آپ کو ناخلف قرار دے دیا تو آپ کے پلے میں کیا رہ جائے گا؟

حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”در حقیقت رضا خانیوں کو کھڑا کرنے والے انگریز ہیں اور انگریزوں کا مقصد مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنا تھا۔“ (مجالس حکیم الاسلام ص ۳۵۵) جناب نے فرمایا ہے کہ اب خمیث سازی انگریز ملک بدر ہو گیا ہے۔ (ص ۳۵) تو کیا وہ جاتا ہوا تکفیری مہم اور ان کے شریکات اور منکرات بھی ساتھ لے گیا ہے۔ اگر وہ منکرات موجود ہیں تو اتحاد کیسا؟ ان کا تو رد لازم ہے۔

### محمد شفیع اوکاڑوی :

آپ کے رسالہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے یہ رسالہ لکھنے سے بہت پہلے مولوی محمد شفیع اوکاڑوی بریلوی نے مولانا محمد رفیع عثمانی مدظلہ سے کہا تھا کہ جب حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنی عبارت حفظ الایمان میں تبدیلی فرمادی تو اب کوئی وجہ نزاع باقی نہیں رہی (ص ۴۶)۔

مولانا! حضرت اقدس رحمہ اللہ نے حفظ الایمان ۱۳۱۹ھ میں تحریر فرمائی۔ خان صاحب بریلوی نے ۱۳۲۶ھ میں اسی عبارت کو کفریہ قرار دیا۔ پھر حضرت نے اپنی عبارت کی وضاحت کے لئے بسط البنیان ۱۳۴۹ھ میں تحریر فرمائی، مگر خان صاحب بریلوی مرغنہ کی ایک ہی ٹانگ پر اڑے رہے تو حضرت نے ۱۳۴۲ھ میں تغیر العنوان میں اس

عبارت کو تبدیل فرمادیا۔ مگر بریلوی حضرات کے تکفیر میں وہی دم خم رہے۔ خود مولوی محمد شفیع اوکاڑوی نے ۱۳۰۸ھ میں اس کے پچاس سال بعد تعارف علمائے دیوبند نامی کتابچہ لکھا جو بریلوی مدارس میں پڑھایا جاتا ہے۔ اس میں ص ۵۹ پر عبارت کی تبدیلی کے باوجود مولوی صاحب نے اسی زور شور سے تکفیر کی۔ ان لوگوں کے وعدے و وعید کی کہہ سکرنا سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بریلوی حضرات پر اعتماد کرنے کی بجائے اپنے اکابر پر اعتماد کی توفیق عطا فرمائیں۔

### قصہ ہفت مسئلہ کا :

احباب موقع بے موقع ہفت مسئلہ کا قصہ چھیڑ دیتے ہیں۔ یہ رسالہ ۱۳۱۲ھ میں لکھا گیا۔ قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ نے تو یہاں تک فرمادیا: ”اے حمام میں جھونک دو۔“ کسی نے کہا اپنے شیخ کا رسالہ حمام میں جھونک رہے ہیں۔ فرمایا شیخ کے ہاتھ پر ہم نے جو بیعت کی ہے وہ تصوف میں کی ہے فقہ میں نہیں کی۔ فقہ میں وہ ہمارے تابع ہیں (مجالس حکیم الاسلام ص ۱۳۹) البتہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ کا کچھ میلان ہفت مسئلہ کی طرف تھا۔ آخر ۱۳۱۵ھ میں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ سے آپ کی طویل خط و کتابت ہوئی اور حضرت حکیم الامت نے آخر یہی فرمایا کہ مجھے اپنی غلطی پر تنبیہ ہوا اور علم کا ایک وسیع باب میرے سامنے کھل گیا۔ اس کے بعد ۱۳۱۶ھ میں حضرت مولانا محمد احمد صاحب والد گرامی حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب قدس سرہما نے عجیب خواب دیکھا کہ حضرت حاجی صاحب ہفت مسئلہ کے بارہ میں ارشاد فرما رہے ہیں کہ بھی علماء اس میں تشدد کیوں کرتے ہیں، گنجائش تو ہے اور مولانا محمد احمد صاحب عرض کر رہے ہیں کہ گنجائش نہیں ہے۔ ورنہ مسائل کی حدود ٹوٹ جائیں گی۔ ارشاد فرمایا یہ تو تشدد معلوم ہوتا ہے۔ آخر حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر خود صاحب شریعت ﷺ ہی فیصلہ فرمادیں؟ مولانا محمد احمد صاحب نے عرض کیا پھر

کس کی مجال کہ خلاف کرے۔ تھوڑی دیر بعد دونوں حضرات آنحضرت ﷺ کی زیارت باکرامت سے مشرف ہوئے۔ آپ ﷺ نے مولانا محمد احمد کے کندھے پر دست مبارک رکھ کر زور سے فرمایا حاجی صاحب! یہ لڑکا جو کہہ رہا ہے درست کہہ رہا ہے۔ یہ سن کر حضرت حاجی صاحب پر عجیب کیفیت تھی، بار بار پاؤں تک جھک جاتے تھے اور فرماتے تھے بجاو درست، بجاو درست۔ حضرت مولانا محمد احمد صاحب نے یہ خواب تحریر کر کے اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کی خدمت اقدس میں بھیجا۔ معلوم ہوا کہ اسے پڑھ کر حضرت حاجی صاحب پر ایک کیفیت بے خودی کی طاری ہوئی اور کچھ اس قسم کے الفاظ فرمائے کہ کاش یہ خواب لکھ کر قبر میں میرے ساتھ کر دیا جائے تو میرے لئے دستاویز ہو جائے۔ (احقر محمد طیب غفرلہ (اشرف السوانح ج ۳، ص ۳۵۰)

یہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب کا خواب اور حضرت حاجی صاحب کی تائید و تصدیق ہے۔ ۱۳۱۷ھ میں حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کا وصال ہو گیا۔ اس وقت سے لے کر آج ۱۴۱۶ھ تک ایک صدی گزر رہی ہے، کسی اکابر علمائے دیوبند نے دوبارہ ہفت مسئلہ کی طرف دعوت نہ دی۔ اب اسی کو لے کر کھڑے ہو جانا گویا اکابر کی ایک صدی کی محنت پر پانی پھیرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کے محافظ ہیں۔

### کچھ مکاشفات کے بارے میں :

دلائل شرعیہ بالاتفاق چار ہیں: کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ، اجماع اور قیاس۔ ان میں سے پہلی تین دلیلیں حجت ملزمہ ہیں اور چوتھی حجت مطمئنہ۔ منامات و مکاشفات دلیل کی کوئی قسم نہیں۔ ہاں یہ مبشر یا منذر ہو سکتے ہیں۔ ان کو اولہ شرعیہ پر پیش کیا جائے گا۔ شریعت کے موافق ہوں گے تو مقبول ہوں گے، مخالف ہوں گے تو مودل یا مردود ہوں گے۔ اب دلائل شرعیہ سے صرف نظر فرما کر صرف اس بات کو بنیاد بنا لینا کہ یہ تازہ مکاشفہ ہوا ہے کہ فلاں فقہی مسئلہ جو فقہاء میں مسلم ہے اس کے

خلاف عمل کرنا چاہئے۔ تو ایسے مکاشفات شرع شریف میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ہاں جو مکاشفات شرعی احکام کے موافق ہوں ان کو ہم مبشر یا منذر کی حیثیت میں تسلیم کرتے ہیں۔ صرف مکاشفات کی بناء پر علم شریعت کو اہمیت نہ دینا کوئی دانشمندانہ سوچ نہیں ہے۔

جن حضرات کے ہاں مکاشفات کے خاصے چرچے ہیں انہیں حضرت مولانا محمد احمد صاحب کے خواب اور حاجی صاحب کی تائید پر بہت غور کرنا چاہئے۔ یہاں یہ بھی واضح رہے کہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب کے بارہ میں ایک غلط پروپیگنڈہ ان کی حیات میں ہوا جس کی تردید حضرت شیخ الاسلام مولانا حافظ حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ نے نقش حیات ج ۲ ص ۶۷۵ پر یوں فرمائی: حضرت مولانا حافظ احمد صاحب صاحبزادہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم اور مہتمم دارالعلوم دیوبند کو گورنمنٹ کی طرف سے شمس العلماء کا خطاب سر جیمس گورنریو۔ پی نے دلوا یا تھا۔ حضرت رحمہ اللہ نے اس کو واپس کروایا اور ایسی موثر تقریر مجمع خصوصی میں فرمائی کہ نہ صرف حافظ صاحب مرحوم بلکہ تمام مجمع متاثر ہو کر بیک زبان واپسی کا متقاضی ہوا۔

اللہ تعالیٰ ہماری اغزشوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرمائیں۔ ان سطور سے نہ کسی کی دل آزاری مقصود ہے اور نہ کوئی علمی تعلی۔ بس اپنے دل کا دکھڑا تھا جو احباب کے سامنے رکھ دیا۔ دعا ہے کہ اسی درد دل سے اس کو پڑھا اور اس پر غور کیا جائے۔





# ایک یادگار ملاقات

## ”فضائل اعمال“

مصنفہ حضرت شیخ الحدیثؒ

## پر اعتراضات کے جوابات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کراچی کے سفر میں ایک صاحب سے ملاقات ہوئی جو اپنا نام مرزا وحید بیگ بتا رہے تھے۔ وہ اصل میں پنجابی ہیں مگر عرصہ دراز سے امریکہ میں مقیم ہیں۔ انہوں نے اپنی سرگزشت یوں بیان فرمائی کہ میں یہاں سے ایف۔ اے کر کے امریکہ گیا تھا۔ ایک سال اس حال میں گزرا کہ دونوں عیدیں اور چند نمازیں بھی پڑھیں۔ آخر عید کی نماز میں دو تین ساتھیوں سے ملاقات ہوئی جو تبلیغی جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے میرا ایڈریس نوٹ کیا اور مجھ سے رابطہ رکھا۔

### زندگی میں تبدیلی :

ان حضرات کی صورت اور سیرت شریعت محمدیہ ﷺ کی ترجمان تھیں۔ ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے مجھے بھی اسلامی زندگی کا احساس ہوا۔ میں نے تبلیغی جماعت کے ساتھ وقت لگانا شروع کر دیا۔ مجھے ایک عجیب ذہنی سکون اور قلبی راحت محسوس ہوئی اور الحمد للہ میں نماز روزے کا پابند بن گیا۔ حرام حلال کا امتیاز کرنے لگا۔ اپنے وقت اور

مال سے کچھ حصہ دین سیکھنے اور اس کی تبلیغ کرنے کے لئے وقف کر دیا۔ بیوی بچوں، دوست احباب، سب پر محنت کی اور ایک پرسکون دینی ماحول بن گیا اور میری زندگی کے پورے چار سال اسی طرح گزرے۔ میں نے اور میری بیوی نے گزشتہ زندگی کی نمازوں کو قضا کیا۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں جو کوتاہیاں ہوئی تھیں شرعی مسائل پوچھ کر ان کی ادائیگی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ندامت اور توبہ کا شغل اختیار کیا۔ فضائلِ اعمال، تعلیم الاسلام اور بہشتی زیور مستقل خریدے اور ان کی تعلیم اور عمل میں کوشش کرتے۔

### نیا موڑ :

چار سال کے بعد ایک عید کے موقع پر ہی دو تین نوجوانوں نے مجھے آگھیرا۔ بڑی گرم جوشی سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے میرے دینی جذبات اور کوشش کی تعریف کی۔ اگرچہ ان نوجوانوں کے چہرے پر نہ شرعی داڑھی تھی نہ ان کا لباس شرعی انداز کا تھا، لیکن وہ دین سے لگاؤ اور محبت کا ذکر اس جوش سے کرتے تھے کہ میں ان کا گرویدہ ہو گیا۔ ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہو گیا۔ اسی نیت سے کہ ان کے جذبہ کی قدر کر کے ان کو شرعی صورت و سیرت اور شرعی لباس اور احکام پر آسانی سے آمادہ کیا جاسکتا ہے۔ میں ان کے ہاں گیا۔ ان کے پاس اسلامی کتابوں کی ایک لائبریری تھی۔ انہوں نے مجھے کہا کہ آپ لوگوں کا دین انڈیا سے آیا ہے اور ہمارا مکہ مدینہ سے اور یہ کہتے ہوئے ایک کتاب صلوٰۃ الرسول، مصنفہ مولانا محمد صادق سیالکوٹی، مجھے دی کہ اگر مکہ مدینے کا دین ماننا ہے تو یہ کتاب پڑھو۔ میں نے یہ کہتے ہوئے کتاب لے لی کہ یہ کتاب تو سیالکوٹی کی ہے نہ کہ مکہ مدینہ کی۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ سیالکوٹی میں لکھی گئی مگر باتیں مکہ مدینہ کی ہیں۔

### پہلا فرق :

میں نے کہا کہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے بھی فضائلِ اعمال میں آیات

قرآنِیہ احادیثِ نبویہ ﷺ اور نیک لوگوں کے واقعات ہی ذکر فرمائے ہیں۔ بہت عجیب کتاب ہے، میری زندگی میں یہ تبدیلی اسی کتاب کی مرہونِ منت ہے کہ میں بے نماز تھا، نمازی بن گیا۔ جھوٹ بولتا تھا، اس سے توبہ کی۔ حلال حرام کا خیال نہیں کرتا تھا اب پوری کوشش کر کے حرام سے بچتا ہوں۔ میری صورت اور سیرت میں جو اسلامی رنگ ہے یہ اسی کتاب کی برکت ہے۔ انہوں نے فوراً میری بات کانٹے ہوئے کہا کہ آپ پڑھے لکھے آدمی ہیں، شیخ الحدیث صاحب نے بہت سی باتیں بلا حوالہ نقل کر دی ہیں۔ انہوں نے مجھے کئی ایک مقامات دکھائے جہاں کوئی حوالہ نہ تھا اور پھر صلوٰۃ الرسول دکھا دکھا کر کہہ رہے تھے کہ دیکھو ہر بات باحوالہ ہے، دین ہمیشہ باحوالہ اور مستند ہونا چاہئے نہ کہ بے حوالہ اور غیر مستند۔ اس بات میں میں ان کے سامنے بالکل لاجواب ہو گیا اور واقعی مجھے بہت بڑا دھچکا لگا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ نے بہت جگہ حوالے کیوں نہیں دیئے؟ اس نے یہ بتاتے ہوئے مجھے کہا کہ آپ مجھے اس کا جواب دیں۔ میں نے کہا اس کا جواب حضرت شیخ الحدیث خود دے چکے ہیں۔ فرماتے ہیں: ”اس جگہ ایک ضروری امر پر متنبہ کرنا بھی لابدی ہے، وہ یہ کہ میں نے احادیث کا حوالہ دینے میں مشکوٰۃ، تنقیح الرواۃ، مرقاۃ، احیاء العلوم کی شرح اور منذری کی ترغیب و ترہیب پر اعتماد کیا ہے اور کثرت سے ان سے لیا ہے۔ اس لئے ان کے حوالہ کی ضرورت نہیں سمجھی۔ البتہ ان کے علاوہ کہیں سے لیا ہے تو اس کا حوالہ نقل کر دیا“ (فضائل قرآن ص ۷) اس نے اس عبارت کو تین دفعہ پڑھا اور کہنے لگا کہ حضرت نے واقعی بات واضح فرمادی۔ لیکن میں نے بھی پورا مطالعہ نہیں کیا تھا۔ پھر میں نے کہا کہ ”صلوٰۃ الرسول“ میں بھی کئی باتیں بلا حوالہ درج ہیں، ص ۴۴ تا ص ۵۴ میں جو اذکار اور اعمال درج کئے ہیں وہ سب بلا حوالہ ہیں۔ چنانچہ مولوی عبدالرؤف غیر مقلد صلوٰۃ الرسول کلاں کے حاشیہ پر آیت کریمہ کے عمل کا یوں مذاق اڑاتا ہے: کیا ایسا بہتر نہیں کہ یہ وظیفہ آیت کریمہ کرنے والے کو ایک مچھلی نما صندوق میں بند کر کے کسی دریا یا سمندر میں پھینک دیا

جائے تاکہ حضرت یونس علیہ السلام کے مچھلی کے پیٹ کے اندر میرے کانہ صرف نقشہ ہی کھینچ جائے بلکہ یونس علیہ السلام والی صحیح کیفیت پیدا ہو جائے۔ اس طریقہ پر عمل کرنے سے آتالیس دن انتظار کی ضرورت نہیں، بلکہ چند ہی گھنٹوں میں بفضلہ تعالیٰ ہر قسم کے ہوم و غوم کے بادل چھٹ جائیں گے۔ کسی طرح کی بھی مشکل و مصیبت باقی نہ رہے گی بلکہ سب پریشانیوں اور مصیبتوں سے نجات ابدی حاصل ہوگی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مجھے نہایت تعجب بھی ہے اور افسوس بھی کہ اس قسم کی لایعنی چیزیں اور خرافات ہم سلفیین میں کدھر سے گھس آئیں باللہ علیکم۔ کیا اس قسم کی باتیں اللہ عزوجل کی ذات اقدس سے استنزاء کے مترادف نہیں؟ یہ طریقے کس آیت قرآنی اور کس حدیث نبوی سے ماخوذ ہیں۔ (صلوۃ الرسول محشی ص ۵۰۴)

### غلط حوالے :

وہ شخص تو یہ بے حوالہ باتیں اور ان پر تبصرہ پڑھ کر ہی حیران ہو رہا تھا کہ میں نے بتایا کہ صلوۃ الرسول میں تو بہت سے حوالے بھی غلط ہیں۔ دیکھئے صلوۃ الرسول ص ۱۳۶ پر زیر عنوان ”نماز کے لامثال محاسن“ فضائل کی ۲۴ احادیث نقل کی ہیں اور حوالہ صحاح ستہ کا دیا ہے، مگر ان میں سے ۱۳ احادیث ۱، ۵، ۶، ۷، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۳، ۱۳، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۲۰، ۲۰ کا نشان تک صحاح ستہ میں نہیں ہے۔ اسی طرح مولوی عبدالرؤف صاحب ہی لکھتے ہیں: بعض ایسی احادیث بھی ہیں کہ موصوف نے انہیں جن کتب کی طرف منسوب کیا ہے ان کتب میں وہ نہیں پائی جاتیں۔ مثلاً ۸، ۲، ۲۸۳، ۳۱۱، ۳۳۳، ۳۵۸، ۵۰۹، ۵۷۱، ۶۲۰، ۶۳۹، ۶۶۵، ۶۶۷، ۶۷۷ (صلوۃ الرسول محشی ص ۱۴) یہ بارہ احادیث بھی ایسی ہیں جن کے حوالے غلط ہیں۔ مثال کے طور پر یہ ۲۶ غلط حوالے دیئے ہیں، ورنہ اس خانہ ہمہ آفتاب ست۔ میں نے کہا اس چھوٹی سی کتاب میں غلط حوالوں کی اتنی بھرمار۔ اب تو مرزا وحید بیگ بھی دریائے حیرت میں غرق تھا اور بار بار کہہ رہا تھا کہ یا اللہ! تیرے سادہ

دل بندے کدھر جائیں۔

### ضعیف احادیث :

جناب وحید صاحب نے کہا کہ پھر انہوں نے مجھے بتایا کہ اکثر باتیں تو شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ نے بلا حوالہ لکھیں اور جن کا حوالہ دیا ان میں سے بھی اکثر ضعیف، جھوٹی اور من گھڑت احادیث لکھ دیں۔ لیکن صلوٰۃ الرسول میں ایک بھی ضعیف حدیث نہیں ہے۔ وحید صاحب نے بتایا کہ ان کا یہ اعتراض تو واقعی بہت وزنی تھا جس سے میں فضائل اعمال سے دل برداشتہ ہو گیا۔ میں نے کہا ان کا یہ اعتراض محدثین کے مسلمہ اصول کے خلاف ہے۔ کیونکہ محدثین کا اصول ہے کہ فضائل اور ترغیب و ترہیب میں ضعیف احادیث مقبول ہیں۔ خود حضرت شیخ الحدیث نے اس اصول کو بیان فرمایا۔ چنانچہ فضائل نماز کے آخر میں آخری گزارش کے تحت فرماتے ہیں: ”آخر میں اس امر پر تنبیہ ضروری ہے کہ حضرات محدثین کے نزدیک فضائل کی روایات میں توسع ہے اور معمولی ضعف قابل تسامح، باقی صوفیاء کرام رحمہم اللہ کے واقعات تو تاریخی حیثیت رکھتے ہی ہیں اور ظاہر ہے کہ تاریخ کا درجہ حدیث کے درجہ سے کہیں کم ہے۔“ (فضائل نماز ص ۹۶) ایک جگہ فرماتے ہیں: ”اگرچہ محدثانہ حیثیت سے ان پر کلام ہے لیکن یہ کوئی فقہی مسئلہ نہیں جس میں دلیل اور حجت کی ضرورت ہو۔ مبشرات اور منامات ہیں۔“ (فضائل درود ص ۵۶)

میں نے کہا کہ میں اس کی تھوڑی سی تفصیل عرض کر دیتا ہوں۔ جس طرح سارے حساب کا خلاصہ دو ہی قاعدے ہیں جمع اور تفریق۔ حدیث کی سند کے راوی میں بھی بنیادی طور پر دو ہی باتیں دیکھی جاتی ہیں: حفظ اور عدالت، کہ اس کا حافظہ اچھا ہو اور وہ نیکو کار ہو، فاسق و فاجر نہ ہو۔ اگر راوی میں ضعف حفظ کی وجہ سے ہے تو اس کو محدثین ضعیف قریب کہتے ہیں۔ کیونکہ متابعت یا شواہد سے ختم ہو جاتا ہے۔ قرآن پاک

میں اللہ تعالیٰ نے دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کی گواہی کے برابر قرار دے دیا ہے۔ وجہ یہ بھی بتائی ہے کہ اگر ایک عورت بھول جائے گی تو دوسری یاد دلا دے گی۔ اسی سے محدثین نے یہ اصول بنالیا کہ اگر ایک حدیث کی دو سندیں ہوں اور دونوں میں ایک راوی ایسا ہو کہ جس کا حافظہ کمزور ہو تو دونوں سندیں مل کر وہ حدیث صحیح مانی جائے گی۔ اسی لئے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ بہت جگہ یہ تحریر فرمادیتے ہیں کہ یہ مضمون بہت سی روایات میں آیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ شواہد اور متابعات کی وجہ سے مقبول ہے۔ اب ان روایات کو رد کرنا گویا قرآنی اصول کا انکار کرنا ہے۔ تو اعتراض حضرت رحمہ اللہ کی بجائے قرآن پر کرنا چاہئے اور اگر راوی عادل نہ ہو تو اس کو ضعف شدید کہتے ہیں۔ اس لئے احکام میں اس کی روایت حجت نہیں ہوتی۔ مگر فضائل اور تاریخ میں سرے سے عدالت ہی شرط نہیں۔ رسول اقدس ﷺ فرماتے ہیں: حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج (بخاری ج ۱، ص ۴۹۱، ترمذی ج ۲، ص ۱۰۷) بنی اسرائیل سے روایت کرو کوئی حرج نہیں۔ جب ترغیب و ترہیب کے واقعات کافروں تک سے روایت کرنے کی اجازت ہے تو یہ غیر عادل راوی کیا ان یسود سے بھی بدتر ہیں؟ ہرگز نہیں۔ پھر یہاں بھی جب کئی طریقوں سے روایت ہو اس کے بیان میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں احکام میں ایسے راویوں کی روایت حجت نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے جو روایات لی ہیں وہ قرآن پاک، احادیث نبویہ اور محدثین کے اصولوں کے عین مطابق لی ہیں۔ اور سب محدثین نے فضائل میں یہی طریق اختیار فرمایا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ مقدمہ شرح مسلم ج ۱، ص ۲۱ اور شیخ ابن تیمیہ فتاویٰ ج ۱۸، ص ۶۵-۶۸ پر تصریح فرماتے ہیں کہ فضائل میں ضعیف مقبول ہیں۔

### دوسرا رخ :

میں نے کہا آپ حیران ہوں گے کہ صلوٰۃ الرسول میں نہ صرف فضائل میں بلکہ

احکام میں بھی ضعیف احادیث کی بھرتی کر دی گئی ہے۔ مولوی عبدالرؤف صاحب نے نمبر وار ۸۴ احادیث کی نشاندہی کی ہے جو انتہائی ضعیف احادیث ہیں۔ ۶، ۱۳، ۱۴، ۱۶، ۲۲، ۳۳، ۵۲، ۵۳، ۵۶، ۶۱، ۷۳، ۸۵، ۸۸، ۱۰۷، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۵۳، ۱۵۹، ۱۶۱، ۱۶۳، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۲، ۱۷۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۹، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۲۶، ۲۳۱، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۶، ۲۳۹، ۲۴۱، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۷۸، ۳۶۳، ۳۸۳، ۴۱۳، ۴۱۵، ۴۱۹، ۴۴۴، ۴۴۸، ۴۵۹، ۴۶۱، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۸۵، ۴۸۱، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۵۱، ۵۵۷، ۵۶۵، ۵۷۸، ۵۸۲، ۵۸۶، ۶۲۶، ۶۳۰، ۶۵۴، ۶۶۰، ۶۶۳، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۷۳، ۶۷۹، ۶۸۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۹، ۷۰۳۔ یہ تمام احادیث انتہائی ضعیف ہیں۔ اسی کو کہتے ہیں: ”دیگراں را نصیحت خود میاں فضیلت“ یہ دیکھ کر تو جناب وحید صاحب بہت پریشان تھے کہ الہی یہ ماجرا کیا ہے؟ ”ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور“۔

**شرک ہی شرک :**

پھر مجھے انہوں نے بتلایا کہ یہ تبلیغی نصاب تو سارا شرک سے بھرا ہوا ہے۔ فضائلِ صدقات، فضائلِ درود اور فضائلِ حج میں ایسے واقعات ہیں جو واقعاً شرک کی تعلیم دیتے ہیں۔ کچھ دن تو میں پریشان رہا کہ یہ کتاب ساری دنیا میں پھیل چکی ہے، ہزاروں نہیں لاکھوں انسانوں کی زندگیوں میں اس نے انقلاب پیدا کر دیا ہے، سینکڑوں علماء نے بھی اسے دیکھا ہے مگر کسی مفتی، محدث اور فقیہ کی نظر یہاں تک نہیں گئی جہاں تک ان کلرکوں کی پہنچ گئی ہے۔ مگر ان واقعات کی کوئی تاویل مجھے بھی سمجھ نہ آتی تھی۔ آخر نہ صرف یہ کہ میں نے تبلیغی جماعت کو چھوڑ دیا بلکہ ان کے سخت مخالف ہو گیا، کیونکہ میرے علم کے مطابق یہ لوگ شرک کے مبلغ تھے اور ان کی نمازیں بھی غلط در غلط تھیں۔ اب میرے نزدیک نماز، روزے، حج اور جہاد سے سب سے بڑی نیکی تبلیغی جماعت کی مخالفت تھی۔ گھر میں، بازار میں، دفتر میں، مجالس میں، مساجد میں، میرا یہی

جما ہے کہ یہ جماعت توحید نہیں شرک کی داعی ہے اور اسلام نہیں حنفیت کا پرچار کرتی ہے۔ اگرچہ اب مجھ میں جماعت اور تکبیرِ اولیٰ کی پابندی کا کوئی ذوق نہیں، حلال حرام کی بھی زیادہ تفتیش باقی نہیں رہی مگر توحید و سنت کا نشہ ہے جس کے بعد ہر گناہ معاف ہو جاتا ہے، اپنی نماز کا وہ اہتمام باقی نہیں رہا مگر دوسروں کو مشرک اور بے نماز کہنے کا ذوق بہت بڑھ گیا ہے۔ اپنی اصلاح کی بھی خاص فکر نہیں رہی، کیونکہ ان سب سے مقدم اس ساری دنیا کو شرک سے بچانا ہے جن کو فضائلِ اعمال کے مطالعہ نے مشرک بنا دیا ہے۔ اگرچہ دنیا میں مجھے اس میں خاص کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ دو سال کی محنت شاقہ سے میں بمشکل دو کلروں کو تبلیغی جماعت سے کاٹ سکا ہوں، جبکہ ہزاروں نئے آدمی اس جماعت سے جڑ گئے ہیں، لیکن آخرت میں اللہ تعالیٰ سے پورے پورے اجر کا امیدوار ہوں۔

### کرامات :

میں نے کہا کہ جن واقعات کی طرف آپ اشارہ فرما رہے ہیں وہ کرامات ہیں، ان کو خرقِ عادات بھی کہتے ہیں۔ یعنی عادت یہ ہے کہ مرد عورت دونوں کے ملاپ سے اولاد پیدا ہو، مگر خرقِ عادت یہ ہے کہ بی بی مریم کو بغیر مس بشر کے بیٹا مل جائے۔ عادت یہی ہے کہ اونٹنی اونٹنی سے پیدا ہو اور خرقِ عادت یہ ہے کہ اونٹنی پہاڑ سے پیدا ہو۔ عادت یہی ہے کہ سانپ سپنی کے انڈے سے نکلے اور خرقِ عادت یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی لائھی سانپ بن جائے۔ عادت یہی ہے کہ آپریشن یا دوا سے جھلی دور ہو جائے اور ٹائینا دیکھنے لگے اور خرقِ عادت یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کی قمیص اور عیسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ لگنے سے بیتائی آجائے۔ عادت یہی ہے کہ نیل بیلوں کی طرح آواز نکالے اور بھیڑیا بھیڑیوں کی طرح، مگر خرقِ عادت یہ ہے کہ نیل اور بھیڑیا انسانوں کی طرح کلام کریں۔ ان میں جو باتیں عادت ہیں ان میں کچھ انسان کا بھی اختیار ہوتا



ہے، لیکن خرق عادت میں اختیار اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے اور ظہور مخلوق کے ہاتھ پر ہوتا ہے۔ دیکھئے قرآن پاک میں مسیح علیہ السلام کے معجزات مذکور ہیں۔ مسلمان بھی ان معجزات کو برحق مانتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ معجزات عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے مگر یہ سب قدرت خداوندی کا ظہور تھا۔ جب مسلمان ان کو قدرت الہی کا ظہور مانتے ہیں تو ان کو ہر ہر معجزہ دلیل توحید نظر آتا ہے۔ لیکن عیسائی ان معجزات کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عادت اور ان کے اختیار سے مانتے ہیں۔ تو انہوں نے ایک ایک معجزہ کو دلیل شرک بنالیا۔ اب ان معجزات سے شرک کشید کر لینا اس میں نہ تو اللہ تعالیٰ کا قصور تھا نہ عیسیٰ علیہ السلام کا۔ قصور تو عیسائی ذہنیت کا تھا جس نے توحید کو شرک بنا ڈالا۔ بالکل اسی طرح ہم اہل سنت والجماعت جب کرامات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کو خدا تعالیٰ کے علم و قدرت کا کرشمہ یقین کرتے ہیں۔ اس لئے ہمیں ان کرامات میں توحید ہی توحید نظر آتی ہے اور آپ لوگ جب تبلیغی نصاب کا مطالعہ عیسائی ذہن سے کرتے ہیں تو آپ کو وہ کرامات شرک ہی شرک نظر آتی ہیں۔ تو قصور نہ اللہ تعالیٰ کا ہے کہ اس نے ان بزرگوں کی عزت افزائی کے لئے اپنی قدرت نمائی کیوں کی اور نہ ہی ان بزرگوں کا۔ قصور تو سارا اس عیسائی ذہنیت کا ہے۔ اگر آپ بھی اس عیسائی ذہنیت سے توبہ کر کے اسلامی ذہن سے مطالعہ کریں تو آپ کو توحید ہی توحید نظر آئے گی۔

یہ ہو ہی نہیں سکتا :

اب وحید صاحب بڑے غصے میں تھے کہ ان واقعات میں تو ایسی ایسی باتیں ہیں جو ہو ہی نہیں سکتیں، بالکل ناممکن ہیں۔ میں نے پوچھا کس سے نہیں ہو سکتیں، خالق سے یا مخلوق سے؟ اگر مخلوق سے نہیں ہو سکتیں تو بالکل درست، مگر ان کو مخلوق کا فعل قرار دینا ہی تو عیسائی ذہنیت ہے۔ اور اگر کہو کہ خالق سے بھی نہیں ہو سکتیں تو یہ اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت کا انکار ہے۔ اگر آپ اس کے منکر ہیں اور خالق کی قوت اتنی ہی مانتے

ہیں جتنی آپ کی کہ جو آپ سے نہ ہو سکے وہ خدا سے بھی نہیں ہو سکتا تو اپنی توحید کی خیر منائیے اور توبہ کیجئے۔ اللہ والوں کی کرامات کا انکار نہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہے۔

### جھوٹ ہی جھوٹ :

اس پر وحید صاحب نے کہا لوگ اپنے بزرگوں کے لئے غلط اور جھوٹے واقعات گھڑ لیتے ہیں تو ان کا کیا اعتبار؟ میں نے کہا جھوٹ کہاں نہیں گھڑا گیا؟ لوگوں نے جھوٹے خدا بنائے، جھوٹے نبی بنائے، جھوٹی حدیثیں بنائیں، جعلی کرنسی بنائی تو کیا صرف جھوٹے خداؤں کا ہی انکار کرو گے یا ساتھ ہی سچے کا بھی انکار کرو گے؟ صرف جھوٹے نبیوں کا ہی انکار کرو گے یا بچوں کا بھی انکار کرو گے؟ صرف جھوٹی حدیثوں کا انکار کرو گے یا سچی احادیث کو بھی چھوڑ دو گے؟ صرف جعلی کرنسی سے بچو گے یا اصلی کرنسی بھی گلی میں پھینک دو گے؟ یہاں بھی جھوٹے واقعات کو ماننے کی آپ کو کس نے دعوت دی ہے؟ اور سچے واقعات سے انکار کیوں ہے؟

### عقل نہیں مانتی :

وحید صاحب نے کہا ایسے واقعات کو کیسے مان لیا جائے؟ ان میں ایسی باتوں کا ذکر ہے جو انبیاء علیہم السلام اور صحابہؓ کے لئے بھی ظاہر نہیں ہوئیں۔ نبی اور صحابہ کا مقام تو دلی سے بہت بلند ہے۔ یہ بالکل ناممکن ہے کہ ایک خرق عادت نبی اور صحابی کے ہاتھ پر تو ظاہر نہ ہو اور کسی دلی کے ہاتھ پر ظاہر ہو جائے۔ میں نے کہا عجیب بات ہے جہاں قیاس جائز ہو وہاں تو آپ اس کو شرک کہتے ہیں اور خرق عادات میں قیاس شروع کر دیا ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کو خواب نظر آتے ہیں یا نہیں؟ اس نے کہا آتے ہیں۔ میں نے کہا بالکل وہی جو انبیاء اور صحابہ کرامؓ کو آئے یا اور بھی؟ اس نے کہا یہاں انبیاء اور صحابہ کا کیا ذکر؟ اللہ تعالیٰ جس کو خواب چاہیں دکھا دیں۔ میں نے کہا بعض

اوقات ایک چھوٹے بچے کو خواب نظر آتا ہے اور صبح بتاتا ہے کہ آج خواب میں میں نے دیکھا کہ نانا ابو آئے ہیں، اور واقعتاً وہ آ بھی جاتے ہیں اور خواب سچا ہو جاتا ہے۔ مگر اس خواب کا کوئی یہ کہہ کر انکار نہیں کرتا کہ گھر کے بڑوں کو یہ خواب نہیں آیا تو ہم کیسے مان لیں کہ بچے کو خواب آگیا؟ دیکھو حضرت بی بی مریم ولیہ ہیں، ان کو بے موسم پھل مل رہے ہیں۔ مگر حضرت زکریا علیہ السلام جو نبی ہیں ان کو نہیں مل رہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو خاوند کے ہوتے ہوئے لڑکی بھی نہیں دی اور بی بی مریم کو بغیر خاوند کے لڑکا عطا فرمایا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ہاتھ مبارک روزانہ منہ پر پھرتے ہیں مگر بینائی واپس نہیں آئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی صرف قمیص لگنے سے بینائی واپس آگئی۔ جو ہوا سلیمان علیہ السلام کا تخت اٹھائے پھرتی تھی اس ہوا کو یہ حکم نہیں ملا کہ سفر ہجرت میں آپ ﷺ کو ایک لمحہ میں مدینہ پہنچا دے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نبی ہیں، لیکن تخت بلقیس کا آنا ان کے صحابی کی کرامت ہے۔ تو بھی یہ اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے۔ وہ چاہیں تو ہزاروں میل دور بیت المقدس کا کشف ہو جائے، جنت دوزخ کا کشف ہو جائے اور نہ چاہیں تو چند میل سے سیدنا عثمانؓ کی شہادت کی غلط خبر آئے اور آپ بیعت لینا شروع فرمادیں۔ وہ نہ چاہے تو کعبان کے کنوئیں میں یوسف علیہ السلام کا یعقوب علیہ السلام کو پتہ نہ چلے اور جب چاہے تو مصر سے یوسف علیہ السلام کے کرتے کی خوشبو کعبان میں سونگھا دے۔ میں نے کہا آپ جو ساری دنیا کو مشرک کہہ رہے ہیں اس پر نظر ثانی کریں اور توبہ کریں۔

نماز :

اب اس نے کہا آپ جو نماز پڑھتے ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ محض اندھی تقلید ہے۔ کیا یہ نماز قبول ہوگی؟ میں نے کہا آپ ایمان داری سے بتائیں کہ آپ کو تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام تک نماز کے ہر قول اور ہر فعل کی دلیل تفصیلی یاد

ہے۔ اگر ہے تو ذرا سنادیں۔ اس نے کہا دو تین مسائل کے علاوہ مجھے کسی مسئلے کی دلیل یاد نہیں۔ میں نے کہا تو آپ کے اقرار سے آپ کی نماز ستانوںے فیصد تقلیدی ہے، وہ کیسے قبول ہوگی؟ اب وہ پریشان سا ہوا۔ کہنے لگا وہ کہتے ہیں کہ ہم صرف قرآن و حدیث کو مانتے ہیں اور حنفیوں سے حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں اور لاکھوں روپے انعام رکھتے ہیں مگر کوئی حنفی جواب نہیں دیتا۔ میں نے کہا میں بھی دو حدیثیں آپ سے پوچھتا ہوں۔ آپ ہی میرا مطالبہ پورا فرمادیں اور کروڑ روپیہ فی حدیث انعام لے لیں۔

(الف)..... ایک حدیث ایسی لائیں کہ امام کے پیچھے مقتدی کو ۱۱۳ سورتیں پڑھنی حرام ہیں، صرف ایک سورۃ فاتحہ پڑھنی فرض ہے۔ اس کے پڑھے بغیر مقتدی کی نماز نہیں ہوتی اور اس حدیث کو اللہ یا رسول اللہ ﷺ نے صحیح فرمایا ہو، کیوں کہ اللہ و رسول ﷺ کے سوا کسی کی بات حجت نہیں۔

(ب)..... چار رکعت نماز میں آٹھ سجدے ہوتے ہیں۔ آپ نہ سجدوں میں جاتے وقت رفع یدین کرتے ہیں اور نہ اٹھتے وقت۔ گویا سولہ جگہ رفع یدین نہیں کرتے اور دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں بھی رفع یدین نہیں کرتے تو کل اٹھارہ جگہ رفع یدین نہیں کرتے اور چار رکعت میں چار رکوع ہوتے ہیں۔ آپ رکوع جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کرتے ہیں تو یہ آٹھ رفع یدین ہوئیں، اور پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرتے ہیں تو یہ کل دس جگہ رفع یدین ہوئیں۔ آپ ایک اور صرف ایک ایسی حدیث پیش فرمائیں کہ آنحضرت ﷺ اٹھارہ جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے اور دس جگہ کرتے تھے اور یہ آپ ﷺ کا ہمیشہ کا عمل تھا۔ جو اس طرح نماز نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی اور اس حدیث کو اللہ یا رسول اللہ ﷺ نے صحیح فرمایا ہو۔ ہم آپ کو انعام بھی دیں گے اور اہل حدیث بھی ہو جائیں گے۔ صرف ایک غیر جانبدار عربی پروفیسر یہ تصدیق کر دے کہ واقعی دونوں حدیثوں میں مطلوبہ پانچ پانچ باتیں پائی گئی ہیں۔ وحید صاحب نے کہا کہ مجھے تو ایسی حدیثیں معلوم نہیں۔ میں اپنے علماء سے ان کا مطالبہ

کروں گا۔ اگر میں لے آیا تو آپ کو اہل حدیث ہونا پڑے گا اور اگر نہ لاسکا تو میں اہل سنت والجماعت حنفی بن جاؤں گا۔ میں نے کہا بالکل درست۔ وہ چلا گیا۔  
**دوسری مجلس :**

تین دن بعد وحید صاحب آئے اور کہا میں نے تین دن آرام نہیں کیا۔ ایک ایک مولوی صاحب کے پاس پہنچا اور ان سے کہا کہ صرف دو مطلوبہ حدیثیں لکھ دو۔ لیکن کسی نے حامی نہیں بھری، بلکہ ناراض ہوئے کہ ایسے سوالات ہمارے پاس آئندہ نہ لانا، یہ سوالات محض شرارت کے لئے ہیں۔ وحید صاحب کہتے ہیں میں نے ان سے کہا کہ اگر ایسے سوال آپ کریں تو اس کو تو آپ عمل بالحدیث کہتے ہیں اور وہ لوگ آپ سے حدیث پوچھ لیں تو اس کو آپ شرارت کہتے ہیں۔ وحید صاحب نے کہا کہ وعدہ کے مطابق تو مجھے اب اہل سنت والجماعت حنفی بن جانا چاہئے مگر میرے ابھی اور بھی اشکالات ہیں۔

### سورۃ فاتحہ فرض ہے :

وحید صاحب نے کہا کہ سورۃ فاتحہ فرض ہے اور مقتدی اگر سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز بالکل نہیں ہوتی۔ میں نے کہا کہ دو آیتیں یا حدیثیں مجھے لکھوادیں، میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں گا۔ ایک تو یہ کہ مقتدی پر سورۃ فاتحہ فرض ہے اور دوسری حدیث یہ لکھوائیں کہ نماز میں کل فرائض کتنے ہیں؟ آپ کے تمام علماء مل کر یہ دو حدیثیں نہیں دکھا سکتے۔ وحید صاحب! اہل سنت والجماعت کا دین کامل ہے۔ ان کی فقہ میں فرائض کی پوری تفصیل ہے۔ غیر مقلدین کا دین ناقص ہے۔ یہ بے چارے کسی حدیث سے مکمل فرائض نہیں دکھا سکتے۔ اس نے کہا یہ کیا بات ہے؟ اگر نہ دکھاسکیں گے تو میں وہ ناقص دین چھوڑ دوں گا۔ میں نے کہا اب تک آپ جو نماز پڑھتے آرہے ہیں آپ کو فرائض تک معلوم نہیں چہ جائیکہ ان کے دلائل، تو آپ یہ نماز کن کی اندھی تقلید میں

پڑھ رہے ہیں۔ تقلید تو آپ کے ہاں شرک ہے۔ تو نماز پڑھ کر آپ نمازی بننے ہیں یا شرک؟

### رفع یدین سنت ہے :

اس نے کہا اٹھارہ جگہ رفع یدین نہ کرنا سنت ہے اور دس جگہ ہمیشہ رفع یدین کرنا سنت ہے اور حنفیوں کی نماز بالکل خلاف سنت ہے۔ میں نے کہا میں چاہتا ہوں کہ کامل اہل حدیث بنوں نہ کہ آپ کی طرح ناقص۔ اس لئے یہاں بھی آپ دو احادیث مجھے دکھائیں۔ ایک وہ حدیث جس میں صراحت ہو کہ اٹھارہ جگہ ترک رفع یدین سنت ہے اور دس جگہ رفع یدین کرنا سنت ہے، اور دوسری وہ حدیث دکھائیں کہ چار رکعت نماز میں کل کتنے اقوال اور افعال سنت ہیں، تاکہ پتہ چلے کہ آپ کا دین کامل ہے یا ناقص؟ اس نے کہا کہ مجھے تو ایسی حدیث یاد نہیں۔ میں نے کہا بڑی حیرت ہے کہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو آپ شرک اور بے نماز کہتے نہیں تھکتے اور اپنی نماز سے اتنے غافل ہیں کہ نہ نماز کے فرائض کی حدیث یاد ہے نہ نماز کی سنتوں کی حدیث یاد ہے۔ قیامت کو حساب پوری نماز کا ہو گا یا صرف ایک فرض اور ایک سنت کا؟ آپ اپنے آپ پر رحم جوئیں اور دوسروں کو بے نماز کہنے کی بجائے اپنی مکمل نماز حدیث سے ثابت کریں۔

### نماز نہیں ہوتی :

وحید صاحب نے کہا کہ پوری امت کا اتفاق ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ میں نے کہا آپ پوری امت شاید کسی غیر ذمہ دار غیر مقلد کو سمجھتے ہیں۔ وحید صاحب! آپ کو شاید معلوم نہیں کہ آپ کے علماء نے اس مسئلہ میں ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ سنئے! امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے اہل اسلام میں سے کسی سے نہیں سنا جو یہ کہتا ہو کہ جب امام جہ سے قراءت کرتا ہو اور مقتدی اس کے پیچھے قراءت نہ کرے تو اسی کی نماز فاسد ہوگی۔ فرمایا کہ یہ آنحضرت ﷺ ہیں اور

یہ آپ کے صحابہؓ اور تابعین رحمہم اللہ ہیں اور یہ امام مالک ہیں اہل حجاز میں، یہ امام ثوری رحمہ اللہ ہیں اہل عراق میں اور یہ امام اوزاعیؒ ہیں اہل شام میں، اور یہ امام لیثؒ ہیں اہل مصر میں، ان میں سے کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ جب کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کا امام قراءت کرے اور مقتدی قراءت نہ کرے تو اس کی نماز باطل ہے (مغنی ابن قدامہ ج ۱، ص ۶۰۲) وحید صاحب! معلوم ہو گیا کہ پورے خیر القرون میں ایک مسلمان بھی بے نماز کہنے میں آپ کا ہم نوا نہیں ہے۔

مزید پڑھئے! امام بخاری رحمہ اللہ سے لے کر دور قریب کے محققین علمائے اہل حدیث تک کسی کی تصنیف میں یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ فاتحہ نہ پڑھنے والے کی نماز باطل ہے، وہ بے نماز ہے وغیرہ۔ اس لئے اگر آج بعض حضرات نے جو قدم اٹھایا ہے اسے پیش قدمی نہیں کہا جاسکتا۔ پھر جماعت کے نامور اور ذمہ دار حضرات میں بھی ان کا شمار نہیں ہوتا (توضیح الکلام ج ۱، ص ۴۳)

مزید سنئے! ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں: ”فاتحہ نہ پڑھنے والے پر تکفیر کا فتویٰ یا اس کے بے نماز ہونے کا فتویٰ امام شافعی رحمہ اللہ سے لے کر مولف خیر الکلام تک کسی ذمہ دار محقق عالم نے نہیں دیا۔“ (توضیح الکلام ج ۱، ص ۹۹) نیز لکھتے ہیں: ”امام بخاری رحمہ اللہ سے لے کر تمام محققین علمائے اہل حدیث میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ جو فاتحہ نہ پڑھے وہ بے نماز ہے، کافر ہے۔“ (توضیح الکلام ج ۱، ص ۵۱) نیز تحریر کرتے ہیں: ”ہمارا تو مسلک ہے کہ فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ فروعی اختلافی ہونے کی بناء پر اجتہادی ہے۔ پس جو شخص حتی الامکان تحقیق کرے اور یہ سمجھے کہ فاتحہ فرض نہیں خواہ نماز جبری ہو یا سری، اپنی تحقیق پر عمل کر لے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔“ (خیر الکلام از حافظ محمد گوندلوی ص ۳۳ و توضیح الکلام از ارشاد الحق اثری ج ۱، ص ۴۵)

اب وحید صاحب بار بار ان اردو عبارات کو پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اہل حدیث مذہب بھی عجیب ہے۔ تقریروں میں رات دن ہمیں کہتے ہیں کہ یہ حنفی بے نماز



ہیں مگر تحریروں میں ایسے سب لوگوں کو غیر محقق اور غیر ذمہ دار قرار دے رہے ہیں۔ اس سے تو یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ ان لوگوں کا کوئی ٹھوس مسلک نہیں۔ محض اہل سنت والجماعت سے ضد ہے۔ اپنے گمراہیہ کر خوب ضد کو ظاہر کیا۔ ان کو بے نماز اور مشرک تک کہا۔ جہاں اہل سنت سے آمنا سامنا ہوا تو ہتھیار ڈال دیئے اور اپنے سارے فرقے کو غیر محقق اور غیر ذمہ دار قرار دے دیا۔ گویا یہ فرقہ گر گٹ کی طرح رنگ بدلتا رہتا ہے۔

### خدا جھوٹ سے بچائے :

وحید صاحب نے کہا کہ ضد اور جھوٹ تو حنیفوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ دیکھو پہلے حنفی ضد نہیں کرتے تھے، لیکن آج کل کے حنفی تو نہ قرآن و حدیث کو مانتے ہیں اور نہ فقہ حنفی کو۔ دیکھئے ہدایہ میں لکھا ہے پگڑی پر مسح جائز ہے (ج ۱، ص ۱۰)۔ آنحضرت ﷺ کا عمل دوامِ غلّس (اندھیرے) میں تھا (ج ۱، ص ۲)۔ اذان میں ترجیع ثابت ہے (ج ۱، ص ۲۹۲)۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں ہمیشہ سینہ پر ہاتھ باندھتے تھے (ج ۱، ص ۳۹)۔ ایک دتر پر مسلمانوں کا اجتماع ہو چکا ہے (ہدایہ ج ۱، ص ۵۲۹) ابن ہمام نے کمار کو ع کے بعد قنوت پڑھنے کی حدیث صحیح ہے (ج ۱، ص ۵۳۰) لیکن آج کل کے حنفی محض اہل حدیث کی ضد میں ان ہدایہ کے مسائل پر عمل نہیں کرتے۔ میں نے کہا کہ آپ نے ہدایہ کے حوالوں میں باقاعدہ جلد اور صفحہ بھی بتایا ہے مگر یہ سب حوالے بالکل جھوٹے ہیں۔ ہدایہ میں تو ان کے خلاف لکھا ہے: (۱) لا یجوز المسح علی العمامۃ (ج ۱، ص ۴۰) کہ پگڑی پر مسح جائز نہیں۔ (۲) یتستحب الاسفار بالفجر لقولہ علیہ السلام اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر۔ (ہدایہ ج ۱، ص ۲۶) مستحب ہے کہ نماز روشنی میں پڑھی جائے۔ اس لئے کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا خوب روشن کر کے نماز پڑھو، اس میں زیادہ اجر ہے۔ (۳) لا ترجیع فی المشاہیر۔ احادیث



مشہورہ میں ترجیع نہیں ہے (ج ۱، ص ۲۱۰) (۴) صاحب ہدایہ کا وصال ۵۹۰ھ میں ہوا، جبکہ مرزا مظہر جان جاناں ۱۱۱۱ھ میں ہوئے تو چھ سو سال پہلے کی کتاب میں ان کا سینے پر ہاتھ باندھنا کیسے لکھا گیا؟ آپ تو کرامات کو بھی شرک مانتے ہیں، (۵) ہدایہ میں تو ہے: حبکی الحسن اجماع المسلمین علی الثلاث۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے سب مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے کہ ورتین ہیں۔ (۶) شیخ ابن ہمام نے ۸۶۱ھ میں وصال فرمایا، جبکہ صاحب ہدایہ ۵۹۰ھ میں وصال فرما چکے تھے۔ تو اپنی پیدائش سے (تقریباً) تین سو سال قبل ہی ہدایہ میں رکوع کے بعد قنوت پڑھنے کا مسئلہ کیسے لکھ گئے؟ آخر آپ لوگ عقل کے پیچھے کیوں لٹھ لئے پھر رہے ہیں؟ وحید صاحب نے کہا یہ حوالے ہمارے مولوی محمد یوسف جے پوری نے حقیقۃ الفقہ میں لکھے ہیں۔ اگر میں یہ اصل عربی ہدایہ سے نہ دکھاسا تو پھر اہل حدیث کے مذہب کے جھوٹے ہونے میں مجھے ذرہ بھر شک نہیں رہے گا۔ میں نے کہا جیسے پہلے آپ کی خواہش کے مطابق ہم نے دو احادیث مانگیں، وہ آپ نہ لاسکے، نماز کے مکمل فرائض اور مکمل سنتیں حدیث سے نہ دکھاسکے، اب فقہ پر ایک ہی سانس میں چھ جھوٹ بول دیئے، یہ بھی آپ ہرگز نہ دکھاسکیں گے۔ دیکھئے ضد اور جھوٹ خفیوں کی عادت ہے یا آپ کا اوڑھنا بچھونا ہے؟

### ضد ہی ضد :

میں نے کہا اس ملک میں اہل سنت والجماعت حنفی ہی اسلام لائے، قرآن لائے، سنت لائے، فقہ لائے اور لاکھوں کو مسلمان کیا، لیکن جب یہ فرقہ پیدا ہوا تو اس نے ضد کو ہی اپنا روزمرہ کا معمول بنالیا۔ چند مسائل بطور نمونہ دیکھیں :

(۱) ..... حنفی کہتے تھے منی ناپاک ہے۔ انہوں نے ضد میں کہہ دیا منی بالکل پاک ہے۔

(عرف الجادی ص ۱۰، کنز الحقائق ص ۱۲، نزل الابرار ج ۱ ص ۳۹، بدور الاہلہ ص ۱۵)

(۲) ..... حنفی کہتے تھے کہ تھوڑے پانی مثلاً ایک لوٹے میں تھوڑی سی نجاست بھی گر

جائے اگرچہ اس پانی کا رنگ یا بو یا مزانہ بدلے تو بھی ٹپاک ہے۔ مگر حکیم صادق سیالکوٹی نے صاف کہا کہ جب تک نجاست کی وجہ سے تینوں وصف رنگ، بو، مزہ نہ بدلیں اس وقت تک پانی ٹپاک نہیں ہوتا۔ (صلوۃ الرسول ص ۵۳)

(۳)..... حنفی کہتے تھے کہ خمر (شراب) نجس العین ہے مثل پیشاب کے، مگر ضد کا خدا برا کرے، وحید الزمان نے صاف لکھ دیا کہ پاک ہے۔ (نزل الابراج، ص ۴۹)

(۴، ۵، ۶)..... حنفی مردار، خنزیر اور خون کو ٹپاک کہتے تھے، انہوں نے محض ضد میں ان کو پاک کہہ دیا۔ (بدور الابلہ، عرف الجادی ص ۱۰)

معلوم ہوا کہ ان کے ہاں منی، خنزیر، مردار، خون سے پورا جسم اور کپڑے لت پت ہوں تو بھی ان کا جسم اور کپڑے پاک ہیں۔ وحید صاحب! کیا ہی خوب ہو کہ ایک دن یہ پورا نقشہ بنا کر آپ نماز پڑھیں۔ چلو زندگی کی ایک ہی نماز عمل بالمعیث پر ادا ہو جائے کیا خیال ہے؟

(۷)..... حنفی کہتے تھے کہ استنجاء کرتے وقت نہ قبلہ کی طرف منہ کرے نہ پشت، لیکن انہوں نے ضد میں کہہ دیا ولا یکرہ الاستقبال والاستدبار للاستنجاء (نزل الابراج، ص ۵۳) یعنی استنجاء کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا یا پشت کرنا مکروہ نہیں۔

(۸)..... احناف کہتے تھے کہ بے وضو آدمی کو قرآن کو ہاتھ نہ لگانا چاہئے، مگر انہوں نے

صاف کہہ دیا کہ محدث رامس مصحف جائز باشد (عرف الجادی ص ۱۵) یعنی بے وضو شخص کا قرآن کو چھونا جائز ہے۔ ضد کا تو یہ حال ہے۔ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی لکھتے ہیں: ”ایک اور عجوبہ سماعت فرمائیں۔ آبادی کے اندر بول و براز کی حالت میں قبلہ کی طرف رخ کرنے کا جواز مختلف فیہ ہے۔ اس لئے احتیاط بہر حال اس میں ہے کہ اس سے احتراز کیا جائے۔ مگر اہل حدیث کے ہاں تو دوسرے مذاہب کی مخالفت ہی بڑا جہاد ہے۔ چنانچہ کراچی میں انہوں نے اپنی مسجد کے استنجاء خانے گرا کر از سر نو قبلہ رخ تعمیر کرائے ہیں۔ وجہ پوچھنے پر ارشاد ہوا کہ یہ سنت چودہ سو سال سے مردہ

تھی، ہم نے اس کو زندہ کیا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۳، ص ۱۰۹)

### حدیث کے خلاف :

وحید صاحب کہنے لگے کہ اگر اہل حدیثوں نے خفیوں سے ضد کی ہے تو خفی حدیث رسول سے ضد کرتے ہیں۔ دیکھو رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ کتابرتن میں منہ ڈال دے تو اس برتن کو سات دفعہ دھو دو، لیکن ”بہشتی زیور“ میں ہے کہ سات دفعہ نہیں تین دفعہ دھو دو۔ دیکھو کئے والادین کوفہ میں آکر کس طرح بد لا گیا۔ اس ضد کا کوئی ٹھکانہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کچھ کہیں اور امام صاحب کچھ! میں نے کہا وحید صاحب! حضرت عطاء مکہ کے مفتی تھے، جنہوں نے دو سو صحابہؓ کی زیارت کی۔ وہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”جب کتابرتن میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اسے چاہئے کہ پانی بہا دے اور برتن کو تین بار دھو لے۔“ (الکامل لابن عدی) پھر حضرت عطاء رحمہ اللہ خود ابو ہریرہؓ سے بھی یہی فتویٰ نقل فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ دھویا جائے (دارقطنی ج ۱، ص ۶۶) پھر خود عطاء رحمہ اللہ یہی فرماتے ہیں کہ میں نے اس بارہ میں سات دفعہ دھونا بھی سنا ہے۔ پانچ دفعہ بھی اور تین دفعہ بھی۔ (عبدالرزاق ج ۱، ص ۹۷) وحید صاحب! افسوس کہ آپ نے ”بہشتی زیور“ کے بارہ میں غلط بیانی فرمائی ہے کہ اس میں سات دفعہ دھونے سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت تھانویؒ نے بہت احتیاط فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں: ”کتے کا جھوٹا نجس ہے، اگر کسی برتن میں منہ ڈال دے تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جاوے گا، چاہے مٹی کا برتن ہو چاہے تانبے وغیرہ کا، دھونے سے سب پاک ہو جاتا ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ سات مرتبہ دھو دے اور ایک مرتبہ مٹی لگا کر مانجھ بھی ڈالے کہ خوب صاف ہو جاوے۔“ (بہشتی زیور حصہ اول، جانوروں کے جھوٹے کا بیان مسئلہ ۲) وحید صاحب! فرمائیے کہ یہ کس حدیث کے خلاف ہے؟ اب ذرا نواب صدیق حسن خاں کی بھی سن لیجئے۔ فرماتے ہیں:

کتے کے منہ ڈالنے والی حدیث پورے کتے، اس کے خون، بال اور پسینے کے ٹپاک ہونے پر دلالت نہیں کرتی۔ (بدورالابلہ ص ۱۶) اور نواب وحید الزمان فرماتے ہیں: ”لوگوں نے کتے، خنزیر اور ان کے جھوٹے کے متعلق اختلاف کیا ہے۔ زیادہ رائج یہ ہے کہ ان کا جھوٹا پاک ہے۔ ایسے ہی لوگوں نے کتے کے پیشاب، پاخانہ کے متعلق اختلاف کیا ہے۔ حق بات یہ ہے کہ ان کے ٹپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں (نزل الابرار ج ۱ ص ۵۰) وحید صاحب! آپ نے دیکھا کتے سے کتنا پیار ہے؟ اس کا خون بھی پاک، پیشاب بھی پاک، پاخانہ بھی پاک، لعاب اور جھوٹا بھی پاک۔

### ایک تضاد :

وحید صاحب نے کہا کہ حکایات صحابہؓ میں شیخ الحدیث صاحب نے یہ متضادات لکھ دی ہے: ص ۷۳ پر لکھتے ہیں کہ حضرت حنظلہؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم بیوی بچوں میں مشغول ہوتے ہیں تو وہ حالت باقی نہیں رہتی جو حضور اقدس ﷺ کی پاک صحبت میں ہوتی ہے۔ اس لئے مجھے نفاق کا ڈر ہے اور ص ۷۹ پر لکھتے ہیں کہ حضرت حنظلہؓ کی نئی شادی ہوئی تھی، وہ بلا غسل میدانِ جہاد میں تشریف لے گئے اور شہید ہو گئے، تو ملانکہ نے انہیں غسل دیا، تو ان کے بچے تھے کہاں جن میں مشغولیت سے انہیں نفاق کا خوف ہوتا؟ ایسی متضاد باتوں کی وجہ سے ہی پڑھے لکھے لوگ اس کتاب سے متنفر ہوتے جا رہے ہیں۔ میں نے کہا الحمد للہ! پڑھی لکھی دنیا اس کتاب کی برکات سے دین کی دلدادہ بن رہی ہے۔ ہاں ان پڑھ اور ضدی کا علاج کسی کے پاس نہیں۔ جس واقعہ میں حضرت حنظلہؓ نے نفاق کا ڈر ظاہر کیا ہے وہ حضرت حنظلہ بن الربیع کاتب رسولؓ ہیں۔ اور جن حضرت حنظلہؓ کو فرشتوں نے غسل دیا وہ حضرت حنظلہؓ بن مالکؓ ہیں۔ یہ تفصیل بحوالہ مرقاۃ حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۹ ج ۶ پر ہے۔ جب وحید صاحب کو یہ دکھایا گیا تو وہ بہت پریشان ہوا اور توبہ توبہ کر رہا تھا کہ ہم تو اس اعتراض کو بہت اچھالتے ہیں اور کتنے لوگوں

کو ہم نے پریشان کیا۔ یہ تو اب پتہ چلا کہ یہ ہماری اپنی کم علمی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے۔

### خون پینا :

وحید صاحب نے کہا کہ خون کا حرام ہونا قرآن پاک کی قطعی نص سے ثابت ہے۔ لیکن حضرت شیخ الحدیث صاحب نے دو صحابہ کرامؓ کے خون پینے کا واقعہ ذکر کیا اور حضور نبی کریم ﷺ کو بھی علم ہوا اور آپ ﷺ نے ان پر کوئی ناراضگی نہ فرمائی۔ بلکہ فرمایا کہ جس کے خون میں میرا خون ملا اس کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی۔ کیا اللہ کے نبی قرآن کی مخالفت کر سکتے ہیں؟ میں نے کہا کہ ان دو میں ایک واقعہ تو حضرت ابوسعید خدریؓ کے والد محترم حضرت مالکؓ بن سنان کا ہے۔ اس کا ذکر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے الاصابہ ج ۳، ص ۳۶۶ اور ابن عبد البر نے الاستیعاب ج ۳، ص ۷۰ پر کیا ہے۔ تو کیا آپ ان دونوں حفاظ کو بھی حضرت شیخ الحدیث کے ساتھ اعتراض میں شامل کریں گے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ حضرت مالکؓ بن سنان احد میں ہی آخر میں شہید ہو گئے۔ (الاستیعاب ج ۳، ص ۷۰) دیکھئے احد میں شہید ہونے والوں میں بعض وہ بھی تھے جنہوں نے شراب پی تھی۔ کیونکہ ابھی شراب کی حرمت کا اعلان نہیں ہوا تھا۔ تو کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ احد سے پہلے خون یعنی دم مسفوح کی حرمت نازل ہو چکی تھی؟ امام قرطبی رحمہ اللہ اپنی تفسیر ج ۲، ص ۲۱۶ پر فرماتے ہیں کہ دم مسفوح والی آیت حجتہ الوداع کے دن عرفہ میں نازل ہوئی۔ تو جب تک آپ کسی دلیل قطعی سے یہ ثابت نہ کریں کہ احد سے پہلے یہ حرمت نازل ہو چکی تھی آپ کا اعتراض ہی باطل ہے۔ ہاں نبی اقدس ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ حسن ظن رکھنا واجبات میں سے ہے۔ اس لئے کسی صحابی کے شراب پینے کا ذکر پڑھ کر ہم فوراً یقین کر لیں گے کہ یہ حرمت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ ایسے ہی کسی صحابی کے خون پینے اور اس پر حضور اقدس ﷺ کے نہ

ڈانٹنے سے یقیناً یہی سمجھا جائے گا کہ یہ حرمت سے قبل کا واقعہ ہے اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضور ﷺ کے وصال کے وقت نو سال کے تھے۔ ان کا واقعہ بھی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے الاصابہ ج ۲، ص ۳۱۰ پر نقل کیا ہے۔ تو کیا اس اعتراض میں حافظ ابن حجر کو بھی شریک کیا جائے گا یا نہیں؟ انہوں نے بچپن میں یہ حرکت کی۔ تو اگر حرمت سے پہلے کی بات ہے تو اعتراض ہی نہیں اور بعد میں کی تو اس جملہ میں ڈانٹ موجود ہے جس کے بدن میں میرا خون جائے گا اس کو آگ نہیں چھو سکتی۔ مگر تیرے لئے بھی لوگوں سے ہلاکت ہے اور لوگوں کو تجھ سے۔ وحید صاحب! اس قسم کے اعتراض کسی علمی بنیاد پر نہیں محض ضد پر مبنی ہیں۔ دیکھو خفی کہتے ہیں کہ امام ناپاک ہو، غسل کئے بغیر نماز پڑھا دے یا بغیر وضو کے نماز پڑھا دے تو مقتدیوں کی نماز نہیں ہوتی۔ لیکن علامہ وحید الزمان ضد میں آکر یہ لکھ گئے کہ امام جنابت یا بے وضو ہونے کی حالت میں نماز پڑھائے تو مقتدیوں کو نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ (نزل الابراج، ص ۱۰۱) اہل سنت کہتے ہیں کہ کافر کے پیچھے مسلمان کی نماز نہیں ہوتی، مگر وحید الزمان صاحب کہتے ہیں کہ ہو جاتی ہے۔ (نزل الابراج، ص ۱۰۱)

### فضلات :

وحید صاحب نے کہا کہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے تو تحریر کیا ہے کہ حضور ﷺ کے فضلات پیشاب، پاخانہ وغیرہ سب پاک ہیں۔ میں نے کہا فضلہ کا معنی بچا ہوا پھوک ہے۔ معدہ کھانے کو پکاتا ہے۔ اس میں اصل قوت جگر کھینچ لیتا ہے اور پھوک پاخانہ بن کر نکل جاتا ہے۔ یہ معدے کا فضلہ ہے۔ پھر جگر خون تیار کر کے دل کو دیتا ہے اور جو پھوک رہ جاتا ہے وہ پیشاب بن کر خارج ہو جاتا ہے۔ یہ جگر کا فضلہ ہے، پھر وہ خون ایک ایک رگ کو سٹیم مہیا کرتا ہے۔ اس خون سے جو فضلہ بچتا ہے وہ مسامات میں پسینے کی شکل میں خارج ہوتا ہے۔ پھر جو خون جزو بدن اور گوشت بن گیا اس کا پھوک

میل کچیل کی شکل میں مسامات کے ذریعے نکلتا ہے۔ لیکن یہ تو صراحتاً ثابت ہے کہ عوام کے میل کچیل پر کبھی بیٹھتی ہے مگر آنحضرت ﷺ کے جسد اطہر پر کبھی نہیں بیٹھتی تھی اور یہ بھی متفق علیہ حقیقت ہے کہ عوام کا پسینہ بدبودار ہوتا ہے مگر آنحضرت ﷺ کا پسینہ مبارک دنیا کی اعلیٰ ترین خوشبوؤں کو شرماتا تھا۔ آپ ﷺ کی نیند مبارک کو بھی نیند ہی کہا جاتا تھا مگر وہ نیند ہماری ہزار بیداریوں سے اعلیٰ و ارفع تھی۔ آپ ﷺ کا خواب بھی وحی ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کی نیند مبارک سے وضو نہیں ٹوٹتا تھا۔ تو جیسے آپ ﷺ کا پسینہ مبارک پسینہ ہی کہلاتا ہے مگر یہ کس نے کہا کہ آپ ﷺ کے پسینہ مبارک کو عام انسانوں جیسا سمجھا جائے۔ وہ آپ ﷺ کے لئے پسینہ ہی تھا مگر عشاق کے لئے بہترین خوشبو۔ بادام روغن نکالنے کے بعد جو بادام کا فضلہ بچتا ہے وہ بادام کا تو فضلہ ہی ہے مگر بنولہ کہے کہ میرے فضلہ جیسا ہے تو کوئی عقل مند اس کو تسلیم نہیں کرے گا۔ آنحضرت ﷺ بے شک انسان تھے لیکن آپ ﷺ کو جن خصائص سے اللہ تعالیٰ نے نوازا تھا ان خصائص کا انکار کیوں کیا جائے؟ یا قوت بھی پتھر ہے؟ حجر اسود بھی ایک پتھر ہے، مگر یا قوت اس کا مقابلہ کہاں کر سکتا ہے، حجر اسود جنت سے آیا ہوا ہے۔ حضراتِ انبیاء علیہم السلام کے اجسام مطہرہ مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے جنت کے خواص رکھ دیئے ہیں، اسی لئے ان اجسام مطہرہ کو مٹی پر حرام کر دیا گیا ہے۔ ان اجسام مطہرہ کا پسینہ مثل جنت کے پسینے کے خوشبودار بنا دیا گیا۔ اسی طرح دوسرے فضائل بھی اگر خصوصیت طہارت رکھتے ہوں تو اس میں کیا اشکال ہے۔

وحید صاحب میری یہ ساری باتیں ٹیپ کر کے لے گئے۔ دو دن بعد آئے اور کہنے لگے کہ جس طرح مطلوبہ احادیث وہ لوگ پیش نہیں کر سکے اسی طرح حقیقۃ الفقہ والے نے جو غلط حوالہ جات ہدایہ کے دیئے ہیں وہ بھی عربی ہدایہ سے نہیں دکھائے اور صلوٰۃ الرسول کے غلط حوالے بھی صحاح ستہ سے نہیں دکھائے، نہ ہی صلوٰۃ الرسول کی فضائل تو کجا احکام میں ضعیف احادیث پیش کرنے کا کوئی جواب ان کے پاس ہے اور مجھے



یقین ہو گیا ہے کہ اس فرق کا کوئی اصول نہیں۔ اس کی بنیاد صرف اور صرف اہل سنت والجماعت کی ضد پر ہے۔ آپ نے جو مسائل ان کے بتائے وہ ضد کا واضح ثبوت ہی ہیں۔ میں اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتا ہوں کہ ایسے لوگوں کو چھوڑ کر جن کی صورت اور سیرت سے پیغمبر پاک ﷺ کی سنتیں نمایاں تھیں، جو خوفِ خدا کی دولت سے مالا مال تھے، جو حرامِ حلال کا امتیاز کرتے تھے، جن کا دن رات اس فکر میں گزرتا تھا کہ نبی پاک ﷺ کے طریقے کسی طرح دنیا میں جاری ہو جائیں۔ میں ان چھو کروں کے پیچھے لگ گیا جن کے پلے میں بجز اکابر اہل اسلام پر بد زبانی کرنے اور ان کے خلاف بدگمانی پھیلانے اور مسلمانوں کو اکابر اہل اسلام سے متنفر کرنے کے کوئی کام نہیں ہے۔ اب میں تمہ دل سے توبہ کرتا ہوں کہ الحمد للہ مسلکِ حقہ اہل سنت والجماعت خفی پر ہی قائم رہوں گا اور اس کے خلاف وسوسے پھیلانے والوں سے خود بھی خبردار رہوں گا اور دوسروں کو بھی خبردار کروں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے حق پر استقامت نصیب فرمائیں اور دین میں وسوسے ڈالنے والوں کے شر سے محفوظ فرمائیں۔ آمین یا الہ العالمین۔





# سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ - اما بعد !

برادران اہل سنت والجماعت ! جس طرح ہمیں اس بات کا مکمل یقین ہے اور پختہ ایمان ہے کہ ہمارے پاک پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سب نبیوں اور رسولوں سے افضل ہیں، اسی طرح ہمارا یہ بھی یقین ہے کہ ہمارے نبی اقدس ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی (باقی) سب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے صحابہ کرام سے افضل ہیں۔ اسی طرح ہم پورے یقین سے کہتے ہیں کہ ہمارے نبی پاک ﷺ کے اہل بیت عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی (باقی) تمام انبیاء علیہم السلام کے اہل بیت سے زیادہ شان والے ہیں۔ قرآن پاک سے ازواج مطہرات کا اہل بیت سے ہونا بالکل واضح ہے اور حدیث شریف سے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرات حسینؓ کا اہل بیت ہونا بھی ثابت ہے۔ یہ چند سطور سیدنا امام حسینؓ کے بارہ میں ہیں۔

نسب مبارک :

سیدنا امام حسینؓ کا نسب اتنا اعلیٰ اور با عظمت ہے کہ ان کے حقیقی بہن بھائیوں کے سوا دنیا میں کسی کو بھی یہ برتری نصیب نہیں۔ آپ کے نانا مقصود کائنات، فخر موجودات سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

آپ کی ثانی پاک ام المومنین سیدہ خدیجہ طاہرہؓ کو اللہ تعالیٰ عرش سے سلام بھیجتے ہیں اور ان کے لئے جنت کے بہترین محل کی بشارت دیتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہؓ کے سر مبارک پر سیدۃ النساء اہل الجنة کا تاج آنحضرت ﷺ سجا رہے ہیں (بخاری، مسلم)۔ آپ کے والد ماجد حضرت علیؓ کو آپ ﷺ حکمت کے گھر کا دروازہ فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے علیؓ! تمہارا تعلق مجھ سے ایسا ہے جیسا موسیٰ علیہ السلام کا ہارون علیہ السلام کے ساتھ، مگر مجھ پر نبوت ختم ہو چکی۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور فرمایا کہ علیؓ سے منافق محبت نہیں کرتے اور مومن بغض نہیں رکھتے اور خود سیدنا حسینؓ کے بارے میں فرمایا کہ حسینؓ مجھ سے ہیں (یعنی میری اولاد ہیں) اور مجھے حسینؓ سے خصوصی تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بندہ سے محبت فرماتے ہیں جو حسینؓ سے محبت کرے اور فرمایا حسنؓ اور حسینؓ دونوں بھائی جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ (ترمذی)

### پیدائش :

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”الاصابہ“ میں یہ تحقیق فرمائی ہے کہ سیدنا حسینؓ کی پیدائش ماہ شعبان ۴ھ میں ہوئی۔ اس حساب سے آپ وصال نبوی ﷺ کے وقت چھ سال چھ ماہ اور بارہ دن کے تھے۔ آپ کی پیدائش سے پہلے حضرت ام فضلؓ جو رسول اقدس ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کی اہلیہ ہیں اور جو حضرت خدیجہؓ کے بعد عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لائیں، انہوں نے ایک عجیب خواب دیکھا جس سے ان کا دل بہت متاثر ہوا۔ لہذا خواب سے بیدار ہو کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کرنے لگیں: حضرت آج میں نے بہت خوفناک خواب دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا خواب ہے؟ عرض کیا حضرت! میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے جسد اطہر سے ایک ٹکڑا قطع کیا

گیا اور وہ میری گود میں رکھ دیا گیا۔ خواب سناتے وقت ام فضلؓ کا چہرہ بہت مرجھایا ہوا تھا، لیکن خواب سن کر حضور اقدس ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی سے چمک اٹھا۔ فرمایا ام فضل! یہ تو بڑا مبارک خواب ہے۔ ان شاء اللہ فاطمہؑ کے ہاں لڑکا ہو گا جو تمہاری گوش میں پرورش پائے گا۔ چنانچہ اس خواب کے بعد سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہراءؑ کے ہاں سید الشہداء حضرت امام حسینؑ پیدا ہوئے (مشکوٰۃ) رضی اللہ عنہ وارضاه۔

ولادت کے بعد حضرت حسینؑ کو آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ انہیں دیکھ کر بہت مسرور ہوئے۔ غایت شفقت و محبت سے تحنیک فرمائی۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے اپنے دہن مبارک میں کھجور چبا کر حضرت حسینؑ کے تالو میں لگائی اور برکت کے لئے اپنا لعاب مبارک بھی ان کے منہ میں داخل فرمایا اور نام حسینؑ تجویز فرمایا۔ پیدائش کے ساتویں دن آپ ﷺ نے ہی حضرت حسینؑ کے سر کے بال اتروائے اور ان بالوں کے وزن کے برابر چاندی خیرات کی اور ختنہ اور عقیقہ بھی اسی دن کیا گیا۔

### صحابت :

آپؐ کو صحابت کا شرف بھی حاصل ہے، نہ صرف روایت سے بلکہ روایت سے بھی۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسینؑ نے اپنے نانا پاک یعنی نبی کریم ﷺ سے بھی روایت کی ہے۔ اپنے والد ماجدؑ اپنی والدہ ماجدہؑ اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ اور حضرت عمر بن خطابؓ سے احادیث روایت فرمائی ہیں (تہذیب التہذیب ج ۲، ص ۳۴۵) ایک دو احادیث مبارکہ کا ترجمہ بطور تبرک لکھتا ہوں۔

(الف) آپؐ فرماتے ہیں کہ نانا پاک ﷺ نے فرمایا جس کو کسی مصیبت میں مبتلا کیا جائے، پھر اتفاق سے اس مصیبت کا خیال آجائے اور اس مصیبت کا

منظر آنکھوں کے سامنے گھومنے لگے اس وقت وہ شخص انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ لے۔ اس پر بھی اللہ تعالیٰ ویسا ہی اجر عطا فرمائیں گے جیسے پہلے اس مصیبت کے وقت عطا فرمایا تھا۔ (ابن ماجہ ص ۱۱۶)

(ب) نیز آپ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اسلام کا کمال یہ ہے کہ مسلمان ان باتوں کو چھوڑ دے جو لائینی اور بے فائدہ ہوں۔ (الاستیعاب ج ۱، ص ۱۴۵) دوسری طرف حکیم فیض عالم خطیب اہل حدیث کا عقیدہ بھی پڑھ لیں۔ کتا ہے حضرات حسینؑ کو زمرہ صحابہؓ میں شمار کرنا صریحاً سبائیت کی ترجمانی ہے یا اندھا دھند تقلید کی خرابی۔ (سیدنا حسن بن علیؑ ص ۲۳)

حلیہ مبارک :

مثل مشہور ہے ”ہو نہار بروا کے چکنے چکنے پات“ سیدنا حسینؑ سیرت اور صورت میں سرور کائنات ﷺ سے کمال مشابہت رکھتے تھے۔ حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ حضرت حسنؑ نبی کریم ﷺ کے جسم مبارک کے ساتھ نصف اعلیٰ میں سر مبارک سے لے کر سینہ مبارک تک بہت مشابہ تھے اور حضرت حسینؑ نصف اسفل میں سینہ مبارک سے قدم مبارک تک (آپ ﷺ کے) جسم مبارک کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے (ترمذی)

حضرت حسینؑ آنحضرت ﷺ کی نظر میں :

رسول اقدس ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ ”اے اللہ میں حسنؑ اور حسینؑ سے محبت کرتا ہوں، اے اللہ! آپ بھی ان دونوں کو اپنا محبوب بنا لیجئے اور ان لوگوں سے بھی محبت فرمائیے جو ان کے ساتھ سچی محبت رکھتے ہیں۔“ (ترمذی) حضرت ام فضلؑ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دن دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور آپ ﷺ رو رہے ہیں۔ میں نے حیرت سے پوچھا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو کیوں جاری

ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس ابھی جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے بتایا کہ ایک ایسا وقت آئے گا کہ میرے امتی میرے اس پیارے بیٹے کو شہید کر دیں گے۔ میں نے تعجب سے حضرت حسینؑ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا کہ حسینؑ کے ساتھ ہی یہ معاملہ پیش آئے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں حسینؑ کے ساتھ ہی یہ معاملہ پیش آئے گا (بیہقی)۔ آہ! یہ بذریعہ وحی ملی ہوئی اطلاع پوری ہو کر رہی۔ جن اشیاء کے اس فعل بد کی وجہ سے حضرت ﷺ کے آنسو گرے ان کی قسمت میں قیامت تک بلکہ قیامت کے بعد بھی رونا پینٹنا ہی لکھ دیا گیا۔

### جنت کی سرداری :

حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے بڑھاپے کی حالت میں اس دنیا کو خیر یاد کہنا تھا، اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا جنت میں نبیوں اور رسولوں کے علاوہ تمام اگلے اور پچھلے سن رسیدہ جنتیوں کے سردار حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ ہوں گے (ترمذی) اور ان دونوں شہزادوں حضرات حسنینؑ کی شہادت عالم جوانی میں مقدر تھی، اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ حسنؓ اور حسینؓ دونوں بھائی جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں (ترمذی)۔ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محدثین نے فرمایا کہ جب حضرات شیخینؑ جنت کے سن رسیدہ لوگوں کے سردار ہوں گے تو بات واضح ہے کہ وہ نوجوانان جنت کے بھی سردار شمار ہوں گے (مرقاۃ)۔

### صحابہ کرامؓ کی نظر میں :

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت حسینؑ کی تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے اور خصوصی شفقت اور عنایت کا معاملہ فرماتے تھے۔ یہی طرز عمل ان کے ساتھ حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت عثمانؓ

کا تھا۔ (البدایہ ج ۸، ص ۳۶) حضرت فاروق اعظمؓ نے جب صحابہ کرامؓ کے وظیفوں کے لئے فہرست مرتب فرمائی تو حضرات حسنینؓ دونوں بھائیوں کا وظیفہ اہل بدر کے برابر پانچ پانچ ہزار سالانہ مقرر فرمایا۔ ایک مرتبہ یمن سے کچھ حُلّے حضرت عمرؓ کے پاس آئے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے حسب معمول ان کو مسلمانوں میں تقسیم فرمادیا مگر حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے بارہ میں فرمایا کہ یہ حُلّے ان کے شایان شان نہیں اور یمن میں آرڈر بھیجا کہ دو خصوصی حُلّے تیار کر کے بھیجیں، پھر وہ خصوصی حُلّے منگوا کر حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو عنایت فرمائے۔ ایک دن حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ حرم پاک میں خانہ کعبہ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے کہ سامنے سے حضرت حسینؓ آتے ہوئے نظر آئے۔ حضرت حسینؓ کے چہرہ انور کو دیکھ کر آپؐ نے واللہ جذبے سے فرمایا کہ یہ حضرت حسینؓ روئے زمین کے تمام انسانوں میں سے آسمانی مخلوق یعنی فرشتوں کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرات حسنینؓ کی سواری کی رکاب پکڑ کر ساتھ چلنے کو خدا کا بہت بڑا انعام سمجھتے تھے (البدایہ ج ۸، ص ۱۵۸) سیدنا حسنؓ کی مصالحت کے بعد جب حکومت مستقل حضرت معاویہؓ کو حاصل ہو گئی تو جب کبھی حضرت حسینؓ اپنے بڑے بھائی حضرت حسنؓ کے ساتھ سیدنا معاویہؓ کے ہاں تشریف لے جاتے تو حضرت معاویہؓ ان کا بہت اکرام فرماتے اور ان کی آمد پر ”مرحباً و اہلاً“ کے کلمات سے اظہار مسرت فرماتے اور دونوں حضرات پر بہت ہی نوازش فرماتے (البدایہ ج ۸، ص ۱۵۰)

### امت کی نظر میں :

اہل حق اہل سنت والجماعت کے مسلک کی ترجمانی حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں فرمائی ہے ”حضرت حسینؓ بلاشبہ تمام مسلمانوں کے سردار ہیں اور علماء صحابہؓ کی مقدس جماعت میں داخل ہیں اور حضرت نبی کریم ﷺ کی

سب سے زیادہ محبوب صاحبزادی کے فرزند ہونے کی سعادت رکھتے ہیں اور آپ ﷺ نہایت درجہ عابد، زاہد، بہادر اور خفی تھے۔ ”(البدایہ ج ۸، ص ۱۵۱) ہم پختہ یقین رکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے مبارک دور کے بعد کوئی کتنا بڑا عالم، عابد، زاہد ہو جائے لیکن کسی صحابی کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ سیدنا حسینؑ بھی شرف صحابیت اور شرف اہل بیت سے متصف ہیں۔ لیکن روافض کے ہاں آج بھی ہر شخص (معاذ اللہ) امام حسینؑ ہی نہیں بلکہ ان سے بڑھ کر درجہ پا سکتا ہے اور اس مقام پر پہنچنے کے لئے نہ قرآن پاک پر ایمان کی ضرورت ہے، نہ کثرت عبادت کی، نہ سخاوت کی فراوانی کی، نہ راہ خدا میں جسم و جان کی قربانی کی، بلکہ کہتے ہیں کہ جس نے ایک دفعہ متعہ کیا وہ حضرت حسنؑ کا درجہ پا گیا اور جس نے دو دفعہ متعہ کیا وہ امام حسینؑ کا درجہ پا گیا۔ اور جس نے تین دفعہ متعہ کیا وہ حضرت علیؑ کا درجہ پا گیا اور جس نے چار دفعہ متعہ کیا وہ رسول پاک ﷺ کا ہم مرتبہ ہو گیا (تفسیر منہج الصادقین ص ۳۵۶) اس کے ساتھ فیض عالم خطیب اہل حدیث جہلم کی تحقیق بھی پڑھ لیں۔ کتا ہے حقیقت یہ ہے کہ آپ (حضرت حسینؑ) برسام کے مریض تھے اور اس مرض کے مریض اول تو مر جاتے ہیں، ورنہ پاگل ہو جاتے ہیں اور اگر بچ بھی نکلیں تو ان کی زبان لکنت آمیز ہو جاتی ہے اور ذہن کما حقہ سوچنے سمجھنے کی قوتوں سے محروم ہو جاتا ہے (خلافت راشدہ ص ۱۳۹) نیز لکھتا ہے سیدنا حسنؑ کی موت کے متعلق میں اپنی تالیفات ”عترت رسولؐ“ اور ”حسن بن علیؑ“ میں دلائل سے ثابت کر چکا ہوں کہ کثرت جماع، ذیابیطس اور تپ محرقہ سے ہوئی۔ آپ کہاں شہید ہوئے تھے، آپ کو کس نے شہید کیا تھا۔ (خلافت راشدہ ص ۱۱۵)

### حالاتِ زندگی :

سیدنا حسینؑ جناب سید الانبیاء ﷺ سے نسبی تعلق کے ساتھ روحانی



تعلق بھی نہایت درجہ کامل رکھتے تھے۔ آپ بڑے عابد، زاہد، شب زندہ دار ہونے کے ساتھ بہت بڑے مجاہد بھی تھے۔ کیوں نہ ہو آخر شیر کا بیٹا شیر ہی ہوتا ہے۔ اس مختصر تحریر میں آپ کے کن کن کمالات کا ذکر کروں۔

گل حسن تو بسیار اند و دامن نگاہ تنگ

آپ کے چند اشعار کا ترجمہ عرض کرتا ہوں جس سے آپ کے قلبی جذبات اور علو ہمت کا ایک اجمالی نقشہ آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ فرماتے ہیں اگر یہ بات صحیح ہے کہ دنیا کی نعمتیں ایک نفیس چیز شمار ہوتی ہیں تو دار آخرت میں جو ثواب ملے گا وہ بہت اعلیٰ اور بہتر ہے اور چونکہ یہ تمام بدن انسانوں کے فنا کے لئے ہی بنائے گئے ہیں، لہذا انسان کا اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے فنا ہو جانا سب سے بہتر ہے، اور چونکہ تمام روزیاں اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمادی ہیں لہذا انسان کو روزی کمانے میں مختصر سی کوشش کرنا ہی بہت مناسب ہے اور چونکہ سارے اموال جو جمع کرتا ہے آخر کار ان کو ایک دن چھوڑنا ہی ہے، پھر تعجب کی بات ہے کہ جو چیز چھوڑنی ہے اس میں انسان کیوں بخل کرتا ہے (البدایہ والنہایہ) آنحضرت ﷺ اور حضرت صدیق اکبرؓ کا زمانہ تو حضرت حسینؓ کے بچپن کا زمانہ تھا۔ دور فاروقی میں آپؓ کی عسکری قابلیت کی وجہ سے حضرت فاروق اعظمؓ نے اہل بدر کے برابر آپؓ کا وظیفہ مقرر فرمایا۔ دور عثمانی میں ۳۶ھ میں سیدنا حسینؓ نے لشکر اسلام میں شریک ہو کر طرابلس کی فتح میں کارہائے نمایاں دکھائے۔ اس کے بعد افریقہ کی فتح میں بھی آپؓ برابر شریک رہے۔ (ابن اثیر) ۳۰ھ میں حضرت سعید بن العاصؓ کے ساتھ مل کر طبرستان کو فتح فرمایا۔ بڑے خوزیز معرکہ کے بعد جرجان فتح ہوا۔ ۳۴ھ میں باغیوں نے شہید مظلوم سیدنا عثمان ذی النورینؓ کا گھیراؤ کیا تو آپؓ کے محافظ دستہ میں اس شیردل شہزادے نے بھی اپنی خدمات وقف فرمادیں۔ سیدنا عثمانؓ نے سختی سے اپنے محافظ دستہ کو پہل



کرنے سے منع فرما رکھا تھا، اس لئے آپؐ کی شہادت کا سانحہ ہانکھ پیش آگیا۔ رضی اللہ عنہ وارضاه۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خلیفہ مظلوم کی شہادت کے بعد مہاجرین اور انصار نے سیدنا علیؑ کو مجبور فرمایا کہ آپ خلافت قبول فرمائیں۔ چنانچہ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اجتمع علی بیعتہ المہاجرون والانصار (استیعاب)۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسینؑ حضرت علیؑ کے ساتھ تمام لڑائیوں میں شریک رہے۔ یہاں تک کہ جنگ جمل اور جنگ صفین میں بھی شریک تھے۔ حضرت حسینؑ نہایت درجہ باعظمت اور باوقار تھے اور ہمیشہ اپنے والد بزرگوار کی فرمانبرداری کرتے رہے۔ (البدایہ ج ۸، ص ۱۵۰)

### شہادت :

جب یزید بادشاہ بن بیٹھا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اختلاف ہوا۔ مورخ ابن خلدون لکھتے ہیں: لما حدث فی یزید ما حدث من الفسق اختلفت الصحابہ "حینئذ فی شانہ۔ یعنی "جب یزید میں فسق و فجور ظاہر ہوا اس وقت صحابہؓ میں اس کے بارے میں اختلاف رائے ہوا۔" یاد رہے اختلاف اس میں نہیں ہوا کہ یزید فاسق ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس کا فسق اب محتاج بحث مسئلہ نہ تھا۔ اختلاف اس میں تھا کہ اس فاسق کے بارہ میں کیا طریق کار اختیار کیا جائے؟ پس صحابہؓ کی ایک جماعت یزید کے خلاف خروج کرنے اور اس کے فسق و فجور کی وجہ سے بیعت توڑنے کی قائل تھی، جن کے سربراہ حضرت حسینؑ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ تھے۔ اور صحابہ کی دوسری جماعت خروج کی منکر تھی۔ اس لئے نہیں کہ ان کو یزید کے فاسق ہونے میں شک تھا، بلکہ اس لئے خروج سے منکر تھی کہ اس سے فتنہ اٹھے گا اور قتل و قتال ہوگا۔ پھر حالات بھی ایسے نہیں کہ یہ دعوت پوری ہو۔ صحابہ کرامؓ کی اس جماعت نے

اسی فتنہ و فساد کے خوف سے یزید کے خلاف خروج سے احتراز کیا اور یہ صحابہ کرامؓ یزید کی ہدایت اور اس سے مسلمانوں کی نجات کے لئے دعا کرنے میں مشغول ہو گئے۔ ان صحابہ کرامؓ میں سے بعض نے حضرت حسینؑ کو بھی مشورہ دیا کہ آپ خروج نہ فرمائیں۔ مگر یہ کہہ کر نہیں کہ یزید فاسق نہیں، بلکہ یہ کہہ کر کہ جن اہل کوفہ پر آپ بھروسہ کر رہے ہیں وہ منافق ہیں۔ علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں: ”یہ سب حضرات (دونوں فریق) مجتہد تھے۔ ان میں کسی پر نکیر کرنا جائز نہیں۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ ان سب حضرات کا نصب العین صرف نیکی اور حق تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اقتداء کی ہمیں توفیق عطا فرمائیں۔“

سیدنا امام حسینؑ کے اس خروج کی بنیاد یزید کا فسق و فجور تھا اور ان کی تحریک کی بنیاد خلافت عادلہ کا قیام تھا۔ وہ خدا نخواستہ ایک غیر اسلامی چیز یعنی نسلی تعصب کی بناء پر مدعی خلافت نہ تھے۔ یہ بات خوب ذہن نشین رہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مسلمانوں میں فتنہ فساد سے بہت ڈرتے تھے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ محدث لکھتے ہیں: ”اصحاب بدر میں سے کچھ صحابہؓ شہادت عثمانؓ کے بعد اپنے گھروں میں ایسے بیٹھے کہ پھر وہ اپنی قبروں کی طرف ہی گھروں سے نکلے۔“ (البدایہ ج ۷، ص ۲۵۴) خود عباسی بھی اتمام الوفا کے حوالہ سے لکھتا ہے: ”اس زمانہ میں صحابہؓ کی کثیر تعداد حجاز، شام، بصرہ، کوفہ، مصر میں موجود تھی۔ ان میں سے کوئی بھی یزید کے خلاف نہ خود کھڑا ہوا نہ حسینؑ کے ساتھ اور نہ انہوں نے یزید کے ساتھ ہو کر قتال کیا بلکہ اس فتنہ سے الگ تھلگ رہے۔“ (تحقیق مزید ص ۲) صاف معلوم ہوا کہ جو صحابہؓ یزید سے نہیں لڑے وہ بھی یزید کو فتنہ ہی سمجھتے تھے۔ ابن خلدون فرماتے ہیں کہ کسی ایک صحابی نے بھی سیدنا حسینؑ کو اس خروج میں گناہ گار قرار نہ دیا (ص ۱۸۰) مورخ ابن خلدون یہ بھی لکھتے ہیں کہ سیدنا حسینؑ اپنے آپ کو خلافت کا اہل سمجھتے تھے۔ ان میں یہ اہلیت جیسی وہ

سمجھتے تھے ویسی ہی تھی بلکہ اس سے بھی زیادہ تھی۔ (ص ۱۸۱) نیز فرماتے ہیں کہ دوسرے صحابہ کرامؓ شیعان کوفہ کو منافق جانتے تھے، اس لئے ان کو ذی شوکت نہیں مانتے تھے۔ امام حسینؑ ان کو قوت سمجھتے تھے۔ اس بارہ میں دوسرے صحابہ کرامؓ کا اندازہ صحیح نکلا اور سیدنا حسینؑ کا اندازہ صحیح نہ نکلا۔ لیکن یاد رہے کہ یہ ایک دنیوی امر میں اندازہ کی غلطی تھی جس سے دین میں کوئی نقصان نہیں (ص ۱۸۱) اور یہ طے شدہ بات ہے کہ مجتہد اگر معصوم نہیں ہوتا تو مطعون بھی نہیں ہوتا۔ وہ ہر حال میں ماجر ہوتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ حضرت حسینؑ سے یزید کا قتال اس کی ان حرکتوں میں سے ایک حرکت ہے جو اس کے فق کو اور پختہ کر دیتی ہے۔ ہاں حضرت حسینؑ شہید تھے۔ اللہ کی طرف سے اجر و ثواب کے مستحق ہوئے۔ وہ برحق تھے اور اپنے اجتہاد پر عامل۔ (ص ۱۸۰)

### حالات و واقعات :

یزید جب بادشاہ بنا تو اس نے پہلا اعلان یہ کیا کہ حضرت معاویہؓ مسلمانوں کو بحری جہاد پر بھیجتے تھے۔ میں کسی مسلمان کو بحری جہاد پر نہ بھیجوں گا۔ اور حضرت معاویہؓ تمہیں روم (کے کافروں) سے جہاد کے لئے بھیجتے تھے، میں تمہیں بالکل نہیں بھیجوں گا اور حضرت معاویہؓ تمہیں وظیفہ تین قسطوں میں دیتے تھے، میں یک مشت دوں گا۔ (البدایہ ج ۸، ص ۱۴۶)

یعنی اب کافروں سے جہاد بند کر دیا گیا۔ اس کے بعد پہلا خط اس نے گورنر مدینہ کو یہ لکھا: اخذ حسیناً و عبد اللہ بن عمر و عبد اللہ بن الزبیر بالبیعة اخذاً شدیداً لیست فیہ رخصة حتی یبایعوا ..... والسلام۔ یعنی فوری طور پر حسینؑ، عبد اللہ بن عمرؓ اور عبد اللہ بن زبیرؓ کو گرفتار کر لو اور گرفتار کر کے شدید سختی کرو۔ ذرہ بھر رعایت نہ کرو جب تک بیعت نہ کر لیں۔ (البدایہ ج ۸، ص ۱۴۹)

کتنے ظلم کی بات ہے کہ یزید نے کافروں سے جماد ختم کر دیا۔ اس کے چار سالہ بادشاہی کے دور میں اس کی فوج کے ہاتھوں کسی کافر کی تکسیر تک نہ پہنچی۔ مگر اہل بیت رسول کو خاک و خون میں تڑپایا گیا۔ اہل مدینہ پر حملہ کیا اور تین دن تک حرم مدینہ کو لوٹ مار اور قتل و غارت کے لئے حلال قرار دیا گیا۔ حرم مکہ بھی اس حملہ سے محفوظ نہ رہا۔ اس کی بادشاہی میں یہودی اور ہر قسم کے کافر بھی بستے تھے، مگر پورے چار سالہ دور میں کسی ایک کافر کی گرفتاری کا اتنا سخت آرڈر نہیں دیا گیا جس قدر سخت آرڈر نواسہ رسول، جگر گوشہ بتول کی گرفتاری کا دیا گیا۔ اس کی پوری بادشاہی میں کافروں کو امن تھا مگر نوجوانان جنت کے سردار کے لئے کوئی امن نہیں تھا۔ چنانچہ سیدنا حسینؑ گرفتاری سے بچنے کے لئے مدینہ منورہ سے حرم مکہ میں پناہ گزین ہوئے، مگر یزید کے نگاشتوں نے وہاں بھی آپ کا رہنا دو بھر کر دیا تو آپ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ دوران سفر خواب میں آپ کو شہادت کی بشارت دے دی گئی۔ چنانچہ آپ دس محرم کو یزید کی ظالم فوج کے ہاتھوں شہید کر دیئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ آخر دم تک مبرو سکون پر قائم رہے۔ شیعہ کی کتاب انارۃ البصائر ص ۲۹۷ پر ہے کہ جناب سید الشہداء نے اپنی شہادت سے قبل اپنی ہمیشہ سیدہ زینبؑ کو فرمایا اے میری بہن جو میرا حق تم پر ہے اسی کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میری مصیبت و مفارقت پر صبر کرو۔ پس میں مارا جاؤں تو ہرگز منہ نہ پینٹا اور بال اپنے نہ نوچتا اور گرہیلن چاک نہ کرنا۔ تم فاطمہ زہراؑ کی بیٹی ہو۔ جیسا انہوں نے پیغمبر خدا کے وصال کی مصیبت پر صبر فرمایا تھا، اسی طرح تم بھی میری موت پر صبر کرنا۔ سیدہ زینبؑ نے اپنے بھائی کی نصیحت پر عمل فرمایا۔ جب شیعان کوفہ نے امام حسینؑ کو شہید کر دیا تو پھر خود ہی آپؑ پر ماتم اور سینہ کو بلی شروع کر دی۔ جب سیدہ زینبؑ نے ان شیعوں کا ماتم اور رونا پینٹا دیکھا تو فرمایا بعد حمد و صلوة کے اے اہل کوفہ! اب تم روتے ہو اور

ماتم کرتے ہو۔ اللہ کی قسم روتے پھرو، تم بہت روؤ اور تھوڑا ہنسو۔ (اخبار ماتم ص ۸۰۵) سیدہ زینبؓ کی یہ دعا ان کے حق میں ایسی قبول ہوئی کہ نہ صرف قیامت تک بلکہ قیامت کے بعد تک بھی رونا پیٹنا، ماتم اور سینہ کو بی ہی ان کا مقدر بن گیا۔

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمہ اللہ کا موقف

اپنے پیر کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

ہر کہ بدگفت خواجہ مارا  
ہست او بیگماں یزید پلید

(سواطع الالہام ص ۱۰۳)

ایک عدالتی بیان میں آپ نے فرمایا کہ ”کوئی مسلمان اپنے آپ کو یزید نہیں کہہ سکتا۔“ (مقدمات امیر شریعت ص ۲۵۷)

ایک دفعہ کسی شخص نے حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ سے کہا سید کوئی بھی ہو، اندر سے آدھا شیعہ ہوتا ہے۔ شاہ جی نے قہقہہ لگایا۔ پھر فرمایا مگر تمہیں یہ معلوم نہیں کہ جو سنی ہوتے ہوئے اندر سے سادات کا دشمن ہو وہ پورا یزید ہوتا ہے (ہمارے دور کے چند علمائے حق، ص ۱۸۴، از سید محمد امین گیلانی)

ایک تقریر میں ارشاد فرمایا: ”حسین جو لوائے حق کو اونچا کر رہا تھا اس کے ساتھ گھر کے بہترین نفوس تھے، جن میں چھ برس کے بالے بھی تھے۔ حسینؑ نے کہا میں اپنے نانا کی گدی پر اس شخص کو دیکھنا نہیں چاہتا جو اس گدی کی بے حرمتی کا باعث ہو..... نیز فرمایا..... اسلامی تاریخ کا یہ سب سے بڑا سانحہ ہمیں بتاتا ہے کہ اصل چیز حق ہے جو اقلیت میں رہ کر بھی حق ہی رہتا ہے اور باطل اکثریت کی ہمنوائی کے باوجود بھی باطل ہی کماتا ہے۔“

(نوادر اات امیر شریعت ص ۶۱، ۶۲ سید منظور احمد شاہ حجازی)

# گھلا خطبہ نام

مولوی ضیاء الرحمن صدیقی ہزاروی

(در بارہ یزید)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عزیزم مولوی ضیاء الرحمن صدیقی ہزاروی سلمہ اللہ تعالیٰ

شریک دورہ حدیث جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۴۱۵ھ

وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! محبت نامہ ملا۔ آپ نے چند باتیں پوچھی ہیں

(۱) کہ میں نے یزید کے بارہ میں جو خط لکھا ہے اس میں مارکار شیعہ کی کتابوں پر رکھا ہے۔ یہ بات اگر کسی نے جماعت سے کہی ہے تو اس کو تو توبہ لینی چاہئے اور اگر شرارت سے کہی ہے تو ایسا فحش ضلل اور فضائل ہے۔ اس سے خود بچتا اور دوسروں کو بچاتا واجب ہے۔ میں نے مسند کادرا کا براہل سنت وجماعت کی کتابوں پر رکھا ہے۔

(۲) یہ کہ میری پیش کردہ روایات سے اکثر راوی شیعہ ہیں اس لئے قابل اعتبار نہیں۔ یہ بات بھی صحیح نہیں اور ایک اہم بات ہے یہاں خیال رکھنا ضروری ہے کہ ہر فن کی کتابوں میں بعض اصطلاحیں ہوتے ہیں۔ ان اصطلاحات میں اہل فن کے مطابق مینا چاہئے نہ کہ جو آپ کے خیال میں آئے۔ اگلا وہاں کی کتابوں میں شیعہ اصطلاحات ان دھوکوں کے لئے بولا جاتا ہے جو سیدنا علیؑ رحمہ اللہ و صحبہ

کو حضرت عثمانؓ سے افضل جانتے ہیں۔ اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ سے افضل اور خلیفہ برحق مانے۔ سب صحابہؓ کو مانے۔ ہاں اگر کوئی شخص حضرت علیؓ کو شیخینؓ سے بھی افضل کہے اور صحابہ کرامؓ کو حضرت علیؓ کا حق چھیننے والا کہے تو اس کو اسماء الرجال والے رافضی یا رافضی خبیث کہتے ہیں۔ آجکل ہمارے عرف میں شیعہ رافضی کو کہتے ہیں، لیکن اسماء الرجال میں جو حضرت عثمانؓ کو حضرت علیؓ سے افضل کہے وہ ”شیعہ عثمانؓ“ یا عثمانیؓ اور جو حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ سے افضل کہے اسے ”علوی یا شیعہ علیؓ“ کہتے تھے۔ صحیح بخاری ص ۴۳۳، ج ۱ پر اسی معنی میں عثمانی اور علوی کا لفظ ملتا ہے۔ بخاری شریف کے کئی راوی اس معنی میں شیعہ ہیں اور صحیح مسلم کے بارہ میں تو بعض نے یہاں تک فرمایا ہے کہ کتاب مسلم ملان من الشیعۃ۔

(۳) ایک اور فرق: قرآن پاک کے ایک لفظ کا ثبوت جس تو اتر سے ہے سنت کا اس طرح نہیں۔ پھر احکام کی احادیث کی صحت کے لئے جو شرائط ہیں فضائل کے لئے نہیں اور تاریخ کے لئے تو سرے سے عدالت بھی شرط نہیں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج۔ تو جب تاریخ کے واقعات کی روایات کفار تک سے لی جاتی ہیں تو یہاں یہ بحث چھیڑنا کس قدر غلط ہے۔ ہاں اصولی طور پر تاریخی باتیں تین قسم کی ہوں گی: (۱) جن کو ہمارے عقائد کے موافق پاکر ہمارے اکابر نے قبول فرمایا وہ مقبول ہیں۔ (۲) جن کو عقائد اہل سنت سے متصادم پاکر اکابر نے رد کر دیا وہ مردود ہیں۔ (۳) جن کا ہمارے عقائد وغیرہ سے نہ تصادم ہے نہ تعاون، وہ بحیثیت تاریخ کے اکابر نے قبول کر لیں تو ان کو لے لیا جائے گا۔ بہر حال ان کے رد و قبول کا کام اکابر کر چکے ہیں۔ ہمیں کسی نئی پریشانی کی ضرورت نہیں رہی۔

(۴) آپ نے ابو مخنف کے بارہ میں لسان المیزان کی عبارت نقل فرمائی ہے۔ یہاں ایک بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ اسماء الرجال کی کتابوں میں جو جرح کی جاتی ہے وہ یہ بتانے کے لئے کہ یہ احکام حلال و حرام کے بارہ میں احادیث روایت کرنے کے



قابل نہیں، اس سے یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ کسی اور فن میں بھی قابلِ اعتماد نہیں۔ دیکھئے قاری حفص رحمہ اللہ کو محدثین نے ضعیف بلکہ کذاب تک لکھ دیا ہے، مگر اس سے ان کی قراءت پر قرآن پاک کی تلاوت تو ناجائز نہیں ہوئی۔ امام غزالی، ابوطالب مکی اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہم اللہ کو نقلِ احادیث میں میزان الاعتدال میں ناقابلِ اعتماد قرار دیا ہے مگر تصوف کے تو وہ امام ہیں۔ اس میں ان سے استفادہ منع نہیں ہے۔ کتنے فقہاء کرام کو نقلِ حدیث میں اسماء الرجال والوں نے ناقابلِ اعتماد قرار دیا ہے، مگر مسائلِ فقہ میں آج تک ان کا فتویٰ چلتا ہے۔ محمد بن اسحاق کو احادیثِ حلالِ حرام کی روایت میں کذاب و جال تک کہا گیا ہے، لیکن تاریخ اور مغازی کے وہ امام ہیں۔ بالکل یہی حال ابو مخنف کا ہے۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ابو مخنف لوط بن یحییٰ وقد کان شیعیا وهو صنیف الحدیث عند الائمة ولکنہ اخباری حافظ عنده من هذه الاشياء ماليس عند غیرہ ولہذا یترا می علیہ کثیر من المصنفین فی هذا الشان ممن بعده واللہ اعلم“ (البدایہ والنہایہ ج ۸، ص ۲۰۴) ہم بھی اسے محدث یا مفتی نہیں مانتے، مورخ مانتے ہیں۔

(۵) زندہ قومیں اپنی تاریخ کا انکار نہیں کیا کرتیں۔ یہ منکرین کی ایک گہری سازش ہے۔ انہوں نے پہلے براہِ راست سنت کا انکار کرنا چاہا لیکن جمہور اہل اسلام ان کے قبضہ میں نہ آئے، اس لئے انہوں نے ایک قدم پیچھے ہٹا لیا کہ پہلے تاریخ کا انکار کراؤ، کیونکہ احادیث کی صحت و ضعف کی پرکھ احوالِ رِوَاۃ پر مبنی ہے جو تاریخ ہے۔ تاریخ کے انکار سے احادیث کا انکار خود بخود ہو جائے گا، پھر قرآن پاک کی من مانی تشریحات کا ہر ملحد اور بے دین کو حق مل جائے گا۔ تاریخ کا انکار کرانے کے لئے منکرین حدیث نے اسی حربے سے کام لیا کہ مورخین کی اکثریت شیعہوں کی ہے۔ تاریخ کا بڑا ماخذ طبری تھی، اس کو شیعہ مشہور کر دیا گیا۔ بعض لوگوں نے اندھا دھند اسے قبول کر لیا، جس سے منکرین حدیث کے حوصلے بلند ہو گئے۔ اب انہوں نے حدیث کے امام زہری کو شیعہ ثابت



کرنے پر سارا زور لگا دیا۔ پہلے تو لوگوں کو یہ بتایا کہ حدیث قرطاس کا راوی زہری ہے، قصہ فذک کا راوی زہری ہے، بخاری سے جتنی روایات شیعہ اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں ان میں سے اکثر کا راوی زہری ہے۔ چنانچہ بعض جذباتی لوگوں نے اس بات کو بھی مان لیا۔ بڑے خوش ہوئے کہ بہت بڑی تحقیق ہو گئی ہے۔ جب صحیح بخاری ہی ناقابل اعتماد ہو گئی تو تاریخ کا دفاع کون کرے گا۔ لیکن اب جب تمنا عمادی کی کتابیں جمع القرآن اور اعجاز القرآن سامنے آئیں، اس میں اس نے بتایا کہ یہ جو بخاری کی احادیث میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور پھر حضرت عثمانؓ جامع القرآن ہیں، ان حدیثوں کا مرکزی راوی بھی زہری ہے اور وہ شیعہ ہے۔ یہ جمع قرآن کا افسانہ شیعوں نے گھڑا، زہری نے پھیلایا اور بخاری نے اس کو قبول کر کے صحیح بخاری میں لے لیا۔ اب منکرین حدیث ان کے جامع قرآن ہونے کا بھی انکار کر رہے ہیں۔ اسدی صاحب حیات مسیح علیہ السلام کا انکار کر رہے ہیں اور یہی کہہ رہے ہیں کہ حیات مسیح کی دو اعلیٰ ترین حدیثیں جو بخاری میں ہیں ان دونوں کا راوی زہری ہے اور وہ شیعہ ہے۔ اس لئے حیات مسیح علیہ السلام کا مسئلہ غلط ہے، شیعوں کا گھڑا ہوا ہے۔ امام مہدی کے بارہ میں ساری احادیث بھی اس کے نزدیک شیعہ کی گھڑی ہوئی ہیں۔

میں نے ایک اس کے چیلے سے پوچھا کہ تو نماز کیسے پڑھتا ہے؟ تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع یدین کرتا ہے؟ کہنے لگا ہاں۔ میں نے کہا اس کا راوی تو زہری ہے (بخاری ص ۱۰۲ ج ۱) میں نے پوچھا نماز میں سورت فاتحہ پڑھتا ہے؟ کہنے لگا ہاں۔ میں نے کہا اس کا راوی تو زہری ہے (بخاری ص ۱۰۳ ج ۱) میں نے پوچھا تو سجدوں کو جاتے اور سجدوں سے اٹھتے وقت تکبیر کہتا ہے؟ کہنے لگا ہاں۔ میں نے کہا اس کا راوی تو زہری ہے (بخاری ص ۱۱۰ ج ۱) اب تو وہ بہت گھبرایا۔ پھر میں نے اسے سمجھایا کہ جس راستے پر آپ کو منکرین حدیث اور ان کے ایجنٹوں، خارجیوں اور یزیدیوں نے لگا دیا ہے اس کی آخری منزل اسلام کو ہی سلام کرنا ہے۔ بہر حال یہ سارا جال منکرین حدیث کا تھکا ہوا ہے۔ یہ تو بے چارے ان کے ایجنٹ ہیں۔ کلمہ نبی پاک کا پڑھتے ہیں اور ایجنٹی منکرین حدیث کی

کرتے ہیں۔

## یزید کے ہاتھ میں ہاتھ :

آپ نے لکھا ہے: "ابن زیاد کے ہاتھ پر یزید کی بیعت! تو خدا کی قسم یہ بات میری موت کے بعد ہی ممکن ہے۔ ہاں اگر باعزت طریقہ سے معاملہ حتمی مقصود ہے تو پھر مینہ کو داپسی یا سرحد پر چلے جانے کے علاوہ تیسری صورت یہ ہے کہ مجھے یزید کے پاس جانے دو، تاکہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوں۔ پھر وہ میرے حلق جو مناسب سمجھے گا فیصلہ خود کرے گا (الہدایہ والنہایہ ص ۷۰ ج ۸) اور یا میں اپنا ہاتھ یزید بن معاویہ کے ہاتھ میں رکھ دوں تو وہ میرے اور اپنے بارے میں جو مناسب رائے ہو قائم کرے گا (طبری ص ۲۳۵ ج ۶) اب میں آپ کے سامنے اصل عربی عبارت رکھ دیتا ہوں: یہ آپ تلاش کر دیں کہ آپ کی تحریر کس عبارت کا ترجمہ ہے۔ (۱) حلی بن ثابت الحضری جو عمرو بن سعد اور امام حسینؑ کی گفتگو کے درمیان امام حسینؑ کے نمائندہ تھے فرماتے ہیں کہ کئی رات گئے تک باتیں ہوتی رہیں: حتی ذهب من الیل هذیع ثم انصرف کل واحد منهما الی عسکرہ باصحابہ وتحدث الناس فیما بینہما ظناً یظنونہ ان حُسیناً قال لعمر و بن سعد اخرج معی الی یزید بن معاویہ" وندع العسکرین (طبری ص ۳۳۳ ج ۴) فتکلیما طویلاً حتی ذهب هذیع من الیل" ولم یدر احد ما قالاً" ولكن ظن بعض الناس انه سألہ ان یذهب معہ الی یزید بن معاویہ" الی الشام وینتر کا العسکرین متواقفین (الہدایہ والنہایہ ص ۷۷ ج ۸) یہ سارا قصہ ۲ محرم جمعات کا ہے (الہدایہ ص ۷۷ ج ۸) ۲ محرم جمعہ کو جب قیس بن الاشعث نے کہا کہ آپ ابن زیاد کی بات مان لیں تو فرمایا :

لا والله ولا اعطيهم بيدي عطاء الاصل ولا اقر اقرار السید  
عباد الله انی عذت بربی وربکم ان ترجمون۔ اعود بربی وربکم من  
کل متکبر لا یومن بیوم الحساب۔ (اکمال ص ۵۳ ج ۴)

(۲) عقبہ بن سمرعان کی روایت: قال لقد صحبت الحسين من مكة الى حين قتل والله ما من كلمة قالها في موطن الا وقد سمعتها، وانه لم يسأل ان يذهب الى يزيد فيضع يده الى يده ولا ان يذهب الى الثغور، من ثغر ولكن طلب منهم احدا مرين، اما ان يرجع من حيث جاء، واما ان يدعوه يذهب في الارض العريضة حتى ينظر ما يصير امر الناس اليه (البدایہ ص ۱۷۷ ج ۸- طبری ص ۳۱۳ ج ۴)

(۳) عمار دہنی شیعہ کی روایت: قال له الحسين: اختر واحدة من ثلاث، اما ان تدعوني فانصرف من حيث جئت واما ان تدعوني فاذهب الى يزيد، واما ان تدعوني فالحق بالثغور فقبل ذلك عمر، فكتب اليه عبيد الله بن زياد لا ولا كرامة حتى يضع يده في يدي، فقال الحسين: لا والله لا يكون ذلك ابداً، فقاتله فقتل اصحاب الحسين، كلهم وفيهم بضعة عشر شاباً من اهل بيته (البدایہ والنہایہ ص ۱۹۹ ج ۸- طبری ص ۲۹۲ ج ۴)۔

(۴) جس کا راوی ابو مخنف ہے (شیعی محرق) اس کا استاد مجالد بن سعید ہے کذاب (الجرح والتعديل ص ۳۶۱ ج ۶) اور الصعقب بن زبیر (شیخ) ليس بمشهور (الجرح والتعديل ص ۲۵۵ ج ۴) سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ حسینؑ اور عمر بن سعد کے دو تین مرتبہ تمنائی میں مذاکرات ہوئے تو عمر بن سعد نے عبيد الله بن زياد کو لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فتنہ کی آگ کو بجھا دیا ہے اور اتفاق ہو گیا ہے۔ حسینؑ نے مجھے کہا ہے کہ میں جہاں سے آیا ہوں وہاں واپس چلا جاتا ہوں یا کہیں سرحدوں کی طرف چلا جاتا ہوں، یا یہ کہ ان یاتنی يزيد امير المؤمنين فيضع يده في يده فيري فيما بينه وبينه رايه (طبری ج ۴ ص ۳۱۳)

یہ آپ کے سامنے چاروں روایات ہیں۔ دوسری روایت میں شدید انکار ہے کہ

سیدنا حسینؑ نے ہرگز یہ نہیں فرمایا کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دوں گا اور پہلی روایت میں تصریح ہے کہ لوگوں نے محض اپنے ظن اور خیال سے یہ بات پھیلا دی ہے۔ کسی نے یہ بات حضرت حسینؑ سے سنی نہیں اور آپ بھی جانتے ہیں: ان الظن لا یغنی عن الحق شیئاً۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کی کوئی سند صحیح یا حسن نہیں ہے۔ شیخ محمد الخضری المصری فرماتے ہیں: ولیس بصحیح انہ عرض علیہم ان یضع یدہ فی ید یزید (محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ ص ۱۳۸) آپ کوئی صحیح سند اس کی پیش فرمائیں اور یہ بھی فرمائیں کہ آپ نے البدایہ والنہایہ کی طرف جو عبارت منسوب کی ہے وہ البدایہ والنہایہ کی کس عربی عبارت کا ترجمہ ہے۔ اچھی طرح ذہن نشین کریں کہ بیان کرنے والوں نے محض ظن سے بیان کیا ہے اور رد کرنے والے نے پورے یقین سے اس بات کو رد کیا ہے۔

آپ نے جو روایت بحوالہ طبری نقل فرمائی ہے اس کا حال نمبر ۴ میں آپ دیکھ چکے ہیں جو البدایہ کے حوالہ سے لکھی ہے۔ اس نے بھی طبری سے ہی لی ہے۔ اگر طبری ناقابل اعتماد ہے تو جناب نے اس کی روایات کیوں نقل فرمائیں۔ طبری سے جو روایت آپ نے نقل کی ہے اس کا راوی ابو مخنف ہی ہے اور ساتھ اور کتنے اس سند میں خوابیدہ ہیں نمبر ۴ دیکھ لو۔

### ایک انجوبہ :

آپ نے لکھا ہے کہ ابو مخنف طبری کی پیدائش سے ۵۵ سال پہلے فوت ہو چکا تھا۔ براہ راست سماع بھی نہیں۔ جناب آپ نے لسان المیزان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابو مخنف کا تعارف یوں کرایا ہے: ابو مخنف دوسری صدی کا آدمی ہے اور ابن حجر نویں صدی کا جو سات سو سال بعد ہوا۔ اس کا سماع ثابت ہے نہ ہی ابن حجر کا براہ راست سماع دارقطنی سے، نہ ابو حاتم سے، نہ عقیلی سے۔ اگر کو کہ ابن حجر نے پہلوں کی کتابوں سے حوالہ لیا ہے تو طبری ابو مخنف کی کتب سے کیوں نہیں لے سکتا۔

## یزید کا پہلا حکم :

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر یزید نے پہلا حکم نامہ گورنر مدینہ کو لکھا: وكتب اليه في صحيفة كانها اذن الفارة: اما بعد فخذ حسين وعبدالله بن عمر وعبدالله بن الزبير بالبيعة اخذاً شديداً ليست فيه رخصة والسلام (البدایہ والنہایہ ص ۱۳۹ ج ۸- ابن اثیر ص ۲۶۹ ج ۲- طبری ص ۲۵۰ ج ۴) یعنی بیعت کے سلسلہ میں حسینؑ، عبد اللہ بن عمرؑ اور عبد اللہ بن زبیرؑ کو پوری سختی سے پکڑو اور جب تک یہ لوگ بیعت نہ کر لیں انہیں رخصت نہ ملنے پائے۔ (والسلام)۔

## دوسرا حکم :

عليك بالحسين بن علي وعبدالله بن الزبير فابعث اليهما الساعة فان بايعا والا فاضرب اعناقهما قبل ان يعلن الخبر (الاحبار الطوال ص ۲۲۷ ابو حنیفہ دہلوی) تم پر لازم ہے کہ اسی وقت حسین بن علیؑ اور عبد اللہ بن زبیرؑ کو بلالو۔ اگر وہ دونوں بیعت کر لیں تو خیر ورنہ دونوں کی گردنیں مار دو۔ یہ کام معاویہؓ کی موت کے اعلان سے پہلے پہلے ہو جانا چاہئے۔

## دار الامارت میں :

چنانچہ یہ دونوں حکم جب گورنر کو پہنچے تو فوراً حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دار الامارت میں بلایا گیا اور ان دونوں سے بیعت کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ بیعت اس طرح چھپ کر نہیں لی جایا کرتی۔ مروان نے گورنر ولید کو کہا: تخرجه حتى يبائع والا ضربت عنقه۔ ان کو نکلنے نہ دینا۔ یہ بیعت کریں، ورنہ ان کی گردن مار دے۔ اس پر حضرت حسینؑ اور مروان میں تلخ کلامی ہو گئی۔ ولید نے کہا: ”اے مروان! اللہ کی قسم مجھے ساری دنیا بھی دی جائے تو میں حسینؑ کو قتل نہیں کروں گا۔ سبحان اللہ! میں حسینؑ کو بیعت نہ کرنے پر قتل کروں۔ خدا کی قسم! میرا یقین ہے

کہ حسینؑ کو قتل کرنے والے کی ترازو قیامت کو ہلکی ہوگی۔“ (اس آیت کی طرف اشارہ کیا: واما من خفت موازينه فامه هاويه) حضرت حسینؑ بغیر بیعت کے نکل گئے اور یزید نے گورنر کو اس حکم (قتل) میں کوتاہی کرنے کی وجہ سے معزول کر دیا (البدایہ والنہایہ ص ۱۵۰، ۱۵۱ ج ۸۔ طبری ص ۲۵۱، ۲۵۲ ج ۳۔ الکامل لابن الاثیر ص ۵۳۰ ج ۲)

ان حوالہ جات کو پڑھ کر اپنی اس عبارت پر غور کریں: ”یزید کے بارے میں کسی کمزور سے کمزور روایت میں بھی یہ بات نہیں ملتی کہ اسی نے کسی شخص کو قتل حسینؑ کا حکم دیا ہو یا قتل حسینؑ پر رضامندی ظاہر کی ہو۔“

والحق ان رضاء یزید بقتل الحسینؑ واستبشاره بذلك واهانتہ اهل بیت النبى عليه السلام مما تواتر معناه وان كان تفاصيله احاداً فنحن لا نتوقف فى شأنه بل فى ايمانه لعنة الله عليه وعلى انصاره واعوانه (شرح عقائد نسفی)

مکہ مکرمہ میں :

حضرت حسینؑ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مکہ مکرمہ میں پناہ لی، لیکن وہاں بھی ان کے لئے امان نہ تھی۔ اس لئے حضرت حسینؑ نے کوفہ جانے کا ارادہ فرما لیا تو یزید نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو دھمکی آمیز خط لکھا جس میں قتل تک کی دھمکی تھی۔ یعنی حضرت حسینؑ کے لئے ان سوف یترککم ماتدعون بہا قتلی تھاداکم العقبان الرحم۔ چنانچہ یہ خط پڑھ کر حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت حسینؑ کے پاس آئے اور فرمایا: واللہ انی لا ظنک ستقتل غدا بین نسائك وبناتک کما قتل عثمان بین نساءہ وبناتہ۔ اس پر حضرت حسینؑ نے فرمایا: لان اقتل بمکان کذا وکذا احب الی من ان اقتل بمکہ وتستحل بی، قال فبکی ابن عباس (البدایہ ص ۲۶۶ ج ۱)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت حسینؑ کو یقین تھا کہ ان کو شہید کرنے کے

لئے حرم پاک کی حرمت کو بھی بلائے طاق رکھ دیا جائے گا۔

### یزید کا خط :

جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے تو یزید نے ابن زیاد کو لکھا: ”وفی رواية ان یزید کتب الی ابن زیاد: قد بلغنی ان الحسین قد توجه الی نحو العراق فضع المناظر والمسالح، واحترس واحبس علی الظنة وخذ علی التهمة غیر ان لا تقتل الا من قاتلك“ واکتب الی فی کل ما یحدث من خبر والسلام (البدایہ والنہایہ ص ۱۶۷، ج ۸) اس روایت کا راوی نامعلوم ہے۔

### یزید کا اشارہ :

عبداللہ بن زیاد نے اپنے ہم سفر مسافر بن شریح الکندی کو بتایا: اما قتلی الحسینؑ فانہ اشار الی یزید بقتله او قتلی فاخترت قتله (الکامل ص ۶۱۲، ج ۲۔ طبری ص ۴۰۲، ج ۴) اور جب یزید نے ابن زیاد کو حکم دیا کہ وہ حرم مکہ میں ابن زبیر پر حملہ کرے تو ابن زیاد نے کہا: لا اجمعہما للفساق ابداً اقتل ابن بنت رسول اللہؐ واغزو البيت (طبری ج ۴، ص ۳۷۱)

### یزید کا رونا :

آپ نے لکھا ہے کہ یزید امام حسینؑ کے سر کو دیکھ کر رو پڑا۔ اس پر آپ نے الاصابہ ص ۹۰، ج ۱ کا حوالہ دیا ہے۔ مگر مجھے الاصابہ میں سیدنا حسینؑ کے حالات میں یہ عبارت نہیں ملی۔ البتہ طبری ص ۳۵۲، ج ۴ پر یہ روایت ہے۔ مگر اس کا راوی آپ کا مدوح ابو مخنف ہی ہے۔ اولاً تو روایت نبی صحیح نہیں، پھر برادران یوسف کی طرح رونے سے اب کیا فائدہ؟

آئے تربت پہ مری، روئے، کیا یاد مجھے  
خاک اڑانے لگے جب کرچکے برباد مجھے



## امام زین العابدین رحمہ اللہ سے گفتگو :

جب سیدنا حسینؑ کا سر مبارک یزید کے سامنے رکھا گیا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے ابن زیاد پر لعنت کی۔ پھر امام زین العابدین رحمہ اللہ سے مخاطب ہوا: یا علی ان ابنا الذی قطع رحمی وجہل حقى ونازعنى سلطانى فصنع الله به ما قدر ایت فقال على ما اصاب من مصیبة فى الارض ولا فى انفسکم الا فى کتاب من قبل ان نبرأها فقال یزید لابنه خالد اردد علیه فما درى خالد ما یرو علیه فقال له یزید قل ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر (طبری ص ۳۵۲ ج ۳) کیا ایسے موقع پر یہ کہو اس ندامت کی دلیل ہے یا تکبر اور رعوت کی۔

## حضرت فاطمہؑ و سکینہؑ :

ثم ادخل نساء الحسينؑ عليه والراس بين يديه فجعلت فاطمة وسكينة ابنتا الحسينؑ تتطاو لان لتنظر الى الراس وجعل يزید يتطاو لىستر عنهما الراس فلما راينا الراس صحن فصاح نساء یزید و اول بنات معاويهؑ فقالت فاطمة بنت الحسينؑ وكانت اكبر من سكينة ابنت رسول الله سبابا یا یزید؟ فقال یا ابنة اخى انا لهذا كنت اكره قالت والله ما ترك لنا خرص فقال ما اتى لیکن اعظم مما اخذ منكن۔ فقام رجل من اهل الشام فقال هب لی هذی عنی فاطمه فاخذت بثیاب اختها زینب وكانت اكبر منها فقالت زینب کذبت ولومت وما ذالك لك ولا له۔ فغضب یزید وقال کذبت والله ان ذالك لى ولو شئت ان افعله لفعلته قالت كلا والله ما جعل الله لك ذالك الا ان تخرج من ملتنا وتدين بغير دیننا فغضب یزید واستطار ثم قال ایای تستقبلین بهذا؟ انما خرج من



الدين ابوك واخوك قالت زينب بدين الله ودين ابی واخى وجدی  
 اهتديت انت وابوك وجدك قال كذبت يا عدوة الله۔ قالت انت امير  
 تشتم ظالما وتقهر بسططانك؟ فاستحیى وسكت ثم افرض  
 وادخلن دور يزيد فلم تبق امرأة من آل يزيد الا انتهن واقمن الماتم  
 وسألهن عما اخذ منهن فأضعفه لهن فكانت سكينه تقول ما  
 رايت كافر بالله خيرا من يزيد بن معاوية" (الکامل ج ۲ ص ۵۷۷) دیکھئے  
 آپ نے اس بے غیرت کی ان باتوں پر پردہ ڈالا۔ یہ تو ایک روایت تھی۔

### دوسری روایت :

اب دوسری روایت جو ابو مخنف کی نہیں ہے، وہ بھی ملاحظہ فرمائیں: لما  
 قتل عبيد الله بن زياد الحسين بن علي " وبنی ابیہ بعث برء و سهم  
 الى يزيد بن معاوية " فسر بقتلهم اولا وحسنت بذلك منزلة  
 عبيد الله عنده ثم لم يلبث الا قليلا حتى ندم على قتل الحسين  
 فكان يقول وما كان على لو احتملت الاذى وانزلته معي في داري  
 وحكمته فيما يريد، وان كان على في ذلك وكف وهن في  
 سلطاني حفظا لرسول الله " ورعاية لحقه وقربته لعن الله ابن  
 مرجانة فانه اخرجه واضطره وقد كان ساله ان يخلي سبيله ويرجع  
 فلم يفعل او يضع يده في يدي او يلحق بثغر من ثغور المسلمين  
 يتوفاه الله عز وجل فلم يفعل فابى ذلك ورده عليه فقتله فبغضني  
 بقتله الى المسلمين وزرع لي في قلوبهم العداوة فابغضني البر  
 والفاجر بما استعظم الناس من قتلي حسينا مالي ولا بن مرجانة  
 لعنه الله وغضب عليه (طبری ص ۳۸۹ ج ۴) خود یزید کی اس اپنی شہادت سے  
 معلوم ہوا کہ اس دور کے نیک و بد سب کے سب مسلمان یزید سے بغض رکھتے تھے اور  
 حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا ذمہ دار اسی کو قرار دیتے تھے۔ گویا اس پر صحابہ و تابعین

رحمہم اللہ کا اجتماع تھا۔ یہی روایت اکامل ص ۵۷۸ ج ۲۔ البدایہ والنہایہ ص ۲۳۵ ج ۸ پر ہے۔ بلکہ اکامل میں تویہ الفاظ ہیں: ولما وصل راس الحسینؑ الی یزید۔ حسنت مال ابن زیاد عندہ وزادہ ووصلہ وسترہ ما فعل ثم لم یلبث الا یسیراً حتی بلغه بغض الناس له ولعنہم وسبہم فندم علی قتل الحسینؑ فکان یقول وما علی الخ۔ کیا ثعلبیہ سے امامؑ نے کوفہ کا راستہ چھوڑ کر شام کا راستہ اختیار فرمایا تھا کہ یزید کو جا کر ملیں۔

آپؑ نے لکھا ہے کہ ”مقام ثعلبیہ پر پہنچتے ہی شہادت مسلم کی خبر پہنچی۔ مسلم کے بیٹوں سے مشورہ کر کے یزید کی ملاقات کا فیصلہ کیا۔ کوفہ کی بجائے شام کا سفر شروع کیا۔ ابن زیاد اور شمر جو قاتل مسلم تھے نے سمجھ لیا کہ اگر حسینؑ یزید کے پاس پہنچ گئے تو ساری سازش عیاں ہو جائے گی۔ پھر انہوں نے آپؑ کا راستہ روک لیا اور اپنے ہاتھ پر یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا۔ اس موقع پر آپؑ نے ارشاد فرمایا ”خدا کی قسم! یہ میری موت کے بعد ہی ممکن ہے۔“ اس پر آپؑ نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔

اس میں یہ تو درست ہے کہ ثعلبیہ کے مقام پر دو اسدیوں کے ذریعے امامؑ کو مسلم بن عقیلؓ اور حنانی کی شہادت کی اطلاع ملی (طبری ص ۲۹۹ ج ۴) اور یہ بات کہ وہاں سے مسلمؑ کے بیٹوں کے مشورہ کے بعد شام کا رخ کر لیا بالکل جھوٹ ہے۔ ثعلبیہ سے چل کر آپؑ زبالہ پہنچے۔ وہاں آپؑ کو حضرت عبداللہ بن بقطر کی شہادت کی اطلاع ملی (طبری ص ۳۰۰ ج ۴) وہاں آپؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ جو واپس جانا چاہتے وہ جاسکتے۔ اس کے بعد بطن العقبہ پہنچے۔ وہاں بھی آپؑ کو ایک شخص نے پیش قدمی سے روکا۔ یہ منزلیں آپؑ نے ذی الحجہ میں طے فرمائیں۔ محرم میں آپؑ مقام شراف پر اترے۔ یہاں یزیدی فوج کا ہراول دستہ جو ایک ہزار آدمی تھے امامؑ سے ملے۔ وہاں آپؑ نے بوقت عصر خطبہ دیا: فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال اما بعد! ایہا الناس فانکم ان تتقوا وتعرفوا الحق لاهلہ بکن ارضی اللہ وینحس اهل النبیت اولی بولائۃ هذا الامر علیکم من ہولاً

المدعین ما لیس لهم والسائرین فیکم بالجور والعدوان (طبری ص ۳۰۳ ج ۴) پھر آپ مقام بیضہ پر اترے، حرا اور اس کے ساتھی بھی ساتھ تھے۔ آپ نے خطبہ دیا: فحمد الله واثنی علیه ثم قال: ايها الناس! ان رسول الله ﷺ قال من راي سلطانا جائرا مستحلا لحرم الله ناكثا لعهد الله مخالفا لسنة رسول الله يعمل في عباد الله بالاثم والعدوان فلم يغير عليه بفعل ولا قول كان حقا على الله ان يدخله مدخله الا وان هولا قد لزموا طاعة الشيطان وتركوا طاعة الرحمن واطهروا العناد وعطلوا الحدود واستاثروا بالغنى واحلوا جرام الله وحرموا حلاله (طبری ص ۳۰۴ ج ۴)

یہاں سے چل کر آپؐ ”کریلا کے متصل العقرب میں پہنچے۔ راستے میں کوفہ سے آنے والے چار آدمیوں سے ملاقات ہوئی، جس سے واضح ہے کہ یہ راستہ کوفہ کا تھا، شام کا نہ تھا۔ یہیں عمر بن سعد مزید چار ہزار فوج لے کر پہنچ گیا اور پھر پانچ ہزار فوج نے امامؑ کا گھیراؤ کر لیا۔ آپؑ کا یہ لکھنا کہ الثعلبیہ کے مقام پر ابن زیاد اور شمر نے راستہ روک لیا بالکل غلط ہے۔ ابن زیاد تو میدان جنگ میں آخر تک نہیں آیا۔ ہاں شمر آخری دن کریلا میں پہنچا ہے۔ سیدنا حسینؑ کے ان خطبات سے بھی صاف ظاہر ہے کہ امامؑ ”آخر وقت تک اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ وہو الصحيح۔ آپؑ نے جو شمر کو مسلم بن عقیل کا قاتل لکھا ہے، یہ بھی صحیح نہیں۔ قتل کا حکم ابن زیاد بدنام دیا تھا اور قتل بکیر بن حمران نے کیا تھا۔ (طبری ص ۲۷۹، ۲۸۳ ج ۴)



# کھلا خطِ بنام

## ابو ریحان عبد الغفور

### (دربارہ یزید)

بسم الله الرحمن الرحيم

بجالی خدمت جناب ابو ریحان عبد الغفور صاحب

نسأل الله لنا ولكم العافية۔

بعد از تحیات مسنونہ معروض آئلہ گرامی نامہ موصول ہوا۔ میں تین چار ماہ سفر پر رہا۔ آخر سوال میں واپس پہنچا تو ڈاک بہت جمع تھی۔ چھوٹے موٹے خطوط کے جواب میں ہی ذی قعدہ بھی گزر گیا۔ پھر ہفتہ میں ایک دو سفر کرنا ہی پڑتے ہیں۔ ذوالحجہ کے آخر میں جناب کے گرامی نامہ کی باری آئی۔ اس کو پڑھا۔ معلوم ہوا کہ اس عاجز کے تینوں مضامین جناب نے پڑھے ہیں اور ان کے پڑھنے کے بعد ہوش و حواس کھو بیٹھے ہیں۔ سارے خط میں نہ آپ کو دعویٰ یاد رہا ہے، نہ دلیل سے مطابقت کا خیال آیا ہے۔ باحوالہ مضامین کے جواب میں بے حوالہ سب و شتم کو جواب سمجھ لینا ہی جناب کی علمی معراج ہے۔ اگر کہیں حوالہ کی نشاندہی کی ہے تو اقتباس تو نہیں لکھا جاسکتا، اختلاس ہی اختلاس ہے۔

(۱)..... جناب نے بہت نوازش فرمائی کہ غیر مقلدین کے بارہ میں تو اس عاجز کے مضامین کو محققانہ ارشاد فرمایا، لیکن یزید کے بارہ میں مجھے امام بازو کا ذکر بنا ڈالا۔ ایسی نوازشات جناب سے قبل قادیانیوں وغیرہ کی طرف سے بھی ہوتی رہتی ہیں۔ وہ بھی یہی لکھا کرتے ہیں کہ آپ کے مضامین تحقیقی ہوتے ہیں، تقریر یزید عام فہم ہوتی ہے، مگر حیات مسیح

کے مسئلہ میں جب آپ بیان فرماتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے گرجا میں کوئی فادر بول رہا ہو۔ میں نے جناب کی کوئی تقریر تو سنی نہیں، دو تحریریں پڑھنے کا شرف ضرور نصیب ہوا۔ ”سبائی فتنہ“ اور یہ خط۔ خدا لگتی کتا ہوں کہ تحقیق کے عنوان سے تلبیس کا حق ادا کر دیتے ہیں۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی ناہیسی ذاکر مرثیہ پڑھ رہا ہے یا نوہ خوانی کر رہا ہے۔

(۲)..... میں نے یہ لکھا تھا کہ یزید کا فاسق ہونا اہل سنت میں متفق علیہ ہے۔ اس پر ابن خلدون اور ابن حجر مکی رحمہ اللہ کی شہادتیں نقل کی تھیں۔ جناب نے دعویٰ یہ کیا ہے کہ ”اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یزید کا فاسق و فاجر اور زانی و شرابی وغیرہ ہونا“ نہ ہونا بھی صحابہؓ و تابعین رحمہم اللہ کے دور سے اسی طرح اختلافی چلا آ رہا ہے جس طرح دوسرے فقہی اختلافی مسائل۔ ”مگر اس پر جناب نے کوئی مستند حوالہ پیش فرمانے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی۔ جناب کا یہ دعویٰ ایسا ہی ہے جیسے قادیانی پہلے نمبر پر مسلمانوں کے دلوں میں یہی وسوسہ ڈالتے ہیں کہ ختم نبوت اور حیات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ دور صحابہؓ سے امت میں اختلافی چلا آ رہا ہے۔ اس لئے کسی فریق کو دوسرے فریق پر تشدد کرنا درست نہیں۔ پھر وہ کچھ حوالے بھی بصورت اقتباس نہیں بلکہ بصورت اختلاس جناب کی طرح پیش فرماتے ہیں، مگر کوئی صریح حوالہ نہ وہ لاسکتے ہیں نہ جناب۔

(۳)..... جناب نے بڑی فراخ دلی سے یہ تسلیم فرمالیا ہے کہ بعض صحابہؓ و تابعین رحمہم اللہ یزید کو فاسق، فاجر اور زانی و شرابی مانتے تھے۔ اس پر بھی اگر آپ چند مستند حوالے ذکر فرما کر اپنے دعویٰ کے اس جزء کو مبرہن فرما دیتے تو جناب کو خط کے ص ۱۰ پر مولانا عبدالرشید نعمانی اور امام اہل سنت وکیل صحابہ جناب مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم سے یہ شکوہ نہ ہوتا کہ وہ صریح حوالہ فقہ پر پیش نہیں کر سکے۔ جناب ان صحابہؓ و تابعین رحمہم اللہ کے صریح حوالہ جات پیش فرما دیتے تو ایک معیار بھی بن جاتا کہ آپ کے ہاں صریح کیا تعریف ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ صحابہؓ و

تابعین جمع کے صبیغے ہیں، تو کم از کم تین صحابہؓ اور تین تابعین رحمہم اللہ کے حوالے تحریر فرمادیں جن میں صراحت ہو کہ یزید روزِ اول سے ہی فاسق، فاجر، زانی، شرابی وغیرہ تھا اور جو لوگ اس کو فاسق، فاجر، زانی، شرابی وغیرہ نہیں مانتے ان کے ساتھ اس مسئلہ میں ہمارا فقہی اختلاف ہے، اور یہ بھی یاد رہے کہ حوالہ میں پورا اقتباس ہو۔ خط میں جو قادیانی عادت کے مطابق اختلاس کیا ہے اس سے پرہیز فرمائیں۔ ہاں حوالہ دینے میں یہ بھی خیال رکھیں کہ وہ صحابہؓ و تابعین رحمہم اللہ یزید کی حویلی میں رہنے والے ہوں، کیونکہ اس حویلی سے سینکڑوں میل دور رہنے والوں کی شہادت تو جناب کے ہاں معتبر نہیں۔ تو جو بات جناب کو ناپسند ہو وہ دوسروں کے لئے پسند نہ فرماتا۔

(۴)..... پھر بقول جناب جن صحابہؓ و تابعین رحمہم اللہ نے یزید کو فاسق، فاجر، زانی، شرابی وغیرہ مان لیا، یہ جرح مفسر ہے اور ان کے علم پر مبنی ہے اور بقول جناب جنہوں نے نہیں مانا ان کے پاس عدم علم ہے اور تعدیل مبہم بھی ان سے ثابت نہیں۔ تو آنجناب ہی غصہ تھوک کر ارشاد فرمائیں کہ اصولاً یہاں فقہ ہی ثابت ہو گیا نہیں، یا جناب اس متفقہ اصول سے بھی منحرف ہو جائیں گے۔ ہاں صحابہؓ و تابعین رحمہم اللہ کی جناب کو کیا پرواہ، جب کہ قیامت کے دن یزید ہی جناب کا شفیع ہو گا۔

(۵)..... اس کے بعد جناب نے حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ کے حوالہ سے یزید کا امہات اولاد اور بہنوں، بیٹیوں تک سے زنا اور ترک نماز وغیرہ کا ذکر کیا ہے اور پوچھا ہے کہ اس پر بھی صحابہؓ اور اہل بیت نبوت نے اس کے خلاف خروج سے روکا۔ کیا ان میں غیرت نہیں تھی؟ لیکن جناب کی جمالت واقعتاً یزیدی پارٹی میں قابلِ داد ہے۔ حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ کا یہ بیان آخر ۶۲ھ کا ہے اور عمرہ بنت عبدالرحمن، ابن عمرؓ، ابوسعید خدریؓ، جابرؓ اور ابو واقد اللیثیؓ کا امام حسینؓ کو روکنا ۶۰ھ میں ہے اور جناب نے حضرت عمرہ تابعیہ کو صحابیہ بنا ڈالا۔ اہل بیت نبوت میں کون کون تھے، ذرا ان کے نام اور ان کا عبداللہ بن حنظلہؓ کی چارج شیٹ کا انکار ضرور ثابت کریں۔

(۶)..... حضرت جابرؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ نے ۶۰ھ میں حضرت امام حسینؓ کو

روکا، مگر یہ کہہ کر نہیں کہ یزید عادل اور صالح ہے، صرف اس لئے کہ اس لڑائی میں فتنہ پہلے سے نہ بڑھ جائے اور ۶۳ھ میں یہ دونوں صحابہ کرامؓ مدینہ منورہ میں ہی تھے جب یزید نے حملہ کیا۔ ان دونوں نے حضرت عبداللہ بن مطیعؓ اور حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ کی بیان کردہ چارج شیٹ کا نہ انکار کیا اور نہ ہی ان کو خلع بیعت سے روکا۔ اس کے حملہ میں دوسرے صحابہ کی طرح یہ بھی روپوش ہو گئے (البدایہ والنہایہ ص ۲۲۴ ج ۸) اس پر بھی یزیدی لشکر نے ان کو معاف نہیں کیا۔ حضرت ابوسعید خدریؓ ”کا گھر بھی لوٹ لیا بلکہ آپ کی داڑھی بھی نوچ لی (وفاء الوفاء، ص ۱۳۵ ج ۱)

(۷)..... حضرت ابو واقد اللیثیؓ نے ۶۰ھ میں سیدنا حسینؓ کو روکا، مگر یہ کہہ کر نہیں کہ یزید صالح اور عادل ہے، بلکہ اس لئے کہ آپ کے شہید ہونے کا خطرہ ہے اور واقعہ حرہ میں یہ بھی مدینہ منورہ میں ہی تھے، کیونکہ ۶۶ھ تک یہ مدینہ منورہ میں رہے ہیں۔ ۶۷ھ میں مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور ۶۸ھ میں وہیں وصال فرمایا (الاستیعاب) تو انہوں نے نہ عبداللہ بن مطیعؓ اور عبداللہ بن حنظلہؓ کی چارج شیٹ کا انکار کیا اور نہ ہی اہل مدینہ کو بیعت توڑنے سے روکا۔

(۸)..... حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا نام بھی آپ نے لیا ہے۔ مگر آپؓ کے موقف کو جناب نے واضح نہیں فرمایا۔ جب یزید کی بیعت ہو گئی تو ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اگر یہ اچھا ہوا ہے تو ہم خوش ہیں اور اگر برا ہوا ہے تو ہم صبر کریں گے (لسان المیزان ص ۲۹۴ ج ۶) جناب نے یہ تو لکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ۶۰ھ میں سیدنا حسینؓ کو روکا۔ کیا یہ کہہ کر کہ یزید عادل اور صالح ہے؟ ہرگز نہیں۔ مگر آپؓ نے یہ نہ بتایا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ اہل عراق حالت احرام میں مکھی مارنے کا مسئلہ دریافت کرتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے نواسے کو قتل کر دیا تھا جن کے متعلق میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ حسن اور حسین دنیا میں میرے پھول ہیں (بخاری) واقعہ حرہ میں جب اہل مدینہ نے یزید کی چارج شیٹ سنائی تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے



ان کی چارج شیٹ میں سے کسی ایک بات کی بھی تردید نہ فرمائی۔ اگر اس وقت انہوں نے کوئی تردید کر کے فرمایا ہو کہ یزید صالح اور عادل خلیفہ ہے، اس پر شراب پینے، نماز چھوڑنے اور دیگر فاحشات میں ملوث ہونے کا الزام غلط ہے تو اس کا مستند حوالہ پیش فرمائیں۔ رہا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیعت توڑنے سے روکنا تو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی رائے یہ تھی کہ فتنہ کے زمانہ میں جنگ و قتال کو ترک کر دیا جائے، اگرچہ یہ ظاہر ہو جائے کہ ایک فریق حق پر ہے اور دوسرا باطل پر۔“ (فتح الباری ص ۴۰، ج ۱۳) اسی قسم کی رائے ابن کثیر رحمہ اللہ کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ نے جب یزید کی بیعت توڑی، اس وقت اہل مدینہ یزید سے بہت سخت عداوت رکھتے تھے۔ انہوں نے بھی یزید کے بارہ میں یہ تو کہا کہ وہ شراب خور ہے اور بعض گندے کام کرتا ہے لیکن روافض کی طرح اس کو زندیق نہیں کہا۔ بل قد کان فاسقاً و الفاسق لا یجوز خلعه لاجل ما یشور بسبب ذالک من الفتنة و وقوع الهرج کما وقع فی زمن الحررة (البدایہ والنہایہ ص ۲۳۵، ج ۸): بلکہ تحقیق وہ فاسق تھا اور فاسق کی بیعت توڑنا جائز نہیں جب فتنے اور قتل و قتال کا خوف ہو۔ جناب نے فریب کی انتہا کر دی کہ ۶۲ھ کے بیان کو رد کرنے کے لئے ۶۰ھ کے اقوال کا سہارا لیا اور بد قسمتی کا یہ عالم کہ ایک بھی صحابی سے ۶۲ھ کی چارج شیٹ کی تردید نہ دکھاسکے۔

(۹)..... اس کے بعد جناب نے اپنی نوحہ خوانی میں فریب کا ایک اور پانسا پھینکا ہے کہ یزید پر لعنت کرنے کا اختلاف اس پر مبنی ہے کہ اس سے افعال فسق صادر ہوئے یا نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ جب لعنت کرنے میں اختلاف ہے تو اس کا فسق بھی مختلف فیہ ہے اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ اور حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے نام سے دھوکا دیا ہے۔ حضرت کے اصل الفاظ آپ نے نہیں لکھے۔ حضرت فرماتے ہیں: ”لہذا یزید کے وہ افعال ناشائستہ ہر چند موجب لعن ہیں مگر جن کو محقق اخبار سے قرائن سے معلوم ہو گیا کہ وہ ان مفاسد سے راضی اور خوش تھا اور ان کو مستحسن اور جائز جانتا تھا اور بدوں توبہ کے مر



گیا تو وہ لعن کے جواز کے قائل ہیں اور مسئلہ یوں ہی ہے اور جو علماء اس میں تردد رکھتے ہیں کہ اول میں وہ مومن تھا۔ اس کے بعد وہ ان افعال کا مستحل تھا یا نہیں اور (مستحل ہونا) ثابت ہوا یا نہ ہوا تحقیق نہیں ہوا۔ پس بدوں تحقیق اس امر کے لعن جائز نہیں (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۹۲) اس سے تو میرا موقف ثابت ہوا کہ جو لوگ یزید پر لعنت کرتے ہیں وہ بھی اس سے افعال کا صدور مانتے ہیں۔ اور جو لوگ لعنت کو جائز نہیں کہتے وہ بھی اس سے افعال نسی کا صدور مانتے ہیں۔ گویا اس کا فاسق ہونا ہر دو فریق کے ہاں متفق علیہ ہے۔ اس کے بعد لعن میں اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ وہ اپنے افعال فسق کا مستحل تھا یا نہیں اور ان افعال فسق کے حلال جاننے سے توبہ کر کے مرایا بلا توبہ مرا۔ جس فریق کے ہاں اس کو اپنے افعال فسق کو حلال جاننا اور اس سے بلا توبہ مرنا ثابت ہے وہ لعنت کو جائز کہتے ہیں اور جس فریق کے نزدیک اس فاسق کا اپنے افعال فسق کو حلال جاننا ثابت نہیں یا حلال جاننے سے توبہ کرنا ثابت ہے وہ اس کو فاسق تو کہتے ہیں مگر لعن کو جائز نہیں کہتے اور یہی اہل سنت کا موقف ہے۔ جناب کو اتنے بڑے فریب سے سوائے خسر الدنیا والآخرة کے کیا ملا۔

### یزید :

یزید ۲۵ھ یا ۲۶ھ یا ۲۷ھ میں پیدا ہوا۔ بچپن سے ہی شوخ مزاج تھا۔ ایک دن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ ایک غلام کو پیٹ رہا ہے۔ تو انہوں نے ڈانکا کہ تو اس کو مار رہا ہے جو تجھ سے بدلہ نہیں لے سکتا۔ اسی طرح عطاء بن سائب فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے پر اس قدر غضبناک ہوئے کہ اس سے قطع تعلق کر لیا۔ اس پر حضرت احنف بن قیس رحمہ اللہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سفارش کی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یزید سے راضی ہوئے اور ایک لاکھ درہم بھی دیئے۔ یزید نے پچاس ہزار درہم اور پچاس کپڑے احنف رحمہ اللہ کو دے دیئے۔

طبرانی میں ہے کہ یزید نوجوانی میں ہی شراب پیتا تھا اور نوجوانوں والی حرکتیں کرتا تھا۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نرمی سے نصیحت فرمائی

کہ بیٹا ایسے کام نہ کرو جس سے مروت ختم ہو جائے، دشمن خوش ہوں، دوست برا سمجھیں اور فرمایا کم از کم دن بھر ایسی باتوں سے صبر کیا کرو اور جب رات آتی ہے تو رقیب کی آنکھ بند ہو جاتی ہے۔ کتنے فاسق ہیں کہ دن عبادت میں گزارتے ہیں اور رات لذت و عیش میں گزارتے ہیں۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ نصیحت اس حدیث کے موافق ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی گندگیوں میں مبتلا ہو جائے تو اس کی پردہ پوشی کرے (البدایہ) باپ کی اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے یزید اپنے فسق کو چھپانے لگا۔ ۴۹ھ یا ۵۰ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حماد کے لئے ایک بڑا لشکر بلاد روم کی طرف روانہ کیا اور اس لشکر کا امیر سفیان بن عوف کو مقرر فرمایا اور اپنے بیٹے یزید کو بھی اس غزوہ میں شرکت کا حکم دیا۔ مگر یزید نے تعمیل حکم میں سستی کی اور معذرت کر دی۔ یہ دیکھ کر اس کے والد نے بھی اسے رہنے دیا۔ وہاں جنگ میں لوگ بھوک اور شدید مرض کا شکار ہوئے تو یزید نے یہ شعر کہے جن کا ترجمہ ہے: ”مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ روم میں مسلمانوں کے فوجی کیمپ ”غدر قدونہ“ میں مسلمانوں کو چپک اور بخار کا سامنا ہے۔ جب کہ میں دیر مران میں گدوں پر اونچے اونچے تکیوں کے سارے بیٹھا ہوں اور میرے سامنے ام کلثوم ہے۔“ ام کلثوم یزید کی بیوی عبد اللہ بن عامر کی بیٹی تھی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب اس کے ان اشعار کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اس کو قسم دے کر بتا کید کہا کہ اسے روم میں سفیان کے پاس پہنچنا ضروری ہے، تاکہ وہ لوگ جس مصیبت میں گرفتار ہیں یہ بھی گرفتار ہو۔ اب جو یہ روانہ ہوا تو اس کے والد ماجد نے ایک انبوه کثیر کا اس کے ساتھ اور اضافہ کر دیا اور اسی لشکر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی تھے، اور عبد العزیز بن زرارہ کلابی بھی۔ چنانچہ یہ لوگ بلاد روم میں گھستے ہی چلے گئے تا آنکہ تیزی کے ساتھ یلغار کرتے ہوئے قسطنطنیہ جا پہنچے (اس غزوہ کا ذکر حدیث میں بھی ہے (کامل ابن الاثیر ص ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲)

## ایک مسئلہ :

اس حدیث سے علماء اہل سنت نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ فاسق کی سرکردگی میں جماد ہو سکتا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سے ثابت ہوا کہ جماد ہر حکمران کی معیت میں کیا جاسکتا ہے، کیونکہ یہ حدیث غازیان شریقیہ کی تعریف پر مشتمل ہے۔ حالانکہ اس غزوہ کا امیر یزید بن معاویہؓ تھا اور یزید تو یزید ہی تھا (فتح الباری ص ۶۵، ج ۱۱) امام ابوبکر جصاصؒ فرماتے ہیں: نبی ﷺ کے اصحاب خلفاء اربعہؓ کے بعد فاسق امراء کے ساتھ بھی جماد میں شریک ہوتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابویوب انصاریؓ نے یزید لعین کی معیت میں بھی جماد فرمایا ہے (احکام القرآن ص ۷۷، ج ۳)

حضرت معاویہؓ نے جب امام حسنؓ سے صلح کی تھی تو طے پایا تھا کہ معاویہؓ کے بعد امام حسنؓ ہوں گے (البدایہ ج ۸، ص ۸۳) مگر ان کا وصال ہو گیا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ (۵۰ھ) کو حضرت معاویہؓ نے بوجہ کبر سنی امارت کوفہ سے معزول کر دیا اور ارادہ کیا کہ سعید بن العاصؓ کو اس کی جگہ گورنر بنایا جائے، تو مغیرہؓ اس سے نام دم ہوئے اور انہوں نے آکر یزید کو کہا کہ تم اپنے باپ سے مطالبہ کرو کہ وہ تمہیں ولی عہد بنادے، تو یزید نے باپ سے عرض کر دیا۔ معاویہؓ نے پوچھا کہ تمہیں مطالبہ کا مشورہ کس نے دیا ہے؟ یزید نے کہا مغیرہ بن شعبہؓ نے۔ معاویہؓ کو مغیرہؓ کا یہ مشورہ بہت پسند آیا اور اس کو امارت کوفہ پر برقرار رکھا، اور اسے حکم دیا کہ یزید کی ولی عہدی کے لئے کوشش کرو۔ حضرت مغیرہؓ نے یہ کوشش شروع کر دی۔ تو معاویہؓ نے بصرہ کے گورنر زیاد کو بھی اس بارہ میں لکھا۔ زیاد نے اس کو ناپسند کیا۔ کیونکہ وہ یزید کے لعب و صید سے واقف تھا۔ اور اس نے عبید بن کعب کو دمشق بھیجا کہ یزید سے کہو کہ اس بات سے باز آنا ہی اس کے لئے بہتر ہے۔ فانزجر یزید عما یرید من ذالک۔ تو یزید ڈر گیا اور معاویہؓ سے بھی بات کی۔ تو باپ بیٹے دونوں کا اتفاق ہو گیا کہ سر دست یہ خیال چھوڑ دینا چاہئے۔ پھر اسی سال کے آخر میں ۵۱ھ میں جب زیاد مر گیا تو حضرت معاویہؓ نے منظم طور پر ولی عہدی کی تحریک شروع کی، تو پانچ حضرات کے

علاوہ سب نے بیعت ولی عہدی کر لی۔ ان پانچ حضرات کو حضرت معاویہؓ جہیز دھمکاتے ڈراتے رہے۔ پھر حضرت معاویہؓ نے حضرت احنف بن قیس سے اس معاملہ میں پوچھا، جنہوں نے امیر معاویہؓ اور یزید کی صلح کروائی تھی، تو حضرت احنف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اے معاویہ! اگر ہم جھوٹ بولیں تو اللہ سے ڈرتے ہیں اور سچ بولیں تو آپ سے ڈرتے ہیں، جبکہ آپ یزید کے دن اور رات سے خوب واقف ہیں، اس کے پوشیدہ اور ظاہر کو جانتے ہیں اور اس کے آنے جانے کی جگہیں بھی آپ کو خوب معلوم ہیں۔ باقی جو ارادہ آپ نے فرمایا ہے اس کو آپ خوب جانتے ہیں۔ ہمارا کام یہی ہے کہ آپ کا حکم سنیں اور اطاعت کریں اور آپ پر یہ لازم ہے کہ امت کی خیر خواہی کا خیال رکھیں۔

جب حضرت معاویہؓ نے حضرت حسنؓ سے صلح کی تھی تو انہی کو اپنا ولی عہد بھی بنایا تھا۔ لیکن جب ان کی وفات ہو گئی تو یزید کی طرف حضرت معاویہؓ جہیز کا رجحان قوی ہو گیا۔ ان کی رائے یہ تھی کہ وہ خلافت کا اہل ہے اور یہ رائے باپ بیٹے کی شدید محبت کی وجہ سے تھی۔ نیز اس لئے تھی کہ وہ یزید میں دنیوی نجات اور شاہزادوں کی سی خصوصیات، فنون جنگ سے واقفیت، انتظام سلطنت اور اس کی ذمہ داری کو پورا کرنے کی صلاحیت دیکھتے تھے۔ اور ان کا گمان یہ تھا کہ صحابہ کرامؓ کے صاحبزادوں میں سے کوئی اس اعتبار سے بہتر انتظام نہ کر سکے گا۔ اس لئے انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ مجھے خوف ہے کہ میں عوام کو بکریوں کے منتشر گلے کی طرح نہ چھوڑ جاؤں جس کا کوئی چرواہا نہ ہو۔ تو ابن عمرؓ نے کہا کہ جب سب لوگ اس کی بیعت کر لیں گے میں بھی اس وقت کر لوں گا، اگرچہ وہ کوئی غلام ہو اور حضرت عثمان بن عفانؓ کے صاحبزادے حضرت سعیدؓ نے معاویہؓ سے کہا یزید کی بجائے مجھے ولی عہد بناؤ تو معاویہؓ نے اس کو ڈانٹا۔ اس پر سعیدؓ نے کہا کہ میرے ہی ابا نے آپ کو اس باعزت مقام پر پہنچایا ہے اور آپ اپنے بیٹے کو مجھ پر مقدم کر رہے ہیں، جبکہ میں ماں باپ کے لحاظ سے بھی اور خود بھی اس یزید سے بہتر ہوں۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا

میں تیرے باپ کے احسانات کا انکار نہیں کر سکتا اور تیرا باپ یقیناً یزید کے باپ سے بہتر ہے اور تیری ماں قریشی ہے اور یزید کی ماں کلبیہ ہے۔ اس لئے تیری ماں بھی اس کی ماں سے بہتر ہے اور تیرا یہ کہنا کہ میں یزید سے بہتر ہوں تو خدا کی قسم! اگر غوطہ تک زمین تیرے جیسے آدمیوں سے بھردی جائے تو یزید تم سب سے مجھے زیادہ پیارا ہے۔

اور ہم (ابن کثیر) نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک خطبہ میں یہ دعا فرمائی ”اے اللہ! تو جانتا ہے اگر میں نے اسے اس لئے ولیٰ عہد بنایا ہے کہ وہ میری رائے میں اس کا اہل ہے تو اس کی ولایت کو اس کے لئے پورا فرمادے اور اگر میں نے اس لئے اس کو ولیٰ عہد بنایا ہے کہ مجھے اس سے محبت ہے تو اس کی ولایت کو پورا نہ فرما۔“ (البدایہ ص ۸۳، ج ۸) اے اللہ! اگر میں نے یزید کو اس کی فضیلت (دنیوی انتظام) دیکھ کر ولیٰ عہد بنایا ہے تو اسے اس مقام تک پہنچا دے جس کی میں نے اس کے لئے امید کی ہے اور اگر مجھے اس کام پر صرف اس کی محبت نے آمادہ کیا ہے جو باپ کی بیٹے سے ہوتی ہے تو اس کے مقام حکومت تک پہنچنے سے پہلے اس کی روح قبض کر لے (تاریخ الخلفاء ص ۱۵۷)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ یزید والد کی حیات میں اپنے فسق کو چھپاتا تھا اور جو فاسق اپنے فسق کو چھپائے اس کی پردہ پوشی ہی کا حکم ہے۔ پھر جب باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو وہ فسق میں کھلتا گیا۔ آخر ۶۳ھ میں اس کا فاسق مععلن ہونا ایسا واضح ہو گیا کہ اس شہرت کا کوئی بھی انکار نہ کر سکا۔

### یزید کی وکالت :

جناب ذرا اس بات پر غور فرمائیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر اہل دمشق کی طرف سے یہ الزام لگایا گیا کہ وہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ میں خود شریک ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبات میں بھی اور خطوط میں بھی اس الزام سے اظہار بیزار فرمایا اور یہ ان پر لازم تھا، مگر یزید پر اہل مدینہ نے جب زانی، شرابی اور بے نماز ہونے کا الزام لگایا اور اسی طرح اہل مکہ نے تو یزید نے ایک لفظ بھی اپنی صفائی میں بیان نہیں کیا اور ایک دفعہ بھی اس الزام کا

انکار نہیں کیا، بلکہ الٹا حرمین شریفین پر حملہ کرایا۔ جب یزید نے خود اپنے زانی، شرابی اور تارک نماز ہونے کا انکار نہ کیا تو اب اگر عبدالغفور اور عطاء المحسن بلا دلیل شور مچائیں تو مدعی ست گواہ چست کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے۔ ہاں آپ حضرات میں اگر ہمت اور جرات ہے تو ایک اور صرف ایک مستند حوالہ پیش فرمائیں کہ جب حرمین شریفین میں صحابہؓ و تابعین رحمہم اللہ یزید کے کھلم کھلا فاسق ہونے کا اعلان کر رہے تھے تو یزید نے ایک دفعہ بھی اس کا انکار کیا ہو۔ آپ کے امام الحق والصدق اور آپ کے امیر المومنین نے تو قیامت تک یزیدیت کو دفن کر دیا کہ میرے شوخ بچو! جب میں اپنے فسق کا انکار نہیں کر سکا تو تمہاری کانیں کانیں کون سنے گا۔ جناب من! جب تمہارا امام یزید اہل حرمین کے جواب میں انکار نہ کر سکا تو تم نے صحابہؓ اور اہل بیتؑ کو چھوڑ کر اہل سنت سے منہ موڑ کر یزید کو اپنا بنایا تھا مگر میرے مضمون کا جواب لکھ کر تو اپنے امام کی سنت خاموشی کا آپ نے بلا تکبیر ہی جھٹکا کر ڈالا۔ آپ کا امام ہی اپنی صفائی نہ دے سکا تو آپ کس باغ کی مولیٰ ہیں۔ یزید آپ کو یہی کہہ رہا ہے کہ بیٹا! چپ ہی بھلی ہے، خاموش ہی رہو، اسی میں میری تابعداری ہے۔ بیٹا اگر میری تابعداری سے بھی تم باہر ہو گئے تو مجھے یہی کہنا پڑے گا ”در کفر ہم ثابت نی زنا را رسوا کن۔“

### قادیانی تقلید :

جس طرح قادیانی عوام کو دھوکا دینے کے لئے چند بزرگوں کا نام لیا کرتے ہیں تاکہ لوگ سمجھیں کہ ان کے ساتھ بھی کچھ اکابر ہیں، جناب نے بھی جیلوں بہانوں سے بعض بزرگوں کے نام لئے ہیں تاکہ لوگ ان کو جناب کا ہم نوا سمجھ لیں۔ ان کی عبارات پر ہم عرض کر دیتے ہیں تاکہ عوام جناب کے دھوکے سے بچ سکیں۔

### یزید کی تخت نشینی کی بلا اسلام پر :

سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”امیر معاویہؓ نے ۶۰ھ میں وفات پائی اور ان کی بجائے یزید تخت نشین ہوا اور یہی اسلام کے سیاسی، مذہبی، اخلاقی اور روحانی ادبار و

مکتب کی اولین شب ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے متعدد روایتیں ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ ۶۰ھ کے شروع ہونے سے اور لڑکوں کی حکومت سے پناہ مانگا کرو اور دنیا ختم نہ ہوگی کہ اس پر ایسے ویسے حکمران نہ ہوں (سیرۃ النبی ص ۲۸۷ ج ۳)

### خلاصۃ الفتاوی :

الشیخ الامام الزاہد قوام الدین الصفاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت معاویہؓ پر لعنت نہ کرو۔ ہاں یزید پر لعنت کرنے میں کوئی خطرہ نہیں (ص ۳۹۰ ج ۴)

فتاویٰ بزازیہ :

فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ والحق ان یلعن یزید علی اشتہار کفرہ وتواتر فظاۃ شرہ۔ یعنی حق یہ ہے کہ یزید پر لعنت کرے، کیوں کہ اس کے کفر کی شہرت ہے اور اس کے شرور تواتر سے ثابت ہیں (علی الہندیہ ص ۳۴۴)

### لامع الدراری :

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں کہ: ”علامہ تفتازانی رحمہ اللہ کے نزدیک یزید کی قباحتوں کا ثبوت متواتر ہے۔ اس لئے وہ اس پر لعنت کرتے تھے۔“ (ص ۲۴۶ ج ۷)

### معارف شیخ :

حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”رہی یہ بات کہ اس کے فسق و فجور کی روایات سب یکسر غلط ہیں، یہ دعویٰ مشکل ہے جب کہ تاریخی روایات اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کو رد کرنا جو بعد تواتر تقریباً پہنچ گئی ہوں تاریخ سے کلیتہاً اعتماد اٹھاتا ہے اور اگر یہ سب روایات اتنی کثرت کے باوجود رد کی جاسکتی ہیں تو پھر یہی کونسی نص قطعی ہے کہ یزید اس لشکر میں شریک تھا۔ یہ بھی تاریخ ہی کی روایات ہیں۔ مخالف

کو حق ہے کہ وہ اس کی بھی تغلیط کر دے کہ یزید اس لشکر میں شریک تھا۔ (ص ۶۷، ج ۱)  
**ناصری مجلس :**

ناصری ذاکریوں مجلس پڑھتا ہے: ”حضرت معاویہؓ کی وفات سے متصل ہی تو حضرت حسینؓ اور اہل مدینہ نے یزید کے خلاف خروج کے لئے پرتو لئے شروع کر دیئے تھے۔ اگر یہ سب اہتمام اس کے فسق و فجور اور شراب نوشیوں اور زنا کاریوں کی وجہ سے تھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ راتوں رات ہی مہاپاپی فاسق فاجر بن گیا تھا۔ جبکہ زمانہ خیر القرون میں کسی کاراتوں رات ایسا فاسق و فاجر اور زانی و شرابی بن جانا نہایت ہی حیران کن اور حد درجہ بعید از عادت ہے۔“

دنیاۓ یزیدیت میں تو اس مجلس پر خوب داد ملی ہوگی، مگر جہالت کی حد ہو گئی ہے۔ حضرت حسینؓ نے ۵۱ھ سے ہی اس کی ولی عہدی کو قبول نہیں کیا تھا۔ ان کے نظریہ کا وفات معاویہؓ سے کیا تعلق؟ اور اہل مدینہ نے ۶۳ھ میں اس کے فسق کا اعلان کیا۔ کیا ۵۱ھ سے ۶۳ھ تک یا ۶۰ھ سے ۶۳ھ تک ایک ہی رات ہوتی ہے؟ ہائے یزید! ان لوگوں نے تیری حمایت میں دین تو برباد کیا ہی تھا دنیا بھی گئی، حساب بھی بھول گئے۔ اسی کو کہتے ہیں: نحس الدنیا والآخرۃ۔ نامعلوم یزیدیت کی رات کتنے سالوں پر محیط ہوتی ہے۔ باحوالہ باتوں پر بے حوالہ مرثیے پڑھنا کوئی علمی کارنامہ نہیں۔

**بغض علیؑ رضی اللہ عنہ :**

یزید پلید کے بارہ میں، میں نے جو باحوالہ باتیں تحریر کی تھیں ان کو بلا حوالہ امیر المومنین امام الاشجعین اسد اللہ الغالب سیدنا علیؑ بن ابی طالب پر پلٹنے کی کوشش کی ہے، جس کے بارہ میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ آنچہ مردم مے کند بوزینہ ہم۔ اور یہی لکھا جاسکتا ہے :

مہ فشانہ نور سگ عو عو کند  
 ہر کسے بر طینت خود خو کند



حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں یزید کو بڑھانا اس کو واقعاً صرف ناصبیت اور خارجیت تو نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ اس بد باطنی اور چیرہ دستی سے تو شاید وہ بھی پناہ مانگتے ہوں گے۔

### حق بات :

میرا موقف اپنا نہیں ہے۔ میں تو اکابر اہل سنت والجماعت کے موقف کا ترجمان ہوں۔ اس کو جناب نے بھی تسلیم کر لیا، لکھا ہے: ”چنانچہ اکابر علماء اہل سنت نے یہی کیا کہ یزید کو فاسق و فاجر کہہ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ وغیرہ کے موقف کو تو صحیح بنا لیا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے موقف کی تاویل کر لی۔“ (ص ۱۸) اسی اعتراف حق میں تو جناب نے اپنی مکمل کتاب سبائی فتنہ پر بھی پانی پھیر دیا اور اس مضمون پر بھی۔ امام اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دمام ظلم نے بھی ان ہی اکابر اہل سنت کی ترجمانی فرمائی تھی، جناب نے یہاں اس کو تسلیم کر لیا۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں

### فسق یزید اور صحابہ کرام :

یزیدی پارٹی یہی شور مچایا کرتی تھی کہ یزید کو فاسق نہ کہو، زرنہ صحابہ کو فاسق کہنا لازم آئے گا۔ مگر جناب نے ان کی ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا اور لکھ دیا کہ ”در اصل بات یہ ہے کہ یزید کو فاسق کہا جائے یا غیر فاسق۔ محض اس کہنے سے کسی بھی صحابی، تابعی یا اہل بیت کو فاسق کہنا لازم نہیں آتا۔“ (ص ۱۱) سچ ہے : ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو

یزیدیوں کو آپ جیسے ایک دو دکیل اور مل جائیں تو پھر اہل سنت کو یزید کے خلاف لکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔

### دید اور شنید :

فسق یزید کی روایات تاریخ میں درجہ شہرت کو پہنچی ہوئی ہیں بلکہ معنی متواتر

ہیں۔ اس تو اتر کے خلاف نامی ذاکر پھر محمد بن الحنفیہ کی بے سند روایت کو ترجیح دے رہا ہے۔ یہ نہایت مضحکہ خیز بات ہے بلکہ جمالت اور ضد کا کرشمہ ہے۔ جب یزید کافق حرمین شریفین تک مشہور ہو چکا تھا اور یزید نے ایک دفعہ بھی اس سے انکار نہیں کیا تو ایک محمد بن حنفیہ کے سامنے نہ پینے سے اس شہرت کا انکار کیسے ہو سکتا ہے؟ یحییٰ خاں کی شہرت تھی کہ وہ شراب پیتا ہے اور اس شہرت کے باوجود اس نے کبھی اس کی تردید نہ کی، مگر جب علماء کرام کے وفد اس کے پاس جاتے تو وہ ان کے سامنے کبھی نہ پیتا تھا۔ تو کیا یہاں بھی علماء کے سامنے اس کے شراب نہ پینے کو دید اور اس شہرت اور اس کے عدم انکار کو محض شنید کہہ کر رد کر دیا جائے گا؟

### موضوع سے فرار :

اصل بحث فق یزید سے بھاگ کر نامی ذاکر نے مشاجرات صحابہؓ کے واقعات پر ہمارا فیصلہ پوچھا ہے۔ تو اس کا فیصلہ تو اہل سنت صدیوں پہلے دے چکے ہیں کہ یہ ان کے اجتہادی اختلافات تھے جس میں مصیب فریق دواجر اور مخطیٰ ایک اجر کا حق دار تھا۔ کسی پر طعن و تنقید کا ہمیں حق نہیں۔ شہزادوں کی لڑائیوں پر کسی نامی یا رافضی بھنگی کو تبصرہ کا کیا حق؟

### صحابی زادہ :

میں نے عرض کیا تھا کہ جب نوح علیہ السلام کا لڑکا بگڑ سکتا ہے تو صحابی زادہ کا بگڑ بھی ممکن ہے۔ جب یزید کافق تو اتر معنوی سے ثابت ہے تو صحابی زادہ ہونا اس کو کیا مفید ہوگا؟ بس اس پر تو جناب کپڑوں سے باہر ہو گئے اور نامی نوحہ خوانی میں پوری مجلس پڑھ دی کہ ”علی زادہ کیوں خطا نہیں کر سکتا؟ زبیر زادہ سے غلطی کیوں نہیں ہو سکتی؟ حنظلہ زادہ کیوں بھول چوک نہیں کر سکتا؟“ نامی صاحب! غصہ اور جمالت تھوک کر دیکھیں۔ یہ تینوں صرف صاحبزادے ہی نہیں بلکہ خود بھی صحابی ہیں۔ علی زادہ ”تو نوجوانان جنت کا سردار ہے۔ زبیر زادہ“ نبی ﷺ کا صحابی اور صدیق کا نواسہ ہے جس کے سر پر آنحضرت ﷺ نے ہاتھ

پھیرا جس کے لئے آپ ﷺ نے دعائے برکت فرمائی، جن کے پیٹ میں سب سے پہلی چیز جو پہنچی وہ آنحضرت ﷺ کا لعاب مبارک تھا، جو ہجرت کے بعد اسلام میں پہلے مولود تھے، جو شہید مظلوم تھے۔ حنظلہ زادہ ”صحابی ہونے کے ساتھ اہل مدینہ صحابہ“ و تابعین رحمہم اللہ کے معتمد امیر تھے۔ افسوس کہ یزید کی محبت نے تجھے کسی کانہ چھوڑا۔

**اکابر سے دشمنی :**

میں نے اکابر اہل سنت کا موقف عرض کر دیا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ اہل باطل کا پہلا قدم اکابر سے بدگمانی اور دوسرا قدم اکابر کے خلاف بد زبانی ہے۔ جناب نے دونوں قدم اٹھا لئے۔ پہلا مضحکہ خیز جواب تو یہ دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ جب فسق کی متواتر روایات کے مقابلہ میں محمد بن الحنفیہ کی بے سند بات کو نہیں مانتے تو میں اکابر کی ان مستند تحریروں کو کیوں مانوں جن کی بنیاد تو اتر معنوی پر ہے۔ یزید بھی تڑپ گیا ہو گا کہ کیسا وکیل ملا کہ جس طرح یہود کے دلوں میں پھنسنے کی محبت رچ بس گئی تھی ایسے ہی میرے وکیل کے دل میں یزید ہی یزید رہ گیا ہے۔ دوسرے قدم میں تو بد زبانی میں اکابر اہل سنت پر یہ الزام لگا دیا کہ ”عدالت کو صحابہ“ کے کفر و نفاق تک کا فیصلہ دینے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی اور یہ سب فیض ہو گا اکابر کی ہی تصریحات و ارشادات کا الخ۔“ (ص ۳۶)

آہ! وہ اکابر اہل سنت جو جان پر کھیل کر بھی عظمت صحابہ کے محافظ رہے۔ آج ناصبی یہ کہہ رہا ہے۔ ان کا فیض صحابہ کے کفر و نفاق کے سوا کیا ہے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عبد الغفور نے ملا باقر مجلسی کا قلم چھین لیا ہے۔ اکابرین کی تصریحات تو آپ نے نہیں لکھیں لیکن اس تحریر میں یزید کو نہ صرف حضرت عبد اللہ بن حنظلہ، ”حضرت عبد اللہ بن مطیع“، حضرت امام حسینؑ اور حضرت عبد اللہ بن زبیرؑ بلکہ خلیفہ راشد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی بڑھا دیا اور حضرت عمرؓ کا وارث بنا ڈالا۔ اب دیکھئے جناب یزید صاحب کے سر پر نبوت کا تاج کب سجاتے ہیں؟ کیونکہ ان صحابہ کرامؓ کو ایذا پہنچا کر اس نے خدا اور رسول خدا کو یقیناً ایذا پہنچائی، تو اب نبی بھی تو اپنا الگ بنانا پڑے گا۔

# کھلا خطِ بنامِ مستم جامعہ یوسفیہ شاہو دھام بنگو ضلع کوہاٹ (دربارہ یزید)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ :

موقر رسالہ ”الخیر“ میں محرم کے شمارہ میں اس عاجز کا ایک مضمون سیدنا حسینؑ کے عنوان سے شائع ہوا۔ ظاہر ہے کہ امام مظلومؑ کی سیرت میں آپؑ کی شہادت کا واقعہ بھی آتا تھا۔ یہاں آپؑ کا ٹکراؤ یزید کی حکومت سے تھا۔ اب یہاں دوہی راستے ہو سکتے تھے۔ ایک یہ کہ یزید کو خلیفہ عادل و صالح مان لیا جائے اور اس کے مخالفین کو فاسق اور باغی تسلیم کر لیا جائے یا مخالفین یزید کو عادل اور صالح مان لیا جائے اور یزید کو فاسق کہہ لیا جائے۔ یزید کے مد مقابل کون تھے: (۱) سیدنا حسینؑ جو صحابی بھی ہیں، اہل بیت بھی ہیں اور نوجوانانِ جنت کے سردار بھی ہیں۔ (۲) مدینہ منورہ کے صحابہ کرامؓ جن میں مہاجرین اور انصار شامل تھے اور مدینہ منورہ کے جلیل القدر تابعین باحسان رحمہم اللہ۔ (۳) نواسہ صدیق اکبرؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور اہل مکہ جس میں اس وقت صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام رحمہم اللہ تھے۔ اب اگر ہم پہلا راستہ اختیار کر کے یزید کو صالح اور عادل کہتے ہیں اور سیدنا امام حسینؑ، حضرت عبداللہ

بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان سب مہاجرین و انصار صحابہؓ کو باغی اور فاسق قرار دیں تو یہ اہل سنت والجماعت کے بنیادی عقیدہ عظمت صحابہؓ اور عدالت صحابہؓ کے خلاف ہے۔ کوئی اہل سنت والجماعت یہ بات سوچ بھی نہیں سکتا۔ اس لئے میں نے بھی اپنے مضمون میں دوسرا راستہ اختیار کیا، کیونکہ عظمت صحابہ کرامؓ اور عدالت صحابہ کرامؓ پر کتاب و سنت اور اجماع کی نصوص مثل آفتاب نیمروز ماہتاب نیم ماہ روشن ہیں اور تاریخ کی باتیں اس وقت تک قابل قبول ہوں گی جب تک وہ کتاب و سنت اور اجماعی عقائد سے نہ ٹکرائیں۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ فقہ یزید کا مسئلہ محض تاریخی مسئلہ نہیں بلکہ اس کے ساتھ عظمت صحابہؓ کا تعلق ہے جو عقائد کا مسئلہ ہے۔

### مولانا محمد امین صاحب اور کرنی :

اس مضمون کے بارہ میں مولانا محمد امین صاحب اور کرنی مہتمم جامعہ یوسفیہ شاہودام بنگو ضلع کوہاٹ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ”مولانا اوکاڑوی صاحب کے مضمون میں یزید کے بارے میں سنیت و حنفیت سے زیادہ رفض و تشیع کی ترجمانی کی گئی ہے۔“ مولانا حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوی قدس سرہ کے خصوصی تلامذہ میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنے ادارے کا نام بھی جامعہ یوسفیہ حضرت کے انتساب سے رکھا ہے۔

### (۱) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ :

مولانا! اگر یزید کو فاسق کہہ دینا ہی رفض و تشیع کی ترجمانی ہے تو حضرت اقدس مولانا محمد یوسف بنوری قدس سرہ کا فرمان: یزید لا ریب فی کونہ فاسقاً (معارف السنن ص ۱۸، ج ۶) کہ ”یزید کے فاسق ہونے میں کوئی شک نہیں“ کس مسلک کی ترجمانی ہے؟ اسی طرح حضرت اقدس رحمہ اللہ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: ”ملاحظہ اور زنادتہ کی زبان کب بند ہو سکتی ہے؟ کیا اس دور میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو افسانہ نہیں بتایا گیا اور کہا گیا کہ واقعہ ہے ہی نہیں اور کیا امام حسینؓ کو باغی واجب

القتل اور یزید بن معاویہ کو امیر المومنین اور خلیفہ برحق نہیں ثابت کیا گیا؟“ قرینہ بر تسکین الصدور ص ۲۳ طبع دوم

## (۲) حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ :

مولانا ارفض و تشیع سے جو جنگ حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ نے لڑی ہے اس کا تصور بھی ہم نہیں کر سکتے، مگر اس کے باوجود فرماتے ہیں: ”اور یزید بد قسمت صحابہ کرام“ میں سے نہیں۔ اس کی بد بختی میں کسے کلام ہو سکتا ہے۔ اس نے جو کام کیا وہ کوئی کافر فرجی بھی نہیں کر سکتا۔ بعض علماء نے اس پر لعنت کرنے میں توقف کیا ہے۔ اس پر راضی ہونے کی بنا پر نہیں، بلکہ رجوع اور توبہ کے احتمال کے باعث کیا ہے۔“ (مکتوبات و فتاویٰ اول نمبر ۵۴)

## شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ :

آپ نے بھی اپنے دور میں رخص و تشیع کے چٹکے چھڑادیئے۔ فرماتے ہیں: ”اور گمراہی و ضلالت کے داعی شام میں یزید، اور عراق میں مختار تھے“ (حجة اللہ المبالغہ بحث فتن) اور حدیث مغفور لہم پر فرماتے ہیں: ”اس کا معاملہ حق تعالیٰ کے سپرد ہے اور اس غزوہ کے بعد جن جن برائیوں کا وہ مرتکب ہوا ہے یعنی حضرت حسینؑ کو قتل کرنا، مدینہ طیبہ کو تاراج و برباد کرنا، شراب خوری پر اصرار کرنا، ان سب گناہوں کا معاملہ اللہ پر موقوف ہے۔ وہ چاہے تو معاف کر دے، چاہے تو عذاب دے، جیسا کہ تمام گنہگاروں کے بارے میں یہی طریقہ جاری ہے۔“ (ابواب و تراجم بخاری ص ۳۲)

## (۳) شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ :

شاہ صاحب رحمہ اللہ نے رخص کے خلاف جو کام کیا ان کے بعد آنے والے آج تک ان کے خوشہ چین ہیں۔ وہ تحریر فرماتے ہیں: ”جب اشیاء شام و عراق نے موافق کہنے یزید پلید اور تحریص رئیس اہل بغض و فساد ابن زیاد کے امام ہمامؑ کو کربلا میں شہید کیا“ (تحفہ اثنا عشریہ ص ۱۱)

ایک شخص نے (حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ) سے سوال کیا کہ جب حضرت امام حسینؑ اور یزید کا مقابلہ تھا تو حق تعالیٰ کس طرف تھے؟ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا میزانِ عدل پر تھے کہ مبر حضرت امام حسینؑ کا اس مردود کے قلم پر غالب آیا۔ (کلماتِ عزیزی ص ۸)

(۵) حجة الاسلام بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ:

آپ فرماتے ہیں: ”اور یہ سچ ہے کہ سنی اصحاب اربعہ یعنی چار یار کو بالترتیب معلوم جائیں حضرت سید المرسلین ﷺ اور خلیفہ راشد سمجھتے ہیں۔ امیر معاویہؓ یزید پلید اور عبد الملک وغیرہ کو سنیوں میں سے کوئی ایک بھی خلیفہ راشد نہیں سمجھتا۔“ (اجوبہ اربعین ص ۸۵)

(۶) قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ:

آپ نے رافضیوں کے رد میں ایک کتاب تحریر فرمائی۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں اب حقیقت خلفائے خمسہ کی اور تغلب یزید پلید کا مثل آفتاب کے روشن ہو گیا۔ اگر کو رہا طین نہ سمجھے تو کسی کا کیا قصور؟

مگر نہ بیند بروز شہرہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ

(ہدایۃ الشیعہ ص ۹۵)

(۷) حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ:

آپ فرماتے ہیں: ”یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت مختلف فیہ ہے۔“ (امداد الفتاویٰ ص ۵۴ ج ۵)

(۸) شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ:

آپ فرماتے ہیں: ”تاریخ شاہد ہے کہ معارکِ عظیمہ میں یزید نے کارہائے نمایاں

انجام دیئے تھے اس کے فتنہ و فحش کا علانیہ تصور ان (حضرت مصلوہؒ) کے سامنے نہ ہوا تھا اور خفیہ جو بد اعمالیاں وہ کرتا تھا اس کی اطلاع ان کو نہ تھی۔ ”(مکتوبہ شیخ الاسلام ص ۱۷۲ ج ۱، مکتوب نمبر ۷۸)

(۹) امام اہل سنت حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنؤی:

آپ نے رفض کو وہ ناک چنے چوائے کہ روز قیامت تک روافض ان کے جواب سے عاجز ہیں۔ فرماتے ہیں: ”حضرت علی ہجو کے فرزند حضرت حسین ہجو کا واقعہ کر بلا سبق لینے کے لئے کفی ہے کہ ایک فاسق کے ہاتھ پر بیعت نہ کی اور اپنی آنکھوں کے سامنے تمام خاندان کو کٹوا دیا اور خود بھی جان دے دی۔ بھلا جس کے بیٹے کی استقامت و حمیت کا یہ حال ہوا اس کے باپ کی نسبت یہ گمان کیسے ہو سکتا ہے کہ اس نے بخوف جان یا بطمع دنیا خالموں اور غاصبوں کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔“ (ابوالاثرہ حضرت علیؒ کی مقدس تعلیمات ص ۲۳)

(۱۰) حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب:

آپ فرماتے ہیں: ”بہر حال یزید کے فتنہ و فحش پر جب کہ صحابہ کرامؓ سب کے سب متفق ہیں خواہ مبائعین ہوں یا مخالفین، پھر ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ بھی متفق ہیں اور ان کے بعد علمائے راسخین، محدثین اور فقہاء مثل علامہ قسطلانی، علامہ بدرالدین عینی، علامہ ہیشنی، علامہ ابن جوزی، علامہ سعد الدین تفتازانی، محقق ابن ہمام، حافظ ابن کثیر اور علامہ الکلیا الراسی رحمہم اللہ جیسے محققین یزید کے فتنہ پر علمائے سلف کا اتفاق نقل کر رہے ہیں اور خود بھی اسی کے قائل ہیں۔ تو اس سے زیادہ یزید کے فتنہ کے متعلق علیہ ہونے کی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے۔“ (شہید کر بلا اور یزید ص ۱۵۲)

مولانا! ارشاد فرمائیے یہ بزرگ سب رفض و تشیع کی خدمت ہی کرتے رہے۔ مولانا آپ نے بات بھی پوری نہیں کی۔ میں نے پوری بات عرض کر دی ہے کہ یزید فاسق تھا اور اس کے مد مقلد حضرت امام حسین ہجو، مدینہ کے مہاجرین و انصار صحابہ



کرامؑ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور مکہ مکرمہ کے دیگر صحابہؓ و تابعین عادل تھے۔ آپ نے یزید کے فسق کا تو انکار فرمایا، اب اس کے مد مقابل سب صحابہ کرامؓ کو آپ غلط کار، باغی اور فاسق کہتے ہیں یا کیا؟ بات تو پوری بتانی چاہئے۔

(۱۱) مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ:

آپ فرماتے ہیں: ”شہادت حسینؑ کے بعد یزید کو ایک دن بھی چین نصیب نہ ہوا۔ تمام اسلامی ممالک میں خون شہداء کا مطالبہ اور بغاوتیں شروع ہو گئیں۔ اس کی زندگی اس کے بعد دو سال آٹھ ماہ یا ایک روایت میں تین سال آٹھ ماہ سے زائد نہیں رہی۔ دنیا میں بھی اللہ نے اس کو ذلیل کیا اور اسی ذلت کے ساتھ ہلاک ہو گیا۔“ (شہید کر بلا ص ۱۰۳)

اسی طرح فقیہ دوراں حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ اور محدث جلیل حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی مدظلہ فرماتے ہیں: ”جو لوگ یزید کو خلیفہ عادل اور راشد قرار دے کر حضرت حسینؑ کو باغی قرار دینے کی سعی میں مصروف ہیں ان کا یہ نظریہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک باطل ہے۔ یہ نظریہ خوارج کا تو ہو سکتا ہے، اہل سنت والجماعت کے مذہب میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔“ (تائید رسالہ دفاع صحابہ ص ۳)

مولانا! اگر آپ یزید کے عشق میں بے قرار ہو کر ان سب کو رافضیوں میں شامل فرمادیں تو آپ کے محبوب اور مخدوم اور آپ کے خلیفہ عادل و صالح کے صاحبزادہ معاویہ بن یزید سے آپ کی تسلی کروا دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: ”میرے باپ نے حکومت سنبھالی تو وہ اس کا اہل ہی نہ تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے نواسے سے نزاع کی، آخر اس کی عمر گھٹ گئی اور نسل ختم ہو گئی، اور پھر وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کی ذمہ داری لے کر دفن ہو گیا۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگے۔ پھر کہنے لگے جو بات ہم پر سب سے زیادہ گراں ہے وہ یہی ہے کہ اس کا برا انجام اور بری عاقبت ہمیں معلوم ہے۔ اس نے واقعی رسول اللہ ﷺ کی عترت کو قتل کیا، شراب کو مباح کر دیا، بیت اللہ کو

برباد کیا اور میں نے خلافت کی حلاوت ہی نہیں چکھی تو اس کی تلخیوں کو کیوں جھیلوں؟ اس لئے اب تم جانو اور تمہارا کام۔ خدا کی قسم! اگر دنیا خیر ہے تو ہم اس کا بڑا حصہ حاصل کر چکے اور اگر شر ہے تو جو کچھ ابوسفیان کی اولاد نے دنیا سے کما لیا وہ کفنی ہے۔“ (الصواعق المحرقة ص ۲۲۳)

شاید آپ ایک شہادت کو ناگفتنی سمجھیں تو دوسری شہادت مطالعہ فرمائیے۔ یہ آپ کے خلیفہ عادل کے گورنر ابن زیاد کی شہادت ہے: ”اور یزید نے عبید اللہ بن زیاد کی طرف یہ لکھا کہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف جائے اور مکہ میں ان کا محاصرہ کرے۔ تو ابن زیاد نے انکار کر دیا اور کہا کہ بخدا میں اس فاسق کے لئے دو باتوں کو اکٹھا نہ کروں گا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے نواسے کو بھی قتل کروں اور بیت الحرام سے بھی جنگ کروں اور اس کی ماں مرجانہ نے بھی اس (ابن زیاد) سے کہا: (جبکہ حضرت حسینؓ قتل ہوئے تھے) کہ تجھ پر ہلاکت ہو۔ تو نے کیا کیا ہے اور تو کس راہ پر چلا ہے۔ اس نے اس کو بہت سخت ست کہا تھا۔“ (البدایہ والنہایہ) یہ دو شہادتیں گھر کی ہو گئیں۔

### ابن زیاد کی شہادت :

ابن زیاد نے کہا: اما قتلی الحسین فانہ اشار الی یزید بقتله او قتلی فاحتبرت قتله۔ اور میں نے جو امام حسینؓ کو قتل کیا اس لئے کہ یزید نے مجھے اشارہ کیا کہ اگر تو نے امام حسینؓ کو قتل نہ کیا تو تو قتل کیا جائے گا۔ اس لئے میں نے اپنے قتل سے بچنے کے لئے امام حسینؓ کو قتل کیا (الکامل فی التاريخ ص ۶۱۲، ج ۲) مرجانہ نے اپنے بیٹے کو کہا کہ اے خبیث! تو نے رسول اللہ ﷺ کے نواسے کو قتل کیا ہے۔ تو کبھی بھی جنت نہ دیکھے گا (البدایہ) کیا پھر بھی ابن زیاد قتل سے بچ گیا؟

### صحابی زادہ :

مولانا! آپ جانتے ہیں کہ نبی زادہ بھی مجز سکتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے

بیٹے سے آپ واقف ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”خیر القرون میں بالاتفاق ایسے لوگ موجود تھے جو منافق یا فاسق تھے اور ان ہی میں حجاج‘ یزید بن معاویہ اور مختار ہیں۔“ (حجة اللہ البالغہ)

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: میری امت انصاف پر قائم رہے گی، یہاں تک کہ بنی امیہ میں سے یزید نامی ایک شخص اس میں شکاف ڈالے گا (مجمع الزوائد ص ۲۴۱ ج ۵)۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ”میری امت کی تباہی قریش کے چند لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی۔“ (بخاری ص ۱۰۴۶ ج ۲)

بخاری شریف کے حاشیہ پر کرمانی شرح بخاری کے حوالہ سے درج ہے: ان لونڈوں میں سے پہلا لونڈا یزید تھا جس نے شہروں میں معمر لوگوں کو عمدوں سے ہٹا کر نو عمروں کو مسلط کیا (حاشیہ نمبر ۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے دو قسم کے علم حضور اقدس ﷺ سے محفوظ کئے ہیں۔ ان میں سے ایک علم کو میں پھیلاتا ہوں، اگر دوسرے کو پھیلاؤں تو میری شہ رگ کاٹ ڈالی جائے گی۔ (بخاری ص ۲۳ ج ۲) حاشیہ پر فتح الباری شرح بخاری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جو علم آپ نہیں پھیلاتے تھے ان احادیث میں ظالم بادشاہوں کے نام تھے۔ ہاں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے ۶۰ھ اور لونڈوں کی حکومت سے بچانا۔ ان کا اشارہ یزید بن معاویہ کی طرف تھا، کیونکہ وہی ۶۰ھ میں بادشاہ بنا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعاء قبول فرمائی اور ان کا وصال ۵۹ھ میں ہو گیا۔

”صحابہ کے ایک جم غفیر کا امام تھا۔“ میں نے یہ جملہ بار بار پڑھا، کیونکہ یہ یقین نہیں آتا تھا کہ کوئی پڑھا لکھا آدمی ایسی بے بنیاد بات لکھ سکتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے کس مسجد میں اس کو امام رکھا ہوا تھا۔ ہاں مجبوراً کسی جہاد وغیرہ کے موقع پر نماز فاسق کے پیچھے بھی جائز ہے۔ جب وہ فاسق معلن ہوا کسی ایک صحابی کا بھی اس کے پیچھے با اختیار خود

ایک نماز بھی ثابت نہیں۔ ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین۔ حضرت عبداللہ بن حنظلہ بن الغسیلؓ نے مدینہ منورہ میں حلفیہ اعلان فرمایا: واللہ ما خرجنا علی یزید حتی خفنا ان نرمی بالحجارة من السماء ان کان رجلاً ینکح امہات الاولاد والبنات والاخوات ویشرّب الخمر ویدع الصلوۃ (الصواعق المحرقة ص ۲۲۱) خدا کی قسم! ہم یزید کے خلاف اس وقت تک نہیں اٹھے یہاں تک کہ ہمیں خوف ہوا کہ اب نہ اٹھنے سے آسمان سے ہم پر پتھر نہ برس پڑیں۔ یہ وہ آدمی ہے جو باپ کی ان لونڈیوں سے صحبت کرتا ہے جن سے باپ کی اولاد پیدا ہوئی اور وہ بیٹیوں اور بہنوں سے بھی صحبت کرتا ہے، شراب پیتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا۔“ مولانا! صحابہؓ تو فرماتے ہیں وہ سرے سے نمازی نہیں پڑھتا اور آپ اسے جم غفیر صحابہؓ کا امام بنا رہے ہیں۔ اس نے اہل مدینہ پر جو مظالم ڈھائے ان میں ایک یہ بھی تھا: وبطلت الجماعة من المسجد النبوی ایاماً واختفت اهل المدينة ایاماً فلم یکن احداً دخول مسجدھا حتی دخلتہ الکلاب والذیاب وبالت علی ممبرہ (الصواعق المحرقة ص ۲۲۲)

”مسجد نبوی میں کئی دن جماعت نہ ہو سکی۔ اہل مدینہ روپوش رہے اور کوئی مسجد میں نہ آسکا“ یہاں تک کہ کتے اور بھیڑیے مسجد نبوی میں آتے تھے اور منبر نبوی ﷺ پر پیشاب کرتے تھے۔“ مولانا! نمازی مساجد کے ساتھ یہی سلوک کرتے ہیں؟ پھر اس نے حرم مکہ پر حملہ کروایا۔ غلاف کعبہ تک جل گیا۔ کیا نمازیوں کی یہی کرتوتیں ہیں؟ مولانا! سبائی پانچ دن مدینہ منورہ میں مسجد نبوی میں جماعت کراتے رہے اور صحابہؓ ان کے پیچھے نماز پڑھتے رہے۔ آپ ان سبائیوں کو اپنا پیرو پیٹھوا مان لیں گے کہ صحابہ کرامؓ کے ایک جم غفیر نے ان کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں۔

**تابعیت کا مرتبہ پانے والا :**

مولانا! قرآن کی آیت بھی حب یزید نے آپ کو بھلا دی: والذین اتبعوہم باحسان میں تابعیت کے ساتھ نیکی کی شرط ہے اور جس کے فق پر سب صحابہؓ اور

ائمہ کا اجماع ہو وہ اس تابعت میں کیسے آسکتا ہے؟

احتمالاً ہی سہی، مغفوریت موعودہ کا شرف رکھنے والا :

مولانا! آپ کی تو حدیث پر وسیع نظر ہے۔ کیا ابو داؤد شریف کی یہ حدیث آپ کی نظر سے نہیں گزری کہ اسلم ابی عمران کہتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ سے جہاد کے لئے قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت امیر حبیش حضرت عبدالرحمن بن خالد بن الولید تھے۔ یہ عبدالرحمن بن سیف اللہ ۴۶ھ میں حمص میں ہی وصال فرما گئے۔ یہ پہلا لشکر تھا۔ کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ اس میں یزید شامل تھا؟ ہرگز نہیں۔ اور اگر حدیث کے خلاف اس تاریخی احتمال کو مان لیا جائے کہ اس لشکر میں جو تھے وہ سب مغفور لہم تھے اور اس کا مطلب لیا جائے اب آخر عمر تک ان کے خلاف زبان کھولنا یا ان کو فاسق کہنا حدیث نبوی ﷺ کی مخالفت ہے اور ائمہ اہل سنت میں سے کسی نے یہ مطلب نہیں لیا، خود آپ کے امام عادل کو بھی یہ مطلب نہیں سوچا۔ مولانا! آپ کو معلوم ہے کہ سیدنا حسینؑ بھی اسی لشکر میں شامل تھے۔ آپ کے امام عادل نے ان کو جس بے دردی سے شہید کروایا وہ ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اگر مغفور لہم کو فاسق کہنا اس حدیث کی مخالفت ہے تو اس لشکر میں شامل ہونے والے کو شہید کروانا اس حدیث پر ایمان ہے؟ مولانا! آپ جانتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی اس لشکر میں شریک تھے اور مغفور لہم کے وعدہ میں شامل تھے۔ مگر آپ کے امام عادل انہیں ملحد قرار دیتے ہیں۔ ان کو حرم پاک میں بھی معاف نہیں کرتے۔ ان کے لئے حرم پاک گراتے ہیں اور جلاتے ہیں۔ مدینہ منورہ پر جب حملہ کیا وہاں بھی کئی صحابہؓ اور تابعین موجود تھے جو اس لشکر میں شریک تھے اور مغفور لہم کے وعدہ کے مصداق تھے۔ مگر آپ کے امام عادل نے مدینہ میں بھی معاف نہیں کیا۔ ان کی جانوں اور مال کو مباح قرار دے دیا۔

مولانا! آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس جہاد میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی شریک تھے۔ وہ آپ کے امام عادل کو کیا خط لکھ رہے ہیں؟ لکھتے ہیں: ”تو نے جو مجھ سے یہ درخواست کی ہے کہ میں لوگوں کے دلوں میں تمہاری محبت پیدا کروں اور ابن

زہیرؑ سے ان کو نفرت دلاؤں اور ان کو بے یار و مددگار چھوڑنے پر آمادہ کروں، سو ایسا بالکل نہیں ہو سکتا نہ تمہاری خوشی ہمیں منظور ہے اور نہ تمہارا اعزاز۔ اور یہ ہو بھی کس طرح سکتا ہے حالانکہ تم نے حسینؑ اور جو ان بن عبدالمطلب کو قتل کیا جو ہدایت کے چراغ اور ناموروں میں ستارے تھے۔ تمہارے سواروں نے تمہارے حکم سے ان لوگوں کو آغوشہ بخون ایک کھلے میدان میں اس حال میں ڈال دیا تھا کہ ان کے بدن پر جو کچھ تھا وہ چھینا جا چکا تھا۔ پاس کی حالت میں انہیں قتل کیا گیا اور بغیر کفن بے سہارا پڑا رہنے دیا گیا۔ ہوائیں ان پر خاک ڈالتی رہیں اور بھوکے بجو باری باری ان کی لاشوں پر آتے جاتے رہے تاکہ حق تعالیٰ نے ان کے لئے ایسی قوم کو بھیجا جن کے ہاتھ ان کے خون سے رنگین نہ تھے۔ ان لوگوں نے آکر ان کو کفن دیا اور دفن کیا، حالانکہ بخدا ان ہی کے طفیل تمہیں یہ عزت ملی ہے اور تجھے اس جگہ بیٹھنا نصیب ہوا جس جگہ اب بیٹھا ہوا ہے۔ اب میں خواہ سب چیزیں فراموش کردوں مگر اس بات کو فراموش نہیں کر سکتا کہ تو نے ہی حسینؑ کو مجبور کر کے رسول اللہ ﷺ کے حرم سے حرم الہی میں پہنچایا۔ پھر تو اپنے سواروں کو براہِ ان کے پاس بھیجتا رہا اور مسلسل لگا رہا تاکہ ان کو عراق کی طرف روانہ کر کے چھوڑا۔ چنانچہ وہ حرم مکہ سے اس کیفیت میں نکلے کہ ان کو دھڑکا لگا ہوا تھا اور پھر تیرے سواروں نے ان کو جالیا۔ یہ سب کچھ تو نے خدا، رسول ﷺ اور ان اہل بیت کی عداوت میں کیا جن سے اللہ تعالیٰ نے نہایت دور کر کے ان کو خوب پاک اور صاف کر دیا تھا۔ حسینؑ نے تمہارے سامنے صلح کی بھی پیشکش کی اور واپس لوٹ جانے کی بھی درخواست کی مگر تم نے یہ دیکھ کر کہ وہ اس وقت بے یار و مددگار ہیں اور ان کے خاندان کا استیصال کیا جاسکتا ہے موقع کو غنیمت جانتا اور تم ان کے خلاف باہم تعاون کر کے اس طرح نوٹ پڑے کہ گویا تم مشرکوں اور کافروں کے خاندان کو قتل کر رہے ہو۔ بس میرے نزدیک اب اس سے زیادہ کیا تعجب کی بات ہوگی کہ تو میری دوستی کا طالب ہے، حالانکہ تو میرے دادا کے خاندان کو قتل کر چکا ہے اور تیری تموار سے میرا خون ٹپک رہا ہے۔ اب تو تو میرے انتقام کا ہدف ہے اور اس خیال میں نہ رہنا کہ آج تو

کے مقابلہ میں اس کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے۔ میں نے مطالبہ کیا تھا کہ کسی ایک صحابی نے قتل حسینؑ، ”جنگ مدینہ منورہ اور جنگ مکہ مکرمہ میں یزید کو عادل اور صالح کہا ہو“ اس کا حوالہ پیش کرنا تھا۔ آپ صحابہؓ سے ہٹ کر ایک تابعی کی طرف لپکے۔ مگر یہ قول ان سے کسی قابل اعتماد سند سے ثابت ہی نہیں۔ اگر آپ ثابت فرمادیں تو بڑی نوازش ہوگی۔ پھر صحابہ کرامؓ کے اجماع اور متواتر تعامل مخالفت یزید کے خلاف کوئی ایسا قول بند صحیح بھی مل جاتا تو وہ شاذ ہوتا جس طرح قرآن پاک کی متواتر آیت یہی ہے: یٰٰایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔ اب درمنثور وغیرہ میں یوں بھی ہے: یٰٰایہا الرسول بلغ ما انزل الیک فی ولایۃ علی والائمةؑ، تو یہ شاذ ہے۔ متواترات کے خلاف شواہد پیش کرنے کا سبق کہیں روافض سے تو نہیں پڑھ لیا۔ ذرا تفصیل ملاحظہ ہو۔ آپ کے استاذ محترم شیخ الاسلام والسیدین حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ”حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے حرم مکہ میں پناہ لی، اسی لئے ان کو عائد البیت کہتے تھے اور مکہ مکرمہ میں وہ غالب رہے اور یزید حاکم مدینہ کو حکم دیتا تھا کہ اہل مدینہ سے لشکر تیار کر کے مکہ مکرمہ پر حملہ کرو۔ یہ حکم اور اس قسم کے بعض دوسرے احکام کا نتیجہ یہ نکلا کہ اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ ڈالی، جس کے نتیجہ میں مدینہ منورہ میں واقعہ حرہ پیش آیا جس میں مدینہ منورہ میں سینکڑوں صحابہؓ اور صحابہ زادے قتل کئے گئے۔ اور (علاوہ دیگر کے) ایک ہزار کنواری لڑکیوں سے زنا کیا گیا، جیسا کہ کہا جاتا ہے اور مدینہ منورہ میں بہت بڑا شر اور بہت بڑا فساد پھیل گیا جیسا کہ تاریخ ہمیں بیان کرتی ہے، فانا لله وانا الیہ راجعون (معارف السنن ص ۷، ج ۶)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اپنے خطبوں میں فرماتے تھے: یزید القروء، شارح الخمور، تارک الصلوات، منعکف علی القینات (البدایہ ص ۲۲۲، ج ۸) ”بندروں والا، یزید، شرابیں پینے والا، نمازوں کا تارک، گانے والیوں کو چمپنے والا۔“ یہ خطبہ وہ حرم پاک میں دیتے تھے۔ میرے خیال میں کوئی سنی یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ



صحابی رسولؐ، نواسہ صدیقؓ، حرمِ پاک میں بر ملا جھوٹ بولتے ہوں اور کوئی ایک آدمی بھی سارے مکہ مکرمہ میں ان کو ٹوکے والا نہ ہو۔

### وفد اہل مدینہ :

جبکہ ایک طرف یزید اہل مدینہ کو بار بار مجبور کرتا تھا کہ مکہ مکرمہ پر حملہ کرو۔ اور ہر مکہ مکرمہ والے اس کو بر ملا فاسق کہتے تھے تو اہل مدینہ نے اشراف اہل مدینہ (صحابہؓ و جلیل القدر تابعین رحمہم اللہ) کا ایک بہت بڑا وفد تشکیل دیا۔ اس وفد کے سربراہ حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ صحابی اور حضرت عبداللہ بن مطیعؓ صحابی تھے۔ یہ تحقیقاتی کمیشن جب واپس لوٹا تو اس کی رپورٹ کیا تھی: ولما رجع وفد المدینۃ الیہا اظہروا شتم یزید و عیبہ وقالوا: قدمنا من عند رجل لیس لہ دین یشرب الخمر و تعزف عندہ القینات بالمعازف، وانا نشہد کہ انا قد خلعناہ، فتابعہم الناس علی خلعہ۔ اور منذر بن زبیر نے بھی کہا کہ وہ شراب میں بدست رہتا ہے اور نماز بھی نہیں پڑھتا (البدایہ ص ۲۱۸ ج ۸) اور یہ بھی کہا کہ ان یزید یشرب الخمر و یتروک الصلوٰۃ و یتعدی حکم الکتاب (البدایہ ص ۲۳۶ ج ۸) خلاصہ اس تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ کا یہ تھا کہ یزید ایک بے دین آدمی ہے، شراب پیتا ہے، احکامِ الہی سے تجاوز کرتا ہے، نماز نہیں پڑھتا، گانے والیاں باجوں طلبوں کے ساتھ اس کے ارد گرد گاتی بجاتی رہتی ہیں۔ تو سب اہل مدینہ نے اس تحقیق کو تسلیم کر کے یزید کی بیعت توڑ ڈالی۔ یزید نے تقریباً بارہ ہزار کالشکر بھیجا۔ فخرج اهل المدینۃ بجموع کثیرۃ و هیئۃ لم یر مثلہا (البدایہ ص ۲۲۵ ج ۸) اہل مدینہ بھی اتنی کثرت سے نکلے کہ اس طرح نکلنا کبھی دیکھا نہ گیا۔ گویا ان سب نے وفد کی تحقیقات کو مانا۔ اس لڑائی میں سات سو مہاجرین و انصار شہید ہوئے اور ان کے علاوہ دس ہزار آدمی اور شہید ہوئے۔ تین دن تک یزید کی فوج نے مدینہ منورہ کو مباح قرار دیا، جو سامنے آتا اس کو قتل کرتے، اہل مدینہ کے مال لوٹتے۔ ایک ہزار عورتوں نے بغیر خاوندوں کے بچے بنے (البدایہ ص ۲۲۳ ج ۸) حافظ ابن کثیر رحمہ



اللہ آخر میں لکھتے ہیں کہ یزید نے یہ فاحش خطا کی کہ مدینہ منورہ کو تین دن مباح قرار دیا اور صحابہؓ اور صحابہ زادوں کو قتل کیا۔ اس نے عبید اللہ بن زیاد سے امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو قتل کروایا۔ ان تین دنوں میں مدینہ منورہ میں ایسے ایسے مفاسد پیش آئے جن کو نہ گنا جاسکتا ہے، نہ بیان کیا جاسکتا ہے، صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ یزید نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تھا کہ اس کی حکومت مضبوط ہو، لیکن خدائے قاہر نے اسی کو عذاب میں پکڑ لیا۔ فقصمہ اللہ قاصم الجبابرة اخذه واخذ عزيز مقتدر (و كذلك اخذ ربك اذا اخذ القرى وهى ظالمة ان اخذه اليم) شدید (البدایہ ص ۲۲۵ ج ۸) اللہ تعالیٰ نے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور وہ جابروں کی کمر ایسے ہی توڑتا ہے۔ اس کو ایسا پکڑا جو غالب اور قادر کی پکڑ ہوتی ہے، ہٹنے تک نہ دیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو پکڑتا ہے اور اس کی پکڑ بڑی دکھ دینے والی اور سخت ہے۔ مولانا! ان سب صحابہؓ و تابعین رحمہم اللہ کے مقابلہ میں آپ ایک محمد بن الحنفیہ کی بات جو بے سند ہے پیش کرتے ہیں، جس کی بات کو تمام اہل مدینہ نے رد کر دیا وہ آپ کو پسند آگئی۔

### آخری بات :

آخر میں موضوع سے ہٹنے کی یہ بدترین مثال آپ نے پیش کی ہے کہ ”یزید کو ملعون، مردود اور پلید کہہ کر حضرت معاویہؓ اور اکابر صحابہؓ کے بارہ میں جو علامۃ الناس کے اذہان کو سوء ظن سے محفوظ رکھنا تقریباً ناممکن ہے۔“ مولانا! آپ اپنے امام عادل کو عادل و صالح ثابت کریں، اسے چھوڑ کر آپ حضرت معاویہؓ اور اکابر صحابہؓ کا ذکر کرنے لگے۔ تقریباً چودہ سو سال تک اہل سنت والجماعت کا اجماع فقہ یزید پر رہا۔ ذرا اسلامی لٹریچر سے دکھائیں کہ اس فقہ یزید کے قول سے کتنے عوام صحابہ کرامؓ سے بدظن ہوئے؟ مولانا! کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ سیدنا معاویہؓ یا کسی اور صحابی کے مشورہ سے یزید نے حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو شہید کرایا تھا؟ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے میں کون سے صحابی کا مشورہ شامل تھا؟ حرم کعبہ پر گولے برسانے میں کس صحابی کا مشورہ

شامل تھا؟ کسی ایک صحابی نے ان کاموں میں اس کو عادل اور صالح قرار دیا ہو؟ سیدنا امیر معاویہؓ کی حیات میں اس قسم کی کھلم کھلا بے حیائیاں اس نے نہ کی تھیں تو امیر معاویہؓ پر کیا اعتراض۔ بالفرض اس وقت کسی درجہ میں فاسق تھا تو کسی شرعی مصلحت کے لئے فاسق کی تولیت اور امارت فتنہ سے بچنے کے لئے کسی فاسق کی بیعت کس اصول اہل سنت کے موافق گناہ ہے؟ ذرا واضح فرمائیں۔

ہاں یہ فرمائیں کہ اگر واقعی صالح اور عادل تھا تو اس کے خلاف سیدنا امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کے خروج کا کیا حکم ہے؟ کیا یزید کو صالح اور عادل مان کر آپ اس کو فسق سے بچا سکتے ہیں؟ اگر یزید عادل تھا تو سات سو مہاجرین و انصار اور دس ہزار دیگر اہل مدینہ نے جو اس کی بیعت توڑ کر جانیں تک قربان کر دیں اور سینکڑوں صحابہؓ، تابعینؓ روپوش رہے، کیا آپ ان جلیل القدر صحابہؓ کو فسق کے فتویٰ سے بچا سکتے ہیں؟ آپ خود سوچیں کہ ان سب کو فاسق کہنا عظمت صحابہؓ کے موافق ہے یا عظمت صحابہؓ کے تحفظ کے لئے ایک یزید کو فاسق کہہ دینا بڑا جرم ہے؟ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور تمام اہل مکہ نے صالح اور عادل کی بیعت توڑ کر نیکی کی یا گناہ کیا؟ آپ ان سب کو جن میں صحابہؓ اور تابعینؓ رحمہم اللہ ہیں فاسق قرار دیتے ہیں۔ اب آپ ہی فرمائیں کہ ایک یزید کو عادل کہنے سے کتنے صحابہؓ، جلیل القدر تابعینؓ رحمہم اللہ اور اہل بیت کو فاسق کہنا لازم آتا ہے؟ ناموس صحابہ کرامؓ کے تحفظ کے لئے ضروری ہے کہ اس کو فاسق کہا جائے۔ آخر میں عرض ہے کہ اگر کوئی جملہ سخت نکل گیا ہو تو درگزر فرمائیں اور غور فرمائیں کہ ناموس صحابہؓ کے تحفظ کے لئے کونسا راستہ درست ہے۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ اور اکابر والایا آپ کا؟ مزید دعوات صالحہ میں یاد رکھیں۔ فقط

محمد امین عفی عنہ

۲۲/۱/۱۶

# فقہ کی اہمیت

## قرآن و حدیث کی روشنی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِیْمِ - اَمَّا بَعْدُ :

برادرانِ اہل سنت والجماعت! آج کا زیر بحث موضوع ”فقہ“ ہے۔

### فقہ کی تعریف :

الفقہ لغة العلم بالشیء ثم خص بعلم الشريعة واضطلاحا عند الاصولیین العلم بالاحکام الشرعیة الفرعیة المكتسب من ادلتها التفصیلیة۔ فقہ لغت میں دریافت کرنا ہے شے کا۔ پھر عرف میں فقہ مخصوص علم شریعت سے ہے اور علماء اصول فقہ کی اصطلاح میں احکام شرعیہ فرعیہ کا علم جو اس کے مفصل دلائل سے حاصل ہوا ہو۔ (در مختار ج ۱ ص ۱۹)

### موضوع فقہ :

۔ انسان اپنے ارادہ و اختیار سے جو بھی کام کرے یا اس سے رکے اس ہر کام کا حکم

فقہ بیان کرتی ہے۔ و موضوعہ فعل المکلف ثبوتاً و سلباً (در مختار ص ۲۰)

## بنیاد فقہ :

واستمداده من الكتاب والسنة والاجماع والقياس۔ اور فقہ میں مدد لی جاتی ہے کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع اور قیاس سے (در مختار ص ۲۰)

## غرض و غایت :

اس علم کی غرض و غایت یہ ہے کہ انسان احکام شرعیہ کے موافق زندگی گزار کر دنیا و آخرت کی کامیابیوں سے شاد کام ہو۔ وغایتہ الفوز بسعادة الدارين (در مختار ص ۲۱)

## فقہ کی سند :

وقد قالوا الفقه زرعہ عبد اللہ بن مسعودؓ وسقاہ علقمہ وحصدہ ابراہیم النخعی وداسہ حماد وطحنہ ابو حنیفہ وعجنہ ابو یوسف وخبزہ محمد وسائر الناس یا کلون۔ یعنی علماء نے فرمایا ہے کہ حضرت محمد ﷺ سے کتاب و سنت کا بیج لے کر فقہ کا کھیت عبد اللہ بن مسعودؓ نے بویا اور علقمہ نے اس کو سینچا اور ابراہیم نخعی نے اس کو کاٹا اور حماد نے اس کو مانڈا، یعنی اناج جدا کیا بھوسہ سے اور ابو حنیفہ نے اس کو پیسا اور ابو یوسف نے اس کو گوندھا اور محمد بن حسن نے اس کی روٹیاں پکائیں اور باقی سب لوگ اس کو کھانے والے ہیں۔ (در مختار ص ۲۷)

الحمد للہ اسی سند کی ابتداء بھی محمد رسول اللہ ﷺ اور انتہاء بھی امام محمد پر یہی فقہ محمدی ہے، وللہ الحمد۔

## فقہ کی کتابیں :

فقہ کی کتابیں امام محمد رحمہ اللہ نے لکھیں جو امام صاحب رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ ان کا وصال ۱۸۹ھ میں ہوا ہے۔ ان کی چھ کتابیں تواتر اور شہرت کی وجہ سے ظاہر

الروایۃ کہلاتی ہیں، یہ ان سے متواتر ہیں۔ ہمارے متون فقہ قدوری، کنز، وقایہ، نقایہ وغیرہ ان ہی کتابوں سے ماخوذ ہیں، جیسے مشکوٰۃ، صحاح ستہ وغیرہ۔  
**فقہ کے مسائل :**

فقہ کے مسائل تین طرح کے ہیں :

(۱) وہ جو تواتر اور شہرت سے امام صاحب سے منقول ہیں۔ عموماً متون فقہ ان پر

بنی جاتی ہیں۔

(۲) جو اخبار آحاد کے طرز پر منقول ہیں۔ ایسی روایات کو نوادر کہتے ہیں۔ یہ شروح و فتاویٰ کی کتابوں میں مذکور ہوتے ہیں۔

(۳) وہ مسائل جو امام صاحب رحمہ اللہ کے بعد پیش آئے اور امام صاحب کے اصولوں پر ان کا حکم استنباط کر لیا گیا وہ بھی فقہ حنفی ہی کہلاتے ہیں، جیسے حساب کے اصول سے جو جواب نکلا جائے، جیسے  $9 \times 8 = 72$ ، اس کو حساب کا ہی جواب کہتے ہیں۔

**نقل مسائل :**

فقہ کے روز مرہ پیش آنے والے مسائل جو متون متواترہ اور مشورہ میں ہیں وہ سند کے محتاج نہیں ہوتے، جیسے قرآن پاک، لغت کے روزانہ استعمال ہونے والے الفاظ مثلاً گلاس، چارپائی یا صرف و نحو کے روزانہ استعمال ہونے والے قاعدے، جیسے کل فاعل مرفوع وغیرہ، اور جو مسائل کتب متواترہ یا مشورہ میں نہ ہوں ان کا ثبوت صحت سند پر موقوف ہوتا ہے۔

**مذہب حنفی :**

جس طرح قرآن پاک کی بڑی تفاسیر میں متواتر قراتوں کے علاوہ شاذ اور متروک قراتیں بھی درج ہوتی ہیں، مگر ان شاذ متروک قراءتوں کو قرآن نہیں کہا جاتا۔ قرآن وہی ہے جو عوام متواتر آ تلاوت کر رہے ہیں۔ اسی طرح کتب حدیث میں متواتر مشورہ، آحاد کے علاوہ ضعیف، شاذ بلکہ موضوع حدیثیں تک درج ہوتی ہیں۔ مگر ان

شاذ، متروک اور موضوع احادیث کو سنت نہیں کہا جاتا۔ سنت وہی احادیث ہیں جن کے ساتھ عملی تواتر شامل ہو جائے۔ اسی طرح کتب فقہ کے فتاویٰ وغیرہ کی بڑی کتابوں میں متواتر، مشہور اور مفتی بہ اقوال کے علاوہ شاذ، متروک اور غیر مفتی بہ اقوال بھی موجود ہوتے ہیں، مگر ان میں سے مذہب حنفی صرف ان مسائل کا نام ہے جو احناف میں عملاً متواتر اور مفتی بہ ہیں۔ متروک العمل اور غیر مفتی بہ اقوال مذہب حنفی نہیں۔ مذہب کا معنی ہی شاہراہ ہے جس پر لوگ رات دن چلتے ہوں۔

اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا (۳۳:۷) ترجمہ: ”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور مضبوط بات کہو۔“ فقہ کی کتابوں میں جو بات احناف میں عملاً متواتر اور مفتی بہ ہے وہی مضبوط کہلاتی ہے۔ متروک العمل اور غیر مفتی بہ مسائل پر اعتراض کرنے والے خوف خدا سے خالی ہیں۔ اسی طرح لکھا ہے: وَاِذَا الْحُكْمُ وَالْفَتْيَا بِالْقَوْلِ الْمَرْجُوحِ جَهْلٌ وَخَرَقٌ لِاجْتِمَاعٍ۔ اور یہ کہ قاضی کا حکم اور مفتی کا فتویٰ دینا مرجوح قول پر جمالت ہے اور اجماع کا پھاڑنا ہے، یعنی حرام اور باطل ہے (در مختار ج ۱/ ص ۴۱)

گویا متروک العمل اور غیر مفتی بہ اقوال پر اعتراض کرنے والے سَمَاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكْثَالُونَ لِلْسُّحْتِ کی مد میں ہیں اور جاہل ہیں۔ واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاماً۔ اور مخالفین اجماع ہیں، جن کے لئے کتاب و سنت میں دوزخی ہونے کی وعید ہے۔

**غلطی لگنا اور غلطی چلنا :**

ہم صرف خدا کی کتاب کو لاریب فیہ مانتے ہیں۔ انسانوں کی لکھی ہوئی کتابیں خواہ حدیث کی ہوں، خواہ فقہ کی، ان سے بھول چوک اور غلطی ہو جاتی ہے۔ یہ انسانی فطرت ہے۔ لیکن دوسرے اہل فن اس غلطی کو چلنے نہیں دیتے، جیسے رمضان المبارک میں قاری صاحب تلاوت کرتے ہیں۔ ان کو بعض اوقات غلطی لگتی ہے، مگر سامع حافظ لقمہ دے کر اس غلطی کو درست کرا دیتا ہے، اس کو چلنے نہیں دیتا۔ اب کوئی ایسی

غلطیوں کو اکٹھا کر کے قرآن یا قاری کو غلط کار کئے، اشتہار دے تو یہ اس کی جہالت ہے۔ جب وہ غلطی چلی نہیں تو اس پر شور مچانا ہی غلط کاری ہے۔ اسی طرح اگر کسی مصنف سے غلطی ہوئی تو شارحین وغیرہ نے فوراً اس کی اصلاح کر دی، اس کو چلنے نہیں دیا۔ اس لئے کسی ایسی غلطی کو پیش کرنا جو چلی نہیں خدا کے حکم قولوا الھم قولاً معروفاً (۵:۴) واذا قلتم فاعدلوا (۱۵۲:۲۱) کے بھی خلاف ہے اور خرق اجماع ہے۔ ہاں کسی ایسی غلطی کی نشان دہی فرمائیں جو اہل سنت میں چل گئی ہو، سب احناف کا اس پر عمل اور فتویٰ ہو اور کسی نے اس کی اصلاح نہ فرمائی ہو۔ اگر کوئی صاحب پیش فرمائیں تو ہم شکریہ ادا کر کے اس پر غور کریں گے۔ ان دس تمہیدی اور ضروری باتوں کو ذہن میں رکھ کر اگلی معروضات پر غور فرمائیں۔ ان مذکورہ دس باتوں میں سے اگر کسی بات کو قرآن کی صریح آیت یا نبی پاک ﷺ کی صحیح، صریح، غیر معارض حدیث کے خلاف ثابت کر دیا جائے تو ہم اس بات سے دستبردار ہو جائیں گے۔

### آدم بر سر مطلب :

جس طرح قرآن نے شرک کو توحید کی ضد فرمایا اور شرک سے منع فرمایا اور بدعت کو سنت کے خلاف نبی کریم ﷺ نے ضد فرمایا اور بدعت سے منع فرمایا، اسی طرح کسی آیت میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ فقہ کو نہ ماننا کہ وہ قرآن کے خلاف ہے اور پاک پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہو کہ فقہ کو نہ ماننا کہ وہ میری سنت کو مٹانے والی ہے۔ اس طرح کی آیت یا حدیث ہمیں ملی، کوئی صاحب پیش فرمائیں تو ضرور قبول کریں گے۔

### (۱) آیت قرآنی :

یوتی الحکمة من یشاء ومن یوت الحکمة فقد اوتی خیراً  
 کثیراً۔ وما یدکر الا اولو الالباب (البقرہ: ۲۶۹) ترجمہ: ”اللہ عنایت کرتا ہے  
 حکمت جس کو چاہتا ہے اور جو حکمت دیا گیا وہ خیر کثیر دیا گیا اور نصیحت وہی قبول کرتے ہیں

جو عقل والے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں حکمت کو خیر فرمایا ہے اور حکم کی حکمت و علت تک پہنچنے کو ہی فقہ کہتے ہیں۔ اسی لئے رسول پاک ﷺ نے فرمایا: من یرد اللہ بہ خیراً یفقهہ فی الدین (بخاری ج ۱/ ص ۱۶) اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی اور خیر کا ارادہ فرمائیں تو اس کو دین کا فقیہ بنا دیتے ہیں اور یہ بھی فرمایا: خیار ہم فی الجاہلیۃ خیار ہم فی الاسلام اذا فقهوا (بخاری ج ۱/ ص ۷۹) جاہلیت میں جو خیار تھے وہ اسلام میں بھی خیار بن سکتے ہیں بشرطیکہ فقیہ بن جائیں۔ جب اللہ و رسول ﷺ نے فقر کو خیر اور فقہاء کو خیار فرمایا تو فقہ سے محروم یقیناً خیر سے محروم ہے اور فقہ سے روکنے والا خیر سے روکنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: لا تطع کل حلافٍ مہین۔ مناع للخیر معتد اتیم۔ عتل بعد الذل کر نیم (القلم) ”نہ کمالان ہر قسمیں کھانے والے کینے کا جو خیر سے روکتا ہے، حد سے بڑھا ہوا گنہگار ہے اور اجڈ اور بد نسل ہے۔“ خدا سے ڈرو، خیر سے روک کر اس حکم کی زد میں نہ آؤ۔

### فرمانِ خداوندی :

وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ فلولاً نفر من کل فرقۃ منهم طائفۃ لیتفقہوا فی الدین ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون (التوبہ: ۱۲۲) اور ایسے تو نہیں کہ سب مسلمان کوچ کریں (جماد کے لئے) سو کیوں نہ نکلا ہر فرقہ (قوم) میں سے ان کا ایک حصہ تاکہ تفقہ فی الدین حاصل کریں اور تاکہ خبر پہنچائیں اپنی قوم کو جبکہ لوٹ کر آئیں ان کی طرف تاکہ وہ بچتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ تعلم کا لفظ چھوڑ کر تفقہ کا لفظ اختیار فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ علم دین کا محض پڑھ لینا کافی نہیں، وہ تو بہت سے کافر، یودی و نصرانی بھی پڑھتے ہیں اور شیطان کو سب سے زیادہ حاصل ہے، بلکہ علم دین سے مراد دین کی سمجھ پیدا کرنا ہے۔ یہی لفظ نفعہ کا ترجمہ ہے اور یہ فقہ سے مشتق ہے۔ فقہ کے معنی سمجھ بوجھ کے ہی ہیں۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ نظر ہے کہ قرآن مجید نے یہاں مجرد کے صیغے سے لیتفقہوا الدین، یعنی ”دین کو سمجھ لیں“ نہیں فرمایا، بلکہ لیتفقہوا فی الدین فرمایا جو باب



تفعل سے ہے۔ اس کے معنی میں محنت و مشقت کا مفہوم شامل ہے۔ مراد یہ ہے کہ دین کی سمجھ بوجھ پیدا کرنے میں پوری محنت و مشقت اٹھا کر مہارت پیدا کریں۔ اس آیت کریمہ میں دو طبقوں کا ذکر ہے: مجاہدین کا اور فقہاء کا۔ آنحضرت ﷺ نے بھی اسلام کی سرپرستی کا مدار ان ہی دو گروہوں پر رکھا ہے (بخاری ج ۱/ ص ۸، ۱۲، مسلم ج ۲/ ص ۱۳۴) مجاہدین کا کام ملک گیری ہے کہ کافروں سے ملک چھین کر اسلامی سلطنت میں شامل کرنا اور فقہاء کا کام ملک داری ہے کہ خدا کی زمین پر خدا کا قانون فقہ اسلامی کی شکل میں نافذ کرنا، ان دو ہی چیزوں میں اسلام کی سرپرستی ہے۔ اس آیت کریمہ کے اولین مخاطبین صحابہ کرام ہیں جن کی مادری زبان عربی تھی۔ وہ قرآن کی عربی آیت اور نبی کی حدیث سن کر اس کا مطلب اور ترجمہ ہم سے بہت اچھا سمجھ لیتے تھے۔ ان عربی دانوں میں سے ایک جماعت کو کہنا کہ فقیہ بنو اور دوسرے عربی دانوں کو کہنا کہ ان فقہاء کے فقہی فتاویٰ پر عمل کرو، اس سے معلوم ہوا کہ فقہ صرف ترجمہ جان لینے کا نام نہیں بلکہ وہ ایک خاص علمی گیرائی اور گہرائی کا نام ہے جس تک ہر عربی دان بھی نہیں پہنچ سکتا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب یمن بھیجا اور فرمایا کہ اگر مسئلہ کتاب و سنت سے نہ ملتا تو فیصلہ کس طرح کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا، اس پر آپ خوش ہوئے۔ اب ظاہر ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جو اجتہادی اور فقہی فیصلے فرماتے ان فیصلوں کو سب اہل یمن تسلیم کر لیتے، حالانکہ اہل یمن کی اپنی مادری زبان عربی تھی۔ نہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ معاذ! جب بات اجتہاد تک آجائے تو ان سب کو کہنا کہ اجتہاد کر لیں، کیونکہ سب کے سب عربی ہیں اور قرآن و حدیث بھی عربی میں ہے، وہ اس کا مطلب اور ترجمہ جانتے ہیں، نہ ہی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے ان عربی دانوں کو یہ حق دیا، نہ ہی ان عربی دانوں نے حضور ﷺ سے یا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے اس حق کا مطالبہ کیا، وہ سب کے سب عربی دان ہو کر بھی اجتہادی مسائل میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی ہی تقلید مخصی کرتے رہے۔

## فرمانِ رسول ﷺ :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ تروتازہ رکھے اس شخص کو جو میری بات (حدیث) نے پھر اسے یاد رکھے اور آگے پہنچا دے (فقہ کے پاس کیونکہ بہت سے عربی دان محدث ایسے بھی ہوں گے جن کو وہ حدیث خوب یاد ہے جس میں فقہی مسائل ہیں، مگر وہ محدث غیر فقیہ ہونے کی وجہ سے ان فقہی مسائل کا استنباط نہیں کر سکتا) اور بہت سے ایسے فقیہ ہوں گے کہ اس حدیث کے پہنچانے والے محدث سے بہت زیادہ فقیہ ہوں گے (مشکوٰۃ ص ۳۵)

اس آیت اور حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن اور حدیث میں فہم فقیہ ہی حجت ہے، غیر فقیہ کی سمجھ حجت نہیں اگرچہ وہ محدث ہوں۔ اللہ و رسول ﷺ نے ہمیں فقہاء کے سپرد فرمایا ہے۔ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص صرف حدیثیں جمع کرتا ہے اور ان سے فقہی مسائل استنباط نہیں کر سکتا وہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص دوایاں جمع کر لے مگر ان کے محل استعمال اور طریقہ استعمال کو نہیں جان سکتا جب تک طبیب کے پاس نہ جائے۔ اسی طرح محدث حدیث کی فقہ نہیں جان سکتا جب تک فقیہ کے پاس نہ آئے (الخیرات الحسان ص ۵۷) خود محدثین کو بھی اس بات کا اعتراف ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”علیک بالفقہ فانہ ثمرۃ الحدیث (الحطہ) فقہ کو لازم پکڑ، وہ حدیث کا ہی پھل ہے۔“

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کذلک قال الفقہاء وہم اعلم بمعانی الحدیث (ترمذی باب غسل المیت) اسی طرح فقہاء نے فرمایا اور وہ ہم (محدثین) سے زیادہ حدیث کے معانی کو سمجھنے والے ہیں۔ محدث اور فقیہ میں ایسا ہی فرق ہوتا ہے جیسا حافظ قرآن اور مفسر قرآن میں۔ ہر حافظ قرآن، مفسر قرآن نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ سب محدثین ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی کے مقلد رہے ہیں۔ چنانچہ خود محدثین نے جو کتابیں محدثین کے حالات میں تحریر فرمائی ہیں وہ چار ہی قسم کی ہیں: طبقات حنفیہ، طبقات شافعیہ، طبقات مالکیہ اور طبقات حنابلہ۔ آج تک کسی مسئلہ

محدث نے طبقات غیر مقلدین نامی کوئی کتاب نہیں لکھی۔ جن کتابوں سے ان لوگوں کا مسلم اور محدث ہونا ثابت ہے ان ہی کتابوں سے ان کا مقلد ہونا ثابت ہے۔

## فرمان باری تعالیٰ :

واذا جاءهم امرٌ من الامن او الخوف اذا عوا به و لور دوه الى الرسول والى اولى الامر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم۔ ولولا فضل الله عليكم ورحمته لاتبعتم الشيطان الا قليلا (النساء/۸۳) اور جب ان کے پاس پہنچتی ہے کوئی خبر امن یا ڈر کی تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں، اور اگر اس خبر کو پہنچا دیتے رسول تک اور اپنے اولی الامر تک تو تحقیق کرتے اس کی ان میں جو تحقیق کرنے والے ہیں اس کی۔ اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا اور اس کی مہربانی تو البتہ تم پیچھے ہو لیتے شیطان کے مگر تھوڑے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تحقیق کا حق دو ہستیوں کو دیا، رسول اور اہل استنباط کو۔ استنباط کا معنی ہے زمین کی تہہ میں چھپے ہوئے پانی کو نکال لینا۔ اسی طرح کتاب و سنت کی تہہ میں پوشیدہ مسائل کے نکال لینے کو فقہ کہتے ہیں۔ اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے استنباط کا لفظ بیان کر کے ایک تو یہ بات سمجھا دی کہ جتنا انسانی زندگی کے لئے پانی ضروری ہے اتنی ہی اسلامی زندگی کے لئے فقہ ضروری ہے۔ دوسری یہ بات سمجھا دی کہ جس طرح کنواں کھودنے والا کنوئیں کھود کر چھپے ہوئے پانی کو صرف ظاہر کرتا ہے، اس پانی کو خود پیدا نہیں کرتا بلکہ خدا کے پیدا کئے ہوئے پانی کو ہی ظاہر کرتا ہے، اسی طرح مجتہد خود اپنی طرف سے مسئلہ نہیں گھڑتا، بلکہ خدا تعالیٰ کی ہی کتاب و سنت میں سے ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ کنوئیں کا پانی خدا کے پانی سے مخالف ہے، نہایت احمقانہ بات ہے۔ ایسی ہی احمقانہ بات یہ ہے کہ فقہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ جس طرح ایک آدمی کنواں کھود لے اور سارا گاؤں اسی کنوئیں کا پانی استعمال کرے تو نہ یہ شرک ہے، نہ کفر، نہ حرام۔ اسی طرح ایک مجتہد نے اجتہاد کر لیا، باقی سب نے اس کی تقلید کر لی تو یہ خدا و رسول ﷺ کی ہی تابعداری ہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کا یہ فضل نہ ہوتا کہ رسول اور مجتہد

کی تحقیق سب کے لئے کافی ہے تو تم میں سے بہت سے لوگ فقہاء کو چھوڑ کر شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔ خود پاک پیغمبر ﷺ نے بھی یہی فرمایا: فقیہہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد (ترمذی) ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ سخت ہے۔ دیکھو عابد نفل نمازیں، نفل روزے یقیناً زیادہ کرتا ہے، مگر شیطان کو ان نمازوں اور روزوں سے بھی اتنی چڑ نہیں جتنی فقہ سے ہے۔ جس طرح اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ فقہ کی مخالفت کرنے والا شیطان ہے، کیا کسی حدیث میں فقہ کے مخالف کو اہل حدیث کہا گیا ہے؟ فمال هؤلاء القوم لا یکادون یفقہون حدیثاً (النساء: ۷۸) ”سو کیا ہو گیا ان لوگوں کو کہ ہرگز نہیں لگتے کہ سمجھیں کوئی بات۔“ قد فصلنا الایات لقوم یفقہون (الانعام: ۹۹) اور البتہ ہم نے اپنی آیات کی تفصیل کردی اس قوم کے لئے جو صاحب فقہت ہے۔ وجعلنا علی قلوبہم اکنۃ ان یفقہوہ و فی آذانہم وقرا (بنی اسرائیل: ۱۷۶) کف: ۵۷) اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں تاکہ اس کو نہ سمجھیں اور رکھ دیا ان کے کانوں میں بوجھ، یعنی اب نہ وہ خود فقیہ ہیں نہ فقیہ کی سنتے ہیں۔ وطبع علی قلوبہم بانہم قوم لا یفقہون (التوبہ: ۸) المنافقون: (۳) اور مہر کردی گئی ان کے دلوں پر، سو وہ نہیں سمجھتے۔ صرف اللہ قلوبہم بانہم قوم لا یفقہون (التوبہ: ۱۲) اور پھیر دیئے اللہ نے دل ان کے اسی واسطے کہ وہ لوگ ہیں کہ نہیں سمجھتے۔ لہم قلوب لا یفقہون بہا (الاعراف: ۱۷۹) ان کے دل ہیں، ان سے سمجھتے نہیں۔ ذلک بانہم قوم لا یفقہون (الحشر: ۱۳) یہ اس لئے کہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے۔ ولکن المنافقون لا یفقہون (المنافقون) لیکن منافق نہیں سمجھتے۔

رسول پاک ﷺ بھی فرماتے ہیں: خصلتان لا تجتمعان فی منافق حسن سمت ولا فقہ فی الدین (مکتوۃ) دو عادتیں منافق میں جمع نہیں ہو سکتیں، نہ حسن اخلاق اور نہ ہی فقہ فی الدین۔ جس طرح اس حدیث پاک سے صراحتاً فقہ کے منکر کا بد اخلاق اور منافق ہونا ثابت ہوا، ہمیں کسی آیت یا حدیث میں یہ

نہیں ملا کہ فقہ کے منکر کو اللہ یا رسول ﷺ نے اہل حدیث کہا ہو۔ ہم نے یہ تیرہ آیات اور کئی احادیث پیش کی ہیں کہ فقہ کو ماننا ضروری ہے۔ جس طرح فرقہ ”اہل قرآن“ لوگوں کو کہتا ہے کہ اہل حدیثوں نے خدا کا قرآن چھوڑ کر مخلوق پرستی شروع کر رکھی ہے، ایک عربی قرآن کے مقابلے میں چھ عجمی قرآن صحاح ستہ کے نام سے بنا رکھے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حدیثیں قرآن کے خلاف ہیں، عقل کے خلاف ہیں، ان میں حیا سوز باتیں ہیں، اہل حدیث حدیثوں کو قرآن کا نچوڑ کہتے ہیں اور قرآن کو معاذ اللہ پھوگ سمجھتے ہیں، بالکل یہی باتیں ان سے سیکھ کر غیر مقلدین فقہ کے خلاف دہراتے ہیں، لیکن جیسے یہ ان کے دل کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں وہ آج تک ایک آیت قرآنی پیش نہیں کر سکے کہ جس کا ترجمہ ہو کہ حدیث قرآن کے خلاف ہے، اس میں حیا سوز باتیں ہیں، اس لئے ہم سب سمجھتے ہیں کہ جب وہ خدا تعالیٰ سے یہ باتیں ثابت نہیں کر سکے تو ان کے اس بات کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ نہ قرآن کو سمجھ سکے ہیں نہ حدیث کو، اس لئے بے سمجھی سے ان کو ایک دوسرے کا مخالف سمجھ رہے ہیں۔ اسی طرح غیر مقلدین آج تک ایک آیت اور ایک حدیث بھی پیش نہیں کر سکے کہ اللہ یا رسول ﷺ نے فرمایا ہو کہ فقہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے، تو ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث میں بقول خدا اور رسول فہم فقیہ حجت ہے نہ کہ فہم سفیہ، تو اگر کوئی اپنی سفاہت سے نہ قرآن و سنت کو سمجھے اور نہ فقہ کو اور بے سمجھی سے مخالف قرار دے تو ہم اس کی اس بات کے مکلف نہیں ہیں۔ ہمیں تو اللہ تعالیٰ و رسول ﷺ نے فقہاء کے سپرد کیا ہے نہ کہ سفہاء کے۔ اللہ تعالیٰ انکار فقہ کی شیطنت اور غفلت سے بچائیں۔

### فقہ کی مثال :

جس طرح اللہ تعالیٰ نے استنباط کے لفظ سے فقہ کی ضرورت اور اہمیت سمجھائی ہیں، اسی طرح رسول اقدس ﷺ نے مثال بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے جو وحی مجھ پر نازل فرمائی اس کی مثال موسلا دھار بارش کی سی ہے۔ فرمایا بارش زمین پر برسی، لیکن زمین تہی قسم کی تھی :

(۱) • ایک ارض طیبہ، اس پاکیزہ اور ستھری زمین نے اپنا سینہ کھول کر اس بارش کو جذب کر لیا اور پھر اس کی برکت سے زندگی کی تمام ضروریات اس کھیت میں پیدا ہو گئیں۔

(۲) دوسری قسم کی زمین نشیب تھی۔ اس میں بارش کا پانی بھر گیا۔ گویا تالاب کی شکل میں جمع ہو گیا۔

(۳) تیسری قسم کی زمین ایک ٹیلہ تھی، نہ اس میں پانی ٹھہرا اور نہ کوئی فصل اگی۔ فرمایا کہ یہ مثل فقہ فی الدین کی ہے۔ (مکتوۃ بمعناہ بخاری، مسلم)

آپ ﷺ نے اول نمبر پر جس زمین کا ذکر فرمایا اور اسے ارض طیبہ قرار دیا، یہ مثل فقہ کی کتابوں کی ہے۔ اس میں اسی پانی کی برکت سے تمام ضروریات زندگی مل جاتی ہیں، اناج، غلہ، پھل، پھول، گنا، سبزیاں، گھاس، چارہ، دوا دارو کے لئے جڑی بوٹیاں، لباس کے لئے کپاس وغیرہ۔ اگرچہ یہ کھیت بعض اوقات خشک نظر آئے، اس میں پانی کا قطرہ بھی نظر نہ آئے مگر اس کی فصل کا ہر پھل، ہر پتا اسی پانی ہی کی برکت کا ظہور ہے۔ اسی طرح اگر کسی فقہ کی کتاب میں قال اللہ اور قال الرسول کا لفظ صراحتاً موجود نہ ہو تب بھی یہ تمام مسائل کتاب و سنت کے ہی ثمرات ہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جتنی ضروریات زندگی میں کھیت کی اہمیت ہے اتنی ہی اسلامی زندگی میں فقہ کی اہمیت ہے۔ دوسری قسم کی زمین جس میں پانی تالاب کی شکل میں کھڑا ہو گیا، یہ حدیث کی کتابیں ہیں۔ جس طرح تالاب میں پانی سب کو نظر آتا ہے، یہاں قال الرسول سب کو نظر آتا ہے۔ اگر بارش کے براہ راست پانی میں کچھ کمی ہو تو اس پانی سے بھی کھیت کو سینچا جاسکتا ہے، اور سب کو معلوم ہے کہ کھیت کی طرح تالاب میں سب ضروریات زندگی نہیں ملتیں، بلکہ اکثر ضروریات زندگی میں تالاب والے بھی کھیت والوں کے ہی محتاج ہوتے ہیں، اسی لئے سب محدثین کسی نہ کسی امام کے مقلد ہوئے ہیں۔ فقہ کی چھوٹی سی چھوٹی کتاب میں بھی آپ کو نماز، نماز عید، نماز جنازہ وغیرہ کی مکمل تفصیل اور تمام مسائل کا حل ملے گا۔ جبکہ حدیث کی بڑی سے بڑی کتاب میں بھی آپ

کو روزانہ پانچ دفعہ پڑھی جانے والی نماز کا مکمل طریقہ نہیں ملے گا۔ اور تیسری وہ زمین ہے جہاں سے نہ فصل اگی نہ پانی ٹھہرا، یہ وہی فرقے ہیں جن کی دنیا میں حدیث کی کوئی کتاب نہیں اور نہ فقہ اور اصول فقہ کی۔ مقلدین مانگ کر کھیت والے سے ضروریات لیتے ہیں اور یہ بے چارے چوری کر کے۔ بہر حال کوئی تالاب والا ہو یا ٹیلے والا وہ اپنی ضروریات زندگی میں کھیت کا محتاج ہے، اور سر کی ٹوپی، جسم کے کپڑے، پاؤں کے جوتے، پیٹ میں غذا، سب میں کسی نہ کسی طرح اسی کھیت کا دخل ہے۔ ہاں مانگ کر گنا لے لیا جائے تو وہ حلال ہوتا ہے اور چوری کر لیا جائے تو وہ حرام ہی ہوتا ہے۔

### فقہ کی فضیلت :

رسول پاک ﷺ فرماتے ہیں: ”عالم (فقیہ) کے لئے آسمانوں اور زمینوں کی ساری مخلوقات استغفار کرتی ہے اور سمندر کی تہ کی مچھلیاں تک، اور عالم (فقیہ) کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی چودھویں رات کے چاند کی تاروں پر اور بے شک علماء (فقہاء) نبیوں کے وارث ہیں (مشکوٰۃ، احمد، ترمذی، ابوداؤد)

اسی طرح آپ ﷺ کی خدمت میں ایک عالم (فقیہ) اور عابد کا ذکر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: عالم (فقیہ) کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ آدمی پر۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے اور تمام ساکنین ارض و سماء، یہاں تک کہ چوٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلی سمندر کی تہ میں لوگوں کو خیر (فقہ) سکھانے والے کے لئے دعائیں کرتے ہیں (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی) ان دونوں حدیثوں میں عالم کا مطلب فقیہ اسی لئے لیا ہے کہ خود حدیث میں عابد کے مقابلہ میں عالم کو فقیہ فرمایا ہے: ”فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد۔“ اور خیر کا مطلب فقہ لیا ہے، اس لئے کہ خود آپ ﷺ نے فقہ کو خیر فرمایا ہے اور ویسے بھی مطلق کا اطلاق فرد کامل پر ہی ہوتا ہے۔ کامل عالم فقیہ ہی ہوتا ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: بے شک لوگ تمہاری تابعداری (تقلید) کریں گے اور دنیا کے کونے کونے سے تمہارے پاس فقہ سیکھنے آئیں گے، ان



سے بہترین سلوک کرنا۔ (ابن ماجہ) فقہ سیکھ کر اس کی اتباع کا نام ہی تقلید ہے۔

## دو مجلسیں :

آپ ﷺ کی مسجد میں دو مجلسیں لگی ہوئی تھیں۔ ایک مجلس کے صحابہ کرامؓ اللہ سے دعاء و رغبت میں مشغول تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ بھی خیر ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے ان کی دعائیں قبول کرے یا نہ کرے۔ اور دوسری مجلس کے صحابہ کرامؓ ان پڑھ لوگوں کو فقہ کی تعلیم دے رہے تھے۔ فرمایا یہ ان سے افضل ہیں اور اللہ نے مجھے بھی معلم (فقیہ) بنا کر مبعوث فرمایا۔ پس آپ ﷺ ان میں بیٹھ گئے۔ (داری، مشکوٰۃ) اللہ! کیا عظمت ہے فقہ اور فقہاء کی۔

یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

ہر بدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

چند اور احادیث مقدسہ کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

## اہمیت فقہ :

آپ ﷺ نے فرمایا: فقہ کی ایک مجلس ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھوڑی فقہ پڑھنا بہت زیادہ (نفل) عبادت سے بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن ایک عابد اور ایک فقیہ پیش ہوں گے، اللہ تبارک و تعالیٰ عابد سے فرمائیں گے اے عابد! تو جنت میں چلا جا، کیونکہ تیری عبادت اپنی ذات کے لئے تھی، اور فقیہ سے فرمائیں گے تو میری بارگاہ میں گنہگاروں کی شفاعت کر، تیری شفاعت قبول کی جائے گی، کیونکہ تیری محنت دوسروں کی اصلاح کے لئے بھی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: حضرات انبیاء علیہم السلام (اپنی امتوں کے) قائدین اور فقہاء (اپنے مقلدوں کے) سردار ہیں اور ان کی مجالس میں خیر و برکت کی زیادتی ہے۔ حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں: کسی امت کی تباہی و بربادی کی علامت یہ ہے کہ اس امت کے فقہاء وفات پا جائیں تو امت ہلاک ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر چیز کا عروج و زوال ہوتا ہے،



فرمایا میرے دین کے عروج کا زمانہ یہ ہے کہ پورے قبیلے کے لوگ فقہ کو مانتے ہوں، اس کے موافق عمل کرتے ہوں، اگر ان میں ایک دو شخص فقہ سے ہٹ کر فاسق بن جائیں تو قبیلہ کے فقہاء ان فقہ کے منکرین فاسقوں کو ڈانٹیں گے۔ سارا قبیلہ چونکہ فقہ کو مانتا ہو گا وہ ان فقہاء کی حمایت کرے گا اور ان فاسقوں کا کوئی حامی نہ ہو گا، اسی لئے وہ معاشرے میں ذلیل رہیں گے اور دین کا عروج رہے گا۔ فرمایا اور دین کا زوال اس وقت ہو گا کہ پورے معاشرے میں ایک دو فقیہ ہوں گے اور معاشرے کی اکثریت فاسق ہوگی۔ اس لئے اگر وہ فقیہ کسی فاسق کو روکیں گے تو معاشرے میں ان کی حمایت کرنے والا کوئی نہ ہو گا اور سب فاسق اس فاسق کی حمایت کریں گے اور فقیہ کو مغلوب کریں گے۔ یہی دن دین کے زوال کے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تین آدمی بہت ہی قاتل رحم ہیں: ”ایک وہ شخص جو پہلے امیر تھا پھر فقیر ہو گیا۔ دوسرا وہ شخص جو قوم میں بڑا باعزت تھا پھر ذلیل ہو گیا۔ تیسرا وہ فقیہ جس کے ساتھ جاہل لوگ دینی طاعب کرنا شروع کر دیں۔“ یہ تمام احادیث خطیب بغدادی (۴۳۳ھ) کی کتاب ”الفتیہ والمتفقہ“ میں سندوں سے منقول ہیں۔

برادران اہل سنت والجماعت! اگر فقہ قرآن و حدیث کے خلاف ہوتی تو اللہ تعالیٰ اور رسول پاک ﷺ اس فقہ کی اتنی عظمت اور فضیلت بیان نہ فرماتے، محدثین کرام اپنی کتابوں میں فقہ کی فضیلت اور اہمیت کی حدیثیں نہ لاتے۔ خدا تعالیٰ کے پورے قرآن میں ایک آیت اس مضمون کی نہیں کہ فقہ کو نہ مانتا، فقہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے اور نہ ہی ساری عمر میں کبھی پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ فقہ کو نہ مانتا، یہ احادیث کے خلاف ایک متوازی شریعت سازی ہے، فقہ کے انکار میں ہی نجات ہے، فقہ کا منکر دنیا میں اہل حدیث کھلائے گا، یہ کسی حدیث میں نہیں۔ افسوس! یہ لوگ اللہ و رسول ﷺ سے بڑھ کر باتیں کرتے ہیں اور جس طرح اہل قرآن سنت کے خلاف وسوسے پھیلاتے ہیں، یہ اہل حدیث نام رکھ کر فقہ کے خلاف وسوسے پھیلا کر خدا اور رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

# معتبر اجتہاد کی تقلید کا شرعی حکم

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي هدانا للمعرفة الاجتهاد وتقليده وارشدنا الى طريق اتباع الائمة وتائيدہ والصلوة والسلام على من حبب الينا اقتداء المنيبين بعد اتباعه ورضى لنا الاهتداء بهدى الراسخين بعد الوقوف عليه واطلاعه ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان سيدنا ومولانا محمداً عبده ورسوله۔ اما بعد!

یہ مختصر مقالہ جو فقہی کانفرنس بنوں منعقدہ ۱۷/ اپریل ۱۹۹۶ء کے لئے تحریر کیا گیا، اس تحریر سے مقصد یہ ہے کہ اصولی طور پر اعتبار و تقلید کے بارہ میں نقل صحیح اور عقل سلیم کی روشنی میں صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ کسی معتبر اجتہاد کی تقلید کرنا کوئی بدعت نہیں ہے کہ اسے قابل ملامت اور اس کے مرتکب کو مستوجب نکیر تصور کیا جائے بلکہ یہ ایسا مسلوک راستہ ہے جو سلف سے خلف تک اجماعی طور پر دینی شاہراہ بنا رہا اور امت نے اپنے دین کے تحفظ کی کوئی صورت اس کے سوا نہیں سمجھی ہے۔

اجتہاد کا لغوی معنی :

الاجتهاد في اللغة هو تحمل الجهد في المشقة۔ اجتہاد لغت میں پوری کوشش کرنے کا نام ہے۔

## اجتہاد کا اصطلاحی معنی :

استفراغ الفقیہ الوسع لتحصيل ظن لحکم شرعی (مکوتہ ص ۶۰۲)

فقیہ کا اپنی طاقت کے موافق خوب محنت کرنا تاکہ حکم شرعی کا ظن حاصل ہو جائے۔ ظن سے مراد یقین درجہ دوم ہے۔

اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں: حقيقة الاجتهاد على ما يفهم من كلام العلماء استفراغ الجهد في ادراك الاحكام الشرعية الفرعية عن ادلتها التفصيلية الراجعة كلياتها الى اربعة اقسام الكتاب والسنة والاجماع والقياس (عقد الجيد ص ۱۸) اجتہاد کی تعریف جو علماء کے کلام سے سمجھی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ شریعت کے احکام فرعیہ کے دریافت کرنے میں خوب محنت کرنا اور ان احکام فرعیہ کو ان کی تفصیلی دلیلوں سے نکالنا جن کے کلیات کا مال چار قسم ہے: کتاب، سنت، اجماع اور قیاس۔

## دلیل تفصیلی :

دلیل تفصیلی وہ ہے جو منع، نقض اور معارضہ تینوں سے سالم ہو، یعنی پہلے نمبر پر اس دلیل کے ثبوت پر بحث ہو چکی ہو، پھر اس کی دلالت پر مکمل بحث ہو اور پھر اگر اس کے معارض کوئی دلیل ہو تو اس تعارض کو رفع کر دیا گیا ہو۔ ایسی دلیل کو تقریب نام یا دلیل تفصیلی کہتے ہیں۔

## ضرورت اجتہاد :

علامہ عبدالکریم شہرستانی فرماتے ہیں: وبالحملة نعلم قطعاً وبقيناً ان الحوادث والوقائع في العبادات والتصرفات لا يقبل الحصر والعد ونعلم قطعاً ايضاً انه لم يرد في كل حادثة نص ولا يتصور ذلك ايضاً والنصوص اذا كانت متناهية والوقائع غير متناهية وما لا يتناهي لا

بضبطہ ما یتناہی علم قطعاً ان الاجتہاد والقیاس واجب الاعتبار حتیٰ یکون یصدر کل حادثۃ اجتہاد (الملل والنحل ص ۴، ج ۲) ہم قطعی اور یقینی طور پر جانتے ہیں کہ حوادث اور واقعات عبادات و تصرفات میں بے حد و بے حساب ہیں اور یہ بھی یقینی طور پر معلوم ہے کہ ہر حادثہ کے بارہ میں نص موجود نہیں اور نہ ہی یہ ممکن ہے۔ تو جب نصوص متناہی ہیں اور واقعات غیر متناہی، اور غیر متناہی متناہی میں واضح نہیں تو یقیناً اجتہاد اور قیاس واجب ہو گا۔ یہاں تک کہ ہر حادثہ واقع کے لئے اجتہاد ہو گا۔

چونکہ تمام کے تمام مسائل جزئیہ اس طرح منصوص نہیں کہ ہر کس و ناقص بلا تکلف ان کا صحیح حکم سمجھ سکے اور اجتہاد کی ضرورت ہی نہ پڑے، بلکہ بہت سے مسائل ایسے ہیں کہ ان میں اجتہاد کے بغیر چارہ نہیں۔ لہذا ضروری تھا کہ امت کے بعض افراد کو استنباط اور اجتہاد کی قوت عطا کی جاتی جس کے ذریعہ یہ حضرات نصوص میں غور و فکر کر کے غیر منصوصہ حوادث جزئیہ کے احکام نکال کر عامہ امت کے لئے عمل کی راہ استوار کرتے۔

### نقلی دلیل :

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تین قسم کے لوگوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کبھی اولوالالباب، کبھی راسخین فی العلم، کبھی اہل ذکر، کبھی فقہاء، کبھی اہل استنباط، کبھی اولوالعلم اور کبھی اولوالابصار کے معزز الفاظ سے ذکر فرماتے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا: فاعتبروا یا اولی الابصار (المشرقا) امام سرخسی، امام لغت ثعلب سے نقل فرماتے ہیں: ”اعتبار فی اللغة هو رد الشیء الی نظیرہ ومنہ یسمی الاصل الذی یرد الیہ النظائر عبرۃ (اصول سرخسی ج ۲ ص ۳۵) اعتبار لغت میں کسی چیز کو اس کی نظیر کی طرف لوٹانے کو کہتے ہیں۔ اسی لئے جس اصل کی طرف نظر لوٹائے جائیں اس کو عبرت کہتے ہیں۔ علامہ سرخسی فرماتے ہیں کہ پہلی اقوام کے واقعات قرآن نے عبرت کے لئے بیان فرمائے اور عبرت

کا مطلب یہی ہے کہ ان نافرمانیوں سے ہم بچیں جن کی وجہ سے وہ قومیں عذاب الہی میں گرفتار ہوئیں اور اسی کو قیاس کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں: باعتبارتِ ہذا الثوب بھنڈا الثوب ای سویتہ بہ فی التقدير و ہذا هو حد القیاس فظہر انہ مامور بہ بھذا النص (اصول سرخسی ج ۲ ص ۳۵) یعنی میں نے اس کپڑے کو اس کپڑے پر قیاس کیا۔ اس لئے اس آیت سے ثابت ہوا کہ اہل بصیرت کو حکم ہے کہ قیاس کریں اور امر و وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ دوسرے قسم کے لوگ جو خود قیاس نہ کر سکتے ہوں ان کو ان مجتہدین کی تقلید کا حکم دیا۔ یعنی مجتہد نے قیاس سے کتاب و سنت سے جو حکم نکالا ہے یہ مجتہد کی رہنمائی میں کتاب و سنت کے ہی اس حکم پر عمل کرتا ہے۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جو نہ خود اجتہاد کی اہلیت رکھتے ہوں نہ مجتہدین کی تقلید میں کتاب و سنت پر عمل کریں، ان کو کبھی صم بکم عمیٰ فہم لا یعقلون سے ذکر فرمایا اور کبھی اولئک کالانعام بل ہم اضل میں شامل فرمایا۔

### دوسری دلیل :

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: واذا جاء ہم امر من الامن او الخوف اذاعوا بہ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم۔ ولو لا فضل اللہ علیکم ورحمۃ لا تبعتم الشیطان الا قلیلاً (۴: ۸۳) (اللہ تعالیٰ نے منافقین کی عادت بیان فرمائی) اور جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی واقعہ پہنچتا ہے تو وہ (بلا تحقیق) اس کو مشہور کر دیتے ہیں (جس سے نقصان ہو جاتا ہے) اگر وہ اس (واقعہ) کو جناب رسول اللہ ﷺ اور اولوا الامر کی طرف لوٹاتے (تو بہتر ہوتا) تاکہ جو لوگ اس کی حقیقت اور تمہ کو پہنچ سکتے ہیں وہ اس کو جان لیتے۔ اگر اللہ کا خاص فضل اور رحمت تم پر نہ ہوتی (کہ تحقیق کا بوجھ عوام پر نہ ڈالا) یہ تحقیق کا کام رسول اور مجتہد کے ذمہ لگا دیا تو تم تحقیق کے دھوکے میں شیطان کے تابعدار بن جاتے مگر بہت کم۔

ایک مسلمان کو صرف جہاد کے مسائل کے بارہ میں ہی امن اور خوف نہیں ہوتا

بلکہ اس سے زیادہ خوف عبادات وغیرہ کے احکام شرعیہ میں ہوتا ہے کہ پتہ چل جائے کہ نماز درست ہوئی یا غلط، اور یہ کام جائز ہو یا ناجائز۔ تو جماد سے متعلق احکام شرعیہ سے بڑھ کر ان احکام کی تحقیق کی ضرورت ہے، کیونکہ جماد ایک ہنگامی اور وقتی عبادت ہے اور نماز، نکاح، بیع، قضا، وراثت وغیرہ روزمرہ کے احکام ہیں۔ ان میں بدرجہ اولیٰ تحقیق کی ضرورت ہے۔ امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس آیت سے ثابت ہوا کہ استنباط حجت ہے اور قیاس یا تو استنباط ہے یا اس میں داخل ہے۔ پس قیاس کا حجت ہونا بھی وجوہاً ثابت ہو گیا۔ اس تمہید کے بعد ہم کہتے ہیں کہ آیت شریفہ سے چند امور ثابت ہوئے: (۱) بعض ایسے احکام بھی ہیں جن کی معرفت نص سے نہیں ہوتی بلکہ استنباط سے معلوم ہوتی ہے جیسے احکام اجتہادیہ غیر منصوصہ۔ (۲) استنباط یعنی اجتہاد حجت شرعیہ ہے۔ (۳) احکام حوادث (اجتہادیہ) میں مجتہد پر اجتہاد واجب ہے اور غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے (تفسیر کبیر ص ۲۶۲/ ج ۳) امام نحو زجاج فرماتے ہیں کہ استنباط کے معنی لغت میں کنواں کھود کر زمین کی تہ سے پانی نکالنے کے ہیں۔ پس اسی طرح سمجھو کہ نصوص شریعت کی تہ اور گہرائی میں جو احکام چھپے ہوئے ہیں ان کو آلات فکریہ اور اصول اجتہادیہ سے کھود کر نکالنے کا نام استنباط اور اجتہاد ہے۔ ظاہر ہے کہ کنواں کھودنے پر جو پانی نکلا وہ اللہ تعالیٰ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اس کنواں کھودنے والے نے اس کو صرف ظاہر کیا ہے۔ اسی لئے ہر مجتہد کا اعلان یہی ہوتا ہے کہ القیاس مظہر لا مثبت۔ کہ قیاس سے کتاب و سنت کی تہ میں پوشیدہ خدا اور رسول ﷺ کا حکم ظاہر کیا جاتا ہے۔ کوئی حکم از خود گھڑ کر اللہ و رسول ﷺ کے ذمہ نہیں لگایا جاتا۔ اب دیکھئے ایک آدمی نے ہمت کر کے کنواں کھود کر اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا پوشیدہ پانی نکال دیا اور جن لوگوں میں خود کنواں کھودنے کی ہمت نہ تھی انہوں نے اس سے پانی لے کر وضو کر لیا، غسل کر لیا، کھانا پکا لیا، اس کو تقلید کہتے ہیں۔ اگر ایک علاقے میں ایک ہی اتنا بڑا کنواں ہے کہ اس کا پانی سارے علاقے کے لئے کافی ہے تو اس علاقہ کے سب لوگ اپنے ہی علاقے کے کنوئیں کے پانی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اسی طرح مجتہد نے اصول اجتہادیہ

سے کتاب و سنت کی تہ سے احکام شرعیہ کو نکال لیا۔ جن میں یہ ہمت نہ تھی وہ اسی مجتہد کی رہنمائی میں کتاب و سنت کے ان احکام پر عمل کرتے ہیں، اسی کا نام تقلید ہے۔ جس علاقے میں جس کنوئیں کا پانی آسانی سے دستیاب ہو، اس علاقے کے لوگوں پر واجب ہے کہ اسی کنوئیں کے پانی سے وضو، غسل کر کے اللہ کی عبادت کر لیں۔ اسی طرح جس علاقے میں جس مجتہد کا مذہب درساً و عملاً متواتر ہو گا ان پر اسی کی تقلید واجب ہوگی۔

### شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا فرمان :

اسی لئے شاہ صاحب اہل ہند (پاک و ہند) پر امام صاحب کی تقلید کو واجب فرماتے ہیں: فاذا كان الانسان في بلاد الهند وبلاد ماوراء النهر وليس هناك عالم شافعي ولا مالكي ولا حنبلي ولا كتاب من كتب هذا المذهب وجب عليه ان يقلد بمذهب ابي حنيفة ويحرم عليه ان يخرج من مذهبه لانه حينئذ يخلع من عنقه ربقة الشريعة ويبقى سدى مهماً (الانصاف ص ۱۷) جب (غیر مجتہد) علاقہ ہند (و پاک) اور ماوراء النہر میں رہنے والا ہو جملہ نہ شافعی مفتی نہ مالکی نہ حنبلی اور نہ ان کی کتابیں ہیں تو اس پر واجب ہے کہ صرف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کی تقلید کرے اور حنفیت سے نکلنا اس پر حرام ہے، کیونکہ وہ اس (مذہب حنفی) کی تقلید ترک کرنے کی وجہ سے شریعت (محمدیہ) کی رسی اپنی گردن سے اتار کر مہمل اور بے کار رہ جائے گا۔

### قلند رہرچہ گوید دیدہ گوید :

حضرت شاہ صاحب نے جو کچھ فرمایا تھا آخر تجربہ نے اس پر مرصداً لگادی۔

### پہلی شہادت :

مولانا محمد حسین بیالوی وکیل اہل حدیث ہند اپنے رسالہ اشاعت السنۃ میں فرماتے ہیں: ”پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے



ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو ہی سلام کر بیٹھتے ہیں۔ کفر و ارتداد اور فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں، مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔ گروہ اہل حدیث میں جو بے علم یا کم علم ہو کر ترک مطلق تقلید کے مدعی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں۔ اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہوتے جاتے ہیں۔“ (ص ۸۸، ج ۱۱)

### دوسری شہادت :

مولانا محبوب احمد صاحب امرتسری لکھتے ہیں: ”جہاں تک مجھے علم ہے وہ یہ ہے کہ امرتسر کے گرد و نواح میں جس قدر مرتد عیسائی ہیں یہ پہلے غیر مقلد ہی تھے۔“ (الکتاب المجید ۸)

### تیسری شہادت :

قاضی عبدالاحد خان پوری اہل حدیث لکھتے ہیں: اس زمانہ کے جموٹے اہل حدیث مبتدعین مخالف سلف صالحین جو حقیقت ما جاء به الرسول سے جاہل ہیں وہ اس صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں شیعہ اور روافض کے۔ جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز کفر و نفاق کے تھے اور مدخل ملاحظہ و زنادقہ کا تھے اسلام کی طرف اسی طرح یہ جاہل بدعتی اہل حدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں ملاحظہ، زنادقہ اور منافقین کے بعینہ مثل اہل تشیع کے۔ دیکھو ملاحظہ نیچر یہ جو کفار اور منافقین ہیں وہ بھی انہی کے باب و دہلیز اور مدخل سے داخل ہوئے اور انہیں کو گمراہ کر کے اپنا حصہ مفروض کامل اور وافی مثل شیطان کے لے گئے۔ پھر ملاحظہ مرزائیہ قادیانیہ نکلے تو انہوں نے بھی انہیں کے باب و دہلیز اور مدخل سے داخل ہونا اختیار کیا اور جماعت کثیرہ کو ان میں سے مرتد اور منافق بنادیا اور ملاحظہ زنادقہ چکر لویہ نکلے، وہ بھی انہی کے دہلیز اور دروازہ سے داخل ہوئے اور ایک خلق کو انہوں نے مرتد بنایا (کتاب



التوحید والسنة ص ۲۶۲)

**عبرت :**

برادرانِ اسلام! اس پاک و ہند میں تقریباً بارہ سو سال خالص تقلیدی دور رہا۔ اس دور میں ہزاروں نہیں لاکھوں کافر اسلام لائے، لیکن جن لوگوں نے ترک تقلید کا تجربہ کیا تو وہ صرف پچیس سال میں جیج اٹھے کہ اتنے لوگ اسلام کو چھوڑ کر کفر کی طرف چلے گئے اور وہ ماننے لگے کہ منجریہ جدید معتزلہ، فرقہ قادیانیہ اور فرقہ منکرین حدیث سب فتنہ ترک تقلید کے ہی ملن، فتنہ پرور سے پیدا ہوئے ہیں۔

**تیسری آیت :**

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَاولى الامر منكم فان تنازعتم في شئ فردوه الى الله والرسول ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر ذلك خير واحسن تاويلا (النساء: ۵۹) اے ایمان والو! حکم مانو اللہ (قرآن) کا اور حکم مانو رسول ﷺ (سنت) کا اور اولی الامر (مجتہدین) کا جو تم میں سے ہوں (جب کہ ان کا اجماع ہو۔ اور اے مجتہدین) اگر تم میں جھگڑا ہو جائے تو رد کرو (بذریعہ قیاس) اللہ و رسول (کتاب و سنت) کی طرف اگر تم یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر۔ یہ بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام۔ اس آیت میں مجتہد کو اولی الامر کہا ہے، جو حاکم کو بھی کہتے ہیں۔ جب مجتہد حاکم ہوا اور مقلدین رعایا ہوئے تو غیر مقلد یقیناً باغی کو کہا جائے گا اور منکم سے یہ واضح ہو گیا کہ جیسے اس حاکم کا حکم مانا جاتا ہے جو اس علاقے کا حاکم ہو اور اس کا حکم وہاں معروف ہو۔ نیز یہ بھی سب جانتے ہیں کہ حاکم کا حکم اس لئے نہیں مانا جاتا کہ یہ اس کی ذاتی رائے ہے، بلکہ وہ حکومت کے حکم کو ہی نافذ کرتا ہے۔ اسی طرح اس مجتہد کی تقلید واجب ہوگی جس کا مذہب اسی علاقے میں علما و عملاً متواتر ہو۔ اس آیت کریمہ میں چاروں شرعی دلیلوں کا ترتیب وار ذکر آگیا ہے۔

## مثال :

دین اسلام میں قرآن کی وہی حیثیت ہے جیسے کسی ملک میں ملک کے آئین اور متن قانون کی ہوتی ہے اور سنت کی ایسی ہی پوزیشن ہے جیسے ملک کی قانون ساز اسمبلی خود آئین کے کسی اجمال کی تشریح کر دے۔ ائمہ مجتہدین کی پوزیشن ایسی ہے جیسے ملک میں ہائی کورٹ کے چیف جسٹس صاحب کی۔ یہ صاحب قانون ساز تو نہیں ہوتے مگر ملک میں ان کی قانونی مہارت ایسی مسلمہ ہوتی ہے کہ ان کے فیصلوں کو قانونی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے اور P.L.D کی کتابوں میں ان کو بطور نظیر محفوظ کر لیا جاتا ہے اور ماتحت عدالتیں ان نظائر کے حوالوں سے فیصلے سناتی ہیں۔ اسی طرح مجتہد کو ہم شارع یعنی قانون ساز نہیں کہتے، بلکہ شارح قانون کا ماہر کہتے ہیں، اور اگر جسٹس صاحبان کا فلنچ قانون کی تعبیر و تشریح کر دے تو اس کو ملکی محاورہ میں سپریم کورٹ کا فیصلہ کہا جاتا ہے اور اسلامی تعبیر و تشریح میں اگر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہو جائے تو اس کو اجماع امت کہا جاتا ہے۔ جس طرح ملک میں آئین کی تعبیر و تشریح وہی معتبر ہے جو سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ نے کی، اس کو نہ ماننے والا یقیناً توہین عدالت کا مرتکب ہے، اسی طرح آئین اسلام یعنی کتاب و سنت کی تعبیر و تشریح بھی وہی قابل اعتبار ہے جو اجماع سے ثابت ہو یا مجتہد سے۔ جس طرح ملک کی سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے فیصلوں سے بغاوت ملک کے قانون سے بغاوت ہے، اسی طرح کتاب و سنت کی اجماعی اور اجتہادی تعبیرات و تشریحات سے بغاوت کتاب و سنت سے بغاوت کے مترادف ہے۔

## حدیث معاذ بن جبلؓ :

عن معاذ بن جبلؓ ان رسول اللہ ﷺ لما بعثه الي اليمن قال كيف تقضى اذا عرض لك قضاء قال اقضی بكتاب الله قال فان لم تجد فيه قال فبسنة رسول الله ﷺ قال فان لم تجد في سنة رسول الله قال اجتهد برأی ولا آلو قالو فضرب رسول الله ﷺ

علیٰ صلرہ وقال الحمد لله الذی وفق رسول رسول الله لما یحب  
ویرضی به رسول الله (ابوداؤد، ترمذی، دارمی، مشکوٰۃ ص ۲۲۴) جناب رسول اکرم  
ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن کی طرف (حاکم بنا کر) بھیجنے کا ارادہ کیا تو دریافت فرمایا  
کہ وہاں جب تمہارے سامنے مقدمات پیش ہوں گے تو کیسے فیصلہ دو گے؟ عرض کیا کہ  
قرآن سے فیصلہ دیا کروں گا۔ فرمایا اگر قرآن میں (اس مقدمہ کا حکم) نہ پاؤ تو پھر فیصلہ کیسے  
دو گے؟ عرض کیا سنت رسول اللہ ﷺ سے۔ فرمایا اگر سنت میں بھی (اس مقدمہ کا حکم)  
نہ پاؤ تو پھر فیصلہ کیسے دو گے؟ عرض کیا پھر میں اپنی ہمت کے مطابق پورا پورا اجتہاد کروں  
گا (اور اس کے مطابق فیصلہ دوں گا) اس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے (خوشی سے)  
حضرت معاذؓ کو سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا اس مالک کا (لاکھ لاکھ) شکر ہے جس نے  
اپنے پیغمبر کے قاصد کو اس کام کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول خوش ہو رہا ہے۔

فائدہ :

آنحضرت ﷺ کے مبارک زمانہ میں فروعی مسائل کے حل کے تین طریق تھے :  
(۱) ---- جو لوگ خدمت اقدس میں حاضریاں تھے وہ براہ راست آپ ﷺ سے پوچھ  
لیتے۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال  
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

(۲) ---- جو صحابہ کرامؓ آپ سے دور ہوتے اور مجتہد ہوتے وہ اجتہاد کر لیتے، جیسے  
حضرت معاذؓ یمن میں کرتے تھے یا بنو قریظہ کے راستہ میں ٹھہرا کر ان کے بارہ میں  
صحابہ کرامؓ نے کیا۔ (بخاری ص ۵۹۱) یا دو صحابہ نے تیمم سے نماز پڑھنے کے پانی ملنے پر  
کیا (نسائی ص ۳۹)

امام ابوبکر الجصاص رازی فرماتے ہیں: لا اختلاف بین الصلر الاول  
والتابعین واتباعهم فی اجازة الاجتہاد والقیاس علی النظائر فی  
احکام الحوادث وما نعلم احداً نفاہ وحظره من اهل هذه الاعصار

المتقدمة الى ان نشاء قوم ذو جهل بالفقه واصوله لا معرفة لهم  
 بطريقة السلف ولا توقى للاقدام على الجهالة واتباع الاهواء  
 البشعة التي خالفوا فيها اصحابهم ومن بعدهم من اخلافهم فكان  
 اول من نفى القياس والاجتهاد في احكام الحوادث ابراهيم (النظام)  
 وطعن على الصحابة من اجل قولهم بالقياس ونسبهم اليهم مالا  
 يليق بهم والى ضد ما وصفهم الله تعالى به (الفصول في الاصول ص ۶۳)  
 يعني صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین میں اس بارہ میں کوئی اختلاف نہ تھا کہ احکام  
 حوادث میں نظائر پر قیاس واجتہاد جائز ہے۔ اس خیر القرون کے دور میں ہم کسی ایک کو  
 بھی نہیں جانتے جس نے اجتہاد و قیاس کی نفی کی ہو یا اس کو ناپسند کیا ہو۔ ہاں (خیر القرون  
 ختم ہونے کے بعد) ایک فقہ اور اصول فقہ سے جا ملے قوم پیدا ہوئی جنہوں نے اپنی  
 جہالت اور نفس پرستی کی وجہ سے صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد والوں سے بغاوت کی اور  
 قیاس (کرنے اور ماننے) کی وجہ سے صحابہ کرامؓ پر طعنہ زنی کی اور ان کی طرف بے ہودہ  
 باتیں منسوب کیں اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جو صحابہ کی تعریف فرمائی تھی اس کے خلاف  
 صحابہ پر الزام لگائے، نیز فرماتے ہیں: انه قد ثبت عن السلف القول باجتہاد  
 والراى واستعمال المقائيس في احكام الحوادث بالاخبار  
 المتواترة والاثار المشهورة التي يعجز الكتاب عن ذكرها ولا  
 يمكن لاحد سمعها الشك فيها (الفصول في الاصول ص ۸۸) سلف سے  
 احکام حوادث میں اجتہاد اور قیاس اتنے اخبار متواترہ اور آثار مشہورہ سے ثابت ہے کہ  
 کتاب ان کے ذکر سے عاجز ہے اور یہ محال ہے کہ کوئی شخص ان اخبار متواترہ کو سن کر  
 پھر بھی اس میں شک کر سکے۔

کتاب الآثار امام ابی یوسف، کتاب الآثار امام محمد، مصنف عبدالرزاق اور  
 مصنف ابن ابی شیبہ کو ہی اٹھا کر دیکھ لیں، ان میں مجتہد صحابہ کرامؓ اور تابعین کے  
 ہزار ہا فتاویٰ درج ہیں جن کے ساتھ ان صحابہ اور تابعین نے کوئی آیت یا حدیث بطور

دلیل بیان نہیں کی، محض نفس مسئلہ کا حکم بیان فرمادیا۔

(۳)۔۔۔ جو لوگ احکامِ حواث میں خود اجتہاد نہیں کر سکتے تھے وہ اپنے شہر اور علاقے کے مجتہد کی تقلید کر لیتے تھے، جیسے پورے یمن میں صرف حضرت معاذؓ، اجتہاد کرتے تھے، باقی تمام اہل یمن بلکہ خود عربی نمونہ ہونے کے حضرت معاذؓ کی تقلید محض کرتے تھے۔ پورے یمن سے ایک نام بھی پیش نہیں کیا جاسکتا جس نے حضرت معاذؓ کی تقلید محض سے انکار کیا ہو۔ آنحضرت ﷺ کے تقریباً سو لاکھ صحابہ کرامؓ تھے جو سب عربی دان تھے، مگر کتبِ حدیث میں چھ سات صحابہ کے فقہی فتویٰ ملتے ہیں، باقی انہی کے فتویٰ پر بلا مطالبہ دلیل عمل کر لیتے تھے اور یہی تقلید ہے۔

دور صحابہ کرامؓ :

دور صحابہ کرامؓ میں مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ، مدینہ منورہ میں حضرت زید بن ثابتؓ، کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور پھر حضرت علیؓ کا فتویٰ چلتا تھا۔ ان سب حضرات کے فتویٰ بلا ذکر دلیل صلوٰۃ ہوئے اور ان شہروں میں بلا مطالبہ دلیل ان پر عمل ہوتا تھا۔ چنانچہ شہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”عمد رسالت تک تو لوگوں کا یہی حال رہا، پھر صحابہ کرامؓ کو مختلف علاقوں سے ساجد پڑا اور بکثرت واقعات رونما ہوئے اور بہت سے مسائل پیش آئے جن کی بہت ان سے فتوے پوچھے جاتے۔ چنانچہ ہر صحابی استفتاء کا وہی جواب دیتا جو اس نے رسول اللہ ﷺ کے فتوے اور فیصلوں کو یاد کر رکھا تھا یا ان سے استنبط کیا تھا اور اگر آپ ﷺ کے فیصلوں اور فتوے اور اپنے استنبط میں کوئی ایسی چیز نہ پاتا جس کی بناء پر جواب دے سکتا تو اپنی ذاتی رائے سے کام لیتا اور اس علت کے معلوم کرنے کی کوشش کرتا جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشادات کی بنیاد بنایا ہو، پھر جس مقام پر اس کو وہ علت نظر آتی وہیں وہی حکم عائد کر دیتا اور اس صحابی کی پوری کوشش ہوتی کہ وہ حکم آنحضرت ﷺ کے مقصد کے مطابق ہو۔“ (الانصاف اردو ص ۷)

## دور تابعین رحمہم اللہ :

شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اسی طرح علمائے تابعین میں ہر عالم کا اپنی اپنی توجیہ کے مطابق علیحدہ مذہب ہو گیا اور اس طرح ہر علاقے میں ایک امام بن گیا جیسے سعید بن المسیب اور سالم بن عبد اللہ بن عمر، ان کے بعد زہری اور قاضی یحییٰ بن سعید اور ربیعہ بن عبد الرحمن مدینہ میں، عطاء بن ابی رباح مکہ میں، ابراہیم نخعی اور شبلی کوفہ میں، حسن بصری بصرہ میں، طاؤس بن کیسان یمن میں اور مکحول شام میں امام بنے۔ (الانصاف ص ۱۳)

ان حضرات کے اجتہادی فتاویٰ بھی کتابوں میں بلا ذکر دلیل ملتے ہیں اور ان کے علاقوں کے ہزاروں لاکھوں عوام ان پر بلا مطالبہ دلیل عمل کر کے ان کی تقلید مخصی کرتے تھے۔ اسی لئے شاہ صاحب فرماتے ہیں: ”اگر صحابہؓ اور تابعین کے مابین کسی مسئلہ کے بارے میں اختلاف ہوتا تو ہر عالم اپنے علاقے (شہر) کے عالم اور مسلک کو اختیار کرتا، کیونکہ وہ ان کے اقوال کے سقیم یا قاتل وثوق ہونے سے زیادہ باخبر اور ان کے اقوال سے نسبت رکھنے والے اصولوں کا زیادہ رازدان ہوتا تھا اور اس کا دل اپنے علاقے کے اساتذہ کے فضل اور تبحر علمی کی جانب زیادہ مائل ہوتا تھا۔ (الانصاف ص ۳۰)

## ایک واقعہ :

حضرت عثمان بن عطاء اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رصافہ میں ہشام بن عبد الملک کے دربار میں حاضر ہوا تو اس نے پوچھا اے عطاء! تجھے شہروں کے علماء کا علم ہے؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں اے امیر المؤمنین۔ تو اس نے پوچھا کہ اس وقت اہل مدینہ کا فقیہ (مفتی) کون ہے؟ میں نے کہا نافع مولیٰ ابن عمر۔ پھر پوچھا اہل مکہ کا فقیہ کون ہے؟ میں نے کہا عطاء بن ابی رباح۔ پوچھا مولیٰ ہے یا عربی؟ میں نے کہا مولیٰ ہے۔ پھر پوچھا اہل یمن کا فقیہ کون ہے؟ میں نے کہا طاؤس بن کیسان۔ پوچھا عربی ہے یا مولیٰ؟

میں نے کہا مولیٰ۔ پھر پوچھا اہل یمامہ کا فقیہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا یحییٰ بن ابی کثیر۔ پوچھا مولیٰ ہے یا عربی؟ میں نے کہا مولیٰ۔ پھر پوچھا اہل شام کا فقیہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا کھول۔ پوچھا عربی ہے یا مولیٰ؟ میں نے عرض کیا مولیٰ۔ پھر پوچھا اہل جزیرہ کا فقیہ کون ہے؟ میں نے کہا یمون بن مہران۔ پوچھا عربی ہے یا مولیٰ؟ میں نے کہا مولیٰ۔ پھر پوچھا اہل خراسان کا فقیہ کون ہے؟ میں نے کہا ضحاک بن مزاحم۔ پوچھا عربی ہے یا مولیٰ؟ میں نے کہا مولیٰ۔ پھر پوچھا اہل بصرہ کا فقیہ کون ہے؟ میں نے کہا حسن اور ابن سیرین۔ پوچھا عربی ہیں یا مولیٰ؟ میں نے کہا مولیٰ۔ پھر پوچھا اہل کوفہ کا فقیہ کون ہے؟ میں نے کہا ابراہیم نخعی۔ پوچھا عربی ہے یا مولیٰ؟ میں نے کہا میری توجہ ان نکلنے والی تھی کہ تو ایک بھی عربی کا نام نہیں لیتا۔ (مناقب ص ۸، ۱۷)

امام حسن بصری رحمہ اللہ ۹۳ھ میں فوت ہوئے اور امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ ۹۵ھ میں فوت ہوئے اور یہ واقعہ ان کی زندگی کا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ پہلی صدی کے آخر میں تمام اسلامی دنیا میں اپنے اپنے علاقے کے مجتہد کی تقلید بعض متواتر تھی۔ اسی لئے شہ صاحب ہی فرماتے ہیں: لان الناس لم یزالوا من زمن الصحابة الى ان ظهرت المذاهب الاربعة یقلدون من اتفق من العلماء من غیر نکیہ من احد یعتبر انکاره ولو کان ذلك باطلا لانکروا۔ (عقد الجید ص ۲۹) ”بے شک لوگ زمانہ صحابہؓ سے مذاہب اربعہ کے غالب آنے تک جس عالم سے واسطہ پڑا (یعنی اپنے علاقے میں) اس کی تقلید کر لیتے اور کسی ایک بھی معتبر عالم نے (اس پورے زمانہ میں) انکار نہ کیا۔ اگر یہ تقلید باطل ہوتی تو وہ ضرور انکار کرتے۔“

اس سے صاف معلوم ہوا کہ پورے خیر القرون میں ایک بھی غیر مقلد نہ تھا جو اجتہاد یا تقلید کا انکار کرے۔ تقلید کا انکار اور ترک تقلید کا فتنہ بدعت کی بدعت ہے۔

**شرائط اجتہاد :**

ان گزارشات سے روز روشن کی طرح یہ ثابت ہو گیا کہ اس مبارک دور میں



خود رائی کے فتنہ کا نام و نشان تک نہ تھا۔ صرف وہ لوگ اجتہاد کرتے تھے جو اجتہاد کی اہلیت رکھتے تھے اور باقی لوگ ان کی تقلید میں کتاب و سنت پر عمل کرتے تھے۔ ایک بھی شخص ایسا نہیں ملتا جو اجتہاد کی شرائط سے کورا ہو اور پھر تقلید سے بھی بغاوت کرتا ہو۔

قال البغوی والمجتهد من جمع خمسة انواع من العلم علم كتاب الله عز وجل وعلم سنة رسول الله وعلم اقاويل السلف من اجماعهم واختلافهم وعلم اللغة وعلم القياس وهو طريق استنباط الحكم من الكتاب والسنة اذ لم يجده صريحاً في نص الكتاب او سنة او اجماع فيجب ان يعلم من علم الكتاب الناسخ والمنسوخ والمجمل والمفسر والخاص والعام والمحكم والمتشابه والكرهية والتحريم والاباحة والندب والوجوب ويعرف هذه الاشياء من السنة ويعرف الصحيح والضعيف والمسند والمرسل ويعرف ترتيب السنة على الكتاب وترتيب الكتاب على السنة حتى لو وجد حديثاً لا يوافق ظاهره الكتاب يهتدى الى وجه محمله فان السنة بيان الكتاب لا تخالفه (عقد الجيد ص ۳۲) شرح السنن ج ۱ ص ۲۹۰

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجتہد وہ عالم ہے کہ پانچ طرح کے علوم کا جامع ہو، اول کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کا علم، دوم سنت رسول اللہ ﷺ کا علم، سوم علمائے سلف کے اقوال کا علم کہ ان کا اتفاق کس قول پر ہے اور اختلاف کس قول میں ہے، چہارم لغت عربی کا علم، پنجم قیاس کا علم، اور قیاس قرآن وحدیث سے حکم نکالنے کا طریقہ ہے۔ جس صورت میں مجتہد حکم مذکور صریح قرآن یا سنت یا اجماع کے نصوص میں نہ پادے (اب ان علموں کی مقدار مفصل معلوم کرنی چاہئے کہ مجتہد کو ہر ایک علم کتنا چاہئے) تو قرآن کے علم میں سے اس پر تلخ اور منسوخ، مجمل اور مفسر، خاص اور عام



محکم اور قشلبہ، کراہت اور تحریم، اباحت اور استحباب اور وجوب اور سنت میں ان اشیاء مذکورہ کے علاوہ صحیح، ضعیف، مرسل، مسند کا جانا اور سنت کو قرآن پر مرتب کرنے اور قرآن کو سنت پر مرتب کرنے کا علم اور مہارت ضروری ہے، حتیٰ کہ اگر کوئی حدیث پائے جس کا ظاہر قرآن کے موافق نہ ہو تو اس کی مطابقت کی صورت کا سراغ لگانا کیونکہ حدیث قرآن کا بیان ہے، مخالف قرآن نہیں کہ مطابقت نہ ہو سکے۔

### پانچ لاکھ احادیث :

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا فتویٰ دینے کے لئے یہ کفنی ہے کہ آدمی کو ایک لاکھ احادیث یاد ہوں؟ فرمایا نہیں۔ پوچھنے والا تعداد بڑھاتا رہا، یہاں تک کہ جب اس نے کہا کہ فتویٰ دینے والے کے لئے یہ کفنی ہے کہ پانچ لاکھ احادیث یاد ہوں تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اب میں توقع کرتا ہوں کہ وہ فتویٰ دے سکے گا (الانصاف اردو، ص ۴۲) کہلانے

جس طرح امام مہدیؑ کے لئے اس کی شرائط ضروری ہیں ورنہ دعویٰ باطل ہوگا، اسی طرح اہل حدیث کہلانے کے لئے محدث کی شرائط کا جامع ہونا ضروری ہے ورنہ دعویٰ جھوٹا اور محض دھوکا ہے۔ اسی طرح اجتہاد کرنے کے لئے مجتہد کی شرائط کا جامع ہونا ضروری ہے۔ جس طرح چڑیا کا وہ بچہ جس کے ابھی پر نہ نکلے ہوں اور وہ اڑنے کی کوشش میں گھونسلے سے نکل پڑے تو کسی کتے یا بلی کا نوالہ بن جاتا ہے اور جان کی بازی ہار دیتا ہے، اسی طرح جو اجتہاد کی شرائط کے بغیر تقلید کے محفوظ محل سے نکل کھڑا ہو وہ اکثر ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ جو شخص شرائط نماز پوری کر کے نماز پڑھتا ہے اس کی نماز یقیناً قرب الہی کا ذریعہ ہے، لیکن جس نے نہ غسل جنابت کیا، نہ وضو کیا، نہ جسم سے گندگی دور کی نہ کپڑوں سے اور بے وقت ہی قبلہ سے منہ موڑ کر نماز کے لئے کھڑا ہو گیا تو وہ نماز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور خدا سے دوری کا ذریعہ ہے۔ نہ اس کی اپنی نماز ہوگی اور نہ ہی اس کی اقتداء کرنے والے کی نماز ہوگی۔ ہماری مثال ایسی ہے کہ جامع شرائط امام کی اقتداء

① جس طرح امام مہدیؑ کا دعویٰ کرنے والے کہلانے کے لئے اس کی شرائط ضروری ہیں (اس نذر سے کہ اس طرح پڑھا جائے)

کی، امام اور مقتدیوں سب کی نماز قبول ہو گئی اور لامذہب غیر مقلدین کی مثال ایسی ہے کہ فائدہ الشرائط کے پیچھے اقتداء کی جس سے امام اور مقتدیوں سب کی نماز ان کے منہ پر باردی گئی۔

**امام صاحب رحمہ اللہ :**

والتاسع عشر ان تعمل بخمسة احاديث جمعتهما من خمسة مائة الف حديث (الف) انما الاعمال بالنيات ولكل امرى ما نوى۔ (ب) ومن حسن اسلام المرء تركه ما لا يعنيه۔ (ج) لا يؤمن احدكم حتى يحب لاخيه ما يحب لنفسه۔ (د) ان الحلال بين والحرام بين وبينهما مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع فى الشبهات وقع فى الحرام كراع يرعى حول الحمى يوشك ان يقع فيه الا وان لكل ملك حمى الا وان حمى الله محارمه الا وان فى الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد الجسد كله وهى القلب۔ (ه) المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده۔ (وصايا امام اعظم ص ۶۵) اور انیسویں وصیت یہ ہے کہ ان پانچ حدیثوں پر عمل کرو جن کو میں نے پانچ لاکھ احادیث سے جمع کیا ہے (الف) اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور انسان کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ (ب) انسان کے اسلام کی ایک خوبی یہ ہے کہ جو چیز (دنیا یا آخرت میں) اس کے لئے فائدہ مند نہ ہو اس کو چھوڑ دے۔ (ج) تم میں کوئی شخص مومن نہ ہو گا جب تک اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (د) حلال بھی ظاہر ہے اور بلاشبہ حرام بھی ظاہر ہے اور دونوں کے درمیان شبہ کی چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ سو جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور آبرو کو محفوظ کر لیا اور جو شخص شبہات میں پڑ گیا وہ حرام میں پڑ جائے گا، جیسا کہ چرواہا اپنا ریوڑ (کسی کھیت کی) باڑ کے قریب چرائے تو غنقریب ایسا ہو گا

کہ کھیت میں بھی اس کا ریوڑ چرنے لگے گا۔ پھر فرمایا خبردار! بلاشبہ ہر بلا شہ نے باز لگا دیا ہے اور اللہ کی باز حرام کردہ اشیاء ہیں۔ (۵) کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سالم رہیں۔ (یہ پانچ احادیث واقعی بہت جامع ہیں اور زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہیں)

### اجتہاد ہر کس و نا کس کا کام نہیں :

ان گزارشات سے معلوم ہوا کہ اجتہاد ہر کہ و مہ کا کام نہیں۔ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ہر روز امام حماد بن ابی سلیمان کے حلقہ درس میں شریک ہوتا، جو کچھ سنتا خوب یاد رکھتا۔ دوسرے روز جب پڑھے ہوئے سبق کا اعلاہ کراتے تو دوسرے ہم درس اکثر خطاء کرتے اور میں بے کم و کاست سناتا۔ اس وجہ سے امام حماد نے حکم دیا کہ صدر حلقہ میں سوائے ابو حنیفہ کے کوئی نہ بیٹھے۔ دس سال تک یہ حاضر باقی اور استفادہ رہا۔ ایک روز میرے نفس نے خواہش کی کہ تفقہ میں اب خوب مہارت ہو گئی ہے، اس لئے اپنا حلقہ علیحدہ بنالیا جائے۔ چنانچہ اس ارادہ سے میں نکلا۔ جب مسجد میں داخل ہوا، استاد صاحب کو دیکھا تو جرات نہ ہوئی کہ استاد کے مقابلہ میں خود سری کا دعویٰ کروں۔ چنانچہ حسب عادت شیخ کے حلقہ میں بیٹھ گیا۔ قضا اسی رات ان کو خبر پہنچی کہ بصرہ میں ان کے کوئی قرابت دار تھے، ان کا انتقال ہوا اور سوائے ان کے کوئی دوسرا وارث نہیں۔ یہ سنتے ہی مجھے اپنا جانچیں کر کے وہ روانہ ہو گئے اور دو مہینے تک میں ان کی خدمت کو انجام دیتا رہا۔ اس عرصہ میں ساٹھ مسئلے ایسے پیش ہوئے کہ ان کا حکم میں نے سنا نہ تھا۔ ان کا جواب تو میں نے دے دیا مگر وہ لکھ رکھا۔ جب وہ واپس تشریف لائے تو میں نے وہ مسائل اور اپنے جوابات پیش کئے، انہوں نے چالیس مسئلوں میں اتفاق کیا اور بیس مسئلوں میں مخالفت کی۔ اس کے بعد میں نے قسم کھائی کہ ان کے حلقہ کو کبھی نہ چھوڑوں گا۔ (تبیین الصغیفہ ص ۲۵)

اب غور فرمائیے کہ فقہ کیسی چیز ہے کہ امام صاحب کا وہ تجربہ علمی، اس پر خدا داد طبیعت اور حافظہ، فہم و فراست جس پر اکابر محدثین رشک کرتے تھے بلوجود اس کے

دس برس تک ایک محقق شفیق استاد سے سیکھتے رہے مگر پھر بھی ایک تنہائی کی کسر باقی رہ گئی۔ پھر استاد کے انتقال تک انہیں کی خدمت میں رہے اور ان کے انتقال کے بعد جب مسلمانوں کو ضرورت ہوئی تو جب بھی فتویٰ دینے پر جرات نہ کی۔

چنانچہ صدرالائمہ کی لکھتے ہیں کہ جب امام حماد رحمہ اللہ کا انتقال ہوا تو ان کے اصحاب نے امام صاحب کو ان کی جانشینی پر مجبور کیا تو امام صاحب نے قبول نہ فرمایا۔ آخر اس بات پر فیصلہ ہوا کہ ان میں سے دس اصحاب ایک سال تک امام صاحب کے ساتھ رہ کر ہر مسئلہ کے فتویٰ میں تائید کر دیا کریں، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

### تدوین فقہ :

امام صاحب رحمہ اللہ نے جس طریقہ سے فقہ کی تدوین کا ارادہ فرمایا وہ نہایت وسیع اور پرخطر کام تھا، اس لئے انہوں نے اتنے بڑے کام کو اپنی ذاتی رائے اور معلومات پر منحصر کرنا نہیں چاہا۔ اس غرض سے انہوں نے اپنے شاگردوں میں سے چند نامور شخص انتخاب کئے جن میں سے اکثر خاص خاص فنون میں جو تکمیل فقہ کے لئے ضروری ہے استاد زمانہ تسلیم کئے جاتے تھے، مثلاً یحییٰ بن ابی زائدہ، حفص بن غیاث، قاضی ابو یوسف، داؤد الطائی، حبان اور مندل رحمہم اللہ حدیث و آثار میں نہایت کمال رکھتے تھے۔ امام زفر رحمہ اللہ قوت استنباط میں مشہور تھے۔ قاسم بن معن اور امام محمد رحمہما اللہ کو ادب اور عربیت میں کمال تھا۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے ان لوگوں کی شرکت سے ایک مجلس مرتب کی اور باقاعدہ طور سے فقہ کی تدوین شروع کی۔ تدوین کا طریقہ یہ تھا کہ کسی خاص باب کا کوئی (اصولی) مسئلہ پیش کیا جاتا تھا تو اگر اس کے جواب میں سب لوگ متفق الرائے ہوتے تو اسی وقت قلمبند کر لیا جاتا، ورنہ نہایت آزادی سے بحثیں شروع ہوتیں۔ کبھی کبھی بہت دیر تک بحث قائم رہتی۔ امام صاحب رحمہ اللہ بہت غور اور تحمل کے ساتھ سب کی تقریریں سنتے۔ آخر کار ایسا چچا تلا فیصلہ کرتے کہ سب کو تسلیم کرنا پڑتا۔ کبھی کبھی یہ بھی ہوتا کہ مختلف اقوال رہتے۔ ان سب کو قلم بند کر لیا جاتا۔ اس کا التزام تھا کہ جب تک تمام شرکائے جلسہ جمع نہ ہو لیں کسی مسئلہ کو

ملے نہ کیا جائے (سیرۃ النعمان ص ۲۵۵)

### اجتہاد اور تقلید کا دائرہ :

حدیث معاذ میں گزر چکا کہ جہاں اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ کا صریح فرمان موجود نہ ہو وہاں مجتہد کو اجتہاد کا اور غیر مجتہد کو تقلید کا حکم ہے۔ یاد رہے ہمارے افعال دو قسم کے ہیں: (۱) اضطراری (۲) اختیاری

اضطراری امور وہ ہیں جن کے کرنے یا نہ کرنے میں انسان کے ارادہ و اختیار کو دخل نہیں، جیسے دوران خون، نبض کا چلنا، کھانا، ہضم ہونا وغیرہ۔ ان کو امور تکوینیہ کہتے ہیں۔ یہ احکام شرعیہ سے آزاد ہیں۔ مثلاً ہم نہیں کہہ سکتے کہ دوران خون انسان کے ذمہ فرض ہے یا نبض کی حرکت واجب یا حرام ہے۔ دوسری قسم کے وہ افعال ہیں جن کے کرنے یا نہ کرنے میں انسان کے ارادہ و اختیار کو دخل ہے۔ دل چاہا کر لیا، دل نہ چاہا نہ کیا، جیسے چلنا پھرنا، کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، یہ تمام افعال دائرہ شریعت کے اندر ہیں اور ان کی تین قسمیں ہیں: (۱) مامورات شرعیہ، مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، اطاعت والدین وغیرہ۔ (۲) منہیات شرعیہ، جیسے شراب نہ پیو، جھوٹ نہ بولو، غیبت نہ کرو، زنا نہ کرو، چوری نہ کرو، سود نہ لو وغیرہ۔

(۳) مباحات شرعیہ: یہ وہ احکام ہیں جو مسکوت عنہا ہیں، جیسے گوشت کھانا، شکار کھلانا، کسب معاش کی غرض سے کوئی زبان سیکھنا۔ ان کے کرنے پر کوئی اخروی ثواب نہیں اور چھوڑنے پر کوئی اخروی عذاب نہیں۔ انتم اعلم بامور دنیا کم (مسلم) ممنوعات شرعیہ میں بھی فرق مراتب ہے۔ اس پر نص قطعی یہ ہے: ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ نکفر عنکم سیئاتکم۔ مثلاً ایک شخص نے غیر عورت کو مذاق کیا، دوسرے نے بوس و کنار کیا، تیسرے نے نظربازی کی، چوتھے نے اس کے گلے سے لطف اٹھایا، پانچویں نے دل میں اس کی محبت رکھی، چھٹے نے اس سے حقیقی بدکاری کی۔ اگرچہ یہ سب امور ممنوع ہیں مگر ان کے احکام میں فرق ہے۔ اس لئے گناہوں کی تقسیم صغیرہ اور کبیرہ کی طرف ہوئی اور ممنوعات میں حرمت، کراہت، تحریم

و تنزیہ کے مراتب قائم ہوئے۔ اسی طرح مامورات شرعیہ میں بھی فرق مراتب ہے۔ اجعلتم سقایۃ الحاج و عمارۃ المسجد الحرام کمن آمن باللہ۔ اس بات میں نص قطعی ہے۔ کیا ایک شخص نماز پنجگانہ کا تارک ہو اور دوسرا تہجد کا؟ دونوں یکساں قسم کے مجرم ہیں؟ ایک شخص زکوٰۃ کا تارک ہے، دوسرا خیرات کا۔ کیا آمین اور رفع یدین کے ترک سے نماز ایسی ہی باطل ہے جیسے سجدہ، رکوع نہ کرنے سے؟ کیا حمد اکثر آنہ پڑھنے والے کی نماز ایسی ہی ناقص ہے جیسے فاتحہ نہ پڑھنے والے کی؟ اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللہ سے وجوب جمعہ پر استدلال کیسے ممکن ہے، جبکہ اسی میں فانتشروا فی الارض میں دنیوی کاروبار کی صرف اباحت ہے۔ کیا صیغہ امر اذا تداینتم بدین الی اجل مسمى فاكتبوه اور فاغسلوا وجوہکم سے یکساں دونوں کی فرضیت سمجھی جائے گی؟ مطلب یہ ہے کہ صرف مامورات شرعیہ اور ممنوعات شرعیہ کو جان لینا ہی کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ مدارج شرعیہ کو بھی سمجھا جائے جن کو حدود شرعیہ کہتے ہیں۔ تلک حدود اللہ فلا تعدوها و من يتعد حدود اللہ فاولئک ہم الظالمون۔ اس لئے فرضیت، وجوب، سنن، استحباب، اباحت، کراہت، حرمت کا جاننا ضروری ہوا۔

آپ جب بخاری شریف میں وضو اور نماز کی احادیث پڑھیں گے تو صرف اتنا ملے گا کہ آپ ﷺ نے کلی فرمائی، ناک میں پانی ڈالا، چہرہ انور دھویا، سر پر مسح فرمایا، انگلیوں کا خلال فرمایا، ثناء پڑھی، فاتحہ پڑھی، تکبیر کئی، رکوع و سجدہ میں تسبیحات پڑھیں اور التَّحِيَّاتِ پڑھی وغیرہ، مگر ان ہی افعال مبارکہ کو جب فقہ کی کتاب میں دیکھیں گے تو صرف فعل کا ذکر نہیں ہوگا بلکہ اس کے حکم فرض، واجب، سنت اور مستحب وغیرہ کی صراحت ہوگی۔ ان حدود شرعیہ کی تعیین اجتہاد کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اجتہاد کے دائرہ کو دوسرے طریق سے یوں سمجھیں کہ احکام کی پہلی تقسیم منصوص اور غیر منصوص کی طرف ہے۔ پھر منصوصہ کی دو قسمیں ہیں: منصوصہ متعارضہ اور منصوصہ غیر متعارضہ۔ پھر منصوصہ غیر متعارضہ کی دو قسمیں ہیں: محکمہ اور محتملہ۔ اس طرح

کل چار قسمیں ہوں گیں :

۱..... مسائل منصوصہ محکمہ غیر متعارضہ میں نہ اجتہاد کی گنجائش نہ تقلید کی ضرورت ہے جیسے نماز پنجگانہ اور زکوٰۃ وغیرہ کی فرضیت۔

۲..... مسائل منصوصہ متعارضہ میں مجتہد اصول اجتہادیہ سے رفع تعارض کر کے رائج نص پر عمل کرتا ہے اور مقلد بھی اس کی رہنمائی میں اس رائج نص پر ہی عمل کرتا ہے۔

۳..... مسائل منصوصہ محتملہ میں مجتہد اصول اجتہادیہ سے رفع احتمال کر کے نص کے رائج پہلو پر عمل کرتا ہے اور مقلد بھی اس کی رہنمائی میں اسی نص پر عمل کرتا ہے۔

۴..... مسائل غیر منصوصہ میں مجتہد منصوص مسائل میں کوئی علت تلاش کر کے اس علت کے ذریعہ اس منصوص حکم کو غیر منصوص میں جاری کرتا ہے اور مقلد اس میں مجتہد کی تقلید کرتا ہے۔

تقلید :

قاضی محمد اعلیٰ تھانوی رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب کشاف اصطلاحات الفنون ص ۷۸ پر فرماتے ہیں: التقیید اتباع الانسان غیرہ فیما یقول او یفعل معتقداً للحقیقة من غیر نظر الی الدلیل کان هذا المتبع جعل قول الغیر او فعله قلادة فی عنقه من غیر مطالبة دلیل۔ تقلید کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ آدمی دوسرے کے قول یا فعل کو حق سمجھتے ہوئے اس کی اتباع کرے۔ گویا اس اتباع کنندہ نے دوسرے کے قول یا فعل کو اپنے گلے کا ہار بنا لیا اور کسی دلیل کا مطالبہ نہیں کیا۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: واجب تقلید یہ ہے: اتباع الروایة دلالة (عقد الجید ص ۲۸) یعنی ماہر کی رہنمائی میں کتاب و سنت پر عمل کرنا۔

یہ بات گزر چکی کہ آنحضرت ﷺ کے مبارک دور میں احکام شرعیہ کے معلوم کرنے کے تین طریقے تھے: (۱) ذات اقدس ﷺ سے دریافت کر لینا (۲) جو لوگ آپ ﷺ سے دور ہوتے ان میں اگر کوئی مجتہد ہوتا تو اجتہاد کر لینا (۳) اور اگر غیر مجتہد ہوتا



تو اپنے علاقہ کے مجتہد کی تقلید کر لیتا، جیسے اہل یمن حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی تقلید مخصوص کرتے تھے۔ اللہ میں حضور اقدس ﷺ کے وصال مبارک پر پہلا طریقہ مسدود ہو گیا اور اب صرف دو طریقے رہ گئے، مجتہدین اجتہاد کر لیتے اور غیر مجتہدین ان کی تقلید کر لیتے۔ پھر جب ائمہ اربعہ کے مذاہب اصولاً و فروغاً مرتب ہو کر اپنے اپنے علاقوں میں متواتر ہو گئے تو اجتہاد مطلق کی ضرورت ختم ہو گئی اور اب امت میں صرف تقلید باقی رہ گئی۔

چنانچہ علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں: ووقف التقليد في الامصار عند هولاء الاربعة ودرس المقلدون لمن سواهم وسد الناس باب الخلاف وطرقه۔ ديار و امصار میں انہیں ائمہ اربعہ پر تقلید ٹھہر گئی اور ان کے سوا جو امام تھے ان کے مقلدین ناپید ہو گئے اور لوگوں نے اختلاف کے دروازے اور راستے بند کر لئے۔

نیز فرماتے ہیں: ومدعى الاجتهاد لهذا العهد مردود على عقبه مهجور تقليده وقد صار اهل الاسلام اليوم على تقليد هولاء الائمة الاربعة، اور فی زمانہ مدعی اجتہاد مردود اور اس کی تقلید مہجور ہے اور اہل اسلام انہی ائمہ اربعہ کی تقلید پر قائم ہو گئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ولما اندرست المذاهب الحققة الا هذه الاربعة كان اتباعها اتباعاً للسواد الاعظم والخروج عنها خروجاً عن السواد الاعظم (عقد الجید ص ۲۸) اور جب ان مذاہب اربعہ کے علاوہ باقی مذاہب حقہ معدوم ہو گئے تو انہیں چاروں کا اتباع سواد اعظم کا اتباع ٹھہرا اور ان سے نکلنا سواد اعظم سے نکلنا ہوا (جس کی وعید جہنم ہے)

علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: انعقد الاجماع على عدم العمل بالمذاهب المخالفة للائمة الاربعة (فتح القدیر) اس پر اجماع منعقد ہے کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب کے خلاف کسی مذہب پر عمل کرنا جائز نہیں۔



علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اما فی زماننا فقال ائمتنا لا يجوز تقليد غير الائمة الاربعة الشافعي ومالك وابي حنيفة واحمد بن حنبل (فتح المبين شرح اربعين) ہمارے ائمہ شافعیہ نے کہا ہے کہ ہمارے زمانے میں چاروں اماموں (امام شافعی، امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں۔

علامہ طحطاوی حنفی رحمہ اللہ حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں: من كان خارجاً عن هذه الاربعة في هذا الزمان فهو من اهل البدعة والنار۔ اس زمانہ میں جو شخص ان چار مذہبوں سے (استخفافاً) باہر ہوا وہ بدعتی اور دوزخی لوگوں میں سے ہے۔

ان گزارشات سے معلوم ہوا کہ تقلید اسلام میں پہلے دن سے متواتر چلی آ رہی ہے۔ خیر القرون کے بعد اجتہاد ختم ہوا نہ کہ تقلید کا آغاز۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مذاہب اربعہ ایک سے چار نہیں بنے بلکہ ہزاروں میں سے چار باقی رہے اور اب تک ان ہی چاروں میں سے جس علاقے میں جو مذہب معروف اور متواتر ہے اسی پر اہل سنت کا چلن ہے اور اسی میں دین کی حفاظت ہے۔ اس سے باہر نکلنے میں ذہنی آوارگی اور دینی بیزاری کے سوا کچھ نہیں۔ فقط



# فقہ حنفی کے کرمِ فرما

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اسلامی علوم میں فقہ وہ جامع علم ہے جس کی بنیاد کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع امت محمدیہ اور قیاس شرعی پر ہے۔ ان چاروں بنیادوں پر ایک ایسی عظیم الشان عمارت ہے جس میں انسان کی پیدائش سے لے کر موت تک تمام پیش آنے والے مسائل کے احکام نہایت آسان ترتیب سے مرتب ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ فقہ سے بے نیاز ہو کر نہ کوئی شخص نماز کا مکمل طریقہ بیان کر سکتا ہے اور نہ حج کا اور نہ ہی دیگر احکام تفصیلی طور پر بیان کر سکتا ہے۔ فقہ حنفی کی عظمت سے قرآن و حدیث لبریز ہیں۔ آج کے دور میں جس طرح قرآن پاک سات مشہور و متواتر قراتوں کے ذریعہ دنیا میں پہنچا ہے اسی طرح سنت نبوی ﷺ چار فقہی مذاہب کے واسطے سے امت کو ملی ہے۔

جس طرح سات قراتوں میں سے کوئی شخص کسی ایک قرات پر ساری عمر قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے تو اس کو پورا قرآن پاک پڑھنے کا ثواب ملے گا۔ ایک قرات کو مقرر کرنے میں نہ اس کے ثواب میں کمی آئے گی اور نہ ہی اسے کسی قسم کا گناہ ہوگا۔ اسی طرح جو شخص چاروں ائمہ میں سے کسی ایک کے مذہب پر عمر بھر عمل کرتا رہے گا، اس کو سنت پر عمل کرنے کا پورا پورا ثواب ملے گا۔ یہ سنت نبوی ﷺ پر عمل کرنے کا آسان ترین اور محفوظ و محکم طریقہ ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ دنیا کو ہدایت سے نوازا، لیکن ہمارے نبی اکرم حضرت محمد ﷺ ساری دنیا کے لئے مینارہ نور بن کر آئے اور سب نبیوں سے افضل قرار پائے۔

اسی طرح چار ائمہ فقہ کے ذریعہ امت محمدیہ کو سنت نبویہ کی روشنی ملی۔ مگر امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا فیض بعض علاقوں میں محدود رہا۔ ان کے مقلدین چند خاص خاص علاقوں میں پائے جاتے ہیں، مگر حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ذریعہ سے سنت نبوی کا نور دنیا کے کونے کونے تک پہنچا۔

اس لئے بلا خوف تردید یہ بات کہی جاتی ہے کہ پوری دنیا میں اسلام کا کلمہ، خدا کا قرآن، نبی ﷺ کا فرمان، امام صاحب رحمہ اللہ اور ان کے مقلدین کے ذریعہ پہنچا۔ اسی لئے وہ دنیائے اسلام میں امام اعظم کے لقب سے نوازے گئے۔ احناف کی خوش قسمتی ہے کہ ہمارے نبی ﷺ بھی ساری دنیا کے نبی اور ہمارے امام بھی ساری دنیا کے امام۔ اسی لئے امام عبد اللہ داؤد الخرزبی رحمہ اللہ (۲۱۳ھ) فرمایا کرتے تھے: ”مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنی نماز میں اللہ تعالیٰ سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے لئے دعا کیا کریں اور فرمایا کہ انہوں نے سنت اور فقہ کو مسلمانوں کے لئے محفوظ فرمایا ہے۔ (تاریخ بغداد ص ۳۴۲/ج ۱۳، البدایہ والنہایہ ص ۱۰۷/ج ۱۰)

جس فقہ حنفی کے مطابق دنیا بھر میں سنت نبوی ﷺ کا نور پھیلا اور ہزاروں محدثین، لاکھوں فقہاء اور کروڑہا عوام آج تک اسی فقہ کے مطابق ارکان اسلام ادا کرتے چلے آ رہے ہیں اور صدیوں تک یہ فقہ حرمین شریفین اور تمام اسلامی دنیا میں بلا شرکت غیرے بطور اسلامی قانون نافذ رہی ہے، اس فقہ کی اس عظمت پر بعض لوگوں نے اپنی جہالت سے اور بعض لوگوں نے حسد کی بنیاد پر اعتراضات بھی کئے۔ ان اعتراضات میں ان کی جہالت و حسد کی کارگزاری تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ تھا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ملاحین اور مقلدین کے نیک اعمال کا ثواب جس طرح امام صاحب رحمہ اللہ کو پہنچ رہا ہے، ان کے حاسدین کی نیکیاں بھی امام صاحب کے لئے

بلندی درجات کا سبب بنیں۔

نعیم بن حماد :

امام اعظم رحمہ اللہ کے کرم فرماؤں میں یہ شخص پیش پیش تھا اور امام صاحب کے حسد میں اتنا آگے بڑھ گیا تھا کہ تقویت سنت کے لئے جعلی حدیثیں بنایا کرتا تھا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی توہین میں جھوٹی حکایات بنایا کرتا تھا (تہذیب التہذیب ص ۴۳۳/ج ۱۰) مشہور غیر مقلد عالم مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے اپنی کتاب تاریخ اہل حدیث صفحہ ۶۸ تا ۷۰، اس نعیم بن حماد کے بارہ میں جھوٹی حدیثیں بنانے اور جھوٹی حکایات گھڑنے کا ذکر کئی کتابوں سے کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس نے خفیوں کے رد میں بہت سی کتابیں لکھیں (ص ۶۹)

یہ شخص ۲۲۸ھ میں فوت ہوا۔ یاد رہے کہ تیج تابعین کا دور ۲۲۰ھ تک ہے اور اس دور میں فقہ حنفی دنیا بھر میں پھیل چکی تھی۔ خلیفہ واثق باللہ عباسی نے ۲۲۲ھ میں جو وفد سد ذوالقرنین کی تحقیق کے لئے بھیجا تھا اس نے واپس آکر یہ بتایا تھا کہ وہاں کے سب باشندے مسلمان ہیں اور حنفی مذہب کے پابند ہیں۔ البتہ عباسی حکومت سے نا آشنا ہیں۔ اس دور میں نعیم بن حماد نے فقہ حنفی کے رد میں کتابیں لکھیں جن کا ناما بانا جھوٹی احادیث اور جھوٹی حکایات سے بنایا گیا۔

اس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ دور خیر القرون میں امام صاحب رحمہ اللہ اور ان کی فقہ کے خلاف اگر کوئی معقول اور سچے اعتراضات مل سکتے تو بے چارے نعیم بن حماد کو خدا کے نبی پر جھوٹ بولنے کا کبیرہ گناہ اپنے سر نہ لینا پڑتا اور نہ جھوٹی کتابیں گھڑنی پڑتیں۔

اس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ دور خیر القرون کے آخر تک کوئی معقول اور صحیح اعتراض امام صاحب رحمہ اللہ اور ان کی فقہ پر نہیں ہو سکا۔ ہاں علمی اختلاف بالکل الگ بات ہے۔

یہ حاسدانہ کارروائی کرنے والا شخص نعیم بن حماد اہل سنت والجماعت کے مسلک

کے خلاف قرآن پاک کو مخلوق کہتا تھا۔ وہ گرفتار ہوا اور اسے حکومت وقت نے ہتھکڑیوں سے باندھ کر ایک گڑھے میں پھینک دیا جہاں وہ مر گیا، نہ اس کو کفن نصیب ہوا اور نہ نماز جنازہ نصیب ہوئی (تاریخ بغداد ص ۳۴۲/ ج ۳)

آج کل جو غیر مقلدین جھوٹی حدیثوں اور جھوٹی کہانیوں کی بناء پر امام صاحب رحمہ اللہ اور فقہ حنفی کے خلاف پر زور پروپیگنڈہ کر کے شیعوں اور منکرین حدیث کے ہاتھوں کو مضبوط کر رہے ہیں، انہیں نعیم بن حماد کے انجام سے درس عبرت لینا چاہئے اور اپنے مشہور غیر مقلد عالم حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی کی نصیحت کو آویزہ گوش بنانا چاہئے۔ وہ فرمایا کرتے تھے: ”جو شخص ائمہ دین اور خصوصاً امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی بے ادبی کرتا ہے اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔“ (تاریخ اہل حدیث ص ۴۳) کیونکہ چاند کا تھوکا منہ پر آتا ہے۔ نعیم بن حماد امام صاحب رحمہ اللہ اور فقہ حنفی کا ایک بال بھی بیکانہ کر سکا، البتہ اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

عالم باعمل فاضل اکمل حضرت مولانا تاجل حسین صاحب ہماری لکھتے ہیں کہ ”ایک غیر مقلد عالم مولوی محمد ابراہیم صاحب آروی مکہ مکرمہ گئے اور قبلہ عالم حضرت مولانا سید شاہ محمد علی صاحب مونگیری رحمہ اللہ بھی وہیں تھے۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب نے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی مجلس خواب میں اور مجلس مبارک میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ بھی تشریف فرما تھے۔ جناب رسالت مآب ﷺ نے مجھے فرمایا تم ان یعنی امام ابو حنیفہ سے بدظن ہو، قصور معاف کراؤ۔ میں نے امام اعظم رحمہ اللہ کے قدموں میں گر کر معاف کرایا (کلمات رحمانی ص ۱۷)

امام ابو بکر بن ابی شیبہ :

فقہ حنفی کے کرم فرماؤں میں ایک بزرگ امام ابو بکر ابن ابی شیبہ ہیں، ان کا وصال ۲۳۵ھ میں ہوا۔ انہوں نے حدیث کی ایک بہت بڑی کتب مصنف مرتب فرمائی ہے جو حال ہی میں ۱۶ جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ ہمارے غیر مقلد دوست اس کتب کو طبقہ ثالثہ کی کتب کہہ کر ناقابل اعتماد بتایا کرتے ہیں، مگر اس کی ایک جلد میں حضرت امام

صاحب رحمہ اللہ کے فقہی مسائل پر اعتراضات کئے گئے ہیں۔ ان کو یہ حضرات خوب اچھالتے ہیں۔ لیکن اس کتاب کے بارہ میں دو باتیں بہت اہم ہیں۔

اس کتاب میں تیس (۳۰) ہزار سے زائد صحابہؓ اور تابعین رحمہم اللہ کے فقہی فتاویٰ درج ہیں، جن میں نہ فتویٰ دینے والے صحابی اور تابعی نے اپنے فقہی مسئلہ کی دلیل میں قرآن پاک کی کوئی آیت پیش کی ہے اور نہ ہی کوئی حدیث پیش کی ہے اور نہ فتویٰ پوچھنے والوں نے دلیل کا مطالبہ کیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ دور صحابہ و تابعین میں فقہاء بلا ذکر دلیل فتویٰ دیتے تھے اور باقی لوگ بلا مطالبہ دلیل ان فقہی فتوؤں پر عمل کرتے تھے اور اس متواتر طرز عمل پر کسی سے انکار ثابت نہیں، اسی کو تقلید کہتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ دور صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین میں تقلید متواتر تھی اور بلا تکثیر جاری تھی۔ کوئی منکر تقلید غیر مقلد نہ تھا۔

امام ابن ابی شیبہ نے فقہ حنفی سے جو اختلاف فرمایا ہے، اس کا تجزیہ یہ ہے۔ عنایہ شرح ہدایہ میں ہے کہ فقہ حنفی کے مسائل کی تعداد بارہ لاکھ ستر ہزار سے زائد ہے۔ امام موصوف نے صرف ایک سو پچیس مسائل میں اختلاف کیا ہے۔ اگر بالفرض ان کے اعتراضات کو من و عن مان لیا جائے تو بھی فقہ حنفی میں صواب و خطا کی نسبت یہ ہوئی کہ (۱۰۶۲۰) دس ہزار ایک سو ساٹھ مسائل میں صواب اور ایک مسئلہ میں خطاء۔ گویا دس ہزار ایک سو ساٹھ مسائل میں دو اجر ملنے کے بعد ایک مسئلہ میں ایک اجر کے مستحق ہیں اور شاید کسی بڑے سے بڑے محدث کے بارہ میں بھی صواب و خطاء کی یہ نسبت ثابت نہ کی جاسکے۔

ہم نے جب ان مسائل کو دیکھا تو تقریباً ۶۰ مسائل وہ ہیں جن میں دونوں طرف احادیث ہیں۔ امام ابن ابی شیبہ کے نزدیک ان کی رائے میں ایک حدیث رائج ہے، اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک دوسری رائج ہے۔ حضرت امام اعظم خود فرماتے ہیں: اذا صح الحديث فهو مذهبي (شامی ج ۱) تو جس حدیث کو انہوں نے اختیار کیا وہ صحیح ہے۔ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ صرف صحیح

حدیث لیتے جو نہایت ثقہ راویوں سے ہوتی اور آپ کو ناسخ منسوخ کی بہت پہچان تھی اور یہ بھی پوری تحقیق کرتے کہ آنحضرت ﷺ کے آخری فعل کی جستجو کریں اور ساتھ ہی عام علماء کی موافقت کا بھی خیال رکھتے (صمیری ص ۶۶، الخیرات الحسان ص ۳۰) یعنی متعارض احادیث میں امام صاحب رحمہ اللہ اس حدیث کو لیتے جس کو خود امام صاحب اور باقی شیوخ حدیث بھی صحیح مانتے اور منسوخ کے مقابلہ میں ناسخ اور آخری زمانہ کی احادیث کو لیتے اور ظاہر ہے کہ امام ابن ابی شیبہ نے نہ تو صحت حدیث میں اتنی کوشش فرمائی اس لئے محدثین نے ان کی کتاب کو طبقہ ثالثہ میں رکھا اور نہ ہی ناسخ و منسوخ کی اتنی تحقیق فرمائی۔

اس لئے ان ساٹھ مسائل میں امام صاحب رحمہ اللہ کی مختار احادیث اعلیٰ درجہ کی صحیح اور آخری عمر کی احادیث ہیں، تو ان کے لئے رائج ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ ان کے علاوہ تقریباً ایک درجن مسائل وہ ہیں جن میں امام ابن ابی شیبہ نے خبر واحد پیش کی ہے اور امام اعظم نے قرآن کی نص سے استدلال کیا ہے اور ظاہر ہے کہ قرآن پاک سے استدلال ہی رائج ہے۔

تقریباً ڈیڑھ درجن مسائل میں امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے خبر واحد سے استدلال کیا ہے، جبکہ امام اعظم رحمہ اللہ نے حدیث مشہور پر اپنے مسئلہ کی بنیاد رکھی ہے اور ظاہر ہے کہ حدیث مشہور کے مقابلہ میں خبر واحد کو ترجیح نہیں دی جاسکتی۔ تقریباً ڈیڑھ درجن مسائل وہ ہیں جن میں امام ابن ابی شیبہ نے ان مسائل کا رد کیا ہے جو سرے سے امام صاحب سے ثابت ہی نہیں، نہ فقہ حنفی کی متداول کتابوں میں موجود ہیں۔ اس میں بھی ابن ابی شیبہ سے خطا ہوئی۔

تقریباً دس مسائل ایسے ہیں جن میں فہم حدیث میں اختلاف ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے اور معنی سمجھا ہے اور حضرت امام اعظم رحمہ اللہ نے اور معنی سمجھا ہے۔ ظاہر ہے کہ بوقت اختلاف فہم محدث کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ فہم فقیہ کا اعتبار ہوتا ہے۔ خود حضور ﷺ فرماتے ہیں: رب حامل فقہ غیر فقیہ۔ اور محدثین خود کہتے ہیں کہ

ہم پسناری ہیں اور فقہاء طیب ہیں (جامع بیان العلم ص ۱۳۱ ج ۲، ذیل الجواہر ص ۳۸۵ ج ۲، مناقب موفق ص ۱۶۳ ج ۱، الخیرات الحسان ص ۶۱) اور امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فقہاء حدیث کے معانی میں بڑے عالم ہیں (ترمذی ص ۱۱۸ ج ۱) اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مجتہد ہونا اجماع امت سے ثابت ہے۔

البتہ چھ سات مسائل میں مناقشہ جاری ہے، جس میں امام صاحب رحمہ اللہ برابر ہیں۔ یہ ہے امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ کے اعتراضات کی کل کائنات۔ اب خدا کی طرف سے مقبولیت کا یہ حال ہے کہ ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ کے کتاب لکھنے کے بعد بھی آج تک کروڑہا مقلدین امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے موجود ہیں اور امام ابن ابی شیبہ کا ایک بھی مقلد دنیا میں نہیں ہوا۔

علامہ عبدالقادر قرشی، علامہ قاسم بن قطلوبغا اور علامہ کوثری نے ابن ابی شیبہ کے اس حصہ کا تفصیلی رد لکھا ہے جو قابل دید ہے۔ حضرات غیر مقلدین کے جماعتی پرچہ ”الاعتصام“ میں ہے: ”امام اعظم نے بے شک اپنے زمانے کے متقنات تمدن کو سامنے رکھ کر قرآنی طریقہ شوریٰ کے ذریعہ اسلامی قوانین اور فقہ کی تدوین فرمائی اور حقیقت میں یہ عظیم الشان کام تھا۔ اس کی عظمت اور ضرورت کا انکار ناممکن ہے۔“ (۸ جولائی ۱۹۶۰ء ص ۵ کالم ۱)

### خطیب بغدادی :

آپ ۳۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ پہلے حنبلی تھے، پھر شافعی ہو گئے، تقلید کے بڑے سختی سے حامی تھے اور انکار تقلید کو بالکل غلط فرماتے تھے (الفقیہ والمتفقہ ص ۶۷، ۶۸، ۶۹ ج ۲)

حنفیت کے خلاف بہت تعصب رکھتے تھے۔ انہوں نے جس طرح اپنی کتابوں میں صحیح احادیث بھی لکھی ہیں اور بہت سی جھوٹی احادیث بھی درج کی ہیں، محدثین نے صحیح احادیث کو قبول کیا ہے اور موضوعات کو رد کیا ہے۔ اسی طرح امام اعظم رحمہ اللہ کے بارہ میں بہت سے فضائل بھی جمع کئے ہیں اور بہت سے معائب بھی درج کئے ہیں۔



اب کوئی عقل مند آدمی ان دونوں رخنوں کو صحیح تسلیم نہیں کر سکتا کہ ایک شخص کو اعلیٰ درجہ کا عالم، مجتہد، نیک بھی مانا جائے اور معاذ اللہ عیسائیوں اور بت پرستوں سے بدتر بھی مانا جائے۔ خطیب نے تو صرف ان دونوں پہلوؤں کو درج کر دیا۔ اب دیکھنا ہے کہ محدثین نے دونوں پہلوؤں میں سے کس کو قبول کیا ہے اور کس کو رد کیا ہے۔ تو یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ کے فضائل کے پہلو کو محدثین نے بلا تعلق قبول کیا ہے۔ حنبلی، شافعی، مالکی، حنفی محدثین اور مورخین اس کے بیان میں متفق اللسان ہیں، اور امام کے معائب کے حصہ کا تمام محدثین نے پر زور رد لکھا۔ ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ نے امام صاحب رحمہ اللہ کی صفائی میں اسی دور میں کتاب الانتقاء تحریر فرمائی۔

خطیب بغدادی کے شاگرد قاضی ابوالحسن نے تاریخ خطیب کا اختصار کیا تو امام صاحب رحمہ اللہ کے فضائل والا حصہ رکھا اور معائب کو مردود کر کے نکال دیا۔ محدث ابن الجوزی رحمہ اللہ نے السہم المصیب میں خطیب کی خوب خبر لی۔ پھر سبط ابن الجوزی نے دو بڑی جلدوں میں الانتصار لایام ائمة الامصار کے نام سے خطیب کا رد لکھا۔ ملک معظم نے بھی السہم المصیب فی کبد الخطیب میں اس کا رد کیا اور علامہ خوارزمی نے مقدمہ جامع المسانید میں اس کا رد لکھا۔ ابن حجر مکی شافعی، علامہ صالحی ابن خلکان سب نے نفرت کا اظہار کیا۔ الغرض اہل سنت محدثین و علماء کی نظر میں امام اعظم رحمہ اللہ کی عظمت میں تو کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ ان کے مقلدین سے آج بھی دنیا بھری پڑی ہے، البتہ خطیب کے اس باب نے خطیب کی عزت کو داغ لگا دیا۔ ہاں جس حصے کو علماء اہل سنت والجماعت نے اجماعاً مردود قرار دیا تھا، اس کو کبھی کبھی شیعہ پڑھ کر اپنے جذبہ تمہابازی کی تسکین کر لیتے تھے۔ ہندوستان (پاک و ہند) میں دور و کور یہ میں اس مردود حصہ کو حلد علی شیعہ نے اپنی کتاب استقصاء الافہام میں شائع کیا اور محمد جو ناگزہی غیر مقلد نے تاریخ محمدی کے نام سے شائع کر کے شیعہ اور منکرین حدیث کو خوش کیا۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ نہ کتوں کے بھونکنے سے چاند کی چاندنی کم ہوتی ہے

اور نہ ہی مکھیوں کے گرنے سے سمندر ٹپاک ہوتا ہے۔ اسی لئے مولانا داؤد غزنوی فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے حق میں بری رائے رکھنے والے کچھ لوگ تو حاسد ہیں اور کچھ ان کے مقام سے بے خبر ہیں (داؤد غزنوی ص ۷۸)۔

میاں نذیر حسین صاحب دہلوی نے فرمایا ہم ایسے شخص کو جو ائمہ دین کے حق میں بے ادبی کرے چھوٹا رافضی جانتے ہیں (تاریخ اہل حدیث ص ۸۰)۔ آج کل کے غیر مقلدین کو عبرت حاصل کرنی چاہئے جب نعیم بن حماد، ابن ابی شیبہ اور خطیب جیسے لوگوں کی مخالفت حنفیت کا کچھ نہ بگاڑ سکی تو آپ حضرات منکرین حدیث اور شیعوں کے ساتھ مل کر جو فقہ حنفی کی مخالفت کر رہے ہیں، حنفیت کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ اس لئے افتراق و انتشار کی تحریک کو ختم کر کے اہل سنت والجماعت کے ساتھ مل کر نظام شریعت (فقہ حنفی) کی کوشش کریں۔

FREEDOM  
FOR GAZA



# فقہ حنفی سے غیر مقلدین کی غلامی کے اسباب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آنحضرت ﷺ اگرچہ ملک عرب میں پیدا ہوئے، مگر آپ ﷺ کی نبوت تمام دنیا کے لئے عام ہے۔ و ما ارسلناک الا کافۃ للناس (السبا: ۲۸) یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً (اعراف: ۱۵۸) اسلام آپ ﷺ کی مبارک زندگی میں ملک عرب میں پھیل چکا تھا اور عجم کے بہت سے علاقے خلافت راشدہ کے دور میں اسلامی سلطنت میں شامل ہوئے۔ قرآن پاک میں آخرین منہم اور بخاری و مسلم میں لو کان العلم عند الثریا لتناولہ رجل اور رجال من اهل فارس (او کما قال) عظیم الشان پیش گوئی تھی کہ اشاعت اسلام میں رجل فارس کا عظیم حصہ ہوگا۔ چنانچہ اس پیش گوئی کے مطابق حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ذریعہ اور ان کے مقلدین کے واسطے سے اسلام ساری دنیا میں پھیلا۔ مورخ ابن ندیم فرماتے ہیں: والعلوم بڑا و بحر اشرقاً و غرباً بعداً و قرباً تدوینہ رضی اللہ عنہ (الفہرست ص ۲۹۹) خشکی اور سمندر، مشرق اور مغرب، بعید اور قریب ہر جگہ علم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہی مرتب کردہ ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سواد اعظم از اہل اسلام متابعان ابی حنیفہ اند علیہم الرضوان (کتوبات و فتروم ص ۱۳) یعنی مسلمانوں میں سے بہت بڑی

جماعت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلدین کی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”در جمیع بلدان و جمیع اقالیم بادشاہیں حنفی اند و قضاة و اکثر مدرسوں و اکثر عوام حنفی اند (کلمات طیبات ص ۷۷) تمام اسلامی دنیا کے بادشاہ حنفی ہیں اور تمام عدالتوں کے قاضی حنفی ہیں اور مدارس اسلامیہ کے اکثر مدرسین اور اسلامی دنیا کے اکثر عوام حنفی ہیں۔ جب دنیا بھر میں ہمیشہ اکثریت احناف کی رہی ہے تو ظاہر ہے کہ اگر فقہ حنفی میں غلطیاں ہوتیں تو ساری دنیا میں ایک عالمگیر تحریک اس کے خلاف اٹھتی۔ مگر اس عالمگیر مذہب کے مقابلہ میں نہ تو کسی اسلامی ملک میں تحریک اٹھی، نہ ہی مراکز اسلام مکہ اور مدینہ سے تحریک اٹھی، بلکہ یہ تحریک دور برطانیہ عہد و کٹوریہ میں صرف مشترکہ ہندوستان میں اٹھی۔ مشترکہ ہندوستان میں اسلام یا تو حضرات صوفیاء کرام لائے جیسے سید علی ہجویری، خواجہ معین الدین اجمیری وغیرہم، یہ سب حنفی تھے، یا اشاعت اسلام میں بادشاہوں نے حصہ لیا، جس کی پیش گوئی زبان نبوت سے کی گئی تھی۔ عصابتان من امتی احرزہما اللہ من النار عصابة یغزو الہند و عصابة تکون مع عیسیٰ بن مریم (مسند احمد ص ۱۷۸/ج ۵، نسائی باب غزوة الہند)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وعدنا رسول اللہ فی غزوة الہند فان استشهدت کنت من خیر الشهداء فان رجعت فانا ابوہریرۃ” (المحرر (مسند احمد ص ۲۲۹/ج ۲) اور حضرت ﷺ نے فرمایا: یکون فی ہذہ الامۃ بعث الی السند و الہند (مسند احمد ص ۳۶۹/ج ۲)

اس پیش گوئی کے مطابق ہند فتح ہوا اور فاتحین ہند سب کے سب حنفی تھے۔ اس ملک میں اسلام لانے والے بھی حنفی، اسلام پھیلانے والے بھی حنفی اور اسلام قبول کرنے والے بھی حنفی تھے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں: ”خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے، چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں، اس وقت سے آج تک یہ

لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے ہیں اور اسی مذہب کے عالم فاضل اور قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک جم غفیر نے مل کر فتاویٰ ہندیہ یعنی فتاویٰ عالمگیری جمع کیا۔“ (ترجمانِ وہابیہ ص ۱۰)

دوسری جگہ لکھتے ہیں: ”حنفیہ جن سے یہ ملک بھرا ہوا ہے۔“ (ترجمانِ وہابیہ ص ۱۵) الغرض پاک و ہند میں تقریباً بارہ سو سال فقہ حنفی ہی ملک کا قانون رہی۔ عدالت اور مساجد اور مدارس سب پر بلا شرکت غیرے حنفیت کا قبضہ رہا۔ اس کے بعد حالات نے پلٹا دکھایا۔ یہاں اسلامی حکومت کی بجائے انگریزی حکومت آگئی۔ اس دور میں فرقہ غیر مقلدین پیدا ہوا۔ چنانچہ غیر مقلدین کے مشہور محدث اور مورخ مولانا محمد شاہ جہان پوری نے ۱۹۰۰ء میں کتاب ”الارشاد الی سبیل الرشاد“ لکھی۔ اس میں لکھتے ہیں: ”کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آرہے ہیں جس سے لوگ بالکل نا آشنا ہیں۔ پچھلے زمانہ میں شاذ و نادر اس خیال کے لوگ کہیں ہوں تو ہوں مگر اس کثرت سے دیکھنے میں نہیں آئے۔ بلکہ ان کا نام ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے۔ اپنے آپ کو تودہ اہل حدیث یا محمدی یا موحد کہتے ہیں، مگر مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد یا وہابی یا لامذہب لیا جاتا ہے۔“ (الارشاد ص ۱۳)

معلوم ہوا کہ یہ مذہب انیسویں صدی کی پیداوار ہے۔ اور یہ فرقہ شاذ ہے۔ اب سوال ہے کہ یہ لوگ تقلید (جس کو یہ قید مذہب کہتے ہیں) چھوڑ کر غیر مقلد کیوں بنے؟ جس کا نام انہوں نے آزادی مذہب رکھا ہے۔ کیا یہ قرآنی حکم تھا یا نبی ﷺ کا فرمان تھا۔ تو بات یہ ہے کہ نہ قرآن میں یہ ہے کہ اجتہادی مسائل میں عوام پر مجتہد کی تقلید حرام ہے نہ کسی حدیث میں۔ یہ سب ملکہ و کنواریہ کے اشارہ ابرو پر کیا گیا۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں: ”گورنمنٹ نے آزادی کامل ہر مذہب والے کو مسلمان ہو یا ہندو یا اور کچھ، عطا فرمائی ہے، جس کا اشتہار بڑی دھوم دھام سے دربارِ قیصری میں بمقامِ دہلی مجمعِ جملہ رؤسا و معززین ہند رعایا برائیا کو سنایا گیا۔“ (ترجمانِ وہابیہ ص ۸) یہ آزادی ہماری مذہب مروجہ جدیدہ سے عین مراد قانونِ انگلشیہ

ہے (ص ۲۰) قید مذہب خواہ مذہب نیچریہ ہو یا مذہب مقلدین..... ایک بڑی بلا ہے اور سبب عداوت (حکومت انگلشیہ ص ۲۹) ہم سب مذہبوں سے آزاد ہیں (ص ۳۰) اپنے دین میں وہی آزادی برتتے ہیں جس کا اشتہار بار بار انگریزی سرکار سے جاری ہوا۔ خصوصاً دربار دہلی سے جو سارے درباروں کا سردار ہے۔ جو رسائل رد تقلید مذہب میں اب تک تالیف ہوئے وہ شہد عدل ہیں اس بات پر کہ مدعی اس طریقہ (غیر مقلدیت) کا قید مذہب خاص سے آزاد ہے..... اب تامل کرنا چاہئے کہ دشمن سرکار کا وہ ہو گا جو کسی (تقلید مجتہد) میں اسیر ہے یا وہ ہو گا جو آزاد (غیر مقلد اور دولت برطانیہ کا) فقیر ہے (ص ۳۲)

اور حنفیوں کے متعلق لکھا ہے: ”یہ چاہتے ہیں کہ وہی تعصب مذہبی و تقلید شخصی اور ضد اور جہالت آبائی جو ان میں چلی آتی ہے قائم رہے اور جو آسائش رعایا ہند کو بوجہ آزادی مذہب (غیر مقلدیت) گورنمنٹ نے عطا کی ہے وہ اٹھ جائے اور امن عالم باقی نہ رہے۔ سارے مسلمان ایک مذہب خاص کے پابند ہو کر خوب اپنا تعصب گورنمنٹ سے ظاہر کریں اور جب موقعہ پاویں مثل زمانہ عذر کے فساد برپا کریں۔“ (ترجمان وہابیہ ص ۵۶)

پروفیسر محمد مبارک غیر مقلد شاگرد خاص مولوی عطاء اللہ حنیف بھوجیانوی لکھتا ہے: ”جماعت غریاء اہل حدیث کی بنیاد صرف محدثین کی مخالفت کے مقصد کے لئے رکھی گئی۔ صرف یہی مقصد نہیں بلکہ تحریک مجاہدین یعنی سید احمد شہید کی تحریک کی مخالفت کر کے انگریز کو خوش کرنے کا مقصد پناہ تھا۔“ (تحریک مجاہدین ص ۴۸)

اس فرقے کا مقصد وجود دیکھی تھا کہ اہل سنت والجماعت حنفی مجاہدین کا راستہ روک کر انگریز سے جہاد ختم کیا جائے اور ان سے فساد کیا جائے۔ چنانچہ اس فرقہ کے دو ہی مقاصد تھے ’انگریز سے جہاد حرام اور مسلمانوں کی مساجد میں فساد فرض۔‘

اہل اسلام میں لڑائی ڈالنے کے لئے فقہ کو نشانہ بنایا گیا۔ مولانا عبدالبوہاب صاحب بانی جماعت غریاء اہل حدیث نے کہا: ”کتب فقہ مروجہ اسلام کے بالکل منافی ہیں۔ کتاب

وسنت کے ہوتے ہوئے ان پر عمل کرنا محض گمراہی اور حرام ہے۔ بھلا اکل حلال کے ہوتے ہوئے خنزیر کھانا کب روا ہے۔“ (خطبہ امارت ص ۱۳۱۳)

مولوی محمد جونا گڑھی نے بھی ارشاد محمدی صفحہ ۳ پر فقہ کو خنزیر کہا اور جماعت المسلمین کے بانی مسعود احمد نے بھی فقہ کو خنزیر کہا: (التحقیق فی جواب التقلید) نواب صدیق حسن غیر مقلد نے لکھا: ”سرچشمہ سارے جھوٹے جیلوں اور مکروں کا اور کلن تمام فریبوں اور دغا بازیوں کی علم رائے (اجتہاد) ہے۔ جو مسلمانوں میں بعد پیغمبر برحق کے پھیلا ہے اور مہاجال ان سب خرابیوں کا بول چال فقہاء اور مقلدوں کی ہے۔ غرض یہ کہ اگر غور سے دیکھو اور خوب خیال کرو تو سارے عالم کافساد اور تمام خرابیوں کی بنیاد یہی گروہ ہے جو اپنے آپ کو کسی مذہب وغیرہ کا مقلد کہتا ہے۔“ (ترجمان وہابیہ ص ۲۲) غیر مقلدوں نے انگریزی قانون کو خدا کی رحمت اور امن و سلامتی کا پیغام مان کر اسلامی قانون فقہ کو سور، کوک شاستر، جھوٹ، فریب، دغا بازی وغیرہ کہا۔

### نئی فقہ کی تدوین :

فقہ حنفی سے ناراض ہو کر اب انہیں نئی فقہ کی ضرورت پڑی تو اس کے لئے یمن کے زیدی شیعوں سے بھیک مانگی۔ نواب صدیق حسن نے فقہ حنفی کو تو جھوٹ فریب کہا مگر زیدی شیعہ شوکانی یمن کی فقہ کی کتاب ”الدر البہیتہ“ کو من و عن قبول کر لیا اور اس کی شرح ”الروضۃ الندیہ“ لکھ کر اپنے مذہب کی فقہ بنا لیا۔ اس کے بعد نواب وحید الزمان نے ہدیۃ المہدی، نزل الابرار من فقہ النبی المختار اور کنز الحقائق، میر نور الحسن نے عرف الجلادی من جنن ہدی الہادی اور صدیق حسن نے بدور الہلہ وغیرہ کتابیں لکھیں، مگر ان کتابوں کا جو حشر ہوا وہ خدا کسی دشمن کی کتاب کا بھی نہ کرے۔ نہ ہی غیر مقلد مدارس نے ان کو قبول کیا کہ ان میں سے کسی کتاب کو داخل نصاب کر لیتے، نہ ہی غیر مقلد مفتیوں نے ان کو قبول کیا کہ اپنے فتاویٰ میں ان کو لیتے اور نہ ہی غیر مقلدین عوام نے ان کو قبول کیا۔ وہ مرزا کلویانی اور سوامی دیانند کی کتابوں سے اتنا نہیں جلتے جتنا ان کتابوں کے نام سے جلتے ہیں۔ جس طرح بعض کفار نے قرآن

کی آیت والسماء ذات البروج کے مقابلے میں جملہ والنساء ذات الفروج گھڑا تھا، مگر قرآن کے مقابلے میں اب کافر اس کا نام لیتے ہوئے شرماتے ہیں، اس سے زیادہ غیر مقلدین اپنی کتابوں کو چھپاتے اور ان کے نام سے بھی گھبراتے ہیں۔ وہ شیعوں کے قرآن کی طرح کسی غار میں ہیں۔ حضرات یاد رہے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ساری دنیا میں غالب رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ الحمد للہ فقہ حنفی ساری دنیا میں غالب ہے۔ خود غیر مقلدین کے مدارس میں داخل نصاب ہے۔ فتاویٰ ثنائیہ، فتاویٰ علماء حدیث اس کے حوالوں سے بھرپور ہیں اور جو فقہ ان کے مقابلے میں اٹھی تھی اس کے کھنڈرات بھی مٹ چکے ہیں۔

### فقہ حنفی پر حملوں کی ابتداء :

جب یہ اپنی فقہ مرتب نہ کر سکے توفیقہ حنفی پر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ ایک برائے نام مسلمان جس کا نام ہری چند ولد دیوان چند کھتری تھا، نے الظفر المبین کتاب لکھی۔ علمائے اہل سنت والجماعت نے اس کے جواب میں الفتح المبین لکھی اور دونوں کتابوں کو علماء حرمین شریفین کے سامنے پیش کر دیا۔ علمائے حرمین شریفین نے الفتح المبین کے مسائل کو صحیح قرار دیا اور الظفر المبین کے مولف کو گمراہ، گمراہ کنندہ اور واجب القتل قرار دیا۔ (الفتح المبین) یہاں بھی غیر مقلدین کو سخت ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

### ایک غلط انداز :

حکومت برطانیہ کو سب سے زیادہ مخالفت مسلمانوں سے تھی، اس لئے اس دور میں قرآن و سنت اور فقہ پر منظم حملے کروائے گئے۔ پادری فائزر، ماسٹر رام چندر نے قرآن مجید کے خلاف محاذ قائم کیا اور متواتر قرآن پاک جس کی ہر جگہ تلاوت ہو رہی تھی کی سزا اور متروک قراءتوں پر اعتراضات کئے، جس سے ناواقف عیسائی خوش ہو گئے کہ ہمارے پادریوں نے بڑا کام کیا، قرآن پر اعتراضات کئے۔ مگر مسلمانوں کے دل میں قرآن



پاک کے بارہ میں وسوسہ بھی پیدا نہ ہوا۔ کیونکہ جس قرآن پاک کی وہ تلاوت کرتے تھے اس پر اعتراض نہ ہوسکا اور جن متروک اور شاذ قراتوں پر انہوں نے اعتراضات کئے وہ مسلمانوں میں پہلے ہی متروک تھیں۔ اسی طرح فقہ پر اعتراض کرنے کے لئے ضروری تھا کہ پہلے فقہ کے مفتی بہا اور غیر مفتی بہا شاذ و متروک اقوال میں امتیاز کر کے مفتی بہا اقوال کو قرآن و حدیث سے غلط ثابت کیا جاتا اور پھر اسی مسئلہ کے صحیح حکم کو قرآن و حدیث سے ثابت کیا جاتا۔ لیکن وہ اس سے عاجز رہے۔ مولوی محمد جوناگڑھی، مولوی محمد یوسف جے پوری اور ابوالقاسم بنارس فقہ کے بارہ میں اتنی ہی معلومات رکھتے تھے جتنی پادری فائڈر اور سوامی دیانند قرآن کے متعلق، اور یہ علم حدیث سے بھی کورے تھے۔ ان لوگوں کی کتابیں دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کو فقہ کے صحیح اور ضعیف اقوال میں ہرگز امتیاز نہ تھا، نہ ہی صحیح اور ضعیف حدیثوں کی بصیرت تھی۔ فقہ حنفی کے وہ مفتی بہا مسائل جن پر دنیا بھر میں حنفی عمل کر رہے ہیں ان کو کسی صریح غیر معارض حدیث کے خلاف ثابت کر دینا ان کے بس کا روگ نہ تھا اور نہ ہی یہ کر سکے۔ ہاں ایسی شاذ جزئیات جن پر نہ کبھی کسی حنفی مفتی نے فتویٰ دیا اور نہ ہی دنیا بھر میں کسی جگہ حنفیوں کا ان پر عمل ہے ان کو محل طعن بنایا گیا، جس سے ہمارا اعتقاد فقہ حنفی پر اور قوی ہو گیا کہ اس کے مفتی بہا مسائل پر اعتراض نہیں ہوسکا۔

### طریق فیصلہ :

اسلام مکمل دین ہے اور عقائد کے بعد نماز سب سے بڑی عبادت ہے۔ مذاہب اربعہ میں نماز کے مسائل بڑی تفصیل سے موجود ہیں۔ نماز کی شرائط، ارکان، واجبات، سنن، مستحبات، مباحات، مکروہات، مفسدات اور مسائل سمو۔ یہ حضرات اپنی مکمل نماز اس ترتیب سے احادیث صحیحہ، صریحہ، غیر معارضہ سے ثابت کر دیں۔ مگر یہ ہرگز اس پر آمادہ نہیں ہوئے۔ اور دوسرے نمبر پر حنفی نماز جو ہر جگہ پڑھی جا رہی ہے بالترتیب ہر مسئلے کو حدیث صحیح صریح غیر معارض سے غلط ثابت کر دیں۔ لیکن یہ بھی ان کے بس کا روگ نہیں۔ اور اس کے لئے ان کا کوئی ذمہ دار عالم تیار نہیں۔ جب نماز

جیسی عبادت جو دن میں پانچ دفعہ فرض ہے، اس میں یہ اس قدر جاہل ہیں تو باقی دین سے ان کو کیا آئے گا۔

### آسان طریقہ :

ایک دفعہ ایک غیر مقلد عالم نے کہا کہ فقہ حنفی کے تمام مسائل قرآن و حدیث کے خلاف ہیں۔ میں بہشتی زیور لے کر اس کے پاس چلا گیا کہ میں بالترتیب وضو کے مسائل سے شروع کر کے ایک ایک مسئلہ پڑھتا ہوں۔ آپ ہر مسئلہ کے خلاف ایک صحیح، صریح، غیر معارض حدیث لکھوادیں۔ پھر اس غلط مسئلے کے مقابلہ میں جو صحیح مسئلہ ہو وہ مسئلہ لکھوا کر اس کے موافق ایک صحیح صریح غیر معارض حدیث لکھوادیں؟ تو وہ بہت پریشان ہوا اور کہنے لگا کہ فقہ حنفی کے سارے مسائل حدیث کے خلاف نہیں ہیں، بعض حدیث کے مطابق ہیں اور بعض مخالف۔ میں نے کہا میں بالترتیب ایک ایک مسئلہ پڑھتا جاتا ہوں، ان میں سے جو مسئلہ حدیث کے مطابق ہو اس کے مطابق ایک ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض لکھواتے جائیں اور جو مسئلہ حدیث کے مخالف ہو اس کے خلاف ایک ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض لکھوا کر پھر صحیح مسئلہ لکھوا کر اس کے موافق حدیث صحیح صریح غیر معارض لکھواتے جائیں۔ لیکن وہ فرار ہو گیا اور ان کا کوئی عالم بھی اس کے لئے تیار نہیں۔ کیونکہ ہر ایک جانتا ہے کہ وہ نہ حدیث کا علم کامل رکھتا ہے نہ فقہ کا۔

نوٹ : حدیث باندہ پیش کرنا ہوگی اور ہر راوی کی جرح تعدیل مفسر اور باندہ پیش کرنا ہوگی۔ نہ کسی جگہ اپنا قیاسی قول پیش کرے گا، کیونکہ ان کے ہاں قیاس شیطان کا کام ہے، نہ کسی امتی کا قول پیش کر سکے گا۔ کیونکہ یہ شرک تقلیدی ہے اور بے سند بات بے دینی ہے۔ ہاں ہم اہل سنت والجماعت اولہ اربعہ پیش کرنے کا حق رکھتے ہیں۔

الغرض فقہ حنفی سے ناراضگی کے اسباب صرف جہالت اور حسد ہیں۔

# استفتا (۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین و زفرقہ مسعودیہ عثمانیہ (پیر و کارڈاکٹر مسعود الدین عثمانی کراچی) کہ یہ مسلم ہیں یا غیر مسلم۔ جبکہ ان کے نظریات جو ان کی کتب سے ماخوذ ہیں وہ درج ذیل ہیں :

۱۔۔۔۔۔ دو سری صدی ہجری سے چودھویں صدی ہجری تک سلسلہ وار بزرگان دین کے نام لکھ کر تحریر کیا ہے کہ ان کا ایجاد کردہ دین جو آج ہے وہ قرآن و حدیث کے دین سے یکسر ممتاز ہے (توحید خالص و ایمان خالص ج ۱/ ص ۸۵)

۲۔۔۔۔۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ اس ظالم کا بلاوا ایسا رنگین و انداز ایسا ساحرانہ تھا الٰہی ان قالی کہ دین جو حسن بصری رحمہ اللہ کے ذریعہ ابوبکرؓ و علیؓ کے واسطے سے نبی کریم ﷺ تک پہنچایا جاتا ہے وہ بالکل جھوٹ ہے (ایمان و توحید خالص ص ۸۶)

۳۔۔۔۔۔ رہے ابدال تو ایک جھوٹی روایت کے علاوہ کوئی صحیح روایت ابدال کی موجودگی کے اثبات کے لئے موجود نہیں ہے (ص ۳۳)

۴۔۔۔۔۔ مسئلہ حیاۃ النبی ﷺ کے سرے سے منکر ہیں، جیسا کہ ان کے رسالہ ”وفاۃ النبی“ سے ثابت ہے، بلکہ لکھا ہے کہ یہ شرک کی جڑ ہے۔ (ص ۳۲)

۵۔۔۔۔۔ عذاب قبر کے سرے سے منکر ہیں (رسالہ عذاب برزخ)

۶۔۔۔۔۔ توسل بالانبیاء و الصالحین کو شرک کہتے ہیں (رسالہ یہ قبریں یہ آستانے ص ۲۲ تا آخر، رسالہ وسیلے کا شرک)

- ۷۔۔۔۔ امام حفص بن سلیمان ابی داؤد کو کذاب و وضاع لکھا ہے (مزار میلے ص ۳۵) جبکہ یہ قرآن کے قاری اور روایت حفص کے امام ہیں۔
- ۸۔۔۔۔ یہ حضرات آمنوا باللہ ورسولہ کے بجائے آمنوا باللہ ورسولہ کی تلقین کرتے ہیں، لیکن ہم اس کو صحیح نہیں سمجھتے (دعوت الی اللہ ص ۱۵)
- ۹۔۔۔۔ امام احمد بن حنبل کافر تھے (جل اللہ)

علاوہ ازیں دورِ حاضر کے جملہ مسلمانوں کو مشرک و کافر قرار دیتے ہیں۔ ان سے سلام کرنے کو جائز نہیں جانتے، نہ جنازہ جائز سمجھتے ہیں نہ ہی (کسی دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، مودودی وغیرہ) جملہ مسالک کے امام کچے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، بلکہ ان کی مساجد میں نماز پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے۔ از روئے شرع ان کے بارے میں حکم صادر فرمائیں، کیا ان کی مساجد، مساجد ہیں یا مسجد ضرار کے حکم میں ہیں؟ ان کو ان کے نظریات کی ترویج سے روکنا اہل اسلام پر فرض ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالرحیم  
جامعہ محمودیہ گلشن جھنگوی، جھنگ

## الجواب :

عقائدِ بالا کے حامل لوگ خود گمراہ ہیں اور دیگر مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ ایسے حضرات سے میل جول درست نہیں ہے۔ اگر خدا نخواستہ ان میں سے کوئی کسی مسجد کا منتظم اور متولی بن گیا ہے تو دیگر اہل اسلام پر لازم ہے کہ فوراً اس کو اس کی تولیت سے الگ کر دیں۔ فقط واللہ اعلم

محمد اسحاق غفر اللہ لہ

# استفتاء (۲)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

محترم مفتی صاحب، السلام علیکم !

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں :

- ۱۔۔۔۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ، ان چاروں اماموں میں سے کس کے طریقہ نماز کے مطابق نماز پڑھنی چاہئے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ چاروں کے طریقے پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
- ۲۔۔۔۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ سال میں ایک مرتبہ چاروں اماموں کے طریقے کے مطابق نماز پڑھنا ضروری ہے۔
- ۳۔۔۔۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ نماز صرف ایک ہی امام کے طریقہ کے مطابق پڑھنی چاہئے۔

برائے مہربانی قرآن و احادیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔ والسلام

المستفتی: عمران احمد ملتانی

## الجواب :

جس طرح اللہ تعالیٰ کا ایک قرآن ہے، لیکن اس کی سات قراءتیں متواتر ہیں، ان میں سے جس ایک پر بھی قرآن پاک کی تلاوت کر لی جائے وہ اللہ تعالیٰ کے قرآن ہی کی تلاوت ہے۔ البتہ ان میں سے جو قراءت کسی علاقے میں تلاوت متواتر ہو اس علاقے میں اسی قرات پر قرآن پاک کی تلاوت کرنی چاہئے۔ اور

جس قرأت سے اس علاقے کے عوام مانوس نہ ہوں اس غیر مانوس قرأت پر تلاوت کر کے امت میں فتنہ نہ ڈالنا چاہئے، کیونکہ فتنہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اکبر من القتل اور اشد من القتل فرمایا ہے۔ اسی طرح نبی پاک ﷺ کی سنت کے طریقہ کے چار مذاہب ہیں۔ کسی ایک مذہب پر عمل کرنا نبی پاک ﷺ کی سنت ہی پر عمل کرنا ہے، لیکن جس علاقے میں جو مذہب عملاً متواتر ہو اس کو چھوڑ کر وہاں کے عوام میں غیر مانوس مذہب کو اختیار کرنا امت میں فتنہ ڈالنا ہے جو کہ اللہ و رسول ﷺ کو نہایت ہی ناپسند ہے۔ مثلاً اب یہاں ہندوستان و پاکستان میں چونکہ مذہب حنفی ہی عملاً متواتر ہے، اس لئے یہاں مذہب حنفی پر عمل کرنا عین نبی پاک ﷺ کی سنت پر ہی عمل کرنا ہے۔ اسی طرح سری لنکا وغیرہ میں مذہب شافعی عملاً متواتر ہے، اس لئے وہاں کے باشندے اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور ام درمان وغیرہ جو افریقہ کی ریاستیں ہیں وہاں مذہب مالکی عملاً متواتر ہے اور مذہب حنبلی صرف نجد ہی میں عملاً متواتر ہے۔ اس لئے وہاں کے باشندے اگر اس پر عمل کریں گے تو اصل میں وہ نبی پاک ﷺ کی سنت ہی پر عمل کریں گے..... اب جب کسی آدمی نے نماز اور دوسرے شریعت کے جتنے احکامات ہیں ان میں کسی ایک امام کی تقلید کر لی تو پھر اس کے بعد اس کی مخالفت کرنا، اس کو علامہ ابن نجیم صاحب بحر الرائق نے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنے امام کی مخالفت کر کے اپنی چاہت کے مطابق دوسرے امام کے مذہب کو اختیار کرنا یہ کبیرہ گناہ ہے..... اما الکبائر اسال اللہ العفو عنها والعافیة منها فقالوا ہی..... بعد الکفر، الزنا واللواطہ و شرب الخمر..... الی قوله ومخالفة المقلد حکم مقلده و کالسرفۃ والقذف والقتل (مجموعہ رسائل ابن نجیم ص ۲۴۸) اسی طرح حکیم الامت امام غزالی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب احیاء علوم الدین میں فرماتے ہیں کہ:

مقلد کو چاہئے کہ دین کی تمام تفصیلات میں (چاہے وہ نماز کے مسائل ہوں یا دوسرے) اپنے امام ہی کی تقلید کرے جو آدمی اپنے امام کی مخالفت کرے گا وہ اس مخالفت کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔ اذالم یذهب احد من المحصلین الی ان المجتہد یجوز له ان یعمل بموجب اجتہاد غیرہ ولا ان الذی اجتہادہ فی التقلید الی شخص رآہ افضل العلماء ان له ان یأخذ بمذہب غیرہ فیفتقد من المذاهب اطبہا عندہ بل علی کل مقلد اتباع مقلدہ فی کل تفصیل فاذا مخالفتہ للمقلد متفق علی کونہ منکر ابین المحصلین وهو عاص بالمخالفة (ج ۷/ ص ۳۶)

اب اس ساری تفصیل سے معلوم ہوا کہ صرف ایک امام کی تقلید میں نماز وغیرہ ادا کرنا چاہئے اور یہ بات غلط ہے کہ سال میں ایک مرتبہ چاروں ائمہ کے طریقہ کے مطابق نماز پڑھنا ضروری ہے۔ اور اسی لئے علماء نے تقلید شخصی کو واجب قرار دیا ہے، کیونکہ اگر عامی آدمی کو اس کی اجازت دی جائے کہ اس کو اختیار ہے کہ کسی امام کے مذہب کو لے کر وہ اس پر عمل کر لے تو اس صورت میں وہ اپنے لئے رخصت اور آسانی کو تلاش کرے گا۔ اس کا دل چاہے گا تو ایک چیز کو حلال کہے گا اور کبھی خیال بدل گیا تو وہ اسی کو حرام کہے گا۔ کیونکہ ائمہ اربعہ..... میں بعض احکام میں حلت و حرمت کا اختلاف ہے.....

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ اسی کے متعلق فرماتے ہیں : ومن المعلوم ان اللہ سبحانہ و تعالیٰ ما کلف احدا ان یکون حنفیاً او مالکیاً او شافعیاً او حنبلیاً بل کلفوہم بان یعملوا بالسنة ان کانوا علماء او یقلدوا علماء ان کانوا جہلاء۔ بل یجب حتمًا ان یعین مذہبًا من هذه المذاهب اما مذہب الشافعی فی جمیع

الوقائع والفروع واما مذهب مالك واما مذهب ابى حنيفة وغيرهم وليس له ان يتحل من مذهب الشافعى فى البعض ما يهواه ومن مذهب غيره فى الباقي ما يرضاه لان لو جوزنا ذلك لادى الى الخبط والخروج عن الضبط حاصله يرجع الى نفى التكليف لان مذهب الشافعى اذا اقتضى بتحريم شىء ومذهب غير اباحه ذلك الشىء بعينه او على العكس فهو ان شاء مال الى الحلال وان شاء مال الى الحرام فلا يتحقق الحل والحرمه وذلك باطل بالاجماع لان حفظ الدين واجب وذلك ما يحصل الا به فيكون واجبا لان مقدمة الواجب واجب بالاجماع فثبت ان تقليد المذهب الواحد واجب لان حفظ الدين واجب وذلك ما يحصل الا به فيكون واجبا لان مقدمة الواجب واجب (رساله رد قبال) فقط والله اعلم

بندہ زاہد محمود میانوالوی

الجواب الصمیع





# فضائلِ محمّدین

ترجمہ

فیضانِ امرونیہ لکھنؤ

لکھنؤ، ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی نے تحریر کیا

مکتبہ اشاعتِ اسلامیہ، لاہور

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء

مکتبہ اشاعتِ اسلامیہ، لاہور

مولانا محمد تقی عثمانی

مدرسہ خاندانِ نبویہ، لاہور

مکتبہ اشاعتِ اسلامیہ، لاہور

# حرفِ القراءۃ حرفِ رفعِ الیدین

ترجمہ

لکھنؤ، ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء

مکتبہ اشاعتِ اسلامیہ، لاہور

مکتبہ اشاعتِ اسلامیہ، لاہور

مکتبہ اشاعتِ اسلامیہ، لاہور

مولانا محمد تقی عثمانی

مدرسہ خاندانِ نبویہ، لاہور

مکتبہ اشاعتِ اسلامیہ، لاہور

مکتبہ اشاعتِ اسلامیہ، لاہور